خطباتِ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ

از

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

رحمۃ اللہ علیہ

16

خطبات

ضیاء الامّت رحمۃ اللہ علیہ

از

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

خلیفہ ملک مختار احمد مجاہد

ناشر مکتبۃ المجاہد

دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

فون 0486691763

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

98190

نام کتاب .... خطبات ضیاء الامت

مرتب .... خلیفہ ملک مختار احمد مجاہد

تعداد 1100

کمپوزنگ .... رضوان

بار سوم 2006ء

ہدیہ .... [redacted]/ روپے

ملنے کے پتے

☆ .... ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی پاکستان

☆ .... مکتبہ المجاہد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

☆ .... سنّی دار الاشاعت ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

☆ .... مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	انتساب	5
2	آغاز سخن	6
3	حضرت ضیاء الامت ایک ہمہ پہلو شخصیت	8
4	ضیاالامت ایک ذات ایک انجمن	14
5	تفسیر ضیاء القرآن	20
6	باب اول .... توحید	26
7	توحید باری تعالی	27
8	شرک کی حقیقت اور اس کا بطلان	40
9	کلمہ طیبہ	54
10	باب دوم .... شان رسالت ﷺ	69
11	محسن کائنات ﷺ	70
12	کمال مصطفےٰ ﷺ	84
13	معراج مصطفیٰ ﷺ	100
14	شان محبوبیت ﷺ	116
15	انا اعطینک الکوثر	125
16	جنگ بدر	138
17	باب سوئم ....عقائد	154
18	عقیدہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم	155
19	ایصال ثواب	182
20	اسلام اور ردِ مرزائیت	190
21	باب چہارم ....اخلاقیات	214
22	ایفائے عہد	215

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
23	تکبر کی حقیقت	224
24	نبی کریم ﷺ بحیثیتِ معلم اخلاق	233
25	یادِ الٰہی سے غفلت	245
26	بشر کی حقیت	255
27	شاہین علماء کے لئے لائحہ عمل	269
28	پانچواں باب .... دین اسلام	281
29	دین اسلام اور محبتِ رسول ﷺ	282
30	موت کی حقیقت	290
31	بیتاب جذبے	299
32	امت مسلمہ کے لئے دور اندیشی	306
33	چھٹا باب .... تصوّف	313
34	عزم وتوکل	314
35	تقوی کی حقیقت	327
36	توبہ کی حقیقت	336
37	پیر اور مرید کا تعلق	342
38	پیمان سرفروشی	348
39	رنگ باری تعالی	364
40	ساتواں باب .... متفرق	382
41	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	383
42	ضیاء الامت ایک پیکر وفا	416

Marfat.com

انتساب

اُمت مسلمہ کے اس عظیم سپوت کے نام۔۔۔۔۔

جسکی انتھک کوششوں نے علم وحکمت کا سدا بہار چشمہ جاری کیا۔
جسکی بے پناہ شفقتوں نے بھٹکے ہوئے مسافروں کو سوئے منزل گامزن کیا۔
جسکی کرم نوازیوں نے کوتاہ ہمتوں کو بلند پروازی کا حوصلہ دیا
اور جسکی دعائے نیم شبی اور آہ سحر گاہی نے سوئی ہوئی امت کی تقدیر کو بدل دیا۔ میری مراد سیدی ومرشدی
حضور قبلہ ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ
کی ذات بابرکات ہے۔

؎ گر قبول افتد زہے عزو شرف

خاکپائے ضیاء الامت
خلیفہ ملک مختار احمد مجاہد

Marfat.com

آغازِ سخن

خطبات ضیاء الامت کا پہلا ایڈیشن نظر سے گذرا تو بے ساختہ نہاں خانہء دل سے تحسین و آفرین کی صدائیں آنے لگیں۔ سیدی و مرشدی حضرت ضیا الامت جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے دلنواز' روح پرور اور متنوع موضوعات کے حامل خطبات پڑھے تو پرانی یادیں تازہ ہونے لگیں۔ وہ کیسا روحانی منظر ہوا کرتا تھا جب قبلہ پیر صاحب کی زبان سے نکلنے والے الفاظ میں آبشاروں کا ترنم' دریا کی روانی اور گلوں کی سی مہک ماحول کو پر کیف بنا دیا کرتی تھی پر مغز الفاظ کا تسلسل' سہل انداز بیاں اور خوبصورت اتار چڑھاؤ سامعین کے دلوں میں گھر کر لیتا تھا خدا جانے اس سادگی میں کیسا سحر تھا کہ بڑے بڑے سنگدل اپنی آنکھوں سے چھلکنے والے آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکتے۔ رقت اور سوز و گداز کی لہر ہر ایک کو یوں لپیٹ میں لیتی کہ مستی و بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

بھلا ہو محترمی جناب ملک مختار احمد مجاہد صاحب کا کہ انہوں نے یہ انمول موتی چن چن کر یکجا کیے اور اہل ذوق کی تسکین کا سامان کیا۔ یہ انکی ابتدائی کاوش تھی لہذا بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ بعض چیزیں قابل اصلاح رہ گئیں۔ اب دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی تیاری سے قبل میں نے مسودہ کو از سر نو پڑھا اور نئے شامل ہونے والے خطبات کا بھی مطالعہ کیا جب ترتیب و تبویب کا مرحلہ آیا تو ایک خیال یہ تھا کہ تمام خطبات کو تقریر کے انداز سے تحریر کے انداز میں بدل دیا جائے تاکہ خطبات کو مقالات کے سانچے میں ڈھالا جا سکے۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی دامن گیر ہوا کہ اس طرح نہ صرف قبلہ پیر صاحب کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ کی ترتیب بدل جائے گی۔ بلکہ تقریر کا فطری حسن بھی ماند پڑ جائے گا۔ قبلہ پیر صاحب کی تقریر سننے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آپ کے اسلوب بیان میں بے ساختگی تھی۔ آپ کے الفاظ معنویت سے بھر پور مگر سادہ ہوتے تھے۔ آپ کی تفہیم لاجواب تھی چھوٹی چھوٹی مثالیں دے کر سبق پڑھانے کے انداز میں قرآن و حدیث کے اسرار و رموز سامعین کو از بر کرا دیتے تھے آپ کی گفتگو سے اہل علم اور

Marfat.com

حروف ابجد سے ناآشنا دیہاتی بیک وقت اپنے اپنے ظرف کے مطابق استفادہ کرتے۔ چنانچہ مذکورہ بالا درخشاں حقائق کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ (خطبات ضیاء الامت) کو تقریر کے انداز میں ہی رہنے دیا جائے۔ تاہم ممکنہ اور مناسب حد تک ہلکی پھلکی تبدیلی عمل میں لائی گئی ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس ایڈیشن میں نئے سرے سے ابواب بندی کی گئی ہے اور ہر باب کا عنوان دیا گیا ہے۔ جیسے توحید، شان رسالت، تصوف وغیرہ نیز ہر باب کے تحت اس سے متعلقہ خطبات کو الگ الگ موضوعات کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس طرح ایک قارئین کو مطلوبہ مواد تک رسائی میں آسانی ہوگی تو دوسری طرف ایسے طلباء جو تقریر سے شغف رکھتے ہیں انہیں مختلف موضوعات پر بالترتیب تفصیلی مواد میسر آسکے گا۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم، رحمت دو عالم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہماری یہ ادنی کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین آباد۔

گدائے کوچہ ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ

محمد نور الحسن ضیاء

Marfat.com

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہمہ پہلو شخصیت

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے سر میں دماغ عالمانہ، سینے میں دل صوفیانہ اور ہاتھ میں قلم ادیبانہ تھا، ان کی تفسیر ''ضیاء القرآن'' اور سیرت ''ضیاء النبی'' سے علم جھلکتا ہے۔ ان کی صحبت سے تصوف جھلکتا تھا اور ان کے نوک قلم سے ادب برستا ہے۔ ان کا اسلوب تصنیف محققانہ، طرز زیست قلندرانہ اور انداز نگارش ہمیشہ ساحرانہ رہا۔ جو نرا عالم ہو وہ خشک مزاج ہوتا ہے۔ مگر پیر صاحبؒ انتہائی رقیق القلب تھے، جو محض صوفی ہو وہ گوشہ گیر ہوتا ہے مگر پیر صاحبؒ معانی و معارف سے عشق کرتے تھے۔ عالموں، صوفیوں اور ادیبوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ بعض عالم وہ ہوتے ہیں جو فتوے پر انحصار کرتے ہیں، تقوی اختیار نہیں کر پاتے، بعض کتاب خوان ہوتے ہی صاحب کتاب نہیں ہوتے۔ بعض جزئیات کے ماہر ہوتے ہیں مگر کلیات سے قاصر رہتے ہیں۔ بعض کتابی عبارتوں سے آشنا ہوتے ہیں زمانی ضرورتوں سے آگاہ نہیں ہوتے۔ بعض مجادلے میں مگن رہتے ہیں مطالعے سے لگن نہیں رکھتے۔ بعض شعلہ مقالی سے کام چلاتے ہیں۔ تلقین غزالی کو نہیں آزماتے اور بعض دیوان و مکتب کے محض ... ربان ہوتے ہیں۔ بزم کے محرم اور راز دان نہیں ہوتے۔ اسی طرح کچھ صوفی تسبیح کے دانے ... کے ماہر تو ہوتے ہیں دل کی دنیا بدلنے پر قادر نہیں ہوتے کچھ اوراد و وظائف میں لگے رہتے ہیں تاہم معارف و لطائف سے پرے رہتے ہیں۔ کچھ شعبدے تو دکھاتے ہیں معجزے رونما نہیں کر پاتے۔ کچھ اپنا حلقہ بیعت تو وسیع کر لیتے ہیں قرینہ تربیت نہیں رکھتے۔ کچھ وجد و رقص کا پرچار کرتے ہیں۔ تزکیہ نفس پر اصرار نہیں کرتے۔ کچھ لمبی عباؤں میں ملبوس رہتے ہیں۔ قلندرانہ اداؤں سے محروم ہوتے ہیں۔ کچھ ویرانوں کو جا کر بساتے ہیں انسانوں سے نباہ نہیں کر پاتے اور کچھ فقط ... روں پر چراغ جلاتے ہیں دلوں کی جوت نہیں جگاتے، اور ایسے ہی ادیبوں کا معاملہ ہے ان میں ایسے بھی ہیں جو لفظ و حرف تو رکھتے ہیں ان کا صحیح

Marfat.com

مصرف نہیں جانتے۔ جو لفظوں کا ابلاغ تو کر سکتے ہیں دلوں کا سراغ نہیں پا سکتے۔ جو قلم تو زردار رکھتے ہیں۔ موضوعات بے کار چنتے ہیں۔ جو کاغذی تصویر تو اچھی بناتے ہیں روحانی تاثیر سے محروم رہتے ہیں، اور نظم و نثر سے ہنگامہ تو اٹھا دیتے ہیں لیکن اسرار حیات اور رموز کائنات سے پردہ اٹھانے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب ؒ کی شخصیت ہمہ پہلو تھی وہ بیک وقت عالمانہ جلال، صوفیانہ جمال اور ادیبانہ کمال کے حامل و وارث تھے۔

ان کا علم تصوف کی چاشنی اور ان کا تصوف علم کی روشنی سے مالا مال تھا اور ان کا اسلوب نگارش دونوں لذتوں سے بھرپور۔

عہد رواں کی یہ ایک خوبی بھی ہے اور بہت بڑی خامی بھی، کہ وہ ''یک چشم'' ہے اگر کوئی دینی رنگ رکھتا ہے تو دنیوی آہنگ سے بے خبر ہے، کوئی قدیم سے جڑا ہوا ہے تو جدید سے کٹا ہوا ہے کوئی خبر رکھتا ہے تو نظر سے محروم ہے کوئی رازی کا فلسفہ جانتا ہے تو رومی کا لہجہ نہیں رکھتا، فضائے مکتب اور فیضان نظر کے درمیان وسیع اور مہیب فاصلہ پیدا ہو چکا ہے اور یہ کوئی اچھی علامت نہیں اس ''یک چشم'' عہد کا یہ تحفہ ہے کہ ''یک رخا'' انسان پیدا ہو رہا ہے جس کے باعث مسائل حیات سلجھنے کے بجائے الجھتے چلے جا رہے ہیں، یہ درست ہے کہ سپیشلائزیشن ہونی چاہیے لیکن ''پارٹیشن (PARTITION) کے بجائے ربط و تعاون بھی ہونا چاہے، اسی طرح مختلف شعبوں میں POLARIZATION کی جگہ (CO-OPERATION) اور COHESION ہونا چاہے تھا، یعنی تعامل و توافق اور تفاہم و تعاون، یہی امتزاج زندگی کا حسن اور دنیا کی خوبصورتی ہے۔ تاکہ فرد اور معاشرہ ایک دوسرے سے اجنبی رہ کر اپنے اپنے ہنر نہ آزمائے۔ بلکہ دوست بن کر اپنے جوہر دکھائے۔ سائنسدان ہے تو مذہب سے لاتعلق، دینیات کا عالم ہے تو سائنسی رجحانات سے بیگانہ، سیاسیات کا آدمی ہے تو اخلاقیات سے بے خبر۔ معلم اخلاق ہے تو علوم کے نئے آفاق سے ناآشنا، ماہر معاشیات ہے تو انسانی نفسیات سے بے تعلق اور فلسفہ دان ہے تو تمدنی علوم سے بے بہرہ اور گر کوئی

Marfat.com

ادیب ہے تو اس کی خطیب سے چشمک ہے، غرضیکہ ہر شعبے میں ایک طرح کا تصادم ہے کوئی جذبہ تفاہم نہیں اگرچہ علامہ اقبال نے قصہ قدیم و جدید کو دلیل کم نظری کہا ہے لیکن یہ کم نظری ایک واقعہ ہے ناخوشگوار واقعہ!

جس طرح شعوب وقبائل کو اسلام قبول (OWN) کرتا ہے مگر انہیں بنیاد فخر ومباہات اور ذریعہ مخاصمت ومنافرت قرار دینے کے خلاف ہے۔ اسی طرح علوم وفنون کے شعبوں کی تقسیم اپنی جگہ لیکن اس سے انسانی شخصیت ٹکڑوں میں بٹ جائے اور ہر ایک اپنے ہی خول میں سمٹ جائے تو یہ نتیجہ اور جذبہ پسندیدہ نہیں، بلاشبہ آدمی کے لئے نقطہ کمال اور اس کی شناخت کے لئے مضبوط اور معتبر حوالہ ایک ہوتا ہے مگر اسے باقی معاملات سے الگ تھلگ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ مکتب رسالت ﷺ کا اعجاز تھا کہ ایک ہی معلم حضور ﷺ تھے ایک نصاب قرآن مجید تھا اور مکتب (مسجد نبوی ﷺ) کی ایک ہی چھت کے نیچے مختلف شعبوں کے ماہرین اور مختلف صفات کے حاملین لوگ تیار ہو رہے اور زیر تربیت تھے، صداقت، عدالت، سخاوت اور حکمت کا درس لیا جا رہا تھا، مفسر، معلم، مجاہد، صوفی اور حکمران تیار ہو رہے تھے، راہنما، کارکن، مالی معاون، جان نثار، خطیب، سفیر، سپہ سالار اور قاضی بن رہے تھے، عبد اللہ بن عباسؓ جیسے "ترجمان القرآن" جبر الامہ،

آج کا "فرمان امروز" یعنی ORDER OF DAY بھی یہی ہے کہ اسلام جس میدان میں کھڑا اور جو معرکہ لڑ رہا ہے اس کے داعی اور مبلغ، نام لیوا اور پیروکار، حامی اور غمگسار قدیم وجدید کے راز دان اور ماضی وحال کے رمز شناس ہوں۔

اس باب میں علامہ اقبالؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ جدیدوں سے بڑھ کر جدید ہونے کے باوجود "فکر قدیم" کے پختہ کار شارح اور باعتماد مفسر تھے۔ وہ یہاں گورنمنٹ کالج میں پڑھتے، فلسفہ ان کا موضوع تھا، آرنلڈ کے خصوصی شاگرد رہے، بار ایٹ لاء کی ڈگری لندن سے لی۔ ڈاکٹریٹ میونخ یونیورسٹی جرمنی سے کی واپس آکر فلسفہ کے پروفیسر بنے، لندن میں تیسری گول

Marfat.com

میز کانفرنس کے خاتمے پر وطن واپس آتے ہوئے شہرہ آفاق فلسفی اور نظریہ واقعیت زماں کے امام پروفیسر برگسان سے ملے، اٹلی میں مسولینی سے صحبت رہی، گوئٹے کو پڑھا نٹشے کا بغور مطالعہ کیا، انہیں نپولین کی شخصیت سے دلچسپی رہی، مغرب کو خوب دیکھا، بھالا اور پرکھا، کھنگالا، مغربی افکار کو کھلی آنکھوں اور کھلے ذہن سے دیکھا اور پڑھا، اور مغرب کے بنیادی ماخذ تک رسائی حاصل کی۔ سب کچھ دیکھ چکنے کے بعد وہ کسی مرعوبیت کا شکار نہیں ہوئے اور نہ ہی مغرب کے علم وتمدن سے مبہوت ہوئے۔ بلکہ ایک سچے مسلمان اور راسخ العقیدہ شخص کی طرح سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

چونکہ حضرت پیر محمد کرم شاہؒ خود کو اقبالؒ کا خوشہ چین کہتے رہے تو ان کی شخصیت میں بھی وہ رنگ واضح طور پر جھلکتا ہے جو ایک سنجیدہ اور متین مسلمان میں ہونا چاہئے، یعنی نہ قدامت ایسی کہ عجوبہ لگے اور نہ جدت ایسی کہ مضحکہ نظر آئے، اقبالؒ کی پرورش جدید طرز پر ہوئی اور وہ قدیم سے جڑے رہے، پیر صاحب کی تربیت حلقہ قدیم میں ہوئی مگر وہ جدید افکار ورجحانات سے پوری طرح باخبر رہے ان کی شخصیت کے کسی بھی پہلو سے اور ان کی زندگی کے کسی بھی زاویے سے یہ نہیں جھلکتا کہ وہ لکیر کے فقیر تھے، نہ گفتگو میں، نہ اسلوب تحریر میں، نہ طریقہ تدریس میں نہ نصاب تعلیم میں اور نہ انداز تصنیف میں۔ بالعموم یہ کہا جاتا ہے کہ 'بڑے لوگ' صرف بڑے شہروں میں ہوتے ہیں اگر چہ یہ مفروضہ سرے سے غلط ہے تاہم اس کے ابطال کے لئے پیر صاحب قبلہؒ کی شخصیت بہت بڑی دلیل ہے، بڑا ہونے کے لیے "بڑا قصبہ" نہیں "سچا جذبہ" درکار ہوتا ہے۔ روشنی کے لئے "گھی کے چراغ نہیں" "روشن دماغ" مطلوب ہوتا ہے۔ منزل پانے کے لئے "سفارش اور اپروچ" کی نہیں "اونچی سوچ" کی ضرورت ہوتی ہے۔ ناموری کے لئے دارالحکومت میں قیام لازمی نہیں، "خداداد ذہانت" کام آتی ہے نیک نامی اشتہار سے نہیں "حسن کردار" سے ملتی ہے۔ بقائے دوام کیلئے "پبلسٹی" کافی نہیں "نیک نیتی" ضروری ہے اور کسی اعلیٰ مقصد کے لئے "

Marfat.com

کوچہ اقتدار کا پھیرا'' لازم نہیں یہ '' بھیرہ '' میں بیٹھ کر بھی پورا ہو سکتا ہے۔ ہمارے ممدوح پیر صاحبؒ عالم تھے ''فتوی نگار نہیں'' بلکہ ''تقوی شعار'' وہ پیر تھے، مگر'' کشف و کرامات'' والے نہیں بلکہ ''علمی کمالات'' والے۔ وہ مصنف تھے مگر پیشہ ور نہیں بلکہ فکری دیانت اور دینی غیرت سے متصف۔

یہ حسین امتزاج بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتا ہے، میں جب بھی پیر صاحبؒ سے ملا، ان میں عالمانہ وقار تو تھا ہی، صوفیانہ انکسار بھی صاف نظر آیا، ان کے لب و لہجہ میں تقدس تو تھا مگر تصنع ہرگز نہیں، ان کے مزاج میں تلطف تو واضح تھا، تکلف بالکل نہیں، ان کی وضع قطع میں بردباری تو تھی ریاکاری قطعاً نہیں، ان کے لباس میں نفاست جھلکتی تھی امارت نہیں ٹپکتی تھی اور ان کی تقریر میں داعیانہ رنگ تو تھا مناظرانہ آہنگ نام کو نہیں، مجھے ان کی شخصیت کے دو پہلوؤں نے بے حد متاثر کیا، ایک تو مسلک اعتدال جو ذہنی و فکری توازن کی دلیل ہے اور دوسرے ان کی خوبصورت نثر نگاری، جس سے ہمارا روائتی دینی حلقہ یکسر محروم ہے، ایک اچھے ادیب اور کامیاب نثر نگار کی تحریر میں جو بھی اجزائے حسن ہوتے ہیں وہ پیر صاحبؒ کے اسلوب نگارش میں موجود تھے، اور قوت استدلال اس پر مستزاد! ورنہ ہمارے زیادہ تر مولوی صاحبان ''علم لدنی'' پر انحصار کرتے ہیں اور ہمارے پیر صاحبان ''تعویزات و حکایات'' پر گزارا۔

یوں تو '' ضیاء القرآن، ضیاء النبی'' اور دوسری کتابوں میں پیر صاحبؒ کا زور قلم اور دل آویز اسلوب جا بجا نظر آتا ہے اور ''ضیائے حرم'' کے اداریے ادب عالیہ کے شہ پارے ہوتے تھے مگر اس وقت میرے سامنے آپ کا ایک مضمون ہے، جس کا عنوان ہے ''اقبال کا نظریہ محبت'' ذرا جادو نگاری ملاحظہ کیجئے۔

'' انہی الفاظ میں ایک بہت مظلوم اور نہایت ستم رسیدہ لفظ محبت'' ہے۔ ہمارے کرم فرما ہمیں یہ یقین دلا رہے تھے کہ محبت کی کل کائنات بس اتنی ہے، رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر ہمارا قیس جستجوئے لیلیٰ میں صحرا نورد نہیں تھا، بلکہ محض وقف جمود ہو کر رہ گیا تھا، ہمارے فرہاد سے تیشہ خارا شگاف

Marfat.com

چھن چکا تھا، بڑے بوڑھے اسے یہی نصیحت کر رہے تھے کہ میاں اب اپنی زبان کے تیشہ فولاد کو حرکت دو اور کجخسر و کی عیاری و مکاری کی مرثیہ خوانی کیا کرو، اور مرزا نوشہ نے تو چشم بدور یہاں تک فرمادیا:

عشق نے غالب نکما کر دیا　　ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

گویا کسی مقصد کے لئے خودفراموشی اور مراق کے مارے بے ہوشی میں کچھ فرق نہ تھا، افق پر خوفناک قسم کا اندھیرا تھا، کہ عشق کا محرم اپنے ساقی کی نگاہ کرم سے اپنے کندھوں پر پورا میخانہ محبت اٹھائے جلوہ افروز ہوا تو خودفراموش رندوں کو ہوش آنے لگا۔

(تحریر: صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی)

Marfat.com

ضیاء الامتؒ ایک ذات ایک انجمن

زندگی کا سفر طویل بھی ہے اور پر پیچ بھی ہے۔اس سفر کو طے کرنے کے لئے مالک حقیقی ہر ایک کو اپنی منشاء کے مطابق جتنی گھڑیاں چاہے عطا فرما دیتا ہے۔تمام فرزندان آدم اس حیات مستعار کو اپنے اپنے انداز سے طے کرتے ہیں غور فرمایئے! سکندر اعظم آدھی عمر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا رہا۔جمشید جام جہاں نما سامنے رکھ کر زندگی کے لحات گزارتا رہا۔قیصر و کسری تخت کے پائے چوبیں سے چمٹے رہے۔دیو جانس کلبی نے ایک ٹب میں بیٹھ کر وقت کاٹا۔منصور حلاج نے دار و رسن کو اپنے لئے منتخب کیا۔سرمد نے تلوار کی دھار پر چل کر یہ منزل عبور کی۔مجنوں نے دشت پیمائی میں زندگی کے دن پورے کئے کوئی میکدے کی راہ سے ہو کر گزرا کوئی منبر و محراب کا ہو رہا لیکن اس جہان رنگ و بو میں ایک اللہ والوں کا ایسا طائفہ بھی ہو گزرا ہے جس کے مردان حر صرف دنیا کے ہو کر نہ رہے یا وہ صرف تسبیح پکڑ کر خلوتوں میں نہ بیٹھے رہے بلکہ جب وہ اس جہاں میں آئے تو اس شان سے آئے کہ ایک کندھے پر عشق کا میخانہ تھا تو ایک ہاتھ میں علم و ادب بحر بیکراں تھا ایک طرف عالمانہ جلال۔تو دوسری طرف صوفیانہ جمال۔ان کی زبان اگر علم کی گتھیاں سلجھاتی تھی تو ان کی نظر فیض دلوں کی کایا پلٹ دیتی تھی۔ان اللہ والوں نے اگر مادیت میں ڈوبے لوگوں کو میخانہ غوث اعظمؒ کی وہی پرانی مے جو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور بابا فرید نے پلائی تھی وہی مے نئے پیمانے میں پلائی۔یہ لوگ صرف یک چشم بینا رکھنے والے نہ تھے۔بلکہ ان کی دونوں آنکھیں روشن تھیں۔

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ الازہری ہمیں اسی طائفہ کی صف اول میں نظر آتے ہیں۔آپ کی ساری زندگی تقوی شعاری عملی کمالات،فکری دیانت اور دینی عزت سے متصف تھی۔آپ ایسے میر کارواں اور دانائے راز تھے کہ آپ جیسی ہستیاں صدیوں بعد قدرت عطا کرتی ہے۔

Marfat.com

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

ولادت باسعادت: آپ نسباً ہاشمی اور مسلکاً حنفی ہیں۔ ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۱۸ء شب دوشنبہ بعد از نماز تراویح بھیرہ شریف میں آپ کی ولادت با سعادت ہوئی۔

نام وکنیت: آپ کے جد امجد نے آپ کا نام پیر کھارا کے عظیم بزرگ پیر محمد کرم شاہ المعروف ٹوپی والے کی نسبت سے محمد کرم شاہؒ رکھا آپ کی کنیت "ابوالحسنات" آپ کے لخت جگر موجودہ سجادہ نشین پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب کے نام سے منسوب ہے۔

تحصیل علم: ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے آبائی شہر بھیرہ میں ہی حاصل کی میٹرک کا امتحان ۱۹۳۵ء میں پاس کیا۔ اس کے بعد اپنے والد بزرگوار کے قائم کردہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ میں دینی تعلیم کا آغاز فرمایا آپ کو تعلیم دینے کے لئے آپ کے والد گرامی نے ماہر اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔ فقہ۔ تفسیر، حدیث، نحو، ادب، منطق کے فن کے ماہر اساتذہ بھیرہ شریف میں تشریف لا کر آپ کو تعلیم دیتے رہے۔

علوم متداولہ کی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد جب دورہ حدیث شریف کا مرحلہ آیا تو آپ کے والد بزرگوار غازی اسلام پیر محمد شاہ صاحبؒ نے آپ کو مراد آباد روانہ کیا جہاں عقل وعشق اور علم و طریقت کے حسین سنگم حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ سے دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔

حضرت صدر الافاضلؒ کی آغوش تربیت اور صحبت سے آپ کی شخصیت کے پوشیدہ گوہر یوں نکھر کر سامنے آئے کہ مولانا صاحب نے خود اظہار فرمایا کہ۔

Marfat.com

''میں آج مطمئن ہوں کہ میرے پاس جو امانت تھی وہ میں نے موزوں فرد تک پہنچادی ہے۔''

اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی میں بی اے پاس کیا علم کے اتنے موتی سمیٹنے کے بعد بھی ابھی آپ کے والد بزرگوار علم کی جن بلندیوں پر آپ کو محو پرواز دیکھنا چاہتے تھے وہاں پہنچنے کے لئے ابھی عشق کے امتحان باقی تھے۔سو ۱۹۵۱ء میں مزید تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ ازہر (مصر) بھیج دیا گیا۔

جب آپ مصر تشریف لے گئے اس وقت آپ کے والد محترم پیری کے ایام بسر کر رہے تھے۔آپ کی صحت ناساز تھی لیکن حضور ضیاء الامت ؒ کو امت مسلمہ کا ناخدا بنانے کی تڑپ آپ کی اس خواہش پر غالب آ گئی جو ہر بوڑھے باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بیٹا میرے پاس ہو اور میری بیمار پرسی کرے بلکہ آپ فرماتے۔

''اگر میں بیماری کے عالم میں داعی اجل کو لبیک بھی کہہ دوں تو میرے بیٹے کو خبر نہ کرنا تا کہ وہ اطمینان اور یکسوئی سے اپنی تعلیم مکمل کر سکے۔''

پس اس طرح آپ کے والد محترم نے جگر کا خون دے کر آپ کی تعلیم کا انتظام کیا۔اور عمدہ ترین انتظامات فرمائے۔آپ کے والد محترم نے انتظامات میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور آپ نے محنت کا حق ادا کر دیا خود ہی ارشاد فرماتے ہیں۔

''میری زندگی میں بہت سی راتیں ایسی بھی آئی ہیں کہ جب میں نماز عشاء کے بعد مطالعہ میں مصروف ہوتا کتابیں اپنے اسرار و رموز مجھ پر منکشف کرتیں۔اسی محویت کے عالم میں صبح کے موذن کی آواز مجھے رات کی تنگ دامانی کا احساس دلاتی''

آپ نے مصر میں اپنی قابلیت کا یوں سکہ جمایا کہ آپ کے تمام اساتذہ آپ کی قابلیت کا اعتراف کرنے لگے اور آپ سے والہانہ محبت کرنے لگے۔

بیعت: بچپن میں آپ کے والد گرامی نے آپ کو خواجہ ضیاء الدین سیالوی ؒ صاحب کے دست

Marfat.com

اقدس پر بیعت کرایا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ نے تجدید بیعت کر کے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

سیال شریف اپنے پیر خانے سے آپ بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ اور خواجہ سیالوی بھی آپ سے اتنی شفقت فرماتے کہ سیال شریف کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

پیر محمد کرم شاہ میری آنکھوں کا نور ہے صرف یہی نہیں بلکہ پیر محمد کرم شاہ پیر سیال کے روضہ کا مینار ہے۔" اور واقعی اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضور ضیاء الامتؒ پوری امت مسلمہ کے لئے ایک مینارہ نور ہیں۔

اگر ہم آپ کی زندگی پر طائرانہ نظر ڈالیں تو کبھی آپ کی شخصیت میں عشق رسول ﷺ کی جھلک یوں نظر آتی ہے کہ آپ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر پس دیوار زنداں جاتے ہیں تو کبھی جلوسوں کی صدارت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جیل جا کر بھی آپ فارغ نہیں بیٹھتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھے یکسوئی سے کام کرنے کا ماحول فراہم کیا سو وہاں تفسیر ضیاء القرآن لکھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں جیل نعرہ رسالت کے نعروں سے گونج اٹھتی ہے اور جیل کا ماحول محفل ذکر و وجد سے نور علی نور ہو جاتا ہے۔

حضور ضیاء الامتؒ کی ذات پوری ایک انجمن تھی آپ نے تنہا امت مسلمہ کے لئے وہ کام کیا جو بڑے بڑے گروہ اور ادارے نہ کر سکے جب آپ نے دیکھا کہ مسلمانان پاکستان کی یہ حالت ہے کہ کالج سے پڑھ کر آنے والا مسٹر ملاں کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتا اور قال اللہ وقال الرسول پڑھنے والے کو آج کی نسل کا نوجوان ایک آنکھ نہیں بھاتا اور مسٹر اور ملاں کے نظریات کا تصادم ملک کے لئے وبال جان بنا ہوا ہے تو آپ نے ایک ایسا نصاب تعلیم دیا جس نصاب تعلیم کو پڑھنے والا شاہین دونوں آنکھیں روشن کر کے نکلتا ہے۔ اس نصاب تعلیم کو پڑھنے والا علم دین اور علم دنیا کے امتزاج کا ایسا حسین مظہر ہوتا ہے کہ اس کے قلب ونظر سے تعصب اور تنگ نظری کے سارے

Marfat.com

رجحانات ختم ہو جاتے ہیں۔

پس ۱۹۵۷ء میں امت کی ڈوبتی ناؤ کو سہارا دینے کے لئے آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ جو ۱۹۲۵ء میں معرض وجود میں آچکا تھا کی نشاۃ ثانیہ کی اور اس نئے نظام تعلیم کو وہاں شروع کیا بس یہ آپ کی کوششوں کا ثمر تھا کہ دارالعلوم وقت کی ضرورت بن کر امت کے دکھوں کا مداوا بن گیا اس دارالعلوم نے ملک پاکستان کو اور عالم اسلام کو بالغ نظر علماء فراہم کئے اور تعصب کی فضاء ختم ہوئی اور وہ امن کے داعی بن کر اپنے مشن میں مصروف ہو گئے۔

حضور ضیاء الامتؒ کی ذات امت میں علم و عمل کا نور بانٹتی رہی اگر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور ضیاء الامتؒ نے صرف ایک محاذ پر کام نہیں کیا بلکہ بیک وقت متعدد محاذوں پر کام کرتے رہے۔ آپ نے انسانیت کو عشق، علم، عقیدے اور تصوف ان تمام انوار سے مستفیض کیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ ضیاء القرآن، ضیاء النبی، جمال القران، سنت خیر الانام، مقالات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، الکلیۃ الغوثیہ، مسلم ہینڈز، مسلم چیرٹی، مسلم گلوبل ریلیف، ضیائے حرم، یہ تمام روشنیاں میرے حضور ضیاء الامتؒ کی ذات سے نکل رہی ہیں یا بالفاظ دیگر ان ضیاؤں اور روشنیوں کو جمع کریں تو جو ذات وجود پاتی ہے دنیا اس کو ضیاء الامتؒ پیر محمد کرم شاہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپ کی ساری زندگی اتباع سنت مصطفیٰ ﷺ میں گزری بلکہ یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے جب دار فانی کی طرف روانہ ہوئے تو اس شان سے کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان عملی شکل میں نظر آرہا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب انسان اس دنیا سے جاتا ہے تو اس کے ثواب و جزاء کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین کاموں کا اسے ثواب ملتا رہتا ہے۔

۱۔ ایسا علم جو دوسروں کو نفع دے جب تک وہ شمع جلتی رہے گی ثواب ملتا رہے گا۔

۲۔ ایسا کام جو دوسروں کے لئے فائدہ مند ہو مثلاً پانی کا کنواں، مسجد یا مدرسہ وغیرہ

۳۔ ولد صالح یدعو لہ یعنی صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

Marfat.com

آپ دیکھیں! حضور ضیاء الامتؒ کی زندگی اس حدیث پر کس طرح صادق آتی ہے کہ آپ آج اس دنیا میں نہیں رہے۔ لیکن یہ تینوں کام کر گئے۔ ہزاروں سینوں میں علم کی شمع جلا گئے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی شکل میں ایسا میخانہ محبت اور علم و معرفت کا ایسا سمندر چھوڑ گئے کہ قیامت تک آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔

اور اولاد ایسی نیک چھوڑ گئے جو آپ کے مشن کو پورے جذبے اور محبت کے ساتھ آگے بڑھا رہی ہے ایسی فلک بوس بلڈنگ تعمیر ہو چکی ہے کہ اس کی بلندیاں ضیاء الامت کی عظمت و رفعت کی گواہ ہیں اور یہ ساری کامیابیاں جواب دارالعلوم کا مقدر بن رہی ہیں یہ آپ کی اولاد کی مرہون منت ہیں آپ کی اولاد شیریں پانی کے ایک ایسے گھاٹ کی مانند ہے جس سے لاکھوں لوگ پیاس بجھا رہے ہیں۔ الغرض حضور ضیاء الامت کی ذات مبارکہ کا فیض آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے اس پیارے بندے کا فیض ہمیشہ جاری رہے گا۔ اسی فیض کو دوام عطا کرنے کے لئے اللہ نے حضور ضیاء الامت کے خلیفہ خاص ملک مختار احمد مجاہد صاحب سے یہ بڑا عظیم کام لیا ہے کہ انہوں نے حضور ضیاء الامت کی زبان فیض ترجمان سے نکلنے والے شگفتہ موتیوں کا ایک ہار پرو کر خطبات ضیاء الامت کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خوبصورت کاوش قبول فرمائے۔ مجھ جیسے بے مایہ کو اس حسین کتاب کے شروع میں حضور ضیاء الامت کا تعارف لکھنے کی سعادت ملی میں دعا گو ہوں کہ اللہ پاک فیضِ ضیاء الامت کو یونہی جاری رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین۔

حافظ محمد نعیم الدین

Marfat.com

﴿تفسیر ضیاء القرآن﴾

ایک ممتاز شاعر، ادیب اور صحافی کی نظر میں.........!

عہدِ رسالت میں تو تفسیر کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ سب صحابہ کرامؓ عربی دان تھے۔ قرآن مجید کے مطالب بخوبی سمجھتے تھے۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو براہِ راست حضور ﷺ سے دریافت کر لیتے۔ عہد صحابہ کرامؓ میں کسی شخص کو کسی آیت کو سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی تو وہ حضرت ابی بن کعب انصاری (کاتب وحی) سے (جنہوں نے ۱۹ ہجری میں وفات پائی، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ (متوفی ۶۸ ہجری) سے رجوع کرتا۔ تفسیر سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اقوال وارشاد کو مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (المتوفی ۸۱۰ ہجری) نے مرتب کیا ہے۔ یہی تفسیر ہے جو ابن عباسؓ کے نام سے مشہور ہے اور دوسرے مفسرین اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب انصاری کی تفسیر کو ابو جعفر رازی نے مرتب کیا۔ صحابہ کرامؓ کے بعد بہت سی تفاسیر لکھی گئیں۔ ان تفاسیر کی فہرست بہت لمبی ہے۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بکثرت تفاسیر کے حالات درج ہیں۔ برصغیر میں کم وبیش دو درجن کتب تفاسیر کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ تفاسیر کی یہ کتابیں مختلف زمانوں میں مرتب ہو کر شائع ہوئیں۔ ان کے حوالے ہمارے مفسروں کی کتابوں میں اکثر آتے تھے۔

ہر زمانے میں نئے نئے انقلاب آتے رہتے ہیں۔ جن کا ہر شعبۂ زندگی پر اثر پڑتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے حالات دگرگوں ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہر زمانے کے نئے حالات میں قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں زندگی کے ہر شعبے کے نئے مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

صد جہاں نیست در قرآں ہنوز
اند آیاتش یکے خود را بسوز

Marfat.com

اس لئے ضروری ہے کہ ہر دور میں علمائے کرام قرآن کریم کی تفاسیر لکھیں اور اس دور کے نئے مسائل کو قرآنی احکام کی روشنی میں حل کریں۔ تاکہ بھٹکتے ہوئے انسانوں کو صراطِ مستقیم دکھائی دے۔ زیرِ نظر تفسیر میں اس نکتے کو بخوبی مدنظر رکھا گیا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب اپنے علم و بصیرت سے کام لیتے ہوئے بعض آیات کی تفسیر میں مسلمانوں کو درپیش مسائل گمراہی اور الحاد کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر کماحقہ رائے زنی کی ہے اور اس اندھیرے میں مسلمانوں کو صحیح راہِ عمل دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

پیر صاحب موصوف اسلام اور قوم کا بے پناہ درد اور خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس لئے تفسیر لکھتے ہوئے وہ قوم اور ملک کی مشکلات اور مسائل کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن مجید میں قیامت تک ہر شعبۂ زندگی کے مسائل کا حل موجود ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

اندر دھر ابتدا را انتہا
حیدرؓ از نیروئے اُو خیر کشا

مسائل کا حل: پیر محمد کرم شاہ صاحب نے بعض آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں دورِ حاضر کے پیچیدہ مسائل کا بھی حل موجود ہے۔ مثلاً سورۃ بقرہ کی آیت یا ایھا الذین آمنو اادخلوا فی السِّلْمِ کافۃ (البقرہ۔۲۰۸)

اس کی تفسیر میں بتایا کہ یہ دین مکمل ضابطہ حیات اور مکمل دستورِ زندگی ہے۔ اس کے اپنے عقائد ہیں۔ اس کا اپنا دیوانی اور فوجداری قانون ہے۔ سیاسیات اور معاشیات کے متعلق اس کے اپنے نظریات ہیں اور یہ انسان کی ذہنی اور مادی ترقی کا ضامن ہے۔ لیکن اس کی برکتیں تب ہی رونما ہوسکتی ہیں۔ جب اسے ماننے والے اسے پورے کا پورا اپنا لیں۔ سِلم کے معنی غیر مشروط اطاعت اور کافۃ کے معنی پورے کا پورا۔

پھر اس سے اگلی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ اس

Marfat.com

طرح حق کا حسن داغ دار ہو جائے گا اور اس کا سرچشمہ مکدر ہو جائے گا۔ آج ہماری کیا حالت ہے ۔اسلام کے نام پر شہر آباد کیے جاتے ہیں، پھر اسی کی شاہراہوں پر اسلام کے نام اور اس کے نظام کو رسوا کیا جاتا ہے۔ اسلام کے نام پر مملکتیں وجود میں لائی جاتی ہیں۔ لیکن اسلام کے قانون، ضابطہ اخلاق اور مقدس اداروں کو سرد خانوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ یہ خدا فریبی بھی ہے اور خود فریبی بھی۔"

قل العفوَ (البقرہ۔۲۱۹) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے:

"اس لفظ میں ان لوگوں کے لئے بھی درس عبرت ہے جن کے پاس بے حساب دولت ہے۔ اور لوگوں کے گردونواح اور پڑوس میں کئی غریب، مسکین اور محتاج زندگی کی اہم ضروریات کے لئے بھی ترس رہے ہیں۔ وہ بھی یہ نہ سمجھیں کہ زکوٰۃ ادا کر کے اب وہ ہر قسم کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ بلکہ ان کی ضروریات سے زیادہ جو سرمایہ ہے اس سے وہ اپنے اسلامی بھائیوں کی ضرور مدد کریں۔"

سورۃ بقرہ میں جالوت کے قتل سے متعلق آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب کوئی ظالم ظلم و ستم پر کمربستہ ہوتا ہے۔ تو اس کی ہلاکت خیزیوں کی روک تھام کے لئے ایک اور قوم پیدا کر دی جاتی ہے جو اس کے مظالم کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اپنی حکمت و قدرت سے طاقت کا توازن یوں قائم نہ رکھے تو سرکش افراد اور قومیں آبادیوں کو کھنڈرات میں اور بستیوں کو ویرانوں میں تبدیل کر دیں اور زمین کے کسی گوشے میں انسان کو امن کا سانس لینا نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اپنی مخلوق پر بڑا احسان ہے کہ ہر فرعون کی سرکوبی کے لئے وہ موسیٰ پیدا فرما دیتا ہے۔"

سورۃ بقرہ کی آیت لا یسئلون الناس الحافاً۔ (البقرہ۔۲۷۳) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اسلام نے بھیک مانگنے کی سخت مذمت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور

98190

Marfat.com

سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا! کہ اگر کوئی شخص ہر صبح لکڑیاں چن کر پیٹھ پر اٹھا لائے اور اس کی قیمت سے جو ملے اسے صدقہ بھی کرے اور خود بھی کھائے یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔"

اسی سلسلے میں ایک اور حدیث بیان فرمائی۔

"جو آدمی لوگوں سے مال جمع کرنے کے لئے بھیک مانگتا ہے وہ انگارے جمع کر رہا ہے تھوڑے انگارے جمع کرے یا زیادہ یہ اس کی مرضی۔"

پھر سخی، کریم الطبع لوگوں اور سود کا ذکر پوری تفصیل سے کیا ہے۔ بینکنگ کے سود ور قرض حسنہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مکارمِ اخلاق کا درس دیا ہے۔

ختم نبوت: پیر صاحب نے ہر سورت کے آغاز میں سورت کا نام، سورت کے رکوع، آیات اور الفاظ کی تعداد اور سورت کا شانِ نزول بیان کرنے کے علاوہ سورت کے خلاصہ مطلب کی بھی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ سورہ آلِ عمران کا تعارف کراتے ہوئے جناب لکھتے ہیں:

"چونکہ تمام انبیاء ایک ہی دین کے داعی اور مبلغ تھے۔ اس لئے ہر نبی نے اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء و رسل کی تصدیق کی اور اپنی اپنی امتوں کو بعد میں آنے والے انبیاء پر ایمان لانے کی تلقین کی۔ اسی سنت پر حضور نبی کریم ﷺ نے عمل فرمایا۔ اور تمام انبیاء و رسل کی تصدیق کی۔ لیکن حضور ﷺ نے، چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں تھا۔ اس لئے کسی نبی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا۔ ختم نبوت کی یہ بھی بڑی واضح دلیل ہے۔ ختم نبوت کے بارے میں پیر صاحب نے حضور ﷺ کی سنت سے جو دلیل اخذ کی ہے۔ بلاشبہ نہایت قوی دلیل ہے۔ پیر صاحب نے اس سورت کے خلاصہ مطلب میں یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ برسرِ پیکار جماعتوں کا اتحاد و اتفاق ہو سکتا ہے تو

Marfat.com

صرف اسلام کے جھنڈے کے تلے اور حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی قیادت میں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہی مسلک ہے جس نے اعدا کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا ہے۔

گھریلو زندگی: اسی طرح سورۂ النساء کا تعارف لکھتے ہوئے پیر صاحب نے سورت کے خلاصہ مطالب کے بیان میں عورت کے مقام، یتامیٰ کی پرورش تعداد وازواج، مالی حقوق کی منصفانہ تقسیم، انفرادی کردار کی تعمیر اور اطاعتِ رسول اللہ ﷺ کے متعلق مسائل پر بحث کر کے صحیح راہِ عمل تجویز کی ہے۔ اس طرح اس تفسیر کی افادی حیثیت بہت بڑھ گئی ہے۔

تفسیر کی خصوصیات: پیر صاحب نے ضیاء القرآن کے مقدمے میں اس کی جو خصوصیات بیان کی تھیں، تفسیر کے مطالعے سے ان کی بخوبی تصدیق ہو جاتی ہے۔ انہوں نے مقدمے میں فرمایا تھا:

''ہم اکثر بگڑی ہوئی قوموں کے حالات قرآن مجید میں پڑھتے ہیں اور ایک لمحہ توقف کے بغیر آگے نکل جاتے ہیں۔ ہم یہ زحمت بہت کم گوارا کرتے ہیں کہ اپنے اعمال کا موازنہ ان برباد شدہ قوموں کے اعمال سے کریں اور یہ سوچیں کہ کہیں ہم بھی ان نافرمانیوں کا شکار تو نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ ہیں تو اپنے انجام کی ہولناکیوں سے غافل کیوں ہیں؟ میں نے ہر ایسے موقع پر کوشش کی ہے کہ مطالعہ کرنے والے کے وجدان کو جھنجھوڑوں اور اپنا محاسبہ کرنے کی رغبت دلاؤں تاکہ وہ اپنی جنسِ عمل کو قرآن کے مقرر کیے ہوئے ترازو میں تولے۔''

پھر فرماتے ہیں:

''قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو ایک واضح اور مکمل ضابطہ حیات (شریعت) بھی عطا کیا ہے۔ اور یہ ضابطہ اتنا ہی وسیع ہے جتنی زندگی اپنے بوقلموں تنوع کے ساتھ وسیع

Marfat.com

ہے، بلکہ بلا مبالغہ اس سے بھی وسیع تر۔ انسان کیا ہے؟ اس کا تعلق اپنے مالک کے ساتھ اور اس کی مخلوق کے ساتھ کیا ہونا چاہئے؟ اگر وہ حاکم ہے تو اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اگر وہ رعایا ہے تو اس کے فرائض کی نوعیت کیا ہے؟ اگر وہ دولت مند ہے تو اس کا طرزِ عمل کیا ہو؟ اور اگر فقیر اور محتاج ہے تو وہ کس طرح باوقار زندگی بسر کر سکتا ہے؟ قرآن نے جو ہمیں شریعتِ کاملہ دی ہے اس میں ان سوالات کا مکمل جواب موجود ہے۔ اسی لئے عبادات۔ سیاسیات۔ معاشیات۔ نظامِ اخلاق وغیرہ تمام امور کو شریعت نے اپنے دامن میں سمیٹا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی یہ مباحث آئے ہیں، میں نے کوشش کی ہے کہ انہیں اس واضح اسلوب میں پیش کیا جائے جسے عصرِ حاضر کا انسان سمجھ بھی سکے اور قبول بھی کر سکے۔"

اس میں کچھ شک نہیں کہ پیر صاحب نے قرآن مجید کی اس تفسیر میں زندگی کے تمام مباحث پر مدلل اور دل پذیر بحث کی ہے۔ اور ہر مسئلہ کو نہایت سادہ، آسان اور دلنشین انداز میں بیان کیا ہے۔ جو دورِ حاضر کے انسان کو کائنات اور زندگی کے مشکل ترین مراحل پر دلجمعی سے غور و فکر کرنے کی کامیاب دعوت دی۔

حضرت پیر صاحب کا ترجمہ قرآن بھی بڑی خصوصیت کا حامل ہے۔ لفظی بھی اور بامحاورہ بھی ۔اس کی خوبیوں پر انشاء اللہ پھر کبھی لکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک اور اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں انہیں جزائے خیر دے!

Marfat.com

باب اول

توحید

Marfat.com

﴿توحید باری تعالیٰ﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

الله لا اله الا هو ج الحی القیوم ج لا تاخذه سنة ولا نوم ط له ما فی السموٰت وما فی الارض ط من ذاالذی یشفع عنده الا باذنه ط یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ج ولا یحیطون بشیءٍ من علمه الا بما شاءَ ج وسع کرسیه السموٰات والارض ج ولا یؤده' حفظهما ج وهو العلی العظیم○

برادران اسلام! آپ جانتے ہیں کہ دین اسلام کا بنیادی اصول اور ستون عقیدہ توحید ہے۔کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ایک ہے۔اور اسکا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں اور نہ صفات میں لاالہ الا اللہ یہی دین اسلام کا بنیادی اصول ہے اگر یہ نعمت کسی کو نصیب نہیں تو خواہ وہ کتنا ہی متقی،عبادت گزار اور نیک ہو۔اسکی ساری نیکیاں تباہ و برباد ہو جائیں گی۔اور اللہ کی جناب میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی کہ اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو وحدہ لا شریک اور اپنا رب مانا اگر اس سے کوئی غلطی ہو بھی گئی تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی مہربانی سے معاف فرمادے گا۔

وہ بنیادی اصول جس پر سارے دین اسلام کے اصول قائم ہیں۔اس بارے میں چند ایک معروضات پیش کرنے کی جسارت کروں گا۔اس زمانہ میں بھی اور اس زمانے سے پہلے بھی بڑے بڑے دانشور،فلسفی،اور نقطہ دان اللہ کی ذات کے منکر ہو گزرے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ خدا کوئی نہیں ان سے دلیل پوچھی جائے کہ تم خدا کی وحدانیت کا اقرار کیوں نہیں کرتے تو پہلے بھی وہ لوگ یہی بات کرتے تھے اور آج کے زمانہ کے ملحد بھی اسی بات کا تکرار کرتے ہیں کہ خدا ہوتا تو نظر آتا اسے ہم دیکھتے ہم ہر چیز کو دیکھتے ہیں اور وہ ذات جسے ہم نے دیکھا ہی نہیں،نہ ہمارے آباؤ اجداد

Marfat.com

نے دیکھا ہے ہم اسے ماننے کو تیار نہیں۔ پہلے زمانے کے ملحد بھی یہی کہتے تھے، بنی اسرائیل حضرت موسیٰ سے یہی کہتے کہ آپؑ کہتے ہیں کہ خدا پر ایمان لاؤ۔ ہمیں دکھاؤ! اگر وہ ذات موجود ہے تو اس پر ہم ایمان لائیں گے۔ یہی اعتراض تھا ان کے زمانے میں بھی اور آج بھی یہی اعتراض ہے۔ جو لوگ اللہ کی ذات کا اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے حواس جن سے ہم کائنات کے چھپے ہوئے رازوں کا ادراک کر سکتے ہیں تو ان سے خداوند کریم کا ادراک کیوں نہیں کیا جا سکتا جس کو ادراک کرنے سے ہمارے حواس عاجز ہوں اس کو تسلیم کرنے کے لیئے ہم تیار نہیں۔ حالانکہ یہ غلط بات اور ایک لایعنی اصول ہے کہ جو چیز نظر نہ آئے موجود ہی نہیں۔ خود ان کا اپنا رویہ ہی اس کی تردید کرتا ہے بہت سی اشیاء ہیں جو نظر نہیں آتیں مگر وہ ان پر ایمان رکھتے ہیں، دکھائی نہیں دیتیں، سنی نہیں جاتیں اور حواس ان کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر پھر بھی موجود ہونے پر ان کا پختہ یقین اور ایمان ہے۔ مثلاً قانون جاذبیت یعنی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جگہ پر ایسا سجایا ہے کہ ہر چیز اپنی جاذبیت کی وجہ سے اپنے مقام پر قائم ہے نہ ادھر سرک سکتی ہے اور نہ ادھر نہ ہی اس کی چولیں ڈھیلی پڑ سکتی ہیں۔ جاذبیت کے قانون کو آجکل کے سارے لوگ تسلیم کرتے ہیں مگر آج تک کسی نے نہیں دیکھا کہ جاذبیت کس چڑیا کا نام ہے۔ اس کی رنگت اور اس کا حدود دار بعہ کیا ہے؟ کسی نے نہیں دیکھا مگر تسلیم سب کرتے ہیں۔

اسی طرح عقل انسانی ہے کسی نے اسے نہیں دیکھا کہ عقل انسانی کا حدود اربعہ اور ہیت قضائی کیا ہے۔ لیکن ساری دنیا اسے مانتی ہے کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ جس کو مانے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اسی طرح مقناطیس کا ٹکڑا تو آپ نے دیکھا ہوگا اس کی قوت کو ساری دنیا جانتی ہے مگر آج تک اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ اسی طرح متعدد چیزیں ہیں۔ ہماری روح ہے جس کے بغیر ہم سانس بھی نہیں لے سکتے اور ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ آج تک کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکا مگر تسلیم سب کرتے ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ نظریہ جاذبیت دیکھے بغیر ایمان لایا جائے مقناطیسیت دیکھے بغیر ایمان لایا جائے عقل دیکھے بغیر ایمان لایا جائے اور اس ذات اقدس پر دیکھے بغیر ایمان

Marfat.com

نہ لایا جائے جو ہمارا خالق و مالک ہے۔ اس سے بڑھ کر فکری تضاد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کو اس لئے نہیں مانتے کہ وہ نظر نہیں آتا۔ اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا تو بیشتر ایسی چیزیں جن کا حواس سے ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا بھی وہ انکار کر دیتے۔ مگر ان تمام چیزوں کو وہ تسلیم کرتے ہیں۔ ان پر محکم ایمان رکھتے ہیں۔ مگر ذات باری تعالیٰ کے بارے میں شیطان نے ان میں ایسا وسوسہ ڈال دیا ہے کہ وہ اس کو اس لئے نہیں مانتے کہ انھوں نے اسے دیکھا ہی نہیں۔

ایک دفعہ ایک اکانومسٹ ملک کا ایک استاد جو کہ دہریت کا شیدائی تھا اپنے پرائمری کلاس کے سٹوڈنٹس کے سامنے کھڑا تھا کہنے لگا کہ بتاؤ کیا میں تمھیں نظر آ رہا ہوں۔ بچے کہنے لگے نظر آ رہے ہیں۔ اگر میں نظر آ رہا ہوں تو میں موجود ہوں۔ یہ بلیک بورڈ تمھیں نظر آ رہا ہے۔ جی نظر آ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ بلیک بورڈ موجود ہے۔ یہ کرسی تمھیں نظر آ رہی ہے۔ کہا، نظر آ رہی ہے استاد نے کہا مطلب یہ ہوا کہ کرسی موجود ہے۔ بچو! کیا تمھیں خدا نظر آ رہا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ استاد نے کہا خدا نظر نہیں آ رہا اس لئے خدا کا کوئی وجود نہیں۔ جن چیزوں کا وجود ہے وہ نظر آ رہی ہیں۔ ایک نیک بخت شاگرد بھی وہاں موجود تھا۔ وہ اٹھا اور ہجولیوں سے اس نے پوچھا کہ ساتھیو مجھے یہ بتاؤ! کہ استاد کی عقل نظر آ رہی ہے سب نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ معلوم ہوا کہ استاد کی عقل ہی کوئی نہیں۔ اس چیز نے اسے ایسا لاجواب کیا کہ اس نے اسکے بعد دہریت کی تلقین کرنے کے لئے کوئی لفظ بھی بیان کرنا مناسب نہ سمجھا۔

بات یہ ہے کہ حواس کو اللہ تعالیٰ نے بعض مدرکات کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ حواس بھی مختلف ہیں اور ان کا دائرہ ادراک بھی مختلف ہے۔ آنکھوں کا کام چیزوں کی پہچان کرنا۔ کانوں کا کام ہے سننا۔ زبان کا کام ہے چکھنا۔ یہ الگ الگ حواس ہیں اور ان کا دائرہ کار بھی الگ الگ ہے۔ اگر ایک آدمی اندھا ہے۔ تو دور سے بھی آواز آئے گی تو اسے وہ سن لے گا۔ لیکن اگر پہاڑ اس کے قریب بھی ہوگا تو دیکھ نہ سکے گا۔ کیونکہ اس کے پاس دیکھنے کی حس موجود ہی نہیں۔ اور سننے کی

Marfat.com

حس اس کے پاس تھی اس لئے آواز اس نے دور کی بھی سن لی۔

پس مادہ سے ماورا جو چیزیں ہیں۔ان بے چارے حواس کی کیا طاقت ہے کہ ان کا ادراک کر سکیں، وجہ یہ ہے کہ ان کا یہاں دائرہ کار ہی نہیں۔ وہاں وہ کام ہی نہیں کر سکتے۔ زبان ،کان، آنکھ وغیرہ کا الگ الگ دائرہ کار ہے۔اور وہ اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کر سکتے ہیں۔ کسی دوسرے میں کام نہیں کر سکتے۔ اگر کسی آواز کو کان نہیں سن سکتے تو کیا یہ مراد ہوگی کہ آواز ہے ہی نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ عالم ازلی ہے یا نہیں یعنی ہمیشہ سے ہے۔کوئی ایسا وقت نہیں آیا جب انسان نہ ہوں، حیوان نہ ہوں اور نہ ہی زمین و آسمان ہوں۔ کیا یہ ازلی ہے؟ اگر کہا جائے کہ ازلی ہے! تو پھر تو اسے کسی خالق کی ضرورت نہیں۔اور اگر یہ ازلی نہیں تو پھر اسے کسی خالق کی ضرورت ہوگی۔اور خالق کن صفات کا مالک ہونا چاہیے یہ بعد میں عرض کروں گا۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم ازلی ہے آج کل کے بڑے بڑے فلسفیوں اور سائنس دانوں نے تحقیق کی ہے کہ یہ جہاں ازلی نہیں بلکہ اس کا نقطہ آغاز وہ ہے جب اس عالم کو وجود میں لایا گیا۔ یہ حادث ہے اور یہ ازلی نہیں۔ وہ جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے چند ایک آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

وہ کہتے ہیں ساری کائنات ذروں سے مرکب ہے، ذرہ عبارت ہے دو حصوں سے ایک حصہ مثبت ہے اور دوسرا منفی۔ منفی کو الیکٹران کہتے ہیں اور مثبت کو پروٹان! اس سارے نیوٹرل کو ان مثبت اور منفی نے نیوکلس بنایا ہوا ہے۔ اردگرد بادل کی طرح الیکٹران چکر لگا رہا ہے۔اس کے اردگرد آٹھ سیارے اتنی تیزی سے چکر لگا رہے ہیں کہ بجلی کی رفتار کی بھی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ وہ کہتے ہیں کیوں کہ الیکٹران کی حرکت دائرہ میں ہے اور اتنی تیز ہے کہ اسے ہم پہچان بھی نہیں سکتے کہ اب کہاں ہے اور پہلے کہاں تھا۔ اگر یہ حرکت تیز نہ ہوتی تو نیوٹران ان الیکٹران کو اپنی طرح جذب کر لیتا۔ اس عالم کی پہنائیاں اور وسعتیں اس طرف سمٹ جاتیں نہ مرغی کے انڈے

Marfat.com

کے برابر ہو جاتیں۔ اس الیکٹران کے اردگرد چھ سیارے ہیں۔ انھوں نے اتنے بڑے خلا کو گھیرا ہوا ہے کہ زمین کی وسعت و پہنایاں ہمارے سامنے ہیں۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ الیکٹران کی حرکت گول ہے۔ سائنس کا اصول ہے کہ جو چیز گول حرکت کرتی ہے اس کی ابتداء ہوتی ہے اور وہ ابتداء مکانی بھی ہوتی ہے اور زمانی بھی۔ ہم اس کا تعین کر سکتے ہیں کہ یہاں سے حرکت شروع ہوئی اور اس وقت سے ہوئی۔ پس جب حرکت گول ہے تو ابتداء ثابت ہوئی اور ازلیت نہ رہی بلکہ اسی وقت سے ابتداء ہوئی اور تخلیق ہوگئی۔ تو وہ ثابت کرتے ہیں کہ عالم ازلی نہیں بلکہ حادث ہے۔ پہلے وجود نہیں تھا بلکہ ایک مقررہ وقت کے بعد وجود میں آیا۔

دوسری دلیل: ایک ماہر کیمیاء دان ایلین کہتا ہے کہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ تمام چیزوں میں سے بعض ایسی ہیں جن میں برودت ہے بعض ایسی ہیں جو گرم ہیں۔ ان میں حرارت ہے۔ جب سے یہ کائنات ہے اسی وقت سے ہی جن چیزوں میں گرمی ہے حرارت ہے اور اپنی حرارت ان چیزوں تک پہنچا رہی ہیں۔ جن میں برودت ہے۔ اسی وجہ سے ساری کائنات کی نشوونما ہو رہی ہے اور زندگی باقی ہے اور اس وجہ سے کائنات قائم ہے۔ اور یہ بھی سائنس کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اپنی حرارت کو ٹھنڈی چیزیں دیتی ہے جب حرارت نکلتی ہے تو اس کا کچھ حصہ جل کر ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر یہ سب کچھ ازل سے ہوتا؟

اب زمانے کی دو اقسام ہیں، 1۔ آنے والا زمانہ 2۔ گزرا ہوا زمانہ۔ جس کی ابتداء کا ہم تعین نہ کر سکیں اسے کہیں گے کہ یہ ازل سے ہے۔ یعنی اس کی کوئی ابتداء نہیں ہے۔ اور جس کام کے مستقبل کے بارے میں تعین نہ ہو سکے اسے ابد کہتے ہیں۔

حرارت گرم چیزوں سے ٹھنڈی چیزوں میں منتقل ہو رہی ہے۔ اگر یہ ازل سے ہو رہا ہے تو اب تک یقیناً تمام چیزوں کو معلوم ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر معدوم نہ بھی ہوتی جو ابتدا میں ہوتی تھی۔ مگر وہ جاہ و جلال جو کروڑ سال پہلے تھا۔ یہ اپنی خوبیوں کے ساتھ قائم رہے گا۔ اپنے جاہ

Marfat.com

وجلال کے ساتھ دنیا کو اسکی کرنیں آباد کرتی رہیں گی۔ کیونکہ ہر لحہ گرم چیزیں ٹھنڈی چیزوں کی طرف بھیجتی رہتی ہیں۔ اوران کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ضائع ہوتا رہتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ عالم ازلی نہیں، یہ غیر معدود زمانہ سے نہیں بلکہ معدود زمانہ سے ہے، اللہ تعالی نے لفظ کن (ہوجا) کہہ کے پیدا فرمایا اور تمام چیزوں کومحو گردش کیا۔

آج کے سائنس دان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ عالم ازلی نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی ابتداء ہے ہی نہیں یعنی لامحدود زمانہ سے موجود ہے، اور لا متناہی دور تک موجود رہے گا۔

مختلف دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ دنیا ازلی نہیں بلکہ حادث ہے۔ پہلے سے نہیں بلکہ ایک مقررہ وقت سے شروع ہوا ہے۔ بنانے والا کون ہے اس کا خالق کون ہے اس کے بارے میں درج ذیل دلائل دیے جاتے ہیں۔

پہلی بات! پیدا کرنے والا اللہ تعالی ہے، جو **حی قیوم** ہے۔ ہمیں تو قدیم فلسفہ میں جو دلیل پڑھائی جاتی تھی وہ آسان بھی ہے اور عام فہم بھی جو ہمارے فلاسفہ عالم کے حادث ہونے کی دلیل دیا کرتے تھے کہتے ہیں۔ **العالم متغیرو کل متغیر حادث فالعالم حادث** (عالم متغیر ہے ہر متغیر شیے حادث ہے پس عالم حادث ہے)

دوسری بات! جب یہ ثابت ہو گیا قدیم فلاسفہ اور موجودہ سائنس دانوں کے نزدیک عالم حادث ہے۔ مطلب یہ ہوا ایسا زمانہ بھی ہوا جب یہ عالم معدوم تھا۔ آسمان پر آویزاں تاروں کی یہ لاکھوں قندیلیں آویزاں نہ تھیں، نہ سورج تھا اور نہ چاند کچھ بھی نہ تھا۔ پھر اللہ تعالی نے اسے پیدا فرمایا اب اسکو کس نے پیدا فرمایا۔ اس کے تین احتمالات ہیں۔

(۱) اس کائنات کو پیدا فرمانے والا صرف اللہ تعالی ہے۔

(۲) یہ دنیا خود بخود پیدا ہوگئی۔ تارے خود بخود آویزاں ہو گئے۔ فرش زمین خود ہی بچھ گیا۔ جو چیز بھی ہے خود بخود ہی وجود میں آ گئی۔

Marfat.com

(۳) تیسری بات یہ کہ نہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اور نہ ہی خود بخود بنی بلکہ ایک ایکسیڈینٹ (یعنی حادثہ) کے طور پر اتفاقیہ پیدا ہوگئی ہے۔ اس پر کسی نے کوئی ارادہ نہیں کیا۔ کوئی عزم نہیں کیا۔ بلکہ جیسے میری اور کسی آدمی کی حادثاتی طور پر ملاقات ہو جاتی ہے نہ میں نے اسکی ملاقات کا ارادہ کیا تھا نہ اس نے میری ملاقات کا پروگرام بنایا تھا۔ اتفاق ہو گیا کہ میں اور وہ اتفاقی طور پر مل گئے ہیں۔ اور ملاقات ہوگئی۔ تو اس بارے میں تین احتمالات بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا قول! اہل ایمان کا ہے یہی قول ہے جس پر اسلام نے ساری مخلوق کو دعوت دی ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا کسی دلیل اور بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں رہتی اگر دوسری بات کی جائے کہ سب چیزیں خود بخود بن گئی۔ تو کیسے ممکن ہے کہ کہا جاتا پہلے نیست تھا اور نیست ہست کا سبب بن گیا۔ جو پہلے نہ ہو وہ کسی چیز کو موجود کیسے کر سکتی ہے۔ تو یہ کہنا ہی لغو ہے کہ ہر چیز خود بخود پیدا ہوگئی ہے۔ پس یہ بالکل لایعنی اور قطعاً قابل غور بات نہیں۔

تیسرا احتمال کہ اتفاقاً اور حادثے کے طور پر سارا جہان نمودار ہو گیا یعنی پیدا ہو گیا اسکی ساری خوبیاں، سارا اہتمام ظہور پذیر ہو گیا یہ تیسرا احتمال مصادفہ کا ہے۔ کہ اتفاقی طور پر آسمان بھی بن گیا تارے بھی آویزاں ہو گئے فرش بھی بچھ گیا سب کچھ اتفاقی طور پر ہو گیا یہ بات ناقابل غور ہے کہ کسی عقلمند کیلئے ناقابل قبول ہونا تو بڑے دور کی بات ہے۔

اس عالم کی پہنایاں اتنی بے کراں وسعتیں اور اس میں تمام چیزیں جو موجود ہیں حادثے کے طور پر کیا یہ پیدا ہو سکتی ہیں؟

علماء کرام نے ایک مثال دے کر اسکے محال ہونے پر دلیل دی ہے۔ کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ادھر سے پانی بہتا ہوا آئے ادھر سے ریت بہتی ہوئی آئے سب کچھ مل گئے اور پہاڑ بن گیا۔ کیا یہ بالاتفاق اور خالق کے ارادے کے بغیر بن گیا۔

بجائے اس کے کوئی دانشور اسے قبول کرے یہ بات غور کے قابل ہی نہیں۔ اس کو رد کرنے کیلئے علماء نے ایک مثال پیش کی ہے۔ انشاء اللہ آپ کو یہ گنجلک مسئلہ سمجھ آجائے گا۔ ایک تختہ ہے

Marfat.com

اسپر ایک سوئی گڑھی ہوئی ہے۔اور اس سوئی کے نکے میں ایک اور سوئی گڑھی ہوئی ہے۔اب کوئی آپ سے پوچھے کہ اس نکے میں دوسری سوئی کس نے گڑھی ہے۔ پہلا جواب کہ کوئی کہے ایک آدمی یہاں آیا تھا اسکے پاس ایک سوئی تھی اس نے وہ سوئی پہلی سوئی میں گاڑھ دی۔

دوسرا جواب یہ بیان کیا جائے گا کہ ایک مادرزاد اندھے کے ہاتھ میں سوئی آ گئی اس نے اپنی سوئی کو تختے کی طرف پھینکا اور اتفاقاً وہ سوئی اس نکے میں لگ گئی۔اب دونوں میں کون سا جواب قابل قبول ہے۔ابھی خاموش رہو ذرا آگے چلتے ہیں۔

اب مزید سمجھانے کے لئے ایک اور مثال عرض کرتا ہوں۔دس سوئیاں ہیں۔سب پر نمبر لگے ہوئے ہیں۔ایک نمبر والی سوئی تختے میں گڑھی ہوئی ہے۔اور یکے بعد دیگرے ترتیب وار ایک دوسرے کے نکے میں چڑھی ہوئی ہیں۔اب کوئی یہ کہے کہ یہ دس سوئیاں جو گڈمڈ ایک تھیلے میں پڑی ہوئی تھیں۔انہیں ترتیب سے ایک دوسرے میں کس نے گاڑھا۔ پہلا جواب تو یہ ہوا کہ ایک عقل مند آدمی جس کی بینائی بھی ٹھیک تھی اور عقل بھی۔اس نے ان کے نمبروں کو پڑھا اور ترتیب سے ایک دوسرے میں ڈالتا گیا۔دوسرا جواب کے ایک مادرزاد اندھا بچہ آیا اور یہ سوئیاں پھینکتا رہا اور یہ سوئیاں بالاتفاق ترتیب سے گڑھتی گئیں۔اب ذرا سوچیں! کہ کوئی زیرک اور عقل مند اس بات کے تسلیم کرنے کو تیار ہے۔یقیناً ایک عقل مند کے لئے یہ بہت مشکل ہے۔کہ ان بے ترتیب گڈمڈ سوئیوں کو ترتیب سے گاڑھتا جائے۔چہ جائے کہ! کہا جائے یہ کسی اندھے بچے نے انھیں گاڑھا ہے۔کیونکہ ایسا کرنے کے لئے مشاہدہ، محنت اور عقل مندی کی ضرورت ہے۔

جس چیز کا بھی آپ مشاہدہ کریں وہاں یہی چیز نظر آئے گی۔مثلاً آپ گندم کی فصل لگائیں گے۔تو کبھی جو کی فصل نہ اٹھائیں گے۔اگر کیکر کا باغ لگائیں گے تو اس پر میٹھے آم کا پھل کھانے کے لئے نہ ملے گا۔یہ ایسے نکتے، صورتیں اور قواعد ہیں کہ ان کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔یہ مقرر ہیں۔اسی طرح ہو رہا ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ان ضوابط کی پابندی کی جائے گی۔تو خود سوچئے کہ یہ کیسے ضابطے ہیں کہ کرو‌ڑ سال پہلے بھی سورج آج کی جس تاریخ کو صبح جس وقت اور جس

Marfat.com

جگہ سے نکلتا تھا۔ کروڑ سال بعد آج بھی اسی جگہ اور اسی وقت طلوع ہوتا ہے۔

یہ قاعدے، یہ ضابطے اور پابندیاں ایسی ہیں کہ بتا رہی ہیں۔ کہ مصادفہ نہیں ہوا۔ حادثہ کے طور پر یہ اشیاء ضابطے کی پابندی نہیں کر رہیں۔ بلکہ ان کے پیچھے کسی کی قوت ہے جس کی عظمت سطوت اور ادراک اس تمام نظام کو کنٹرول کئے ہوئے ہے۔ جب کائنات کے ذرے ذرے پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب ضابطے کی پابندی کر رہے ہیں۔ یہ اس کائنات کے لگے بندھے اصول ہیں جن میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ جس کائنات میں نظم وضبط کا یہ عالم ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ جہاں خود بخود بالمصادفہ بن گیا۔ یہ کہنے والے کی نادانی کی دلیل ہے۔ کہ اسے اتنی بھی سمجھ نہیں کہ عظیم جہاں بغیر کسی قادر مطلق کے کیسے وجود میں آ گیا۔ آپ کو چند ایک قدرت خداوندی کے نمونے پیش کرتا ہوں۔ آپ غور کریں گے کہ جس نے اس کائنات کو بنایا ہے۔ وہ کتنا عظیم ہے۔ اس کا علم، قدرت اور عظمتیں کتنی بلند ہیں۔

اس کرہ زمین کا قطر آپ کو معلوم ہے کہ تین ہزار نو سو اٹھارہ میل ہے (قطر وہ خط ہے جو مرکز سے گزرتا ہوا دائرے کو دو حصوں میں تقسیم کر دے) اتنا بڑا قطر اور اگر اس قطر میں صرف چند فٹ کا اضافہ ہو جائے اور ایک اندازے کے مطابق تین ہزار نو سو اٹھارہ میل میں صرف پانچ فٹ کا اضافہ کر دیا جائے تو زمین کی ساری آکسیجن ختم ہو جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ سارے جانداروں کی زندگی کا دارومدار آکسیجن پر ہے۔ بظاہر اتنے میلوں میں چند فٹ اضافے کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن قدرت نے اس اندازے سے بنایا ہے کہ اگر معمولی سا فرق بھی ہوتا تو کوئی سانس لینے والا جاندار باقی نہ رہتا غور کریں کہ جس نے اتنا بڑا قطر بنایا وہ کتنا بلند و برتر اور عظمت والا ہوگا۔

آپ کو علم ہے کہ کرہ زمین کے اردگرد ہوا کا خول چڑھا ہوا ہے۔ اور وہ دو سو میل تک پھیلا ہوا ہے۔ اگر یہ خول اس مقدار سے کم ہو مثلاً سو یا پچاس میل ہوتا تو اس خلا کے خول کا مقصد پورا نہ ہوتا۔ آسمان سے لاکھوں کی تعداد میں ہر روز شہاب ثاقب نیچے گرتے ہیں۔ جب وہ کرہ ہوا میں داخل ہوتے ہیں تو ہوا سے رگڑ کھاتے ہیں۔ اس وجہ سے حرارت پیدا ہوتی ہے اور جل جاتے

Marfat.com

ہیں۔جب وہ زمین پر پہنچتے ہیں تو صرف ان کی راکھ ہی پہنچتی ہے۔اگر یہ ہوا کا خول کم ہوتا تو شہاب ثاقب کے پتھر زمین پر پہنچ جاتے۔نہ کوئی انسان باقی رہتا، نہ حیوان اور نہ ہی کوئی درخت وغیرہ باقی بچتے۔یہ تو اس خالق کی بات ہے جس نے زمین کو پیدا فرمایا اور اس کے قطر میں انچ برابر فرق نہ رکھا۔اور ہوا کا خول خاص مقدار میں رکھا تا کہ شہاب ثاقب رگڑ کھا کر زمین تک پہنچ نہ سکیں۔اسطرح ان مثالوں سے اندازہ لگائیں کہ اس کے علیم، قادر اور حکیم ہونے میں کوئی شک کر سکتا ہے۔ان دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ چیزیں اتفاقاً معرض وجود میں نہیں آئیں۔

اب ایک عام سی بات عرض کرتا ہوں جو ہر آدمی کی سمجھ میں آنے والی ہے۔ہانڈی سب کے گھروں میں تیار ہوتی ہے۔اس میں کئی چیزیں ڈالتے ہیں۔گھی، پیاز، ٹماٹر، دال، سبزی وغیرہ۔یہ سب چیزیں اکٹھی ہوتی ہیں۔تب جا کر سالن تیار ہوتا ہے۔مگر کیا ان سب چیزوں کو یونہی ملانے سے سالن تیار ہو جاتا ہے۔نہیں! بلکہ سب چیزوں کا حساب رکھ کر کہ اتنا گھی ہو، اتنی مرچیں اور ٹماٹر وغیرہ ہوں گے اور پھر خاص ترکیب سے انہیں پکایا جائے گا۔تب جا کر وہ سالن تیار ہو گا۔اور کھانے کے قابل ہوگا۔لیکن اگر بے ہنگم یہ سب چیزیں ڈال کر انہیں آگ پر رکھ دیا جائے۔مثلاً ایک تولہ نمک کی بجائے ایک پاؤ ڈال دیا جائے۔چھٹانک گھی کی بجائے ایک کلوگرام گھی ڈالا جائے تو وہ کھانے کی بجائے پھینک دینے کے قابل ہوگا۔اور اسے انسان تو کجا حیوان بھی کھانا پسند نہ کریں گے۔اگر معمولی سا سالن بھی بغیر کسی ہنر اور کاریگری کے تیار نہیں ہوتا تو کیا اتنا بڑا جہان بغیر کسی کی صناعی کے تیار ہو سکتا ہے۔

اب غور کریں۔سمندر کا پانی کھاری ہے۔سمندر کے کھارے پانی کو دیکھ کر منہ میں پانی آتا ہے۔کہ کاش یہ پانی میٹھا ہوتا، سیر ہو کر پیتے، اس سے نہریں نکال کر فصلوں کو سیراب کرتے اور زمین آباد کرتے۔لیکن بنانے والا خوب سمجھتا ہے اور خود ہی علیم ہے۔کہتے ہیں کہ اگر یہ پانی کھاری نہ ہوتا بلکہ میٹھا ہوتا تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی۔اور اتنی بدبو پیدا ہوتی کہ دماغ پھٹنے لگتا۔اس مالک الملک نے سمندر کو بنایا اور اس کا پانی کھاری رکھا۔یہ اس کی حکمتیں اور

Marfat.com

آثار جن کو انسان غور سے دیکھتا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ بغیر خالق کے یہ کائنات وجود میں نہیں آسکتی۔

چاند کو سب جانتے ہیں۔ معلوم ہے کہ یہ زمین سے کتنا دور ہے۔ یہ دولاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سوستاون میل دور ہے۔ اگر یہ دوری و بعد نہ ہوتا مثلاً زمین سے صرف پچاس ہزار میل دور ہوتا۔ تو نتیجہ یہ نکلتا کہ اتنا شدید مدوجذر ہوتا کہ پہاڑوں کو بھی جڑوں سے اکھیڑ کو پھینک دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک محدود فاصلے تک چاند کو زمین سے دور رکھ کر ہم پر رحم و کرم فرمایا۔ اب جس نے مدوجذر کی کیفیت دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ جب مدوجذر آتا ہے تو پانی ہر چیز کو دور تک بہا کر لے جاتا ہے۔ یہ قادر مطلق کی حکمت کے تقاضے ہیں کہ جس چیز کو پیدا کیا اندازے سے پیدا فرمایا۔

ایک اور مثال پر غور کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہوا مختلف گیسوں کا مجموعہ ہے۔ ہوا میں آکسیجن کی مقدار اکیس فیصد ہے۔ اگر یہ ملاوٹ اکیس فیصد کی بجائے پچاس فیصد ہو تو ہر چیز جل کر راکھ ہو جائے۔ خواہ وہ حیوان ہو یا انسان یا کچھ بھی ہو۔ اور اگر اکیس فیصد کی بجائے کم ہو جائے تو انسان کی شکل کا توازن ہی بگڑ جائے اور ان کی شکل اتنی بھیانک، ڈراونی اور خطرناک ہوتی کہ دیکھتے ہی وحشت ہوتی۔ کیا یہ ساری باتیں اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کی تخلیق کلمہ کن سے فرمائی ہے۔ اور ان کی آفرینش کے لئے جو جو حدود مقرر فرمائی ہیں وہ اپنی حد کے مطابق ہیں۔

اب آخر میں ایک اور دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیش فرمائی ہے کہ یہ کائنات اور اس کی ساری پہنائیاں خود بخود پیدا نہیں ہوئیں بلکہ اس کی پیدا کی ہوئی ہیں جو علیم، قدیر اور قادر مطلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی میں اپنی قدرت سے اپنی توحید کا خطبہ بیان فرمایا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

اللہ لا الٰہ الا ھو (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر اس کے۔ الحی القیوم زندہ ہے اور سب کو زندہ رکھنے والا ہے۔ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ لہ ما فی السموٰت وما فی الارض اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین

Marfat.com

میں ہے۔من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے جو سفارش کرسکے اس کے پاس بغیر اس کی اجازت کے۔

یہاں مطلقاً شفاعت کی نفی نہیں ہے کہ کوئی بھی شفاعت نہیں کرسکتا۔شفاعت کی نفی ان لوگوں کے لئے ہے جن کو اجازت نہیں دی گئی۔منکرین کہتے تھے یہ بت قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے اور ہمیں بخشوائیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہوئے کہہ رہا ہے۔ من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ ان بتوں کی کیا مجال کہ رب کی بارگاہ میں لب کھول سکیں اور شفاعت کرسکیں۔شفاعت تو وہ کریں جن کو میں اجازت دوں۔کس کو اجازت دی فرمایا عسیٰ ان یبعثک مقاماً محمودا اے محبوب ﷺ ہم عنقریب آپ کو مقام محمود پر فائز کردیں گے۔یعنی ساری کائنات کی شفاعت تیرے ذمہ ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ ساری مخلوق تمام انبیاء کرام کے درباروں سے مایوس ہوکر حضرت عیسیٰؑ کے پاس جائے گی۔تو آپؑ فرمائیں گے میری کیا مجال کہ لب کشائی کروں۔مگر ایک ایسا دروازہ دیکھتا ہوں جس پر کوئی سائل خالی نہیں لوٹتا اور وہ دروازہ نبی کریم ﷺ کا ہے۔وہ تمہاری شفاعت کریں گے۔تمام لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔آپ ﷺ فرمائیں گے۔انا لھا انا لھا اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ تمہاری شفاعت کروں۔وہاں سے چل کر آپ ﷺ عرش معلیٰ کے قریب پہنچیں گے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائیں گے۔کافی دیر تک اپنی زبان سے رب تعالیٰ کی ثنا کریں گے۔پھر صدا آئے گی۔

یا محمد ﷺ ارفع راسک! اے محمد ﷺ اسجدے سے اپنا سر اٹھایئے۔قل تسمع فرمایئے آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی۔اسئل تعط سوال کا دامن پھیلایئے میں بھرتا جاؤں گا۔اشفع تشفع آپ شفاعت کرتے جائیں میں قبول کروں گا۔

تو یہاں آپ ﷺ دیگر انبیاء اور اولیاء کرام کی نفی نہیں بلکہ ان کی شفاعت کی نفی ہے جن کو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دے گا (یعنی بت)۔یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم وہ جانتا ہے جو

Marfat.com

ان سے پہلے (ہو چکا) ہے اور جو ان کے بعد (ہونے والا) ہے ولا یحیطون بشیء من علمه الا بما شاءَ اور وہ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے۔ وسع کرسیه السموات والارض سما رکھا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمینوں کو اسکی کرسی اتنی وسیع ہے کہ اس نے ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو گھیر رکھا ہے۔ فرمایا اس کی کرسی کو ایسے سمجھو جیسے ایک صحرا ہے اور سات آسمانوں اور زمینوں کو اس طرح سمجھو کہ جس طرح اس صحرا میں پڑی انگوٹھی ہے۔ اس انگوٹھی کی وسیع وعریض صحرا کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ ولا یئوده حفظهما اور نہیں تھکاتی اسے زمین وآسمان کی حفاظت۔ وهو العلی العظیم اور وہی ہے سب سے بلند عظمت والا۔ یہ ہے وہ ہمارا رب جس نے سب کچھ بنایا اور یہ ہے عقیدہ توحید جس پر دین اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ صرف امت محمدیہ پر ہی نہیں بلکہ آدمؑ سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک جملہ انبیاء نے جو تعلیمات دی ہیں ان کی بنیاد یہی ہے۔ کہ اللہ تعالی کو اپنا معبود اور وحدہ لاشریک مانو وہی عبادت کے لائق ہے اور وہی کارساز ہے۔

Marfat.com

شرک کی حقیقت اور اس کا بطلان

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ط بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ (پ ۲۴ سورۃ زمر . ٦٦)

برادران اسلام: آپ کو معلوم ہے کچھ عرصہ قبل میں نے توحید کے موضوع پر اظہار خیال کیا تھا۔ آج میری تقریر کا عنوان حقیقتِ شرک اور اس کا بطلان ہے۔ اس موضوع کو اختیار کرنے کی کئی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ درحقیقت یہ موضوع پہلے موضوع (توحید) کا تتمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا موضوع اس وقت مکمل ہوتا ہے جب شرک کی حقیقت بیان کی جائے اور اس کا بطلان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے بعد شرک کے بارے میں بھی آپ اپنے اذہان کے تمام شکوک وشبہات دُور کر لیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرک ایک ایسا سم قاتل اور زہر ہلاہل ہے کہ جس کا ایک قطرہ بھی انسان کے تمام اعمالِ صالحہ کو نیست ونابود کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ وہ آگ ہے جس کی ایک چنگاری خرمنِ اعمال کو جلا کر خاکستر کر سکتی ہے۔ چونکہ اس موضوع سے ہمارے دین ودنیا کی فلاح وابستہ ہے۔ اس لئے ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ کہیں ہمارا دامن اس غلاظت سے آلودہ تو نہیں۔ کہیں اس کی آگ ہمارے خرمنِ اعمال کو جلا تو نہیں رہی اور ہمیں اس کا شعور تک نہیں؟

تیسری وجہ بہت ہی اہم اور قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس عقیدے (توحید) پر اس امت کی شیرازہ بندی کی گئی تھی۔ آج جہالت اور عدمِ واقفیت کی بنا پر اسی عقیدہ کو انتشار وافتراق کا سبب بنایا جا چکا ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ دو ایسے متحارب گروہوں میں بٹ چکی ہے کہ اتحاد تو کجا،

Marfat.com

ایک دوسرے کو سلام دینا بھی گوارا نہیں۔ وہ ملت جس کو رحمت دو عالم ﷺ نے لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر مستحکم کیا اور اس طرح مستحکم کیا کہ فتنہ و فساد کی مہیب آندھیاں بھی اس چراغ کو بجھا نہ سکیں۔ کفر و الحاد کے زلزلے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا نہ کر سکے۔ اس کے آگے دشمن کی ناپاک سازشیں اور فتنہ انگیز منصوبہ بندیاں راکھ کا ڈھیر ثابت ہوئیں۔ امت سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح باطل کا مقابلہ کرتی رہی اور اس کو شکست فاش دیتی رہی۔ وہی بنیاد آج فتنہ و فساد کا باعث بنا دی گئی۔ اس وجہ سے ایک دوسرے پر مشرک ہونے کا افتراء باندھا جا رہا ہے۔ غیر کے پیچھے نماز ادا کرنا ناجائز تصور کیا جاتا ہے اور ان کی محفلوں میں اٹھنا بیٹھنا ایمان کی کمزوری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ آج وہ دور ہے جبکہ سارا کفر متحد ہو چکا ہے۔ یہودی اور عیسائی آپس میں بھائی بھائی بن چکے ہیں۔ حالانکہ ان کی تاریخ آپس کی دشمنیوں، عداوتوں اور قتل و غارت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ان کا بنیادی عقیدہ آپس میں اتنا متضاد ہے کہ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کبھی اتحاد و اخوت میں بندھ جائیں گے۔ لیکن چونکہ مسلمان ڈیڑھ سو سال کے خواب غفلت کے بعد بیدار ہو رہے تھے۔ اور غیر ملکی استعمار کی زنجیروں کو توڑ رہے تھے جگہ جگہ ان کی آزاد اور خود مختار مملکتیں معرض وجود میں آ رہی تھیں اس لئے وہ اپنی ساری عداوتوں اور عقیدے کے اختلاف کو بھلا کر اسلام کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہو گئے۔ صرف اور صرف اس لئے کہ نامِ محمد ﷺ کی متوالی قوم اب جاگ رہی ہے۔ اور جب یہ جاگ جائے تو پھر باطل کا وجود اس خطہ عالم سے مٹ جائے گا۔ اگر ان کی نگاہوں میں کوئی چیز کھٹک رہی ہے تو وہ محمد عربی ﷺ کی امت ہے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے عَلَم توحید عطا فرمایا ہے۔ جس کو اس خدمت کی بجا آوری پر مقرر فرمایا کہ انسانی معاشرے میں جہاں کفر و شرک کی تاریکیاں ہیں وہاں پہنچو اور اس نورِ توحید سے ظلمتوں کو کافور کرتے جاؤ۔ اور اللہ کی یاد سے غافل دلوں میں اس کی یاد کے چراغ جلاتے جاؤ اور ناپاک دلوں کو پاک کرتے جاؤ۔

آج اس امت کو اپنا دستِ نگر بنانے کے لئے کفر کی تمام قوتیں اکٹھی ہو چکی ہیں۔ ان

Marfat.com

سنگین حالات میں چاہیے تو یہ تھا کہ ہم بھی متحد ہو کر باطل کی یلغار کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جاتے اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کفر کی ناپاک سازشوں کا مقابلہ کرتے لیکن سوء قسمت ہم توحید اور شرک کے اختلافات میں الجھ گئے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے آج کی اس نشست کے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے تا کہ ہم شرک کی حقیقت کو جانیں اور دیکھیں کہ ہم میں سے کون شرک کا مرتکب ہو رہا ہے۔ کیونکہ جب تک یہ حقیقت واضح نہیں ہوگی کوئی وعظ، کوئی لیکچر، کوئی مقالہ اور کوئی کتاب ہماری صفوں میں اتحاد پیدا نہیں کر سکتی۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ میری ان معروضات کی طرف توجہ دیں اور انہیں دل کی گہرائیوں میں جگہ دیں۔

شرک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرک فی الذات (۲) شرک فی الصفات

(۱) شرک فی الذات:

شرک فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا یعنی اس کی ذات جیسا کسی کو سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ (واجب الوجود وہ ہوتا ہے جو اپنے موجود ہونے کے لئے کسی علت اور سبب کا محتاج نہ ہو۔ اور جو زمانے کی حدود و قیود سے بالاتر ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی واجب الوجود ہے۔ نہ اس کی کوئی ابتداء ہے نہ کوئی انتہا۔ کسی کاریگر کی کاریگری کا شاہکار نہیں۔ اس کو کسی نے نہیں بنایا بلکہ وہ اپنی ذات کی وجہ سے موجود ہے اور اپنی بقا کے لئے کسی چیز کا محتاج نہیں۔) اب جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرایا یعنی یہ عقیدہ رکھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات، واجب الوجود ہے یہ بھی واجب الوجود ہے مثلاً یہ عقیدہ رکھے کہ جبرائیل واجب الوجود ہے۔ عرش واجب الوجود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام واجب الوجود ہیں۔ غوث اعظمؒ واجب الوجود ہیں۔ حضور ﷺ واجب الوجود ہیں۔ تو وہ مشرک ہوگا اور شرک فی الذات کا مرتکب ہوگا۔ کیا آپ میں سے کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو؟ کہ

Marfat.com

جس طرح اللہ تعالیٰ کسی خالق کا محتاج نہیں وہ بھی خالق کا محتاج نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی کوئی ابتداء وانتہا نہیں، اسی طرح اس کی بھی کوئی ابتداء وانتہا نہیں۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کی ذات کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھتے ہیں؟ الحمد اللہ اہلِ سنت وجماعت میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک فی الذات کا مرتکب ہوتا ہو۔ تمام لکھے پڑھے اور ان پڑھ، عالم اور جاہل، غریب اور امیر سب کے سب اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ واجب الوجود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس شان میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے ہم تب مرتکب ہوتے ہیں جب ہم کسی کو واجب الوجود کہتے۔ جب ہم سب کو ممکن کہتے ہیں ہر ایک کو مخلوق مانتے ہیں ہر ایک کی ابتداء وانتہا پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو کیا ہم نے اللہ تعالیٰ کی شان (واجب الوجود) میں کسی کو ساجھی بنایا۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے اور ہرگز نہیں کرتے تو جو بھی ایسا نہیں کرتا وہ شرک فی الذات سے پاک اور بری ہے۔

(۲) شرک فی الصفات:

شرک فی الصفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ہم اہل السنّت والجماعت پر سب سے بڑا اعتراض شرک فی الصفات کے بارے میں کیا جاتا ہے کہ ہم انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندوں یعنی اولیاء عظام کو اللہ کی صفات میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ کیا ہم واقعی ایسا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفات بیان کی ہیں ان کو دوسروں میں ثابت کرتے ہیں؟ اس کے لئے ہم اللہ کی کتاب کو اپنا حاکم بناتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ۔ (سورۃ بقرہ. پارہ اوّل)

"یہ ذی شان کتاب، ذرا شک نہیں اس میں (جمال القرآن)

یُخرِ جُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النور. (سورۃ مائدۃ. پارہ ۶)

"اور جو انہیں نکالتا ہے تاریکیوں سے نور کی طرف۔"

اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ۔ (سورۃ لقمان. پارہ ۲۱)

Marfat.com

"بے شک اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر انسان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ (سورۃ دہر پارہ ۲۹)

"پس ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔"

سمیع و بصیر کی صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی بیان فرمائی اور انسان کے لئے بھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت روف رحیم ہے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ"۔ (سورۂ نور)

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ" رَّحِيْمٌ"۔ (سورۃ توبہ .پارہ ۱۱)

"میرا محبوب ﷺ مومنوں کے ساتھ رؤف رحیم ہے۔"

وہی الفاظ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنی ذات پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی صفات کو بیان کرتے ہیں اور وہی الفاظ حضور ﷺ کے لئے قرآن میں ذکر کئے گئے ہیں تو کیا یہ الفاظ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی طرف منسوب کر کے خود شرک فی الصفات کا دروازہ کھولا ہے؟ العیاذ باللہ.

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔ (سورۃ یونس . پ ۱۱)

"عزت محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اِنَّ تاکید کے لئے لِلّٰهِ میں لام تخصیص کے لئے اور پھر جَمِيْعًا تاکید بالائے تاکید کے لئے، کہ ہر عزت صرف اور صرف اللہ کی ذات کے لئے مخصوص ہے لیکن دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (پارہ ۲۸ .سورۃ منافقون)

Marfat.com

"بے شک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے اور تمام مومنین کے لئے۔"

پہلی آیت میں فرمایا کہ ساری عزتیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور دوسری آیت میں بتایا کہ عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور اس کے غلاموں کے لئے بھی ہے۔

کیا یہ آیت شرک کی تلقین کر رہی ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔۔۔۔ ہاں اگر ہم ظاہری الفاظ پر ہی قناعت کریں اور اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کی کاوش نہ کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قرآن پاک کے ہر صفحہ پر کوئی نہ کوئی ایسی چیز ملے گی جس سے جہلاء کے گمان فاسد کے مطابق شرک ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ. (البقرہ. ۲۷۰) کی صفت کی حامل ہے اور اس کے ہر قسم کے تعارض، تضاد اور اختلاف سے پاک ہونے کی سب سے بڑی دلیل اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہے:

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا. (پ۵۔ سورۃ النساء)

"اگر یہ کتاب خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔"

یعنی یہ کتاب اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہ ہوتی، کسی بندے، کسی بورڈ یا مشاورتی کونسل نے اس کو مرتب کیا ہوتا تو جگہ جگہ تم کو اس میں اختلاف نظر آتا۔ کہ ایک جگہ کچھ بات کہی جاتی اور دوسری جگہ کوئی اور بات کہی جاتی۔ لیکن قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کی ابتداء سے انتہا تک کوئی بات کسی دوسری بات کی مخالف نہیں۔ کوئی آیت دوسری آیت کے متضاد و متعارض نہیں تو چونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے یہ کلام کسی انسان کا نہیں جس کا علم بھی ناقص، عقل اور قوت حافظہ بھی کمزور ہے۔ بلکہ یہ کلام اس رب العالمین کا ہے جس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے کہ اس کتاب میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور یہ بات یقیناً سچ ہے تو پھر ہمیں ان آیات کے ظاہری تعارض کو دور کرنے کے لئے غور و فکر کرنا چاہئے تاکہ ہم توحید کے صراط مستقیم پر اطمینان اور استقامت کے ساتھ گامزن ہو سکیں۔

Marfat.com

اب ہم اس تعارض کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو مندرجہ بالا آیتوں میں بظاہر پایا جاتا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کی صفات اس کی ذاتی ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں جبکہ باقی تمام مخلوق کی صفات اس کی (اللہ تعالیٰ) کی عطا کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے لیکن یہ قوت سماعت و بصارت اس کی ذاتی ہے اور اگر انسان سمیع و بصیر ہے تو وہ خود بخود سمیع و بصیر نہیں بلکہ اس کے خالق نے اس کی سماعت و بصیرت کی قوت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کان اور آنکھیں بنائیں۔ کانوں کو سماعت اور آنکھوں کو بینائی کی قوت دی۔ اس (انسان) کے پاس سمع و بصر کی جتنی بھی قوت ہے وہ اس کی ذاتی نہیں بلکہ اس کے رب کی دی ہوئی ہے۔

اسی طرح اِنَّ اللّٰہَ رَؤُف" رَّحِیْم میں اللہ تعالیٰ کی شانِ رافت و رحمت اس کی اپنی ہے اور حضور ﷺ کی یہ صفات اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں۔ (قدیم وہ ہوتا ہے جس کی کوئی ابتداء نہ ہو) یعنی ایسا نہیں کہ ایک کروڑ سال پہلے اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ سمیع و بصیر نہ تھا بعد میں اس میں سمیع و بصر کی قوت پیدا ہوئی۔ پہلے تو عزتیں اس کے ساتھ مخصوص نہیں تھیں بعد میں اس کی ذات کے ساتھ عزتیں مخصوص ہو گئیں۔ نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور جب سے وہ ہے سمیع و بصیر، رؤف و رحیم اور دیگر تمام صفات سے متصف ہے۔ جبکہ انسان کی تمام صفات حادث ہوتی ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی انسان قدیم نہیں اور جب انسان قدیم نہیں تو اس کی صفات کیسے قدیم ہو سکتی ہیں؟ کیونکہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے۔ موصوف قدیم ہے تو صفت بھی قدیم ہو گی۔ موصوف حادث ہے تو صفت بھی حادث ہو گی۔ آپ خود سوچئے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے نیک بندوں، انبیائے کرام، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی اور مقصودِ کائنات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مخلوق ہیں اور ان کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور عطائی ہیں تو کیا ہم شرک کے مرتکب ہوئے ہیں؟ حضور ﷺ کے علم کے بارے میں

Marfat.com

بھی ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کا علم عطائی اور حادث ہے اور وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً۔ (پ ۵۔ النسآء ۱۱۳)

میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ کا علم ذاتی ہے عطائی نہیں، قدیم نہیں حادث ہے تو لامحالہ وہ مشرک ہوگا اور جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوگا۔

اسی بنیاد پر ہم حضور ﷺ کی تمام صفات و کمالات کو ثابت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان اندھوں میں سے نہ کرے جو آپ کی شانِ رفعت و عظمت کو نہیں پہچانتے۔ اور جن کی نگاہ ان کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔ قرآن پاک کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں بھی اپنے محبوب ﷺ کا ذکر کیا ہے، وہاں پہلے اپنا ذکر کیا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔ (پ ۱۵۔ سورۃ نبی اسرائیل)

یہاں اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے پہلے اپنی تسبیح بیان کی، اس کے بعد اپنے محبوب ﷺ کے سفر مبارک کا ذکر کیا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ (پارہ ۱۷۔ سورۃ انبیاء)

"اے محبوب! ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔"

یہاں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ (پارہ ۳۰۔ سورۃ کوثر)

"ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا۔"

اس آیت میں بھی کوثر عطا کرنے کا ذکر کرنے سے پہلے اپنا ذکر فرمایا۔ غرضیکہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ اپنی زبانِ قدرت سے اپنے محبوب ﷺ کا ذکر فرماتا ہے، پہلے اپنا ذکر کرتا ہے تو اس میں کیا حکمت ہے؟ ایسا التزام کیوں کیا گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ بتا دینا

Marfat.com

چاہتا ہے کہ جو میرے حبیب ﷺ کی شان کا انکار کرے وہ پہلے میری قدرت کا انکار کرے، پھر میرے محبوب کی شان کا انکار کرے۔ اور جو میری قدرت کا قائل ہے، اس کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جو عزتیں، مرتبے اور شانیں میں نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، ان کے ماننے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرے۔

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ۔ الخ

(پارہ ۲۴۔ الزمر ٦٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے شرک کی قباحت اور اس کی ہلاکت خیز نتائج کو بیان فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ۔ الخ

''اے محبوب آپ کی طرف بھی وحی کی گئی وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اور ان انبیاء اور ان کی امتوں پر بھی وحی نازل کی گئی جو آپ سے پہلے گزر چکی ہیں۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ۔ کہ اگر تم میں سے کوئی شرک کرے گا۔ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ تو اس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اے شرک کا ارتکاب کرنے والے! خواہ تو اپنی تمام عمر عبادت کرتے ہوئے گزار دے یا تفسیر وحدیث کے درس دیتا رہے، تیرے عمل کے خرمن کو شرک کی آتش جان سوز جلا کر خاکستر کر دے گی وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ اور تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو خسارہ پانے والے ہیں۔ بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ۔ اگر عبادت کرنی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرو۔ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ۔ اور جب تم میری عبادت کرو گے تو پھر تمہیں میرے انعامات پر شکریہ ادا کرنے کی توفیق ملے گی۔

میرا مشاہدہ ہے اور جہاں تک میرا لوگوں سے رابطہ ہوا ہے۔ میرے پاس ان پڑھ لوگ بھی آتے ہیں اور پڑھے لکھے بھی۔ سمجھدار مرد اور عورتیں بھی آتی ہیں، اور سادہ لوح دیہاتی بھی۔ مجھے آج تک کوئی ایسا مرد اور عورت نہیں ملی جس کو عقیدہ توحید میں کسی قسم کا شک وشبہ ہو۔ سب اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے آج سے چودہ صدیاں پہلے فرمایا تھا۔

Marfat.com

اَنَا لَا اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا لٰکِنْ اَخْشٰی اَنْ تَنَافَسُوْا۔

"مجھے یہ کوئی خطرہ اور اندیشہ نہیں کہ تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ گے میں نے توحید کا سبق تمہارے دل کی تختی پر یوں ثبت کر دیا ہے کہ کوئی چیز اس کے نقوش کو مدھم نہیں کر سکتی۔ لیکن مجھے جس چیز کا تمہارے بارے میں خوف ہے وہ یہ کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرو گے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں حضور ﷺ خدشہ کا اظہار فرما رہے ہیں یعنی حسد۔ اس کی طرف ہماری کوئی توجہ نہیں اور جس کے بارے میں فرمایا کہ مجھے اس کا کوئی ڈر نہیں اس کے بارے میں ہم نے امت میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔

ایک جنگ میں ایک صحابی جہاد میں مصروف تھے کہ سامنے سے ایک کافر آیا اس نے صحابی کو دیکھا تو فوراً پڑھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، لیکن صحابی نے ذرا لحاظ نہ کیا، اور تلوار سے اس کی گردن کاٹ دی۔ جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے اس صحابی سے پوچھا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ !اس نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا تھا بلکہ جب اس کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اس نے بچنے کے لئے کلمہ توحید پڑھا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهٗ ؟ کیا تو نے اس کے دل کو چیر کے دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں۔ اور کیا وہ مشرک تھا یا مومن۔ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا تو تمہیں قطعاً کوئی حق نہیں تھا کہ تم اُس پر وار کرتے۔ حضور ﷺ نے اس شخص کی دیت اپنی طرف سے ادا کی اور صحابہ کو آئندہ ایسے شخص کے قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ جو لوگ ہم پر شرک کا بہتان باندھتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے ہمارے دلوں کو چیر کر دیکھا ہے کہ ہم مشرک ہیں۔ حضور ﷺ کے بارے میں تو یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے دل کی باتوں کو نہیں جانتے اور اپنے بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کا حال جانتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (پ ۱۳۔ سورۃ ابراھیم)

Marfat.com

"اے ہمارے محبوب یہ کتاب ہدایت میں نے تیری طرف اس لئے نازل کی تاکہ میرے بندے جو کفر کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے ہیں، جو اپنی جبین نیاز اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھر کے خداؤں کے سامنے جھکاتے ہیں۔ تو ان کا بازو پکڑ کر اس دلدل سے نکال اور شاہراہ توحید پر گامزن کردے، جہاں نور ہی نور ہے۔ اور جس شاہراہ پر چل کر وہ میری رضا کا گوہر نایاب حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے حبیب ﷺ کو بھیجا ہی اس لئے تھا کہ آپ لوگوں کو گمراہی سے بچا کر ہدایت کی طرف لے آئیں۔ وہ ذات جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کمالات وخوبیوں سے مزین ومرصع کر کے مبعوث فرمایا، اسی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ صد افسوس ہے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ اسپرو کی گولی تو نفع دے سکتی ہے بنفشے کی پڑی تو نفع دے سکتی ہے، تمام اشیاء نفع دے سکتی ہیں، صرف ایک ذاتِ مصطفےٰ ﷺ ہی ایسی ہے جو نفع نہیں دے سکتی؟ پوچھئے قرآن سے اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ نفع پہنچاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ الخ (سورۃ الفتح، پارہ ۲۶)

"اے میرے محبوب ﷺ جو تیرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ میرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ۔ ان کے ہاتھوں میں تیرا ہاتھ نہیں بلکہ میں جو دنیا کا خالق ومالک ہوں اس کا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ جو ہستی ہمارا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں دے دے اس نے ہم پر احسان کیا یا نہیں؟ اور کیا اس نے نفع دیا یا نہیں؟

ابولہب اور ابوجہل سے جا کر پوچھئے کہ حضور ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے وہ جہنم کے کس گڑھے میں اپنے گناہوں کی آگ میں جھلس رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ کو جو شان محبوبیت عطا فرمائی ہے۔ ان کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے ان میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی لیکن تسلیم نہ کرنے والا درحقیقت اپنے اعمال کی تباہی وبربادی کا سامان خود پیدا کرتا ہے۔

شرک کا بطلان!: شرک کی حقیقت کو واضح کرنے کے بعد اب ہم شرک کے بطلان کو ثابت کرتے ہیں۔ پہلے میں اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں، جس سے شرک کے بطلان کو سمجھنے

Marfat.com

ں مدد ملے گی۔ آپ جانتے ہیں کہ لکڑی اور پتھر کے بنے ہوئے بتوں میں نہ سننے کی طاقت
تی ہے اور نہ دیکھنے کی، وہ اندھے اور بہرے ہوتے ہیں۔ نہ چل سکتے ہیں نہ کوئی کام کر سکتے
یں۔ اور کفار انہی کو خداماں کران کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکاتے تھے۔ جب اسلام کا آفتاب
ایت طلوع ہوا اور اس کی کرنیں دور دور ضیا پاشیاں کرنے لگیں تو یثرب کے کچھ لوگ آئے اور
ہوں نے ایمان سے دل و جان کو منور کر لیا۔ حضور ﷺ نے ان کو اسلام کی تعلیمات سے
گاہ کرنے کے لئے حضرت مصعب ؓ بن عمیر کو بطور مبلغ ساتھ بھیجا۔ حضرت مصعب ؓ کی
وششوں سے یثرب کے بہت سے رئیسوں نے اسلام قبول کر لیا انہیں میں سے ایک رئیس عمرو
ن جموع تھا جس کے بیٹوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن وہ خود ابھی بت پرستی پر قائم تھا۔ عمرو
بن جموع نے پتھر کا ایک خوبصورت سا بت تراش رکھا تھا، جس کو رکھنے کے لئے اس نے ایک
تی اسٹیج بنایا ہوا تھا۔ وہ صبح جونہی بیدار ہوتا دوسرے کاموں سے پہلے اس بت کے سامنے سجدہ
یز ہوتا، اس کی پوجا کرتا۔ اس کے بیٹوں کو یہ بات پسند نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا باپ بھی
ضور ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں پہن لے۔ اپنے باپ کو راہ راست پر لانے کے
لئے انہوں نے ایک منصوبہ بنایا۔ وہ رات بت کو اٹھاتے اور مدینے سے باہر کسی ویران کنویں
ں اس کو پھینک آتے۔ صبح جب ان کا باپ بیدار ہوتا اور اپنے خدا کو وہاں موجود نہ پاتا تو
یشان ہو کر اس کی تلاش میں نکلتا اور آخر وہ اس کو کسی ویران کنویں میں پڑا مل جاتا۔ وہ اس
و اٹھاتا اور دھو کر خوشبو لگا کر دوبارہ اسٹیج کی زینت بنا دیتا۔ لیکن کوشش کے باوجود وہ یہ معلوم
نہ کر سکا کہ ایسا کون کرتا ہے۔ آخر ایک رات اس نے تنگ آ کر بت کو مخاطب کیا اور کہا میں
نے تیری توہین اور گستاخی کرنے والے کو بہت تلاش کیا ہے، لیکن میں اسے پکڑنے میں ابھی
تک ناکام ہوں۔ آج میں تیرے پاس تلوار رکھ کر جاتا ہوں۔ اب اگر تجھے کوئی اٹھانے کے
لئے آئے تو اس تلوار کے ساتھ اس کا سر قلم کر دینا۔ اس رات اس کے بیٹوں نے بت کے
ساتھ ایک مرے ہوئے کتے کو باندھا اور غلاظتوں سے بھرے ہوئے کنویں میں پھینک دیا۔

Marfat.com

صبح عمرو بن جموع اس یقین کے ساتھ اٹھا کہ آج اس کے خدا کی توہین کرنے والے کا سر خون میں لت پت اس کے قدموں میں پڑا ہوگا۔ لیکن جب اس نے بت کو وہاں سے غائب پایا۔ اور تلاش بسیار کے بعد وہ اس کو غلاظتوں سے بھرے ہوئے کنویں میں پڑا ہوا ملا۔ اور ساتھ ایک مرے ہوئے تعفن زدہ کتے کو بندھے ہوئے دیکھا۔ تو اس کا ضمیر چیخ اٹھا اور اس نے یہ اشعار کہے:

وَاللّٰہِ لَوْ کُنْتَ اِلٰهًا لم تکن
انت وکلب وسط بِیرٍ فی قَرْنٍ
الحَمْدُ لِلّٰہ العُلٰی ذی المنن
الواحد الرزاق دیان الدّین

"خدا کی قسم اگر تو میرا خدا ہوتا تو مجھے اس مرے ہوئے کتے کے ساتھ گندے کنویں میں پڑا ہوا نہ ملتا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جو بلند اور اعلیٰ ہے، جس کی مہربانیوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ جو ہر ایک کو رزق دینے والا اور ہر آدمی کے نیک و بد کا بدلہ دینے والا ہے۔

هو الذی انقذنی من قبل
ان اکون فی ظلمة قبرٍ مُرتھَن
یاحمد المَھْدِیّ النبی سبل الهدی الْمُؤتَمَن

میرا رب تو وہ ہے کہ جس نے مجھے ایک بے بس خدا کی عبادت سے رہائی عطا فرمائی۔ اس سے پہلے کہ میں قبر کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے دفن ہو جاؤں۔ میں اب آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتا ہوں اور اس کی بندگی کا طوق گلے میں سجا رہا ہوں۔ جو مجھے دولتِ ایمان نصیب ہوئی ہے جو کہ مہدی ہیں۔ اس طرح اپنے خدا کی بے بسی کو دیکھ کر اور اسے گندے کنویں میں ایک مرے ہوئے کتے کے ساتھ بندھا ہوا دیکھ کر ایک کافر کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ اس کی غلامی کا طوق اتار پھینکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آتا ہے۔ اور پھر یہ اعتراف کرتا ہے کہ یہ

Marfat.com

ت ایمان اسے اس کی اپنی علمیت یا قابلیت کی وجہ سے نہیں ملی جبکہ اُس ذات کے صدقے میں ہے جس کا نام احمد ﷺ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذاتی اور صفاتی توحید پر ایقان و ایمان عطا فرمائے اور شکوک و ہمات کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بچائے تاکہ ہم توہمات کا شکار ہو کر ملت کی حدت کو پارہ پارہ نہ کریں۔ آج کفر کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کے متحد نے اور پرچم توحید کے تلے صف آرا ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ اور ہمارا اتحاد اسی بنیاد پر قائم سکتا ہے جس بنیاد پر صدیوں تک ہمارا اتحاد قائم رہا۔ اور وہ بنیاد ہے کلمۂ توحید

لاَ اِلٰـهَ اِلا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰـه .

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

Marfat.com

﴿ کلمہ طیبہ ﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ ۔ تُؤْتِیْ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا ۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ۔
(سورۃ ابراھیم پارہ ۱۳)

برادرانِ اسلام! سورۃ ابراہیم کی دو آیتیں میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں ہیں۔اس میں اللہ تعالیٰ ایک مشکل اور پیچیدہ حقیقت کو ایک مثال دے کر سمجھاتے ہیں کیونکہ جو بات مشکل ہوتی ہے آسانی سے سمجھ نہیں آتی۔استاد اس کی مثال پیش کر کے سمجھاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ایک مشکل بات کو، ایک پیچیدہ مسئلے کو سمجھانے کے لئے ایک مثال ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ حقیقت سب پر آشکارا ہو جائے، عیاں ہو جائے، سارے لوگ اس کو سمجھ لیں، خواہ وہ ذہین ہوں یا کند طبع، خواہ وہ عالم ہوں یا ان پڑھ۔تاکہ ہر ایک کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے وہ کون سی حقیقت ہے وہ کلمہ طیبہ کی حقیقت ہے کہ کلمہ طیبہ کیا چیز ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے اثرات کیا ہیں؟ اس کی برکات کیا ہیں؟ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ ایک مثال دے کر بیان فرماتے ہیں۔ارشاد فرمایا:

''الم تر کیف ضرب اللہ کلمة طیبة کشجرة طیبة.''

کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو اللہ تعالیٰ کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال بیان فرما رہے ہیں۔کہ کلمہ طیبہ کو یوں سمجھو۔جس طرح ایک شجرہ طیبہ ایک پاکیزہ درخت ہوا کرتا ہے۔جو خوبیاں، جو صفات، جو کمالات، جو محاسن اس میں پائے جاتے ہیں۔بعینہ اسی طرح کی صفات، اسی طرح کی خصوصیات کلمہ طیبہ میں ہیں۔اللہ پاک اس شجرہ طیبہ کی خصوصیات بیان کرتے ہیں کہ شجرہ طیبہ آپ کس کو کہتے ہیں؟ کس درخت کو ہم پاکیزہ درخت کہہ سکتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: کلمہ طیبہ کی مثال ایک شجرہ طیبہ کی مانند ہے، اَصْلُھَا ثَابِتٌ؟ اس کی پہلی بات تو

Marfat.com

یہ ہے کہ اس کی جڑیں بہت گہری چلی گئی ہیں۔اس کی جڑیں تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی ہیں۔ سنتے ہیں جس درخت کی جڑیں اوپر اوپر ہوں، جس درخت کی جڑیں مضبوط اور پختہ نہ ہوں، ایک تو یہ ہوتا ہے کہ وہ پائیدار نہیں ہوتا، کچھ مہینوں کے بعد وہ خود بخود خشک ہو جاتا ہے۔آپ اسے کھاد دیتے ہیں، پانی دیتے ہیں، سپرے کرتے ہیں۔جس درخت کی جڑیں اوپر اوپر ہوں گی وہ خود بخود خشک ہو جائے گا۔آپ خواہ کتنی بھی کوشش کریں۔گندم کا بوٹا ہے اس کی جڑیں اوپر اوپر ہوا کرتی ہیں آپ اس کو بہترین قسم کی کھاد ڈالیں اور اسے بروقت پانی دیں، آپ اسے سپرے کریں، ہر قسم کے کیڑوں مکوڑوں سے اس کا بچاؤ کریں۔جب بیساکھ کا مہینہ آئے گا، اس کا وہ رنگ بدلنا شروع ہو جائے گا۔اور جب بیساکھ گزر جائے گا وہ پودا سوکھنا شروع ہو جائے گا۔اور جب بیساکھ گزر جائے گا اس مہینہ میں آپ کاٹ لیں تو کاٹ لیں، اگر نہ کاٹیں اور جیٹھ کا مہینہ آجائے، ہاڑ کا مہینہ آجائے تو وہ خود بخود زمین بوس ہونا شروع ہو جائے گا۔کوئی سہارا، کوئی خوراک، کوئی قوت، کوئی سپرے، اس کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔کیونکہ اس کی جڑیں چھوٹی ہیں اس کی جڑیں زمین کے اوپر اوپر ہیں، جس چیز کی جڑیں اوپر اوپر ہوتی ہیں، اس کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اصلھا ثابت'' یہ کلمہ طیبہ ایسا درخت نہیں ہے جس کی جڑیں گہری نہ ہوں، زمین کی اوپر والی سطح تک ہی محدود ہوں کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد خود ہی اس پر خزاں کے آثار نمودار ہو جائیں، خود ہی اس کی رنگت بدل جائے، خود ہی اس کی تازگی ختم ہو جائے، خود ہی زمین بوس ہو جائے، یہ ایسا درخت نہیں بلکہ یہ کیا ہے۔

''اصلھا ثابت'' اس کی جڑیں زمین میں بہت گہری ہیں۔تحت الثریٰ تک چلی گئی ہیں۔اور جس درخت کی جڑ گہری ہوا کرتی ہے، وہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔صحراؤں میں چلے جائیے جہاں بارش نہیں برستی ہے، جہاں ندی نالے کا پانی مہیا نہیں ہوتا، جہاں کوئی کنواں نہیں ہوتا، جہاں کوئی وسائل نہیں ہوتے، جو درخت آپ وہاں دیکھیں وہ آپ کو سر سبز و شاداب نظر آئیں گے تو اس کا سبب کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ان کی جڑیں بہت گہری ہیں اور گہری جڑیں نیچے سے

Marfat.com

پانی حاصل کر کے اپنی زندگی اور اپنے شباب کو برقرار رکھتی ہیں۔ لیکن وہ درخت جس کی جڑیں گہری نہیں ہوتیں وہ خود حوادثات دہر کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور جس درخت کی جڑیں گہری ہوا کرتی ہیں۔ جتنی گہریں ہوں گی اتنا ہی وہ دیرپا ہوگا۔ جتنی گہری ہوں گی موسمی حوادثات کا آسانی سے مقابلہ کر سکے گا۔ جتنی ہی اس کی جڑیں گہری ہوں گی وہ اتنا ہی خشکی کو برداشت کر سکے گا۔

کلمہ طیبہ کی پہلی خصوصیت:

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی ایک خصوصیت تو یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کی مثال شجر طیبہ کی ہے جس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ "اصلها ثابت" کلمہ طیبہ جب ایسا درخت ہے جس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ تو اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس پر کبھی خزاں نہیں آسکتی، مصائب و آلام کی کوئی آندھی اسے اکھیڑ نہیں سکتی۔ تکلیفیں آپ اسے پہنچائیں، ظلم کی انتہا کر دیں، جہاں لا الٰہ الا اللہ کا درخت لگ جایا کرتا ہے، وہ جان تو دے سکتا ہے مگر اس درخت پر خزاں نہیں آنے دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" اصلها ثابت کیونکہ کلمہ طیبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جب دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے جب ذہن اس کو قبول کر لیتا ہے، جب روح میں یہ رچ بس جاتا ہے، تو دنیا کا کوئی انقلاب، کوئی زلزلہ، دنیا کا کوئی طوفان، دنیا کی کوئی آندھی، اس کو گرا نہیں سکتی۔ اسے اکھیڑ نہیں سکتی۔ یہ تمام حوادثات دہر کا مقابلہ سینہ تان کر کیا کرتا ہے۔ میں نے اور آپ نے بھی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ایسی مثالیں سنی ہیں، کہ جن کو سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی زبان پاک سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سبق پڑھایا تھا۔ جن کے دلوں کی زمین میں کلمہ توحید کا بیج نبی مکرم ﷺ نے لگایا تھا۔ ان پر کتنی تکلیفیں آئیں، انہیں کن کن مصائب و آلام کا مقابلہ کرنا پڑا۔

لیکن کوئی مثال ایسی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے، اپنا مال بچانے کے لئے، اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے یا آرام حاصل کرنے کے لئے دین کے اس رشتے کو، اس تعلق کو چھوڑ دیا، اور پھر کفر کی طرف لوٹ گئے ہوں۔ تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی بلکہ

Marfat.com

مصطفےٰ ﷺ نے جو لا الٰہ الا اللہ کا بیج لگایا۔ اس سے جو تن آور درخت پیدا ہوا وہ ہماری روح میں بس گیا، وہ ہمارے ذہن میں رچ گیا۔ ہمارے قلب کی گہرائیوں تک اس کی جڑیں پہنچ گئیں اور جس درخت کی جڑیں گہری اور پختہ ہوا کرتی ہیں اس کو حوادثات کی آندھیاں گرا نہیں سکتیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ اور نور قرآن:

آپ نے سنا ہوگا کہ! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابھی نہ فاروق اعظم تھے، نہ رضی اللہ عنہ تھے، ابھی صرف عمر بن خطاب تھے، ابھی دنیا ان کو یہ کہہ کر یاد کرتی تھی کہ وہ خطاب کا بیٹا ہے۔ اس کا عمر نام ہے۔ کفر کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کی عداوت کا آتش کدہ ان کے سینے میں دہکتا رہتا ہے۔ ان کی ساری کوششیں، ان کی ساری کاوشیں، ان باتوں پر ہوتیں کہ دین کے جھنڈے کو ہم سرنگوں کر دیں۔ اس دین کی شمع کو ہم گل کر دیں۔ اور یہ جو دعوت لے کر سرکار دو عالم ﷺ لائے ہیں۔ اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔ انہوں نے بڑی کوششیں کیں۔ لیکن اس دین کے ماننے والوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ کہ آج فلاں مشرف بہ اسلام ہو رہا ہے۔ آج فلاں نے سرکار ﷺ کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر کلمہ پڑھ رہا ہے۔ ہر روز اور ہر رات اسلام کے ماننے والوں سے عداوت کا جذبہ تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک دن یہ فیصلہ کیا کہ اس شخص کو ختم کر کے رکھ دوں گا۔ میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر یہ زندہ رہا تو ہمارے خداؤں کی بادشاہی، ہمارے خداؤں کی خدائی کا تختہ الٹ جائے گا اور ایک وقت آئے گا جب ان کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ تو اس وقت کے آنے سے پہلے میں یہ آخری قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔

وہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلتے ہیں۔ ننگی تلوار گلے میں لٹک رہی ہے۔ غصے اور ناراضگی کے آثار چہرے پر نمودار ہو رہے ہیں۔ گلی سے گزر رہے ہیں کسی نے پوچھا عمر کہاں غصے سے طوفان بنے بھاگتے جارہے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں تو معلوم ہے کہ اس شخص نے ہمیں تباہ برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارے خداؤں کی عظمت کا جھنڈا اس کی آمد سے گہنا رہا

Marfat.com

ہے۔ جب تک میں اس کو ختم نہ کرلوں اس کی زندگی کا چراغ گل نہ کردوں اس وقت تک مجھے چین نہیں آسکتا۔ آج میں آخری اقدام کے لئے جا رہا ہوں اور تلوار میں نے اس لئے بے نیام کی ہے کہ اس ذات پاک کی زندگی کا خاتمہ کردوں جو سارے عالم کی زندگی کا باعث ہے۔ تو اس نے کہا تم عجیب آدمی ہو تمہاری نادانی کی کوئی حد بھی ہے تم اس کو شہید کرنے کے لئے جا رہے ہو تمہاری بہن جس کا کلمہ پڑھ چکی ہے۔ اور اس کی غلام بن چکی ہے وہ اس کے دست مبارک پر بیعت کر چکی ہے۔ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تب ان کا قصد کرنا۔ جب انہوں نے سنا کہ میری بہن لات وعزیٰ کو چھوڑ کر محمد مصطفےٰ ﷺ کے خدا پر ایمان لا چکی ہے تو ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اپنی بہن کے گھر کی طرف لوٹے دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور اندر سے گنگنانے کی سی آواز آرہی ہے۔ آپ نے زور سے دستک دی۔ فاطمہ سہم گئیں آواز دی میں عمر ہوں دروازہ کھولو۔ وہ اپنے استاد سے قرآن کریم پڑھ رہی تھیں۔ سنا کہ عمر آرہا ہے اور کفر و شرک کی آلودگی سے ابھی ملوث ہے تو اس اندیشہ سے کہ مبادا! وہ کافر! خدا کے پاک کلام کو ہاتھ لگائے یا اس کی بے ادبی کرے انہوں نے اسے غلاف میں لپیٹا اور اونچی جگہ پر رکھ دیا تا کہ ان کا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچے۔

عمر داخل ہوئے پوچھا کیا کر رہی تھی، اس نے کہا کچھ نہیں ٹال مٹول کرنا چاہا عمر کہتے ہیں کہ میں نے سن لیا ہے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم مسلمان ہو گئی ہو۔ مارنا شروع کر دیا۔ عمر کا ہاتھ اور وہ ایک صنف لطیف جسم لہولہان ہو گیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ! اے عمر! تم میری جان تو نکال سکتے ہو لیکن مصطفےٰ ﷺ کی محبت میرے دل سے نہیں نکال سکتے۔ "اصلھا ثابت" جب ایمان کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں جب اس درخت کی جڑیں تحت الثریٰ تک پہنچ جایا کرتی ہیں۔ تو مصائب و آلام تکلیف و تعذیب کی کوئی آندھی اور طوفان اس کو اکھیڑ نہیں سکتا۔ اس کو ساقط نہیں کر سکتا۔ "اصلھا ثابت"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عشق خداوند

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بار بار دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا، آپ کے ہوش [illegible] لیکن بے ہوشی کے عالم میں بھی آپ کی زبان سے یہی نکلتا تھا۔ اَحَــــد "،

Marfat.com

اَحَـد" ، اَحَـد" جس خدا کو میں نے مانا ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے، اس کا کوئی ند نہیں ہے، اس کی کوئی ضد نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو! تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں کلمہ طیبہ کی حقیقت کو کس طرح تمہارے سامنے عیاں کر رہا ہوں۔ کس طرح اس کی حقیقت کو تمہارے سامنے واضح کر رہا ہوں۔ اور وہ بھی ایک مثال دے کر، فرمایا کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے جس طرح کہ ایک پاکیزہ درخت اور پاکیزہ درخت کی جو تین صفات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔

ایک تو یہ کہ اس کی جڑیں گہری ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شجرہ طیبہ کا مالی میرا محبوب مصطفےٰ ﷺ ہے اور جس کے دل کی مبارک اور زرخیز زمین میں میرے محبوب نے اپنے دست مبارک سے اس کلمے کا بوٹا لگایا ہے۔ جس کی جڑیں اس کے رگ و پے میں پہنچ گئی ہیں دنیا کی کوئی طاقت ان کو اکھیڑ نہیں سکتی۔

بقول سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ :

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے مَن وچ مرشد لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہُو
اندر بوٹی مُشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ہُو
جیوے مرشد کامل باہُو جیں ایہہ بوٹی لائی ہُو

وہ لوگ پھسلتے ہیں جن کے دل میں ایمان کی جڑیں پیوست نہیں ہوا کرتیں۔ جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے اس دعوت محمدی ﷺ کو قبول نہیں کیا ہوتا۔ وہ کبھی دولت کو دیکھتے ہیں، کبھی عہدہ دیکھتے ہیں، کبھی ڈر کر، کبھی خوف زدہ ہو کر، کبھی کسی لالچ میں آ کر، کبھی ادھر پھرتے ہیں اور کبھی ادھر پھرتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے ایک مرتبہ حقیقت کے روئے زیبا کی ایک جھلک دیکھ لی ہو ان کے بس میں نہیں ہوا کرتا کہ وہ اس نور حق کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف متوجہ ہوں تو کلمہ طیبہ کی پہلی خصوصیت یہ ہے! "اصلها ثابت" کہ جس کے دل میں کلمہ طیبہ کا بوٹا جڑ پکڑ لیتا ہے، اس

Marfat.com

انسان کی جان تو قربان ہوسکتی ہے، سر کٹایا جاسکتا ہے، جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے جاسکتے ہیں لیکن وہ ہاتھ جس نے مصطفےٰ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کلمہ طیبہ کا معاہدہ کرلیا ہے، وہ معاہدہ نہیں بھول سکتا۔ اس کی ایک نہیں ہزاروں، لاکھوں مثالیں آپ نے دیکھی ہیں اور سنی بھی۔

کلمہ طیبہ کی دوسری خصوصیت:

اللہ تعالیٰ نے شجرہ طیبہ کی دوسری خصوصیت یوں بیان فرمائی:

"اصلها ثابت وفرعها فی السماء" اس کی جڑیں جو اتنی گہری ہیں: تو اس کی شاخیں بھی چھوٹی نہیں ہیں مختصر نہیں ہیں۔ "وفرعها فی السماء" شاخیں آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں، جب اس کی شاخوں کی یہ کیفیت ہے کہ "وفرعها فی السماء" تو درخت جتنی اس کی جڑیں پختہ ہوں گی۔ جڑ جتنی گہری ہوگی، اتنی ہی اس کی شاخیں زیادہ ہوں گی، اتنی ہی اس کی ٹہنیاں زیادہ ہوں گی، اتنا اس پر پھل زیادہ لگے گا، اتنا ہی اس کا سایہ بھی گھنا ہوگا اور اس کے نیچے آکر ستانے والے آرام محسوس کریں گے۔

دوسری اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت بیان کی کہ اس کی شاخیں ٹنڈ منڈ نہیں ہیں، چند شاخیں نہیں ہیں، کہ نہ ان کا سایہ ہو، نہ ان کے نیچے کوئی پناہ لے سکے، نہ کسی کو سکون نصیب ہو سکے، نہ وہاں کوئی جگہ ہو کہ کوئی پھل لگ سکے، اس کی شاخیں تو پھیلتی پھیلتی آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں کی بلندیاں کیا ہوسکتی ہیں۔ عرش کی بلندیاں بھی کلمہ طیبہ کی بلندی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اصلها ثابت وفرعها فی السماء" اس کی ٹہنیاں کہاں تک پہنچی ہوئی ہیں، آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جس درخت کی شاخیں پھیل کر آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہی ہوں اس کے سایہ کا اندازہ آپ لگائیں، اس کے گھنے ہونے کا اندازہ لگائیں۔ اور اس پر پھل اور پھول لگنے کے جو بے شمار امکانات ہیں، ان کا اندازہ کیجئے، تب آپ کو پتہ چلے گا کہ کلمہ طیبہ کی کیا حقیقت ہے۔

Marfat.com

کلمہ طیبہ کی تیسری خصوصیت:

اللہ تعالٰی، وہ قادر کریم، وہ حکیم، وہ خالق مطلق، جو ہر چیز کا خالق بھی ہے "تُعْطِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا."

دنیا میں باغات ہیں، دنیا میں پھل دار درخت ہیں، کسی میں سال میں ایک بار پھل لگتا ہے، کسی میں دوسرے سال پھل لگتا ہے، کسی میں ایک سال پھل زیادہ لگتا ہے دوسرے سال کم، کبھی وہ کچا ہی گر جاتا ہے، کبھی اس کو بیماری لگ جاتی ہے، وہ سوکھ جاتا ہے، اس پر داغ لگ جاتا ہے اور پھر کسی کے استعمال کے قابل ہی نہیں رہتا۔

لیکن کلمہ طیبہ کا جو پاکیزہ درخت ہے، اس کے پھل کی شان الگ ہے۔ "تُعْطِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا." اس کی شاخیں بارہ مہینے اللہ تعالٰی کے اذن سے پھلوں اور پھولوں سے لدی رہتی ہے۔ "تُعْطِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا." پورا سال اس کلمہ طیبہ کے شجر کی ہر شاخ پھلوں سے، پھولوں سے لدی رہتی ہے۔ کہیں خوشبو آ رہی ہے، کہیں رنگت آنکھوں کو فرحت بخش رہی ہے، کہیں میٹھے لذیذ اور صحت بخش پھلوں کی فراوانی تن و دہن کی ضیافت کا سامان مہیا کر رہی ہے۔ "تُعْطِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا."

عام درخت پر سال میں ایک دفعہ پھل لگتا ہے، کہیں نقصان ہو جاتا ہے۔ لیکن ایمان کا درخت تمام نقائص سے پاک ہے، نقصانات سے بلند تر ہے، وہاں نہ موسم کی قید ہے نہ وہاں بیماری کا گزر ہے۔

شجرہ طیبہ ہر وقت پھلدار ہے، ہر وقت کا کیا مطلب ہے؟ ہر وقت پھلدار رہنے کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جب تک اس دنیا میں رہیں گے، اس وقت تک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا درخت آپ کو پھل دیتا رہے گا۔ اور جب یہاں سے انتقال کریں گے آپ قبر میں تشریف لے جائیں گے اور قبر میں ڈیرا ڈال لیں گے، تو وہاں بھی اس درخت کا پھل آپ کو ملتا رہے گا۔ اور جب میدان حشر میں آپ حاضر ہوں گے پھر بھی اس درخت کا ٹھنڈا سایہ آپ پر سایہ فگن ہوتا

Marfat.com

رہے گا۔ ہر وقت، ہر گھڑی، ہر آن اس کا پھل تیری ضیافت طبع کے لئے حاضر اور موجود ہے، کوئی وقت ایسا نہیں، کوئی گھڑی ایسی نہیں جب کہ وہاں پھلوں کی کمی ہو۔

فلسفہ ایصال ثواب:

جب کوئی آدمی ہم میں سے مرجاتا ہے اس کے لئے صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اس کے لئے قرآن کریم کا ختم کرتے ہیں، کلمہ شریف کا لاکھ نکالتے ہیں، درود شریف کا لاکھ نکالتے ہیں، تا کہ اس کا ثواب اسے ملے۔ یہ ہمارا اہل سنت کا دستور ہے ناں؟ کرتے ہیں ناں آپ بھی؟

اعتراض:

کچھ لوگ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ سب تم فضول باتیں کرتے ہو۔ یہ تمہاری ساری باتیں لایعنی ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ ہے قرآن کے خلاف ہیں کیونکہ قرآن تو کہتا ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی.

انسان کو اسی چیز کا اجر ملے گا، اسی چیز کا ثواب ملے گا، اسی چیز کا بدلہ ملے گا، جو عمل اس نے خود کیا ہے۔ وہ یہ پڑھ کر ہمیں ڈراتے ہیں کہ یہ جو تم نے سوانگ رچا رکھا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ سب لایعنی ہیں۔ قرآن یہ کہتا ہے (قرآن سے بڑھ کر سچی کون سی کتاب ہو سکتی ہے) کہ "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی."

جس کا معنی یہ ہے کہ کسی انسان کو کوئی ثواب نہیں ملے گا، کوئی اجر نہیں ملے گا، کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ مگر جس کے لئے اس نے خود کوششیں کی ہیں۔ یعنی جو نمازیں اس نے خود پڑھی ہیں، اس کا ثواب تو اسے ملے گا۔ جو روزے اس نے خود رکھے ہیں، جو صدقات اس نے خود کئے ہیں، اس کا ثوا اسے ملے گا۔ لیکن جو آدمی اس دنیا سے چلا جاتا ہے اس کا بیٹا یا کوئی دوسرا انسان اس کے لئے جو صدقات، قرآن خوانی وغیرہ کرتا ہے، یہ سب لایعنی ہے۔ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس قسم کی تفسیریں کرنے والے اور تقریریں کرنے والے خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں۔ مجھے آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ اللہ کے قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ یہ سچ ہے کہ "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا

Marfat.com

سعٰی. ''کہ انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی ہے۔

اب: پہلے تو میں آپ حضرات سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک آدمی بہترین نرسری سے آم کا ایک پودا

تا ہے، اس پودے کو آکر لگاتا ہے۔

جب وہ پودا لایا گیا:

۱۔ کیا اس کے ساتھ شاخیں اور ٹہنیاں تھیں۔

۲۔ کیا اس پر آم کا بُور تھا۔

۳۔ کیا آم کا پھل تھا۔

کچھ بھی نہ تھا صرف ایک چھوٹا سا پودا تھا، ایک شاخ تھی۔ لیکن جب وہ شاخ اس نے آکر

اور وہی شاخ جب بڑھی اور بڑھنے کے بعد وہ برگ و بار لائی۔ اس کی ٹہنیاں بڑھیں، اس کا

موٹا ہوا، موسم آیا۔ اس پر پھول لگے، وہ پھول امبیوں میں تبدیل ہوا، امبیوں سے چھوٹے آم

ے، یہاں تک کہ وہ پختہ ہو گیا۔ اب کوئی شخص یہ کہے کہ ان آموں کے ساتھ اس پودے کا کوئی

لق نہیں اس سے تجھے کیا سروکار ہے۔ یہ تیری چھوٹی سی وہ ٹہنی ہے جو تو لے آیا تھا باقی کے ساتھ

ا کوئی تعلق نہیں ہے۔ چونکہ تیرا عمل تو صرف اتنا ہے، کہ تو ایک ٹہنی لے آیا اور اس کو یہاں لگا دیا۔

ا تیرے کام میں کسی محنت کا کوئی دخل نہیں۔

تو کیا آپ اس کو عقل مند کہیں گے؟ آپ کہیں گے کہ پودا کس نے لگایا تھا۔

ا پودے کے جتنے پتے ہیں۔ اس پودے کی جتنی ٹہنیاں ہیں اس پودے کی جتنی شاخیں ہیں۔

ا پودے کے جتنے پھول ہیں۔ اس پودے کے جتنے پھل ہیں۔ اُس کے ہیں جس نے وہ ٹہنی

ئی تھی۔ اب ہمیں کوئی یہ آیت پڑھ کر سنائے کہ بھائی نہیں۔

'' لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی. '' انسان کے لئے وہ کچھ ہے، جو وہ خود کرتا ہے، اس

نے جو ایک ٹہنی لگائی تھی، اور یہ سارا باقی کا مال جو ہے، تو وہ پھر اس کا نہ ہوا۔ پھر اس سے چھین کر

پ کر جایئے۔

Marfat.com

اگر وہ ٹہنی لگا کر آپ پھل کھا سکتے ہیں اور سب کے مالک ہو سکتے ہیں۔ تو اس آیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ تو کسی نہ کسی طرح جب ایک بندہ اپنے دل کی زمین میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه مُـحَمَّد رَسُول اللّٰه کا بوٹا لگاتا ہے، وہ بوٹا جس کی مثال شجرہ طیبہ کے ساتھ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"تُعْطِىْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔" جو بارہ مہینے پھل دیتا رہتا ہے یہاں ہو تو اس کا ثواب ملتا رہے گا، وہاں حشر کے میدان میں بھی اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔ یہ تمہارا اپنا لگایا ہوا پودا ہے جس کا تم پھل کھا رہے ہو، یہ آپ کا اپنا لگایا ہوا پودا ہے جس کو آپ نے گل بہار کیا اور جس کا پھل آپ کھا رہے ہیں۔

تو اگر کافر مر جائے تو اس کے لئے کبھی کسی نے قرآن کریم کا ختم کیا ہے۔ اس کے لئے بھی کبھی کسی نے کلمہ شریف کا لاکھ نکالا ہے، اس کے لئے بھی کبھی کسی نے صدقہ و خیرات دیا ہے۔ کبھی نہیں دیا۔ کیونکہ وہاں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا درخت ہے ہی نہیں، جب درخت ہے ہی نہیں تو پھل کہاں سے لگے گا۔ یہ پھل وہاں لگتا ہے جہاں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّد رَسُول اللّٰه کا درخت ہے۔

یہ سارے ختم، یہ سارے کلمے، یہ سارے لاکھ، یہ ساری چیزیں، یہ پھل ہیں اس درخت کے جو تم نے اپنی زندگی میں لگایا اور جس کی نگہداشت کرتا رہا۔ جس کو تو نے پانی دیا اور سیراب کیا اور شیطان کی دست برد سے بچا کے تو نے اپنے سینے میں مقرر کیا۔ یہ اسی درخت کے پھل ہیں جو تم اس دنیا میں کھاؤ گے، قبر میں بھی کھاؤ گے، حشر میں بھی کھاؤ گے اور جنت میں بھی تم کھاؤ گے۔ جتنا کسی شخص نے اس درخت کی زیادہ حفاظت کی ہوتی ہے اتنا ہی اس کا پھل زیادہ لگتا ہے، جتنا درخت توانا ہوتا ہے، پھل بھی اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مقام:

آپ داتا گنج بخش کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوں تو کوئی قرآن مجید پڑھ رہا ہے، کوئی کلمے کا لاکھ نکال رہا ہے، کوئی درود پاک پڑھ رہا ہے، کوئی قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہا ہے، کوئی

Marfat.com

کسی طرح اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ اور یہ سب کچھ کر کے کہتا ہے یا رب العالمین اس سارے کا ثواب اپنے نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کو تحفۃً بھیجتے ہیں اس کے بعد اپنے اس مقبول بندے کو پہنچا۔ میں بھی جاتا ہوں، میں بھی عرض کرتا ہوں۔ آپ بھی جاتے ہیں تو آپ بھی عرض کرتے ہیں۔ لاکھوں آدمی دن میں آتے ہیں سارے عرض کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے جو مقام عطا فرما دیا ہے، اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ لیکن جو کلمے کا بوٹا آپ نے لگایا تھا، وہ اتنا زیادہ گل بہار ہے، وہاں پھل کی اتنی فراوانی ہے کہ جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

اسی طرح جیسے کسی کا مقام ہوتا ہے، اسی طرح اس پر زیادہ پھل لگتا ہے۔ اور جہاں کسی کے ایمان میں کمی یا ضعف ہوا کرتا ہے وہاں کوئی فاتحہ پڑھ دے تو پڑھ دے، نہ پڑھے تو نہ پڑھے حالانکہ اس بیچارے کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس نے اپنی زندگی میں شجرہ طیبہ کی صحیح طور پر آبیاری نہیں کی تھی، اس کی رکھوالی نہیں کی تھی، اس کی نگہداشت میں کوتاہی کا مرتکب ہوا تھا، اس لئے اس پر پھل بھی کم ہے۔

اور جنہوں نے اس کی جان دے کر حفاظت کی ان پر پھل بھی زیادہ ہے۔ ''تُؤْتِیْ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا.'' وہ پھل دیتا ہے کس وقت دیتا ہے، صرف خزاں میں نہیں، بہار میں نہیں، صرف گرمیوں میں نہیں، صرف سردیوں میں نہیں۔ ''کل حین''۔ ہر گھڑی اس درخت کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی ہیں اور لوگوں کو دعوت نظارہ دے رہی ہوتی ہیں۔

تو معلوم ہوا یہ ایمان کا درخت وہ شجرہ طیبہ ہے۔ جس نے اس کو لگایا، جس نے اس کی حفاظت کی، اس کی نگہداشت کی نہ اسکو دنیا میں کوئی کمی ہے اور نہ ہی قبر میں کوئی کمی ہے۔ اور نہ قیامت کے دن اسے خوف وحزن ہوگا۔ اللہ ہر خوف وحزن سے محفوظ رکھے۔

قرآن اور صاحب قرآن:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم ہم زیادہ سمجھتے ہیں یا جس ذات مقدس پر نازل ہوا تھا۔ وہ

Marfat.com

زیادہ سمجھتی تھی۔ آج کے مفسرین اور شیخ القرآن قرآن کریم کو زیادہ سمجھتے ہیں یا سرکار دو عالم ﷺ کی وہ ذات جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک کو نازل کیا؟ کون زیادہ سمجھتا ہے؟

حضور ﷺ کی ذات زیادہ سمجھتی تھی۔ کوئی بڑے سے بڑا، علامہ، محقق، اور کوئی بڑے سے بڑا شیخ القرآن اور شیخ الحدیث اس سمجھ کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جو افہام قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔ اگر کسی کی کوشش سے، کسی کی دعا سے اور کسی کے ایصال ثواب سے کسی کا بھلا نہ ہوتا تو حضور ﷺ ایسا کام کرتے؟

حضور ﷺ کو " لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى. " والی آیت یاد تھی یا کہ نہیں؟ یہ حضور ﷺ پر نازل ہوئی ناں! اور حضور ﷺ سے ہی سن کر آج چودہ صدیاں بعد ہمیں یہ آیت یاد ہو رہی ہے کہ " لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى. " اگر اس کا یہی مطلب ہوتا جو آج کل کے خود فریب مولوی صاحبان نے مقرر کر رکھا ہے۔ تو سرکار دو عالم ﷺ جن پر یہ قرآن کریم نازل ہوا تھا۔ اور جن کو زیادہ سمجھ تھی اس قرآن کریم کی، وہ قطعاً کوئی ایسی بات نہ کرتے جو قرآن کریم کی کسی آیت کے خلاف ہوتی۔

امت کی طرف سے قربانی:

آیئے حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھتے ہیں، بخاری، ترمذی، مسلم شریف، ابوداؤد، اور کوئی کتاب اٹھایئے، وہاں جب عید الاضحیٰ کا باب آپ کھولیں گے تو وہاں آپ کو ہر جگہ یہ حدیث پاک نظر آئے گی۔ کہ جب قربانی کا دن آیا کرتا تھا تو سرکار دو عالم ﷺ دو دنبے ذبح کیا کرتے تھے۔ پہلے ایک دنبے کی قربانی اپنی طرف سے اور پھر جب دوسرے دنبے کو زمین پر لٹاتے اس کے گلے پر چھری چلانے لگتے، تو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتے:

" اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنْ فُقَرَاءِ اُمَّتِیْ. "

میری امت کے جو فقراء ہیں، میری امت کے جو مساکین ہیں جن کے پاس اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی جیب سے پیسے نکال کر جانور خرید کر اس کو ذبح کر سکیں۔

Marfat.com

یارب العالمین! میں تیرا بندہ ہوں۔ میں تیرا رسول، میں تیرا محبوب اپنی امت کے ان غریبوں اور مسکینوں کی طرف سے تیری جناب میں یہ قربانی پیش کر رہا ہوں۔

دوسری قربانی کس کی طرف سے تھی؟ اس کا ثواب کس کو دیا؟ ان غریبوں کو ملا، ان امتیوں کو ملا، ان مسکینوں کو ملا جنہوں نے پڑھا تھا اپنے محبوب کا کلمہ۔ **لَا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ مُحَمَّد رَسُول اللّٰہ** تو معلوم ہوا جو عمل حضور ﷺ نے کیا اگرچہ اس میں چودھویں، پندرہویں صدی کے غریب کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اس کو بھی ثواب مل رہا ہے۔ چودہ صدیوں میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب، عرب و عجم، جہاں بھی حضور ﷺ کا مسکین اور غریب مخلص غلام ہے، سب کو ثواب مل رہا ہے۔

جب دنیادار، دولت مند اپنے پیسے سے جانور خرید کر قربانیاں دے کر ثواب لوٹتے ہیں تو جو غریب ہیں ان کی طرف سے ان کے آقا ﷺ نے جو قربانی دی ہے اس کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ تو سنت نے ہمیں بتایا کہ جو عمل کیا جاتا ہے اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت علیؓ کا سرکار دو عالم ﷺ کیلئے قربانی دینا:

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ قربانی دیتے تو ایک جانور حضور ﷺ کی طرف سے دیتے کہ اس کا ثواب سرکار دو عالم ﷺ کی ذات کو پہنچے۔

تو معلوم ہوا جو ہم نیک عمل کرتے ہیں، جو ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں، جو ہم ختم قرآن کرتے ہیں، جس کو یہ ثواب پہنچا رہے ہیں۔ وہ اگر ایمان کی دولت لے کر اس دنیا سے گیا ہوا ہے تو جتنا آپ اس کو ثواب پہنچائیں گے یہ اس کلمہ طیبہ کے پاکیزہ درخت کا پھل ہوگا۔ جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

"**تُؤْتِیْ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا**" وہ دنیا میں بھی پھل دے رہا ہے، قبر میں بھی دے رہا

Marfat.com

ہے، قیامت میں بھی دے گا، اور جنت میں بھی ہم اس کے پھلوں سے شاد کام ہوں گے۔تو اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کی مثال بیان فرماتے ہیں۔

"الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبہ۔"

کہ کلمہ طیبہ کیا ہے؟ کہوناں! کلمہ طیبہ" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ "اس کی مثال" کشجرۃ طیبہ۔ "اس درخت کی مثال ہے جو پاکیزہ ہے جس کی صفات مولا کریم بیان فرماتے ہیں:" اصلھا ثابت "اس کی جڑیں بہت گہری چلی گئی ہیں۔وفرعھا فی السّماء اوراس کی شاخیں اور ٹہنیاں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں۔ "تُعطِیْ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا۔ "اور اللہ کے اِذن سے ہر گھڑی اور ہر آن اس زندگی میں بھی، برزخ میں بھی، آخرت میں بھی، یہ درخت ہمیشہ پُر بہار رہے گا۔ ہمیشہ سدابہار رہے گا۔ ہمیشہ اس کی ٹہنیاں پھلوں سے لدی رہیں گی۔

گذارش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شجرہ طیبہ کی حفاظت کرنا کلمہ طیبہ کی نگرانی کرنا، شیطان کی دست برد سے، نفس کی دست اندازیوں سے اس کو بچانا، کسی بیماری سے اس کی حفاظت کرنا، اتنا قیمتی درخت جس کی برکتیں ہماری تینوں زندگیوں تک پھیلتی ہیں، یہ دنیا کی زندگی، برزخ کی زندگی اور پھر آخرت کی زندگی جس کی کوئی انتہا ہی نہیں، جو اپنی برکتوں کے سائے میں ہماری ان تینوں زندگیوں کو لئے ہوئے ہے۔اس کی خاطر کرنا، اس کی حفاظت کرنا، اس کی نگہداشت کرنا ہمارے اولین فرائض میں سے ہیں۔ یہ درخت تروتازہ ہوگا۔ یہ درخت بیماری سے محفوظ ہوگا۔ یہ درخت پُر بہار ہوگا۔تو اس کا پھل ہم دنیا میں بھی کھائیں گے، قبر میں بھی کھائیں گے اور آخرت میں بھی کھائیں گے۔

مولائے کریم ہمیں اس کلمہ طیبہ کی حفاظت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے جسکا بیج سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی امت کے دلوں میں کاشت کیا ہے۔واٰخِرُ دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین!

Marfat.com

باب دوم

شانِ رسالت ﷺ

Marfat.com

﴿ محسنِ کائنات ﷺ ﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

برادران اسلام! نہ سعدی کی شوخی، نہ جامی کا سوز، نہ غزالی کا ذوق ووجدان، نہ خسرو کا دردِ عشق، نہ رومی کی ژرف نگاہی، نہ اقبال کی ادائے دلبرانہ اور اندازِ قلندرانہ، یہ سراپا نقص اور مدحتِ سیدالانبیاء علیہ اطیب التحیۃ والثناء میں زبان کھولے تو کیسے؟

وادیٔ ایمن کا یہ نخلِ بلند اور اس پر ہوشربا تجلیات کا جھرمٹ، یہ بحرِ کرم اور اس کی بے پناہ فیاضیاں، یہ مہرِ عالم افروز اور اس کی نورافشاں کرنیں، یہ مرقع حسنِ ازل اور اسکی دلگیر دلربائیاں "فاطر السموٰت والارض" کا یہ شاہکارِ جمیل جو اپنی شانِ بندگی میں بے مثال اور اپنی شانِ محبوبی میں بے نظیر۔ جس نے زندگی کو رموزِ زندگی سے آگاہ کیا۔ جس نے انسان کو انسانیت کی خلعتِ زیبا سے نوازا، ایسے محبوبِ دلربا کی تعریف اور یہ دل باختہ قلم! اس جمالِ حقیقی کا بیان اور کج مج زبان۔ اس پیکرِ جود وسخا کی ثنا اور یہ شکستہ دل، بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔

لیکن اگر اس آئینۂ حق نما کی توصیف نہ کریں، تو کس کی کریں! اس سراپا زیبائی کا تذکار حسن نہ ہو تو کیا ہو؟ اللہ رب العزت کے محبوب بندے کے عشق میں اگر گیت نہ گائیں تو کس کے گائیں۔ اس محسن کریم ﷺ کی ثنا میں زبان زمزمہ سنج نہ ہو، تو پھر اس کا مصرف کیا ہے۔ اگر قلم اس کی مدحت میں نغمہ سرا نہ ہو، تو آخر وہ کیا کرے؟ عقل اگر اس کی عظمتوں کو خراجِ عقیدت پیش نہ کرے، تو کس کی عقیدت کا دم بھرے۔ دل اگر اس کے عشق کا دیپ روشن نہ کرے اور اس کے درد اور سوزِ فراق میں نہ جلے تو اس کی ضرورت کیا ہے؟

رازدانِ طریقت وشریعت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی سب کے دل کی بات اپنے مخصوص انداز میں کہہ چکے ہیں۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيَذْكُرْ جمال بثینۃ

Marfat.com

وَمَنْ شَاءَ فَلْيَغْزَ لْ بِحُبِّ الزَّيَانِبِ

"جس کا جی چاہے وہ بثینہ کے حسن و جمال کا ذکر کرتا رہے اور جس کا جی چاہے دوسرے محبوبوں کے عشق کے گیت گائے۔"

سَاذْكُرُ حُبِّىْ لِلْحَبِيْبِ مُحَمَّدٍ

اِذَا وَصَفَ الْعُشَّاقُ حُبَّ الْحَبَائِبِ

"دوسرے عشاق اپنے معشوقوں کی توصیف میں رطب اللسان رہا کریں۔ میں تو اپنے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کی داستانِ محبت ہی بیان کرتا رہوں گا۔"

اب پھر بہار آرہی ہے۔ عندلیبیں اور قمریاں پھر نواسنج ہونے والی ہیں۔ ربیع الاول کا چاند طلوع ہو رہا ہے۔ کئی حسین یادوں کو تازہ کرے گا۔ ان مبارک لمحوں کا ذکر چھڑے گا جب انسانیت کا بخت خفتہ بیدار ہوا تھا۔ جب مظلوموں کا غمگسار تشریف فرما ہوا تھا۔ جب آمنہ کے کچے کوٹھے میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے سمٹ آئے تھے اور ان خزانوں کو باذنِ الٰہی بانٹنے والا، لمہ لٹانے والا بڑی آن بان سے رونق افروز ہوا تھا۔

آؤ ! ساز محبت کو مضراب شوق سے چھیڑیں۔

آؤ ! اس مہِ کامل کی تابانیوں کا ذکر کریں۔

آؤ ! اس جہانِ بہار کے گیت گائیں اور روحِ کائنات کی لطافتوں کو آشکارا کریں۔

آؤ ! خالق ذوالجلال کی اس نعمتِ عظمیٰ کو پہچانیں اور اس کی قدر کریں اگر اس کا عرفان نصیب ہو گیا تو دل و دماغ اور زبان سب مل کر اپنے پروردگار کا شکر ادا کریں اور جب حق المقدور حق شکر ادا ہو گا تو اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ اس کی رحمت مائل بہ کرم ہو گی۔ دل کی اجڑی ہوئی بستی آباد ہو جائے گی۔ خود فراموشی اور خودشناسی خداشناسی میں بدل جائے گی۔" نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ ." کی جلوہ سامانیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔

Marfat.com

آؤ! پہلے اس سرِ نہاں کو خود سمجھیں، پھر لوگوں کو سمجھائیں، اس نوید یمن وسعادت کو پہلے خود سنیں، پھر ترستی ہوئی دنیا کو سنائیں۔ اور انہیں بتائیں کہ جس کی تبسم ریزیوں سے من کی دنیا میں چمن آباد ہیں اس کی حکیمانہ تعلیمات سے تن کی دنیا کی حرماں نصیبیاں بھی دُور ہو سکتی ہیں۔ جس کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو جانے سے عاقبت محمود ہوتی ہے۔ اس کے قدم ناز کے نقوش کو خضر راہ بنا کر ہم اس دنیا کو بھی فردوسِ بریں بنا سکتے ہیں۔ جس نے روز محشر میں سرخرو ہونے کا راستہ بتایا ہے۔ اس کی ہدایت پر عمل کر کے ہم مادی زندگی کے خارزاروں کو بھی گلستان بنا سکتے ہیں۔ اس کی اتباع سے ہم اپنے ربِّ کریم کو بھی راضی کر سکتے ہیں اور عروس گیتی کی اُلجھی ہوئی زلفوں کو بھی سنوار سکتے ہیں:

•

آج کی صحبت میں مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ معاشیات کے سنگلاخ میدانوں اور اداس وادیوں میں جب اس رحمتوں اور برکتوں والے نبی مکرم ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا تو وہاں کس طرح عزت نفس کے چراغ روشن ہو گئے۔ کس طرح حریتِ فکر وعمل کے پرچم لہرانے لگے۔ کس طرح عدل و احسان کے پھول کھلنے لگے اور انسان کی محرومیوں کا کس خوبی اور خوبصورتی سے درمان کر دیا گیا۔

انسان نہ صرف روح کا نام ہے نہ فقط جسم کا بلکہ دونوں کے مجموعے کو انسان کہا جاتا ہے۔ اس لئے نوع انسانی کا عالمگیر اور ابدی دین وہی ہو سکتا ہے جو روح اور جسم دونوں کے تقاضوں کو پورا کرے۔ جو دونوں کی نشو ونما اور بالیدگی کا ضامن ہو، دونوں میں باہمی کشمکش اور محاذ آرائی کو ختم کرے اور ان میں ایسی ہم آہنگی پیدا کر دے کہ دونوں ایک ہی راہ پر ایک ہی منزل کی طرف رواں دواں رہیں۔ مذہب کے نام پر جو نظام ہائے حیات اس وقت موجود ہیں وہ مادی نظام ہائے فکر سے مات کھا چکے ہیں۔ اب یا تو وہ نجی زندگی کی چار دیواری میں پناہ گزیں ہیں اور پناہ گزینوں کی طرح ایک بے اثر اور غیر آبرومندانہ زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔ اور یا انہوں نے مادی نظاموں کے باطل افکار کے ساتھ مصالحت کر لی ہے۔ اپنے ماننے والوں سے اب وہ یہ تقاضا نہیں کر سکتے کہ وہ بے راہ روی کو چھوڑ دیں، ان کا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ اس مذہب کا لیبل اپنے اوپر

Marfat.com

چھپائے رکھیں، اس کے بعد جو جی میں آئے کریں۔ شراب پئیں، جوا کھیلیں، قمار بازی کے لئے عالیشان زینہ تعمیر کریں، شبینہ کلبوں میں دادِ عیش دیں، ننگے ناچ ناچیں، حیوانی جذبات کی تسکین کے لئے بے شک وہ غیر حیوانی طریقے اختیار کریں۔ حتیٰ کہ مرد مرد کے ساتھ برملا شادیاں رچائیں، انہیں قانونی جواز اور عدالتی تحفظ میسر آجائے۔ وہ سُودی کاروبار کریں، جس طرح جی میں آئے ضرورت مندوں کا خون چوستے رہیں۔ مذہب کوئی مزاحمت نہ کرے گا۔ مغربی یورپ اور امریکہ وغیرہ میں عیسائیت کی بے بسی اور مجبوری کو دیکھ کر باشعور انسان کی آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

رہے موجودہ دور کے مادی نظام، تو ان کے علمبرداروں کے نزدیک انسان کے انسانی پہلو کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ انہوں نے اس کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ رہا انسان کا حیوانی پہلو تو اس میں بھی سرمایہ داری اور اشتراکیت کے نظاموں میں جو خوفناک تصادم برپا ہے، اس نے انسانیت کا حلیہ بگاڑ دیا ہے بلکہ اس کی ہڈیاں پیس کر رکھ دی ہیں۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو تہس نہس کرنے کے لئے اپنے جنگی ذخائر میں ہر آن مہلک ترین اسلحہ کا اضافہ کرتے جا رہے ہیں جب بھی کسی نے بٹن دبایا، تو دنیا بھر میں ایک کہرام مچے گا جو مشرق و مغرب دونوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔

نظام سرمایہ داری اگر انسان کی محنت اور عرق ریزی کو کوئی وقعت نہیں دیتا تو اشتراکی کیمپ انسان کی حریت ضمیر اور آزادی فکر کو برداشت نہیں کرتا اور اسے آہنی زنجیروں میں جکڑ دینے کے در پے ہے۔

اس ہنگامۂ دار و گیر میں کہیں امید کی کرن نظر آتی ہے، تو وہ سید کائنات فخرِ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین فطرت ہے، جسے ہم اسلام کے نام سے پہچانتے ہیں میں یہاں بڑے اختصار کے ساتھ ان خطوط کا اجمالی تذکرہ کروں گا جو اس دین حنیف نے انسانی زندگی کو متوازن، خوشحال، پاکیزہ اور بابرکت بنانے کے لئے پیش کئے ہیں۔

دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے انسان کی جسمانی زندگی، اس کے تقاضوں اور اس کی مادی

Marfat.com

ضرورتوں کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا، یہ نہیں کہا کہ آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ترک دنیا ناگزیر ہے۔ اپنے ماننے والوں کو جنگلوں، پہاڑوں، ویران جزیروں میں بھاگ جانے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ اسلام کے نزدیک انسان میں مستور ممکنہ قوتیں فقط اسی وقت بیدار ہوتی ہیں جب وہ کشمکش حیات میں بھرپور حصہ لیتا ہے۔ اس کی توانائیوں کی آزمائش کے لئے حادثات سے ٹکرانا ضروری ہے۔ زندگی کی گراں باریوں سے نجات حاصل کر کے کسی گوشۂ عافیت میں پناہ لینا مومن کے لئے جائز نہیں، اس کے ہادیٔ برحق نے وضاحت سے فرمادیا۔ " **لا رھبانیۃ فی الاسلام** " اس لئے قرآن کریم میں اور احادیث نبوی میں بڑے شوق آفرین انداز میں کسب مال اکتساب دولت اور حصول منفعت کی دعوت دی گئی ہے۔ ارشادِ گرامی ہے۔ " **فاذا قضیت الصلٰوۃ فانتشر وافی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ .** " یعنی جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو۔ چنانچہ اس آیت میں مال کو فضلِ الٰہی فرما کر اس کی عزت افزائی کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۂ فاطر میں ارشاد ہے:

" **وتری الفلک فیہ مواخر لتبتغوا من فضلہ و لعلکم تشکرون .**

یعنی تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پانی کو چیر کر جاری ہیں۔ تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ اس کا شکر ادا کر سکو۔

یہاں بھی مال کو اپنا فضل فرمایا ہے سورۂ نساء میں مال کو زندگی کا سہارا کہا گیا ہے اور یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے اموال احمقوں اور نادانوں کے سپرد نہ کرو تاکہ وہ سوئے تصرف سے تمہیں زندگی کے اس سہارے سے محروم نہ کردیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللّٰہ لکم قیاماً۔ (النسآء۔ ۵)

احادیث طیبہ میں بھی مسلمانوں کو کسب حلال کی رغبت دلائی گئی ہے حضور کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ " **طلب الحلال واجب علٰی کل مسلم** ۔" رزق حلال کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ایک اور مقام پر رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

" طوبیٰ لمن طاب کسبه و صلحت سریرته و کرمت علانیة وعزل عن الناس شرّهٗ."

وہ انسان بڑا فیروز بخت اورارجمند ہے جس نے پاکیزہ مال کمایا۔جس کا باطن نیک اور جس کا ظاہر محترم ہے۔اوراس نے لوگوں کو اپنی شرانگیزی سے محفوظ کر دیا۔

آپ نے ایک صحابی کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ محنت مزدوری کرنے سے سُوج گیا ہے۔ ارشادفرمایا:" تلک یَدٌ یحبها الله ورَسُوله . "یعنی کسب رزق میں مزدوری کرنے سے سوج جانے والا وہ ہاتھ ہے جسے اللہ تعالیٰ اوراس کارسول ﷺ پسند فرماتے ہے۔ان احادیث اورآیات سے واضح ہو گیا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو کسب مال سے روکتا نہیں ہے، بلکہ رغبت دلاتا ہے اوران کی جدوجہد کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔لیکن اسکے باوجود وہ مال کمانے کی کھلی اجازت نہیں دیتا بلکہ اکتسابِ مال کے بعض ذرائع کو جائز قرار دیتا ہے اور بعض کو ناجائز۔ وسائل معاش میں جائز اور ناجائز، حلال اور حرام کی اساس یہ ہے کہ تمام وہ ذرائع جن میں دوسرے شخص کی ضرورت، مجبوری، سادہ لوحی یا ناتجربہ کاری سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہو یا دھوکہ دہی یا جبر سے کسی کا مال ہتھیا لیا گیا ہو، وہ تمام وسائل شریعت میں ممنوع اور خلاف قانون ہیں۔ سُود، جوا، ذخیرہ اندوزی، رشوت، بلیک مارکیٹنگ، اور دیگر ہر قسم کی دھاندلیاں اسلام کے نزدیک حرام ہیں۔ان ذرائع سے کمایا ہوا روپیہ اگر خدا کی راہ میں بھی خرچ کر دیا جائے تو اس کی پذیرائی نہیں ہوتی۔ایسے رزق سے جسم میں قطرہ خون بنتا ہے جو گوشت پوست کی صورت اختیار کرتا ہے۔ارشادِ مصطفویٰ ﷺ کے مطابق وہ جہنم میں جلایا جائے گا۔حضرت ابنِ عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

" لا یغبطن جامع المال من غیر حلّه اوقال من غیر حقه فانه انْ تصدّق به لم یُقبل منه وما بقی کان زاده الی النار "

وہ آدمی جوحرام ذریعہ سے مال جمع کرتا ہے وہ خوش نہ ہوگا، اگر وہ اسے خیرات بھی کرے

Marfat.com

گا تو وہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ اور جو باقی رہے گا وہ جہنم کے لئے زادِ راہ ثابت ہوگا۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یا کعب بن عجرۃ انہ لایدخل الجنۃ لحمٌ نبتَ من سُحتٍ."

اے کعب بن عجرہ، وہ گوشت جو حرام رزق سے پیدا ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

دولت کی کثرت اور فراوانی قلب و ذہن میں بسا اوقات بڑے ناخوشگوار تاثرات پیدا کر دیتی ہے۔ کم ظرف انسان دولت ہی کو شرفِ انسانی کا معیار سمجھنے لگتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو دولت میں ان سے فروتر ہو، ان کی نگاہوں میں گھٹیا اور حقیر دکھائی دینے لگتا ہے اور وہ ہر شخص جو ان سے زیادہ دولت مند ہوتا ہے وہ انہیں معظم و محترم نظر آنے لگتا ہے۔ دولت کی حرص تیز تر ہو جاتی ہے۔ وہ دولت آفرین ہاتھوں کو صحیح معاوضہ دینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ وہ اپنی دولت کے بل بوتے پر معصوم عصمتوں کو داغدار اور محترم حقوق کو زک پہنچانے سے باز نہیں آتا۔ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ زیرک اور دانش ور شمار کرنے لگتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ فتور بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک وہی برگزیدہ خلائق ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے بارگاہِ الٰہی سے اسے سندِ جواز حاصل ہے۔ وہ ملکی دولت کے سارے سوتوں کا رخ زور و جبر سے یا مکر و فریب سے اپنی طرف پھیرنے میں سر ہو جاتا ہے۔ اس کی آتشِ جوع ہر دم بھڑکتی رہتی ہے، اس کی تشنہ لبی میں ثروت کی بے پناہ کثرت کے باوجود کوئی کمی نہیں آتی۔ اسلام ایسے انسان کو اپنے معاشرے میں ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ وہ اپنے ماننے والوں کی ابتداء سے ہی ایسی تربیت کرتا ہے اور ان کو ایسی راہ پر گامزن کرتا ہے کہ اس کی زندگی میں ایسا کوئی مرحلہ نہ آئے جب وہ دوسرے انسانوں کی شرافت اور احترام کو صرف دولت کے معیار پر پرکھنے کا خوگر ہو جائے۔ وہ تمام وسائل جن کی وجہ سے دولت کا بہاؤ کسی فردِ واحد یا معاشرہ کے ایک مخصوص طبقہ کی طرف مڑ جاتا ہے، اسلام نے ان کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔ وہ ممالک جہاں سرمایہ داری کا عفریت اپنے ہم وطنوں کا خون چوس رہا ہے۔ اور ضرورت مندوں کی ہڈیوں کو چبا رہا ہے۔ اگر ان کے حالات کو آپ بنظرِ غائر دیکھیں گے تو آپ اس نتیجہ پر

Marfat.com

پہنچیں گے کہ دولت کی اس غیر متوازن بلکہ ظالمانہ تقسیم میں ان وسائلِ معاش کا ہی عمل دخل ہے، جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ جو قوم یا جس ملک کے باشندے اسلامی وسائلِ معاش کی اس تقسیم پر ایمان رکھتے ہیں، اور حرام ذرائع سے ایک پائی کمانا بھی جرم تصور کرتے ہیں۔ وہاں کے معاشرہ میں دولت کی یہ ظالمانہ تقسیم آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

دوسرے مذہبوں کے برعکس اسلام کا اندازِ اصلاح یہ نہیں کہ پہلے غلاظت کے ڈھیروں کو جمع ہونے کی کھلی چھٹی دے۔ اور جب ان کی عفونت سے دماغ پھٹنے لگے، تو ان غلاظت کے ڈھیروں کو دور کرنے کی مجنونانہ مہم میں تخریب کاری کو روا رکھنا شروع کر دے۔ ابتدا میں مرض کا سدِ باب نہ کیا۔ جب جسم کے ہر حصے کو وہ متاثر کر چکیں تو پھر اس کے علاج کے لئے قطع و برید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اسلام ان راستوں کو ہی بند کر دیتا ہے اور ان دروازوں کو ہی مسدود قرار دیا ہے جہاں سے اس قسم کی خرابیاں معاشرے میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر ایک سُود کو کسی ملک میں حتمی طور پر رد کر دیا جائے تو وہاں چند دنوں میں سرمایہ داری کا ظالمانہ نظام دم توڑ دے گا۔ اگر رشوت، جوا بازی، ذخیرہ اندوزی کی لعنتوں سے کوئی قوم اپنا دامن بچا لے تو معاشی ناہمواریاں اور خوفناک نشیب و فراز کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ اسلام نے وہ تمام راہیں بند کر دیں جن کے ذریعے سرمایہ داری کو غذا پہنچتی ہے۔ اور اس کا دیو انسانی شرافت کے مقدس اور نورانی میناروں کو پامال کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتا ہے۔

پاکستان میں بھٹو حکومت کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے بائیس خاندانوں کے خلاف بڑا شور مچایا گیا۔ ان کو وطن کا غدار، غریبوں کے حق غصب کرنے والا، محنت کش طبقہ کا خون چوسنے والا اور معلوم نہیں کن کن القاب و خطابات سے نوازا گیا۔ لیکن اس تحریک کے علمبرداروں کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ ان اسباب و عوامل کا تجزیہ کریں جن کی وجہ سے بائیس خاندان معرضِ وجود میں آئے۔ کئی سال کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن پاکستان کی معاشی حالت زبوں سے زبوں تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ پہلے صرف بائیس (۲۲) خاندان تھے اب کئی سو بلکہ کئی ہزار قسم کے مگرمچھ پیدا ہو گئے۔ جو عوام کی ہڈیوں کو

Marfat.com

چبانا اپنا پیدائشی حق تصور کرنے لگے ہیں۔ جب تک حکومت ایسے بالغ نظر اور تعلیمات اسلامی پر یقین محکم رکھنے والوں کے ہاتھوں میں نہ آئے گی، اصلاح احوال کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ ایسی صورت میں خدانخواستہ اگر یہ لوگ سینکڑوں سال تک بھی ایوانِ اقتدار میں فروکش رہیں تو یہ عوام کی حالت کو سُدھار نہیں سکتے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ پر جو کتاب مقدس نازل ہوئی تھی اس میں بار بار سرمایہ دارانہ ذہن کی سفاکیوں، فتنہ انگیزیوں اور مفسدہ پردازیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

" واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا ." (بنی اسرآئیل ۱۶)

"یعنی جب دولت مند اور متمول طبقہ فسق و فجور کا بازار گرم کر دیتا ہے تو ان پر نزولِ عذاب لازم ہو جاتا ہے اور ہم انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

سورہ سبا میں ہے کہ دولت کی فراوانی کے باعث ان کے امراء و اغنیاء کے ذہن اتنے بانجھ ہو گئے تھے کہ جو انبیاء اپنی صداقت کی روشن نشانیاں لے کر مبعوث کئے گئے تھے اور جن کی آمد کا مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں ان کی بدکاریوں کے ہولناک انجام سے بروقت متنبہ کریں۔ انہوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اپنی غلط فہمی کا برملا اظہار کر دیا کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔ ان کے بیٹوں کی تعداد کافی ہے، کوئی طاقت انہیں سزا نہیں دے سکتی۔ ارشاد ربانی ہے:

" وما ارسلنا فی قرية من نذير الا قال مترفوها انا بما ارسلتم به كافرون وقالوا نحن اكثر اموالا واولادا ومانحن بمعذبين (سبا۔۳۵)

"یعنی جب ہم کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجتے ہیں تو وہاں کا دولت مند طبقہ برملا کہہ دیتا ہے کہ اے رسولو! ہم تمہاری دعوت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہمارے پاس دولت کی انبار ہیں اور اولاد کثیر ہے۔ ہمیں کوئی عذاب نہیں دیا جا سکتا۔"

اس لئے اسلامی معاشرے میں سرمایہ داروں کے پنپنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن اس

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کے ساتھ برسرِ پیکار ہونے کی جو حماقت اشتراکیت نے کی ہے، اسلام کا دامن اس سے بھی یکسر منزہ ہے۔ روس میں اشتراکی انقلاب کو برپا ہوئے پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ انفرادی ملکیت کو ختم کرنے کے لئے بڑے ہی پاپڑ بیلے گئے ہیں، اور مظالم کی انتہا کردی گئی ہے۔ صرف روس میں نجی جائداد کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے کروڑوں روسیوں کا خون بہایا گیا ہے۔ لیکن انسانی فطرت کو مسخ کرنے یا بدلنے کی مہم میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسلام جس طرح عقیدہ، تحریر اور تقریر کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے بلکہ اس کو عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان کی حریت عملی پر بھی بے جا پابندیاں لگانے کا قائل نہیں۔ جب تک کوئی شخص اسلام کی وضع کردہ حدود کو پامال نہیں کرتا، وہ اپنی تخلیقی، تعمیری قوتوں کو بروئے کار لانے میں بالکل آزاد ہے اور اسلام اس کو اس آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ اور وہ اپنے عمل سے جو جائز ثمرات حاصل کرے گا، اسکی حفاظت کا اس سے عہد کرتا ہے۔ اگر مملکت اسلامیہ کا کوئی شہری قواعد وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے جائز اور حلال ذرائع سے دولت کماتا ہے۔ تو اسلام ایسے شخص کو معاشرہ کا بہترین فرد شمار کرتا ہے۔ لیکن اس طرح کی کمائی ہوئی دولت کو بھی ایسے حکیمانہ انداز سے ایک ہاتھ سے لے کر متعدد اشخاص میں بانٹ دیتا ہے کہ دولت کی فراوانی سے جن بُرے نتائج کے ظہور کا خطرہ ہوتا ہے، ان کا سدِ باب بھی ہوجاتا ہے اور کسی کی دل شکنی اور دل آزاری بھی نہیں ہوتی۔ اور کسی کے جوش عمل میں بھی کوئی ضعف پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ہے اسلام کا نظامِ وراثت اور وصیت جس میں متوفی کی متروکہ، منقولہ اور غیر منقولہ دولت اس کے بیٹوں، اس کی بیٹیوں، اس کی بیوی، اس کے ماں باپ اور بعض حالتوں میں کئی دوسرے قریبی رشتہ داروں میں بٹ جاتی ہے۔ وصیت کے ذریعے وہ اپنی متروکہ دولت کی ایک تہائی غیر وارثوں کو بھی دے سکتا ہے۔ اسلام ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ صرف بڑا بیٹا جدی جائداد کا وارث ہو اور باقی اولاد کو محروم کردیا جائے۔ یا صرف بیٹوں کو وراثت میں حصہ ملے اور بیٹیوں کو محروم کردیا جائے۔ یا کوئی شخص کسی تُرنگ میں آکر اپنے وارثوں کو محروم کردے اور غیر وارث کو ساری جائداد کا مالک بنادے۔ جس طرح یورپ

Marfat.com

کے مہذب و شائستہ لوگ ساری جائداد اپنے کتوں اور بلیوں کے نام وصیت کر جاتے ہیں، اور اپنے وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں۔

ہر ملک میں خواہ وہ معاشی طور پر ترقی یافتہ ہی کیوں نہ ہو، ایک طبقہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو بعض ناگزیر وجوہات کے باعث افلاس و تنگ دستی کا شکار ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے صاحب حیثیت لوگوں پر ڈالی ہے۔ جہاں اپنی عبادت کا ذکر کیا ہے وہاں حاجت مند طبقہ کی اعانت کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی ہے کہ اسلام کی نظر میں صرف رسومِ عبادت کا بجالانا ہی نیکی نہیں ہے بلکہ صدق دل سے ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے اپنے رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں میں مال تقسیم کرنا حقیقی نیکی ہے۔

"لیس البر ان تُو لو ا وجو هكم قبل المشرق والمغرب ولكن البِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِـالله واليوم الآخر والملائكة والكِتاب والنبيين واتى المال على حبه ذوى القربىٰ واليتمىٰ و المساكين وابن السبيل والسائلين و فى الرقاب."

(البقره. ١٧٧)

"نیکی بس یہی نہیں کہ نماز میں تم اپنا رخ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ نیکی کا کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر اور اپنا مال اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں کو دے اور غلاموں کو آزاد کرائے۔"

سورہ مدثر میں بڑے مؤثر پیرائے میں اس حقیقت کو ایک نئے انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ اہل جنت اہلِ جہنم سے پوچھیں گے۔ "ماسلککُمْ فى سقر." "تمہیں کون سا جرم دوزخ میں لے گیا۔ تو وہ جواب دے گے۔ "قالو لم نک من المصلين ولم نک نطعم المسكين." (المدثر ۴۲) کہ ہم اس جرم کی پاداش میں دوزخ کا ایندھن بنا دیے گئے ہیں کہ ہم اپنے پروردگار کی جناب میں سجدہ نہیں کرتے تھے، نیز ہم مسکینوں اور غریبوں کو کھانا نہیں

Marfat.com

کھلاتے تھے۔" گویا قرآن کریم کی نظر میں نماز ادا نہ کرنا اور کسی غریب کی ضروریاتِ زندگی کو بہم نہ پہنچانا دونوں یکساں نوعیت کے گناہ ہیں۔

بلکہ سورۂ ماعون میں بڑی وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ جو شخص یتیموں کی توہین کرتا ہے ان کو اپنے ہاں سے دھکے دے کر نکال دیتا ہے۔ اور مساکین وغرباء کی بنیادی ضرورتوں کو بہم پہنچانے کی ترغیب نہیں دلاتا، وہ قیامت پر یقین ہی نہیں رکھتا۔

" ارئیت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین۔" (الماعون۔ پارہ ۳۰)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق سے غریبوں کی امداد نہیں کرتے اور ان کی ضرورت کی بہم رسانی میں اپنا فرض ادا نہیں کرتے ان کے بارے میں قرآن حکیم کے دل دہلانے والے ارشادات سماعت فرمائیے۔ ارشاد ہے:

خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ انہ کان لا یومن باللہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین۔ (الحاقۃ)

"اس (نابکار) کو پکڑلو۔ اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے بھڑکتی آگ میں پھینک دو، پھر اسے ستر گز لمبے زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ (بدبخت) خداوندِ عظیم پر ایمان نہیں لایا تھا۔ اور نہ ہی وہ غریبوں کی خوراک مہیا کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔"

ان آیات میں جو رُعب اور جلال ہے، اس سے دل کانپ اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک منصف مزاج انسان پر یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ کہ نبی رحمت ﷺ نے انسان کی مادی ضروریات کو انتہائی اہمیت دی ہے اور جو شخص اپنے ضرورت مند بھائیوں کی امداد کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، وہ قیامت کا منکر ہے اور اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور اس کا ان برکتوں میں کوئی حصہ نہیں۔ جو اسلام کے زیرِ سایہ انسان کو نصیب ہوتی ہے۔ اسلام نے صرف پندو موعظت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ قانونی طور پر ضرورت مند لوگوں کی کفالت کو اسلامی معاشرہ پر لازم

Marfat.com

قرار دے دیا ہے، جس کی ادائیگی ہر شخص پر حسب حیثیت لازم ہے۔ اس کے علاوہ مختلف دلنشین اسالیب سے ضرورت مند لوگوں کی امداد کا دلوں میں شوق پیدا کر دیا کہیں فرمایا کہ ان لوگوں کو امداد کے لئے جو تم خرچ کرتے ہو وہ گویا تم اپنے پروردگار کو قرض دے رہے ہو، جو تمہیں یقیناً واپس ملے گا کہیں فرمایا کہ تم اگر اپنے ضرورت مند بھائیوں کی امداد کے لئے ایک روپیہ خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض کم از کم دس گنا تمہیں عنایت فرمائے گا۔ اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ ذرا اس آیت کو بھی گوش وہوش سے سماعت فرمائیے۔ اس آیت کو سننے کے بعد اور اس کو سمجھ لینے کے بعد دل میں ایسا ولولہ اٹھتا ہے کہ ہر چیز اپنے ضرورت مند بھائیوں کی امداد کو لٹا دینے کو جی چاہتا ہے۔

"مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضعف لمن یشاء والله واسع علیم. (البقرة)

"یعنی ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو، جو اُگے اور اس میں سات خوشے لگیں اور ہر خوشہ میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کر دیتا ہے، جس کے لئے چاہتا ہے۔"

یہی وہ پاکیزہ تعلیمات تھیں، یہی وہ صحیح تربیت تھی، یہی وہ قرآن کا اعجاز تھا، اور یہی وہ اسلام کا روح پرور نظام تھا۔ جس نے ان قوموں کی کایا پلٹ دی، جنہوں نے اس کو قبول کیا اور ان ملکوں کو جنت نظیر بنا دیا، جہاں اس کی برکتوں والا پرچم لہرایا۔

قرآن کریم کی اعجاز آفرینی آج بھی اپنے شباب پر ہے۔ اسلام کی برکتوں اور سعادتوں کا چشمہ شیریں آج بھی اُبل رہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ادائے رحمة للعالمینی اتنی وسیع ہے کہ ستم رسیدہ، افلاس گزیدہ انسانیت کو اس کے ظلِ عاطفت میں پناہ مل سکتی ہے بشرطیکہ ہم منافقت کو ترک کر دیں۔ شک وارتیاب کی دلدل سے اپنے آپ کو نکال لیں۔ ایمان صادق اور یقین محکم سے ان تعلیمات کو اپنا لیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم رحمت للعالمین ﷺ کے ذریعے سے ہمارے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے نازل فرمائی ہیں۔ جس مبارک ہستی کا ہم یوم میلاد ہر سال

Marfat.com

جاتے ہیں اس کے ساتھ محبت اور عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لائے ہوئے دین پر خود عمل پیرا ہوں اور دوسروں کے لئے راہِ حق پر گامزن ہونے کا دلکش نمونہ پیش کریں اس محسنِ انسانیت ﷺ کو دین اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ اس کے احکام کی تبلیغ کے لئے کون سا ستم ہے جو محبوب رب العالمین نے برداشت نہیں کیا، کون سی مصیبت ہے جسے گوارا نہیں کیا۔ حضور ﷺ کے مقدس پاؤں میں کانٹے چبھے۔ حضور ﷺ کو شہید کرنے کے لئے کفار نے انگنت منصوبے بنائے، اپنے وطن سے نکالا، بارہا مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی۔ ان جنگوں میں نبی اکرم ﷺ کے پیارے صحابہ اور عزیز رشتہ دار شہید ہوئے۔ ان تمام آلام و مصائب کو اس رحمت عالمیان نے بخوشی گوارا کیا تا کہ اللہ تعالیٰ کا نام اونچا ہو اور اس کا دین پھیلے تا کہ انسانیت کی نکبت اور زبوں حالی کا دور ختم ہو، اور صبح صادق طلوع ہو۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی محبت کا دم بھرتے ہیں، حضور ﷺ کی غلامی کے رشتہ پر فخر کرتے ہیں۔ تو ہمارا یہ فرضِ اولین ہے کہ ہم سب راعی اور رعایا،

حضور ﷺ کے یوم میلاد کو اس عزم کے ساتھ منائیں کہ ہم دینِ حق کی جو شمع اس سہانی گھڑی میں فروزاں کی گئی تھی اس سے اپنی تاریک دنیا کو بھی منور کریں گے۔ ظلم، جہالت اور گمراہی کا اندھیرا جہاں جہاں خیمہ زن ہے، اس کا قلع قمع کر دیں گے۔ آج کی مادیت گزیدہ انسانیت کو اسلام کے تریاق کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک پاکستان اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر اخلاقی بلندی، رُوحانی بالیدگی، اور معاشی خوشحالی کا مُرقّع زیبا نہ بن جائے۔

چند سال سے عید میلاد منانے کے لئے جو جلوس نکالے جاتے ہیں ان میں رفتہ رفتہ وہ تقدس، وہ احترام ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ میلاد کے جلوسوں میں بھنگڑا اور لڈی، فلمی گانے، مردوں اور عورتوں کا اختلاط، یہ چیزیں قطعاً اسلام گوارہ نہیں کر سکتا۔ اہل حل و عقد اور اربابِ اثر و نفوذ کا فرضِ اولین ہے کہ وہ اس تقریب کے تقدس کو ہرگز ہرگز آلودہ نہ ہونے دیں۔ اور بدتمیزی کی اٹھتی ہوئی ان موجوں کو اسی وقت ختم کر دیں۔

Marfat.com

کمال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد فاعو ذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم للہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ط

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا. (الاحزاب)

برادران اسلام! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مالک اپنی ملکیت میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار رکھتا ہے، وہ چاہے تو اسے بیچ دے، چاہے تو کسی کو ہبہ کر دے، چاہے تو اپنے ذاتی استعمال میں لے آئے، اس پر کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ مالک ہونے کی حیثیت سے ہر قسم کے اختیارات صرف اسی کو حاصل ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے حقیقی بھائی اور عزیز ترین قریبی رشتہ دار کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کی مملوکہ چیز کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال میں لا سکے۔

وہ ذات پاک جو زمین و آسمان کا مالک ہے، جو پوری کائنات کا خالق ہے، کیا اس کے کارخانہ قدرت میں اس کی مرضی کے بغیر کوئی کام کیا جاسکتا ہے؟ نہیں، بلکہ اسی کا حکم جاری و ساری ہوگا۔ اس کے فرمان کے سامنے ہر کسی کو سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔ اسی کے ارشاد کے مطابق اس کی مخلوق کو اپنی زندگی کے شب و روز بسر کرنا ہوں گے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ اس مالک حقیقی کی مرضی کیا ہے؟ اس خالق کائنات کا مقصد و مدعا کیا ہے؟ ہم میں تو یہ تاب و تواں نہیں کہ براہ راست اس سے فیض حاصل کر سکیں، اس کی مرضی اور منشاء معلوم کر سکیں۔ ہم تو اس کے بنائے ہوئے آفتاب کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ لمحہ بھر میں آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ تو وہ ذات پاک جو منبع نور ہے، اُس کو دیکھنے کی کیسے جرأت ہو سکتی ہے۔ اس کی ایک تجلی نے کوہ طور کو جلا کر راکھ کر دیا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر غش کھا کر گر پڑے تھے تو پھر ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ہمارے

Marfat.com

خالق کی مرضی کیا ہے؟اس کی خوشنودی اور پسند کس بات میں ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے کیا نہیں چاہتا۔ ہم براہ راست اس سے فیض حاصل کر کے اس کا عندیہ معلوم نہیں کر سکتے۔تو اس نے ہماری اس کمزوری اور بے بسی پر رحم کیا۔ ہماری اس لاچاری اور بے کسی پر کرم کیا۔اس مقصد کے لئے انبیاء مبعوث فرمائے، اور ان سے کہا میں تمہیں بتاؤں گا، اور تم مخلوق کو بتانا کہ تمہارے پیدا کرنے والے کی کیا مرضی ہے؟ تمہارا مالک تم سے کیا چاہتا ہے۔ اگر تم اپنے پروردگار کو راضی کرنا چاہتے ہو تو ہمارے احکامات کی پیروی کرو۔ اگر تم اپنے خالق و مالک کو راضی کرنا چاہتے ہو،تو جو ہم کہیں اس پر بلاچون وچرا عمل کرو۔

تو پتہ چلا انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے وہ جو کہیں اس کی اِتباع کی جائے، وہ جو حکم دیں اس کی تکمیل کی جائے، خداوندِ قدوس کا بھی یہی فرمان ہے۔''اِلَّا لِیُطَاعَ باذنِ اللّٰہِ '' ہم جس کے سر پر رسالت کا تاج سجا کر اس دنیا میں مبعوث فرماتے ہیں۔اس عالم رنگ وبُو میں جس کو نبی بنا کر بھیجتے ہیں،تو اس کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کی بات سن کر فراموش نہ کر دیں۔ بلکہ دل کے کانوں سے سنیں اور سراپا تسلیم بن جائیں اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا شروع کر دیں۔اطاعت کوئی آسان کام نہیں، اپنی مرضی ومنشاء کے خلاف، اپنی آسودگی اور آرام کو بھول کر اپنے نفع ونقصان کو پسِ پشت ڈال کر جو مقتدا کہہ رہا ہو۔ آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کرنا اطاعت کہلاتا ہے اور اطاعت کے لئے ضروری ہے کہ جس کی اطاعت کی جائے اس میں اتنا کمال ہو اس میں اتنی رعنائی ہو، اس میں اتنی دلکشی ہو کہ جو بات اس کے منہ سے نکلے، اس کو سن کر نگاہیں ادب سے جھک جائیں۔اور دل احترام سے معمور ہو جائیں۔اگر نبی ایسا ہو! کہ جسے دیکھ کر طبیعت میں ملال پیدا ہو۔اس کا علم بھی ناقص و ناتمام ہو، اس کے اخلاق میں طرح طرح کا سقم ہو، وہ بے بس اور لاچار بھی ہو، وہ مجبور بھی اور بے اختیار بھی ہو تو کیا اس کی اطاعت کے لئے کوئی انسان تیار ہوگا؟ کیا کوئی شخص اس کے نقشِ قدم کو مشعل راہ بنانے کے لئے رضامند ہو گا؟ ہرگز نہیں۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات قدسی صفات کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی منازل رفیع پر فائز فرمایا۔ انہیں جن خوبیوں اور جن کمالات کی ضرورت تھی۔ وہ صفات جو ان کے لئے باعث کشش ہو سکتی تھیں خداوند قدوس نے انہیں ان تمام صفات سے مزین و آراستہ کر کے انسان کامل بنایا اور پھر نبوت کا تاج سر پر سجا کر لوگوں کی ہدایت کے لئے اس عالم رنگ و بو میں مبعوث فرمایا۔ اگرچہ وہ ایک قوم یا قبیلے کے لئے آئے ہوں۔ ایک ملک یا بستی کے لئے محدود سے وقت کے لئے مبعوث ہوئے ہوں۔ تو وہ نبی جو کسی خاص بستی و قبیلے کے لئے نہیں، کسی خاص جزیرے اور سمت کے لئے نہیں، کسی خاص زمانے اور محدود مدت کے لئے نہیں، بلکہ خدا کی ساری مخلوق کے لئے تا قیام قیامت ہادی و مرشد بن کر آیا تھا۔ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے کوئی کمال عطا نہ کیا ہو گا؟ اس نے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب تمام اطراف عالم میں دعوت حق دینا تھی، اس نے نہ صرف ماننے والوں بلکہ نہ ماننے والوں کو بھی فرمانبردار بنا کر اللہ کی بندگی کا سبق دینا تھا۔ اگر اس کی ذات میں دلکشی نہ ہوتی، اگر وہ تمام خوبیوں کا پیکر نہ ہوتا، اگر وہ تمام کمالات کا مالک نہ ہوتا، تو اس کی بات کوئی مانتا؟ اس کی آواز پر لبیک کون کہتا؟ اس کی رسالت کا مقصد کیا ہوتا؟ اس کی نبوت کا فیض کیا ہوتا؟ اس لئے عقل تسلیم نہیں کرتی، کہ وہ حکیم خدا جو حکمت والا ہے، جس سے بڑا دانا اور کوئی نہیں، وہ سارے جہان کی ہدایت کے لئے، وہ ساری مخلوق کی رہنمائی کے لئے ایک ایسی ذات کو منتخب کرے جس کا علم بھی ناقص ہو، جسے اختیار بھی نہ ہو، جس میں کمال بھی کوئی نہ ہو، یہ سب باتیں اللہ عزوجل جلالہ کی شان حکمت کے منافی ہیں۔ اس لئے خدائے حکیم و قدیر نے جب اپنے محبوب کو ہادی بنا کر بھیجا تو وہ سارے کمالات جو لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف راغب کر سکتے تھے، اپنے محبوب ﷺ کی ذات والا صفات میں جمع کر دیئے۔

وہ کمالات جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو مزین فرمایا ہم ان کو قرآن کے آئینے میں دیکھتے ہیں اور خالق کائنات کی زبان اقدس سے سنتے ہیں کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کو کن خوبیوں سے آراستہ کیا؟ کن کمالات سے مزین کیا؟ کتنی عظمتیں اور رفعتیں عطا

Marfat.com

فرمائیں؟

ارشاد خداوندی ہے:

"وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ." (الانبیآء ۔ ۱۰۷)

اے میرے محبوب کائنات کی ہر وہ چیز جس کی پیشانی پر میری ربوبیت کی مہر لگی ہے، ان تمام چیزوں پر تیری رحمت کی چادر کا سایہ ہوگا۔ ساری کائنات کی کشتی کی ناخدائی کا فریضہ نبی مکرم ﷺ کو بلا وجہ نہیں سونپا گیا۔ بلکہ یہ ہستی واقعی اس شانِ رفیع کے لائق ہے کہ کشتی انسانیت کو ساحلِ عافیت تک پہنچا دے۔ بد بخت اور خستہ حالوں کی سوئی ہوئی تقدیر بیدار کر دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ ." خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو ایسے انداز سے خطاب کیا کہ ہر صاحب قلب سلیم اور مالک فہم رسا کو خطاب کے اس انداز سے ہی حبیب مکرم ﷺ کی شان اور عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے کیونکہ خداوند قدوس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء مبعوث فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر جلیل القدر اور اولوالعزم رُسل تشریف لائے۔ اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید میں ان میں سے جس کو بھی خطاب کیا نام لے کر خطاب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جو مسجود ملائکہ ہیں۔ جن کے علم کے سامنے جبرائیل ومیکائیل کے علم کو بھی کوئی حیثیت نہیں، ان کو یاد فرمایا تو کہا: "یَا اٰدَمُ ." نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کو پکارا تو کہا: "یَا نُوْحُ" ابراہیم علیہ السلام جو رب العالمین کے خلیل ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق وعلیہ السلام کے والد ماجد ہیں، جن کی کنیت ابوالانبیاء ہے جو جدّ النبی ﷺ کے لقب سے مشرف ہیں۔ ایسی پاکیزہ اور بلند مرتبت ہستی کو یاد فرمایا تو کہا: "یَا اِبْرٰھِیْمُ" موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو بلایا تو یَا مُوْسٰی کہا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو خطاب کیا تو یَا عِیْسٰی کہا۔ قرآن مجید اٹھا کر دیکھیں جب بھی مولائے کریم نے اپنے انبیاء کو خطاب کیا تو ان کا نام لے کر پکارا۔ لیکن جب اپنے محبوب ﷺ کی باری آئی تو پہلا اسلوب ترک کر دیا۔ حالانکہ دیگر انبیاء کی طرح وہ بھی اللہ کے بندے تھے لیکن جب انہیں

Marfat.com

خطاب کیا تو نام لے کر نہیں پکارا بلکہ فرمایا:

یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ کبھی کہا، یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کبھی پکارا،

یَااَیُّھَاالرَّسُوْلُ کبھی طٰهٰ۔ کبھی یٰسٓ اور کبھی فرمایا، یَااَیُّھَاالنَّبِیُّ ۔ اپنے محبوب ﷺ کو نام سے نہیں بلکہ القاب رفیعہ سے خطاب کیا، تو پتہ چلا کہ نبی سارے مقبول ہیں اور اللہ کی جناب میں ان کا بڑا مقام ہے لیکن جو شان حضرت آمنہ کے لال اور حضرت عبداللہ کے دُرِ یتیم کی ہے، اس کی کوئی مثال نہیں۔

پہلے خطاب میں ہی اپنے محبوب کی شانِ رفیع کی طرف ہمیں متوجہ کیا، پھر آگے فرمایا، تم خود نبی بن کر نہیں آئے، لوگوں نے ووٹ دے کر تمہیں منصب نبوت پر فائز نہیں کیا فوج کی طاقت کے بل بوتے پر تم نے یہ عہدہ نہیں سنبھالا بلکہ اِنَّـآ اَرْسَلْنٰکَ ۔ ہم جو زمین و آسمان کے خالق و مالک اور جن وانس کے معبود ہیں، ہم نے تمہارے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا کر تمہیں اپنی مخلوق کے سوئے ہوئے بخت جگانے کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔

ہم نے یہ مان لیا کہ رب العالمین نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ کیا ایسے ہی بھیج دیا کہ جاؤ جا کر میرا پیغام میری مخلوق کو سناؤ، جس کا جی چاہتا ہے مانے جس کا جی نہیں چاہتا نہ مانے، یا پھر کسی قسم کا کوئی اختیار بھی دیا، علم کی دولت سے مالا مال بھی کیا، خزانوں کی تقسیم کا اختیار بھی دیا، اس کا تذکرہ رَبُّ الْعَالَمِیْن کی زبانِ قدرت سے سنیے، فرمایا کسی بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے یا کسی کذب کی حقیقت کو واشگاف کرنے کے لئے گواہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ غیر متنازع مسائل کے لئے نہیں بلکہ متنازع فیہ مسائل جو باہمی گفتگو سے حل نہیں ہو سکتے، ان کو ثابت کرنے کے لئے گواہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو بتا دیا کہ میرے محبوب ﷺ ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس بات پر گواہ بنا کر بھیجا۔ اس میں حکمت یہ ہے۔ اگر ایک یا دو متنازع فیہ امور ہوتے جن کے لئے گواہی کی ضرورت تھی، تو ذکر کر دیا جاتا۔ لیکن یہاں خاموشی اختیار کرنے اور تفصیل ذکر نہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر وہ بات اور عقیدہ

Marfat.com

جس کو عقل انسانی کھولنے سے قاصر ہے، اس کو ثابت کرنے کے لئے اے میرے محبوب ﷺ! تو اپنے لب نعلین کو جنبش دے۔ اے میرے محبوب ﷺ تو اس کی گواہی دے اور اس لاینحل عقدہ کی حقیقت لوگوں کے سامنے آشکارا کر دے۔

جو نقطہ وروں سے کھل نہ سکا اور فلسفیوں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

سب سے بڑی حقیقت (ذاتِ وحدہٗ لاشریک) جس کو عقل انسانی سر توڑ کوشش کے باوجود کھول نہ سکی۔ بلکہ افلاطون، ارسطو، سقراط اور جالینوس جیسے ہزاروں لاکھوں فلسفی اس میدان میں بھٹکتے رہے۔ لیکن خداوندِ قدوس کے عرفان کی دولت سے یکسر محروم رہے، منزل مقصود تک رسائی نصیب نہ ہوئی۔ وہ ہستی والا صفات جو شاہد بن کر آئی تھی۔ وہ دانائے سبل کہ جس نے ہر پوشیدہ حقیقت کو آشکارا کرنا تھا۔ ہر مخفی راز سے پردہ اٹھانا تھا۔ مخلوق خدا کے سامنے لاینحل عقدہ حل کرنا تھا۔ اس ہستی ستودہ صفات نے صفا کے مقام پر کھڑے ہو کر جب لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه. کی صدائے دلنواز بلند کی تو اس لب ہائے مبارکہ کی اس ایک جنبش سے رب ذوالجلال کی وحدانیت، الوہیت، ربوبیت، کبریائی اور خدائی کی جو گواہی پیش کی تو یہ پنہاں حقیقت اتنی عیاں ہوئی، اتنی اُجاگر ہوئی، اتنی آشکارا ہوئی، اتنی نمایاں ہوئی کہ پھر اس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہ رہی۔

یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان چرواہا جسے کبھی سکول جا کر استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ وہ ان پڑھ چرواہا جب جنگل میں اپنی بکریاں چرا رہا ہوتا ہے۔ تو "لے" میں آ کر پڑھتا ہے۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه۔ تو اس کے دل میں خدا کی وحدانیت والوہیت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں بلکہ تمام شکوک وشبہات سے بالاتر ہو کر یقین کی وادیوں میں آنکھیں کھول کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ذکر کرتا چلا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان بوڑھی ماں جس نے کبھی کسی استاد سے ایک حرف نہیں پڑھا۔ تعلیم کی حقیقت سے ناآشنا ماں جب اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے تو پورے وثوق کے ساتھ اسے لا

Marfat.com

اَلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا سبق بھی پڑھا رہی ہوتی ہے۔ اسے کوئی شک نہیں، رب العالمین کی ربوبیت میں۔ اسے کوئی شک نہیں اس وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت میں اسے اللہ کی الوہیت، رب کی ربوبیت اور خدا کی کبریائی کے متعلق یقین کی دولت کہاں سے نصیب ہوئی؟ یہ سب برکت اللہ کے محبوب ﷺ کی شہادت کی ہے۔

فیلسوف اسلام علامہ اقبالؒ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان کی ملاقات جرمنی کے ایک فلسفی سے ہوئی۔ باتوں باتوں میں انہوں نے علامہ اقبالؒ سے پوچھا، کیا تم خدا کو مانتے ہو؟ کیا تم خدا کے وجود کے قائل ہو؟ آپ نے بڑی سادگی سے جواب دیا "ہاں" میں خدا کو مانتا ہوں۔ انہوں نے حیرانگی کے عالم میں دوبارہ دریافت کیا۔ کیا تم اساتذہ اور والدین کی تربیت کے باعث یہ عقیدہ رکھتے ہو یا تمہارے پاس اس کی دلیل ہے؟ علامہ اقبالؒ نے فرمایا! میں تقلیدی طور پر ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اگر دلیل قوی ہو تو تسلیم کر لیتا ہوں۔ اگر دلیل مستحکم نہ ہو تو مسترد کر دیتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ ہم تو اس دشتِ تحقیق میں ساری عمر جوتیاں چٹخا چٹخا کر تھک گئے ہیں۔ ہمیں تو کوئی دلیل نہیں ملی۔ علامہ اقبالؒ نے کہا میرے پاس خدا کے وجود کی وحدانیت کی دلیل یہ ہے جس کی بناء پر میں خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتا ہوں کہ اس بات کی گواہی ایسے سچے نے دی ہے کہ جس کے جانی دشمن بھی کہا کرتے تھے کہ اس نے اپنی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جس کے خون کے پیاسے اسے صادق اور امین کہا کرتے تھے، ایسے صادق اور سچے کی شہادت پر میں نے بھی کہا لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

کیا ہم فرشتے دیکھتے ہیں؟ نہیں۔ لیکن ہمارا پختہ ایمان ہے کہ فرشتے اس کائنات میں موجود ہیں۔ کیا تم نے جنت ملاحظہ کی ہے؟ نہیں۔ لیکن ہمارا کامل ایمان ہے کہ جنت کی نہریں نیک مسلمانوں کے استقبال کے لئے بیقرار ہیں۔ اسی طرح ہم نے دوزخ، لوح و قلم اور عرش و کرسی کو نہیں دیکھا۔ لیکن ان سب کو یقین کی پختگی اور دل کی گہرائی سے تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ "ایک سچے" نے گواہی دی کہ یہ سب کچھ موجود ہے۔

Marfat.com

آپ لوگوں نے کبھی غور کیا کہ سورہ اخلاص جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہے اس کی ابتداء کیسے ہوتی ہے؟ یہ نہیں فرمایا: ھُو اللّٰہ اَحَد . اَللّٰہُ الصَّمَد. وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ بلکہ سورت کی ابتداء ہی ہو رہی ہے لفظ قُلْ سے۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ. اے میرے محبوب ﷺ! تو اپنی زبان پاک سے اعلان کر دے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ جب تو اس لاینحل عقدے کو حل کرنے کے لئے اپنے لبِ لعلین کو حرکت دے گا تو اس کے بعد کوئی بھی صاحب عقل سلیم اس کے انکار کی جسارت نہیں کر سکے گا۔

اسی طرح اللہ کے محبوب ﷺ قیامت کے دن انبیاء کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے میرا حکم مانا۔ میری سنت پر عمل کیا۔ اللہ کے حضور اپنے سروں کو جھکایا اور اپنے نہاں خانہ دل میں اپنے رب کی یاد کی شمع روشن کی۔

مختصراً ہر وہ مشکل بات جس کو عقلِ انسانی نہ سمجھ سکی۔ اس کو حل کرنے کے لئے اللہ کے محبوب ﷺ اس کائنات میں تشریف لائے۔

پھر فرمایا: مُبَشِّرًا ۔ خوشخبری دینے والا۔

اللہ نے فرمایا: اے میرے محبوب! اے میرے پیارے رسول! تیرا کہنا مان کر تیری غلامی کا طوق اپنے گلے کی زینت بنا کر جو بھی تیرے نقشِ قدم پر چلتا ہے، میں ان پر جو نوازشات کرتا ہوں، تو اپنے ان پروانوں کو اس سے باخبر رکھ۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو آدمی سجدہ ریز ہونے اور عبادت کرنے کی غرض سے مسجد کی طرف جاتا ہے۔ جتنے قدم اٹھاتا ہے، ہر قدم کے ساتھ ایک گناہ معاف، ایک نیکی ضبط تحریر اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا: جب تم وضو کرتے وقت ہاتھ دھوؤ گے۔ پانی کا آخری قطرہ نیچے گرنے سے پہلے ان ہاتھوں سے کئے ہوئے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح وضو کرتے وقت جب تم اپنا چہرہ دھوؤ گے۔ اس چہرے کے تمام عضاء سے جو غلطیاں کی ہوں گی، پانی کا آخری قطرہ

Marfat.com

ٹھوڑی سے نیچے گرنے سے پہلے وہ تمام غلطیاں معاف کردی جائیں گی۔

آنحضور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک آدمی جہاد کے راستے پر چلے اور اس کے پاؤں اس راستہ میں گرد آلود ہوں، پھر اس کو جہنم کی آگ چھو جائے۔ یہ خوش خبریاں اور مژدہ ہائے جانفزا کس نے دیا، اللہ کی جناب میں ان اعمال کی جو قدر افزائیاں ہیں ان کی حقیقت سے کس نے پردہ اٹھایا۔ اس ذات پاک نے جس کو اللہ تعالیٰ نے مُبَشِّر بنا کر بھیجا۔

پھر فرمایا: وَنَذِيراً ۔ نذیر بنا کر بھیجا۔

ہم عام طور پر نذیر کے لفظ کا صحیح مفہوم اپنے ذہن میں نہیں رکھتے، ہمارے نزدیک اس کا معنی محض ڈرانے والا یا خوفزدہ کرنے والا ہے۔ بچپن میں مائیں اپنے بچوں کو جن بھوت کے تصور سے ڈراتی ہیں۔ بچے ان کا نام سن کر کانپنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس قسم کا ڈرانے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ نذیر کا اصل مطلب یہ ہے۔ وہ لوگ جو خواب غفلت میں زندگی کی قیمتی گھڑیاں گزار رہے ہیں۔ ان کو بروقت آکر ہوشیار کرنا، تاکہ وہ اللہ کی رحمت میں پناہ لے کر اس کے عذاب سے محفوظ رہ سکیں۔ اس قسم کی اطلاع دینے والے کو نذیر کہا جاتا ہے۔

جیسے کوئی آدمی دریا کے کنارے درخت کے گھنے سائے میں بے خبر سویا خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہو، ادھر سیلاب کا پانی بپھری موجوں کی شکل میں اس کے سر پر آجائے۔ اگر وہ یونہی میٹھی نیند سویا رہے گا تو سیلاب کا پانی اسے تنکوں کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ اگر اسے بروقت بیدار کردیا جائے تو وہ وہاں سے اٹھ کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر سیلاب کی زد سے بچ جائے گا۔ یہ ہے نذیر کا مطلب، کہ بروقت کسی آنے والی مصیبت اور تکلیف سے اس طرح باخبر کرنا کہ انسان اپنے بچنے کی ترکیب کرسکے۔

وَدَاعِياً اِلَى اللّٰهِ ۔ اے میرے محبوب ﷺ! میں نے تجھے سراپا دعوت بنا کر بھیجا۔ تیرا کلام بھی دعوت، سکوت بھی دعوت، دیکھنا بھی دعوت، بولنا بھی دعوت، رحمت کی نظر

Marfat.com

ڈالنا بھی دعوت، غضب ناک انداز سے دیکھنا بھی دعوت، تیری جنگ بھی دعوت، تیری صلح بھی دعوت۔

اے پیارے محبوب ﷺ! تو آیا ہی اس لئے ہے کہ خدا سے بھاگے ہوئے بندوں کو اپنے رب کی طرف بلائے۔ ایک دن سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی دور دراز کا سفر طے کر کے حاضر خدمت ہوا۔ اس کے علاقہ میں شدید قحط کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزیں نایاب ہو چکی تھیں۔ اس نے سوچا جس سخی کی سخاوت کے چرچے میں نے ہر جگہ سنے ہیں، اس کے پاس جاتا ہوں دو چار اونٹ کھجوروں کے لا دے گا۔ کچھ دن آسانی سے گزر جائیں گے۔ اس ارادے سے حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ شریف حاضر ہوا۔

عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا ملک کئی مہینوں سے قحط سالی کا شکار ہے۔ بارش کا ایک قطرہ آسمان سے نہیں ٹپکا۔ پانی کے جتنے تالاب اور جوہڑ تھے، خشک ہو چکے ہیں۔ انسانوں کی غذا کے لئے کوئی چیز میسر نہیں۔ آپ کی سخاوت کا چرچا سن کر حاضر ہوا ہوں۔ اپنی جناب سے کچھ عنایت فرمائیے۔ سرکار دو جہاں ﷺ کے ہاں چیزوں کا ذخیرہ کرنے کا معمول نہ تھا، وہاں تو یہ عالم تھا۔ جو کچھ در دولت پر آتا، خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جاتا اور خود کئی دن فاقے کی حالت میں بسر کر دیتے۔

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جب اس شخص نے دستِ سوال دراز کیا۔ اس وقت تھوڑی سی کھجوریں موجود تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ساری کھجوریں تم لے لو۔ وہ تو دو چار اونٹ کھجوروں کی امید لے کر آیا تھا، تھوڑی سی کھجوریں ملنے پر اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ وہ تو چلانے لگا، کہ میں تو آپ کو اتنا بڑا سخی سمجھ کر حاضر ہوا تھا، آپ میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔ جو اس کے منہ میں آیا کہتا چلا گیا۔ اس بدتمیزی اور گستاخی پر صحابہ کرام کی آنکھیں غصہ سے سُرخ ہو گئیں۔ ان کے ہاتھ بے ساختہ تلواروں

Marfat.com

کے دستوں کی طرف گئے۔ تاکہ انہیں بے نیام کر کے اس گستاخ رسول کا سر قلم کر دیا جائے۔ جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے یہ تیور دیکھے تو آپ نے فرمایا۔ اتنا غصہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آرام سے بیٹھو، یہ میرا مہمان ہے، اور میں ہی اس کا میزبان ہوں، میں جانتا ہوں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ تمہاری مجال نہیں کہ اس کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھو۔ صحابہ کے ہاتھ رُک گئے، نگاہیں جھک گئیں، وہ شخص ناراض ہو کر بڑبڑاتا ہوا مسجد نبوی سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ مالک کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کی خدمت میں سینکڑوں اونٹ کھجوروں کے بھیج دیئے کھجوروں کے ڈھیر مسجد نبوی میں لگا دیئے گئے۔

سخی داتا نے فرمایا، تمہارا صبح والا بھائی کہاں ہے؟ عرض کی گئی، وہ غصے کی حالت میں مسجد سے نکل گیا تھا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے تلاش کر کے لاؤ، یہیں کہیں ہوگا۔ چنانچہ تلاشِ بسیار کے بعد صحابہ کرام اسے بارگاہ بیکس پناہ! میں لے آئے۔ آپ نے فرمایا یہ کھجوروں کے ڈھیر دیکھ رہے ہو۔ جتنا چاہو ان میں سے لے لو، جب تم راضی ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد جو کچھ بچے گا کسی اور کو ملے گا۔ اگر تم سارا مال بھی لے جاؤ تو تمہیں کچھ ممانعت نہیں۔ وہ یہ سن کر خوشی و مسرت سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے اپنے لائے ہوئے بوروں میں خوشی خوشی کھجوریں بھرنا شروع کر دیں۔ اور اتنا بھرا کہ جب انہیں اونٹوں پر لادا گیا تو اونٹ اٹھنے سے عاجز آ گئے۔

پھر اس نے حضور ﷺ کی تعریف کرنا شروع کر دی۔ اے سخی باپ کے نورِ نظر! تیری شان بڑی اونچی ہے۔ جو تذکرے تیری سخاوت اور جود و کرم کے سنے تھے وہ حق تھے۔ خوشی و مسرت کے اظہار کے جتنے کلمات تھے اس نے اپنی زبان سے ادا کیے یہ سن کر صحابہ کرام کے ناراض چہرے پھول کی طرح کھل اٹھے اور اس کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے آنحضور ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: اے صحابہ کرام! صبح یہ جب ناراض ہو رہا تھا اس وقت تم اس کو قتل کر دیتے تو اس کا ٹھکانہ کہاں ہوتا؟ صحابہؓ نے عرض کی۔

''میرے آقا یارسول اللہ ﷺ: جو آپ کا گستاخ ہو، جو آپ کی شان میں بے

Marfat.com

...ی کا مرتکب ہوا گر اس کو موت آجائے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا اور کہاں ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اب جو تم نے میرے متعلق تعریفی کلمات اس کی زبان سے سنے ہیں اب اگر اسے ...ت آجائے تو اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ عرشِ بریں کی بہاریں ...ں کے لئے چشم براہ ہوں گی۔ جنت کی حوریں ہاتھوں میں گجرے لئے بڑی بے تابی سے اس کا ...ظار کر رہی ہوں گی۔ کہ کب عاشقِ رسول ﷺ آئے اور انہیں اس کے گلے کی زینت بنا ...ں۔

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے میرے صحابہؓ! تمہاری اور میری مثال ایسے ہے کہ ...ے کسی کا اونٹ بھاگ جائے، لوگ اس اونٹ کو پکڑنے کے لئے اسکے پیچھے دوڑیں، وہ لوگوں کی ...ازیں سن کر بدکے، اور مزید تیزی سے بھاگے۔ اتنے میں کہیں سے اس کا مالک آجائے تو لوگ ...کو بتائیں کہ تیرا اونٹ مہار توڑ کر بھاگ گیا تھا۔ ہم نے اسے پکڑنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ...م واپس لوٹے۔ چند لوگ اب بھی اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں جب ...نے اونٹ پکڑنے والے لوگوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے کہا اے میرے بھائیو! تکلیف نہ اٹھاؤ۔ یونہی بے کار میں سانس نہ پھلاؤ۔ تمہارے سرپٹ دوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ...ہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہ میرا اونٹ ہے اور اسے میں ہی جانتا ہوں کہ اسے کیسے پکڑنا ہے، ...واز سن کر تمام لوگ وہیں رُک گئے۔ اس نے سبز چارہ جھولی میں ڈالا۔ اونٹ کے پیچھے جا کر ...نوس انداز میں اسے بلایا۔ دیوانگی کے عالم میں سرپٹ دوڑتے، مستانہ وار بھاگتے اونٹ نے ...ب یہ مانوس آواز سنی، گردن موڑ کر پیچھے دیکھا، الٹے پاؤں واپس لوٹا اور مالک کے پاس آکر کھڑا ...یا۔

آنحضور ﷺ باعثِ تخلیقِ کائنات ﷺ نے فرمایا، تم بھی بھاگے ہوئے اونٹ کی طرح ... میں تمہارا مالک ہوں مجھے معلوم ہے کہ کس طرح گھیر کر تمہیں ...د تعالیٰ کی بارگاہ میں لاتا ہے۔

Marfat.com

ہم حیران ہیں ان لوگوں پر جو قرآن تو پڑھتے ہیں۔ لیکن شانِ مصطفےٰ ﷺ کو نہیں سمجھتے
اللہ تعالیٰ اپنے متعلق فرماتا ہے:

يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۔(البقرہ۔۲۵۷) یعنی میں وہ ہوں جو اپنے
بندوں کو گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے نور کی طرف لے جاتا ہوں۔ اور یہی کچھ اپنے
محبوب ﷺ کے متعلق بھی فرمایا۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ
رَبِّهِمْ (ابراھیم۔۱) یعنی اے محبوب ﷺ! یہ کتاب ہم نے تم پر نازل کی ہے کہ تو جہالت کی
تاریکی میں ڈوبے، فسق و فجور کے اندھیروں میں پھنسے، کفر و شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے
لوگوں کو بازو سے پکڑ کر میری توحید کی طرف لے آ۔

لِتُخْرِجَ۔ صیغہ واحد مذکر مخاطب۔ اس میں اَنت ضمیر کا مرجع ذات پاک مصطفےٰ علیہ
التحیۃ والثناء ہے لِتُخْرِجَ کہ تو نکالے ایک دو انسانوں کو نہیں بلکہ النّاس، پوری بنی نوع
انسانیت کو۔ مِنَ الظُّلُمٰتِ۔ تمام اندھیروں سے، یہاں مِنَ الظُّلْمَةِ نہیں فرمایا جو واحد ہے
کسی ایک اندھیرے سے نہیں۔ بلکہ جمع ذکر فرمایا، مِنَ الظُّلُمٰتِ۔ کیوں کہ اس کائنات میں ان
گنت اندھیرے ہیں۔ بے شمار ظلمتیں ہیں۔ جن میں انسان بھٹک کر زندگی کی قیمتی گھڑیاں برباد کر
رہا ہے، کوئی کفر و شرک، کوئی فسق و فجور، کوئی حصولِ مال و متاع، کوئی حبِ جاہ و جلال، کوئی اتباعِ
نفس اور کسبِ حرام کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔

اے پیارے رسول ﷺ! ان پر نظر کرم فرما، انہیں بازو سے پکڑ اور دنیا کے اندھیروں سے
نکال کر شاہراہِ ہدایت پر ڈال دے۔ ظلمتوں کی وادی سے نکال کر نور کی بستی میں آباد کر دے۔

وہ نبی وہ مرسل، وہ ہادی وہ مرشد، جس نے ہمیں ہر قسم کے اندھیروں سے نکال کر شاہراہِ
نور پر پہنچا دیا۔ گمراہی و ضلالت کے لق و دق صحرا سے نکال کر صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا، اس نے ہم
پر کوئی احسان کیا یا نہ کیا؟ اس نے ہمیں کوئی نفع پہنچایا یا نہ پہنچایا، وہ ہمارے کام آیا کہ نہ آیا؟ اس

Marfat.com

نے تو ہماری بگڑی بنادی۔ اس نے تو ہمارے سوئے ہوئے بھاگ جگادیئے۔ اس نے تو ہماری گرداب میں پھنسی کشتی ساحل مراد تک پہنچادی۔

کیا ہم اس کے کرم کا شکریہ ادا کرسکتے ہیں؟ کیا ہم اس کی عنایت اور نفع رسانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ بعض لوگ اپنے خبث باطن اور بدبختی کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ کوئی نفع نہیں دے سکتے۔ افسوس صد افسوس! کہ انہیں صرف آپ ﷺ ہی ایک ایسے نظر آتے ہیں جو کسی کو نفع نہیں دے سکتے، یہ ان کی اپنی نظروں کا قصور ہے۔ حالانکہ وہ تو سراپا منفعت ہی منفعت ہیں۔ وہ تو پیکر لطف و کرم ہیں، وہ تو مجسمہ جود و عطا ہیں۔ وہ جس کو بھی ایک مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھ لیں، اس کی قسمت جاگ جاتی ہے۔

ایک دن سرور کائنات ﷺ کہیں تشریف لے جارہے تھے، مکہ کا مشہور پہلوان رکانہ جو دو سو آدمیوں کا تنہا مقابلہ کیا کرتا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے سامنے آیا۔ حضور ﷺ نے حسب معمول فرمایا: اے رکانہ! تو مشہور زمانہ پہلوان ہے، تیری قوت و طاقت کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ تیرے جوڑ کا کوئی سورما نہیں۔ لیکن افسوس! پتھر اور مٹی کے بنے ہوئے بتوں کے سامنے سربسجود ہوتا ہے۔ ان بے جان مورتیوں کی بندگی اور پوجا کی ذلت کا طوق اپنے گلے میں ڈالے زندگی کے شب و روز بسر کرتا ہے۔ چھوڑ! ان بے جان بتوں کو اور اس وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں حاضر ہو جو تمام قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔ اس رب العالمین کے سامنے سربسجود ہو جو تمام قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔ اس رب العالمین کے سامنے سربسجود ہو جو تمام مخلوق کا پروردگار اور پالنہار ہے۔ اس سبحان آقا کی غلامی کا طوق اپنے گلے کی زینت بنا، جو ہر نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔

اس نے کہا میں کسی اور چیز کو نہیں مانتا، میں پہلوان ہوں، اگر آپ کشتی لڑیں اور مجھے گرالیں تو میں مان لوں گا۔ کہ آپ ﷺ اس قادر مطلق اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔ جو تمام قوتوں اور طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ پھر آپ ﷺ کا جو فرمان ہوگا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کردوں گا۔

آنحضور ﷺ کا کام پہلوانی کرنا تو نہ تھا، کوئی مانے نہ مانے، کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے، دلیل پیش کرنا اور اللہ کا پیغام دنیا تک پہنچادینا آپ کا فرض تھا، جو آپ نے پورا کیا۔ لیکن

Marfat.com

یہ آپ ﷺ کے فرائض میں شامل نہیں کہ کوئی کہے پہلے آپ ﷺ میرے ساتھ کشتی لڑیں، پھر میں آپ ﷺ کی بات تسلیم کروں گا۔ تو آپ ﷺ اس کی فرمائش پر کشتی شروع کر دیں۔ وہ گرانڈیل قوی ہیکل عظیم الجثہ عظیم پہلوان تھا، پتہ نہیں اس کی غذا کیا ہوگی۔ مگر یہاں تو یہ عالم تھا کہ مہینوں گھر میں چولہا نہ جلا کرتا تھا۔ کھجور کے ایک دانے پر رات گزار لیا کرتے تھے۔ پیٹ پر پتھر باندھ کر بھوک کی شدت مٹا لیا کرتے تھے۔

اگر رسول اللہ ﷺ اس کو فرما دیتے رکانہ! بے وقوف نہ بنو۔ احمقانہ مطالبے نہ کرو۔ میں کوئی پہلوان نہیں ہوں، پہلوانی میرا مشغلہ نہیں ہے۔ مجھ پر پہلوانی کے داؤ پیچ نہ آزماؤ۔ مجھ سے کوئی دلیل مانگو، قرآن کی کوئی آیت سنانے کو کہو، میں تو نبی ہوں مجھے کوئی معجزہ دکھانے کو کہو۔ میں وہ تمہیں دکھانے کو تیار ہوں، کشتی نہیں لڑ سکتا۔ لیکن اس سراپا رحمت حبیب خدا ﷺ نے فرمایا۔

اے رکانہ! اگر تو اس وجہ سے عذاب دوزخ اور جہنم کی ہولناکیوں سے بچ سکتا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ تیرے ساتھ کشتی لڑنے کے لیے تیار ہے۔

رکانہ نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک میں دیا، یہ ہاتھ مبارک کس کا تھا۔ خدا کے رسول کا تھا۔ اس ہاتھ کو ید اللہ ہونے کا اعزاز ہے، جونہی رکانہ کا پنجہ حضور ﷺ کے پنجہ مبارک میں آیا آپ ﷺ نے کھینچ کر چاروں شانے چت نیچے گرا دیا، یہ اس کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ یوں بے بس ہو کر رہ جائے گا، اٹھا اور کہنے لگا ابھی میں تیار نہیں تھا، سنبھلا نہیں تھا، بے خبری میں آپ ﷺ نے مجھے نیچے گرا دیا۔ ایک دفعہ پھر میرے ساتھ مقابلہ کریں۔ حضور ﷺ نے اب بھی انکار کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ ایک دفعہ میں نے تمہاری شرط پوری کی ہے۔ اب اگر ایمان لانا چاہتے ہو تو لے آؤ، نہیں لانا چاہتے تو نہ لاؤ، میری ذمہ داری پوری ہو گئی ہے۔ لیکن اس کی فرمائش پر حضور ﷺ دوبارہ مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر چشم زدن میں پھر نیچے پٹخ دیا۔ اٹھ کر شرمندگی سے پھر تیسری مرتبہ مقابلے کا تقاضا کیا۔ حضور ﷺ نے اس مرتبہ بھی اس مغرور کو پچھاڑ دیا۔ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔

آپ کی صلح بھی دعوت۔ جنگ بھی دعوت۔ سفر بھی دعوت۔ حضر بھی دعوت۔ پیشانی

Marfat.com

دعوت۔ ابرو بھی دعوت اور چشم مازاغ بھی دعوت۔

"وَ سِرَاجاً مُّنِیراً." "اے محبوب ﷺ ہم نے تمہیں سراج منیر بنا کر بھیجا۔

سراج منیر سے مراد آفتاب ہے۔ اللہ رب العزت نے سراجاً نیراً نہیں فرمایا۔ کیونکہ اس کو کہتے ہیں جو خود تو روشن ہو مگر دوسروں کو روشن نہ کر سکے۔

بلکہ فرمایا۔ "وَ سِرَاجاً مُّنِیراً."

تو صرف خُود ہی سراپا نور نہیں، بلکہ جس پر بھی تیرے نور کی کرن پڑتی ہے، وہ بھی سراپا نور بنا جاتا ہے۔ جو حضور ﷺ کی نورانیت کے بارے شبہ میں ہیں۔ انہیں غور کرنا چاہیے۔

؎ جہاں جہاں گزر ہوا ، وہاں وہاں سحر ہوئی

جہاں قدم نہیں گئے وہاں ہے رات آج تک

یہ ایک مختصر تذکرہ جمیل ہے، اس ہستی والا صفات کا جس کو اللہ تعالیٰ نے ہماری رہبری کے لئے مبعوث فرمایا۔ اس ذات بابرکات کا جس کو مولائے کریم نے ساری کائنات کا ہادی و مرشد بنا کر بھیجا۔ ہر دیکھنے والی آنکھ کے لئے اس میں ایک نیا حسن اور نیا جمال ہے۔ اللہ کا محبوب ﷺ سراپا حسن و کمال ہے۔ اس سے زیادہ کہیں اور زیبائی و رعنائی کے نظارے نہیں دلکشی اور دل ربائی کے جلوے نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی سچی غلامی اور محبت کا ذوق عطا فرمائے، مرتے وقت آپ کا کلمہ پڑھنا نصیب ہو۔ قبر میں بھی آپ کی زیارت ہو اور حشر میں بھی حضور ﷺ کے جھنڈے کا سایہ نصیب ہو۔

آمین یا رب العلمین!

Marfat.com

معراج مصطفیٰ ﷺ

نحمدہٗ ونصلی علٰے رسولہِ الکریم اما بعد . فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم بسم اللّٰہِ الرّحمٰن الرّحیم . والنجم اذا ھوٰی ماضلّ صاحبکم وما غوٰی.وما ینطق عن الھوٰی .اِن ھو الاّ وحی یّوحٰی.علمہ شدید القوٰی ذو مرۃ فاستوٰی وھو بالافق الاعلٰی ثم دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین اودنٰی. فاَوحٰی الٰی عَبدِہٖ مَااَوحٰی.(النجم. ۱تا۱۰) صدق اللّٰہ مولٰنا العظیم.

برادرانِ اسلام !یہ ہماری خوش بختی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم معراج شریف کی پاک رات میں اپنے محبوب ﷺ کا ذکر کررہے ہیں اور سچ بات تو یہ ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی شان بیان کی جاتی ہے۔تو قدرتی طور پر اتنی خوشی محسوس ہوتی ہے جتنی کسی اور چیز میں نہیں۔

حضرت ابی بن کعب کے لڑکے طفیل اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں۔

عَنْ طُفَیلِ بْنِ اُبَی بِنْ کَعْبٍ عَنْ اَبِیہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَھَبَ ثُلُثَا اللیْلِ قَامَ وَقَالَ یا اَیُّھا النّاسُ اذْکُرُوااللّٰہ . اُذْکُرُوْاللّٰہَ. جَاءَ ت الراجعۃ . تتبعھا الراجفۃ. جاءَ الموت بما فیہ جاء الموت بما فیہ قال ابی قلت . یا رسول اللّٰہ ﷺ انی اکثر الصّلٰوۃ علیکَ فکم اجعل لکَ من صلوتی قَالَ! مَا شِئْتَ قلت الربع قال ماشئت وان زدت فھو خیر لکَ قلت فالنصف قال! ماشئت وان زدت فھو خیر لکَ قلت! فالثلثین قال! ماشِئْتَ وَان زدت فھو خیر لکَ قلت اجعل لکَ صلوتی کلھا قال اذن تکفی ھمک و یغفر لکَ ذنبک۔

’’ابی بن کعب کے لڑکے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جب رات کے دو حصے گذر جائے تو حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔اللہ تعالیٰ کو یاد

Marfat.com

رو۔ تھر ادینے والی آگئی اس کے پیچھے اور آنے والی ہے۔ موت اپنی تلخیوں کے ساتھ آپہنچی۔
ت اپنی تلخیوں کے ساتھ آپہنچی۔ میرے باپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں حضور
ﷺ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں۔ ارشاد فرمایئے! میں کس قدر پڑھا کروں۔ فرمایا جتنا دل
ہے، میں نے عرض کیا، کیا وقت کا چوتھا حصہ۔ فرمایا جتنا تیرا جی چاہے، اور اگر اس سے زیادہ
ے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا، نصف وقت۔ فرمایا، جتنا تیرا جی چاہے، لیکن اگر اس
سے زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا دو تہائی۔ فرمایا جتنا تیرا جی چاہے، اگر
یادہ کرے تو افضل ہے۔ میں نے عرض کی میں اپنا سارا وقت درود شریف پڑھتا رہوں گا۔

فرمایا۔ تب یہ درود شریف تیرے رنج والم کو دور کرنے کے لئے کافی ہے اور تیرے
رے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

ملاحظہ فرمایا! آپ نے، جب انسان اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے، اس ذات پر درود وسلام
یش کرتا ہے پھر اسے مانگنے کی ضرورت نہیں، بغیر مانگے ساری ضروریات پوری ہوں گی۔ اور سچ
بات تو یہ ہے انسان جس قسم کا سوال کرتا ہے اس کو جواب اس کے ظرف کے مطابق دیا جاتا ہے۔
حضرت ابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا۔ حضور ﷺ نے کرم فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے ابی!
اگر تو میری ذات پر اس انداز سے درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے بغیر مانگے عطا فرمائے گا۔

عارفین فرماتے ہیں جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اس طرح حضور
ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے جب بندہ اپنے آقا ﷺ کا ذکر کرتا
ہے تو رحمت جوش میں آجاتی ہے اور موسلا دھار بارش کی صورت میں اس بندے پر برسنا شروع
ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال خرج رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه
علیه وسلّم لحاجة فلم اجد احداً یتبعه ففزع عمر واتاهُ مظهره من خلفه

Marfat.com

فوجد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ساجدا فی مشربۃ فتنحی عنہ من خلفہ حتّی رفع النبّی صلی اللہ علیہ وسلم رأسہ فقال! احسنت یا عمر! حین وجدتنی ساجدا تنحیت عنی ان جبرائیل اتانی فقال! من صل علیک من امتک واحدۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ عشر صلوٰۃ ورفعۃ عشر درجات۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا! ایک دن حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ حضرت عمر نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا لیا اور پیچھے چل دیئے جب آپ باہر آئے تو حضور ﷺ کو ایک وادی میں سربسجود پایا، اور چپکے سے ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تو نے بہت اچھا کیا کہ جب مجھے سربسجود دیکھا تو ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے آکر بتایا کہ جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل کرے گا۔ اور اس کے دس درجے بلند کردے گا۔

ملاحظہ فرمایا! آپ نے حدیث طیبہ کا مضمون۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہیں اور حضرت عمرؓ جن کو خداوند قدوس نے آداب نبوت سے آگاہ فرما رکھا ہے۔ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو فرمایا! اے عمر! تجھے پتہ ہے میں کیوں سجدہ ریز تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا تھا جو اس نے میری امت پہ یہ کرم فرمایا کہ اگر میرا امتی ایک دفعہ میری ذات پر درود بھیجتا ہے تو مولائے کریم اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔

ہاں! میں عرض کر رہا تھا۔ جب ہم اپنے محبوب کا ذکر کرتے ہیں تو خداوند قدوس کی رحمت ہم پر برستی ہے۔ اس محبوب ﷺ کا تو اپنی امت پہ یہ احسان ہے کہ امتی ایک دفعہ محبوب ﷺ پر درود بھیجے تو خداوند قدوس دس بار کرم فرماتا ہے۔ لیکن اس صدی کا نام نہاد امتی اپنے آقا ﷺ کو

Marfat.com

بشر ثابت کرنے میں ساری علمی کاوشیں صرف کررہا ہے۔ یہ شیطانی طریقہ کار نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں اے اللہ! ہمیں مقرر بننے کی ضرورت نہیں، ہمیں مدرس بننے کی ضرورت نہیں، ہم اپنے آپ کو بڑے تہجد خواں نہیں کہلانا چاہتے۔ بلکہ ہماری تو ایک ہی خواہش ہے کہ اے اللہ! ہمیں رسول اللہ ﷺ کا امتی بنائے رکھ، وہ امتی جس کی خواہش پہلے انبیاء کرام بھی کرتے رہے۔ یا اللہ! ہم دنیا میں زندہ رہیں تو تیرے محبوب ﷺ کے غلام بن کر اور اگر اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آئے تو یا اللہ! تیرے محبوب ﷺ کی غلامی کا پٹہ ہمارے گلے میں ہو۔ یہی سب سے بڑی خوش قسمتی اور یہی معراج انسانیت ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! قیامت کا دن بڑا مشکل ہے آپ کے بغیر وہاں نجات ممکن نہیں۔ اس وسیع میدان میں جہاں حشر برپا ہوگا۔ لاکھوں نہیں کروڑوں نہیں بلکہ ان گنت لوگ ہوں گے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کس جگہ تشریف فرما ہوں گے، جہاں ہم آپ کے زیر سایہ پناہ لیں سکیں گے سُنا آپ نے صحابہ کرام کا عقیدہ کیا تھا۔ وہ "السابقون الاوّلون" میں سے ہیں جن کو حضور ﷺ نے خود کلمہ پڑھایا تھا۔ جن کے ایمان میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ جو دین اسلام کی خاطر اپنی بیویوں اور گھر بار کو چھوڑ آئے۔ مال اور جان دینے کا وقت آیا تو ہر چیز پیش کر دی۔ اس سب کچھ کے باوجود بھی انہیں اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں۔ بھروسہ ہے تو صرف اپنے محبوب ﷺ کی شفاعت پر۔ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ کہاں ملیں گے، کملی والے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آپ مجھے تین جگہوں سے تلاش کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک جگہ پر میں ضرور ہوں گا۔

(۱) حوض کوثر:

حوض کوثر پر کھڑا ہو کر اپنی امت کے پیاسوں کو پانی پلا رہا ہوں گا۔ حوض کوثر کے اتنے پیالے ہیں جتنے آسمان کے تارے ہیں۔

Marfat.com

(۲) پُل صراط:

پل صراط پر موجود ہوں گا۔ اور عرض کروں گا رَبِّ سلم امتی رَبِّ سلم امتی۔ اے اللہ! میری امت کو سلامتی سے پار کر۔ اے اللہ! میری امت کو سلامتی سے پار کر۔ جس کے لئے حضور ﷺ خود دعا مانگ رہے ہوں اس کی سلامتی کو کون سا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ جب ہم اپنے آقا و مولا ﷺ کا ذکر کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی شان بیان کرتے ہیں تو یہ شان بھی بالواسطہ اس مولائے پاک کی شان ہی ہے جس نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو یہ سارے کمالات عطا فرمائے۔ حضور ﷺ کی مدح اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ آیئے ان آیات کی روشنی میں ہم اپنے محبوب ﷺ کا ذکر چھیڑیں، جو میں نے ابتداء میں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"والنجم اذا ھوىٰ" خداوند قدوس اس مضمون کی ابتدا قسم سے فرما رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ قسم نہ بھی اٹھائے تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کے کلام میں شک کرے۔ ہم تو اس وقت قسم اٹھاتے ہیں۔ جب ہمیں یہ خدشہ لاحق ہو کہ ہماری بات میں شک کیا جائے گا۔ جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بات اس قسم کے شکوک وشبہات سے منزہ اور مبرّہ ہوتی ہے۔ پھر قسم اٹھانے کی کیا وجہ ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے قبل قسم اٹھاتا ہے۔ تو اس کا مطلب کلام کی اہمیت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ "والنجم اذا ھوىٰ" قسم ہے اس ستارے کی جب وہ بلند ہوا۔ یہاں بڑے لطیف نکتے ہیں۔ علماء کاملین کے نزدیک النجم سے مراد ذات پاک مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اور کلمہ "ھوىٰ" ذومعنی ہے۔ اس سے مراد بلندی سے نیچے آنا اور نیچے سے بلندی پر جانا۔ خداوند قدوس نے اس کلمہ کو اس لئے پسند فرمایا کہ دو قسم کے لوگ ہیں۔ بعض تو اس بات پر حیران ہیں کہ زمین کی ان پستیوں سے مقام دنیٰ فتدلیٰ پر کیسے پہنچ گئے اور کچھ عارفین اس بات پر حیران ہیں کہ اس مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فائز فرما دیا تھا اسے چھوڑ کر آپ واپس کیسے آگئے ان دونوں گروہوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ استعمال فرما کر جواب مہیا فرما

Marfat.com

دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ دونوں گروہ حیران نہ ہوں مجھے قسم ہے اس نجم تاباں کی جو آفاق کی وسعتوں سے گزرتا ہوا مقام ادنیٰ پر فائز ہوا۔ اور پھر اپنے رب کریم سے ملاقات کے بعد دوبارہ اس کی مخلوق کی راہنمائی میں مصروف ہو گیا۔

"ماضل صاحبکم وما غویٰ" "تمہاری زندگی بھر کا ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔ یہاں صاحبکم سے مراد حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہے، صاحب کا معنی ساتھی ہے۔ ایسا ساتھی نہیں جو چار دن، ہفتہ، مہینہ یا ایک سال کا ساتھی ہو۔ بلکہ ایسا ساتھی جس کی ساری زندگی ساتھ گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں نبی، رسول یا حبیب کے الفاظ ارشاد نہیں فرمائے بلکہ ارشاد فرمایا: "صاحبکم" تمہارا ساتھی جس کا بچپن تمہارے ساتھ گزرا ہے، جس نے جوانی کے دن تمہارے سامنے بسر کیے، جس کے ساتھ تم صبح وشام معاملات کرتے ہو جس کی کتاب زندگی کا ہر صفحہ تمہارے سامنے کھلا پڑا ہے۔ خود دیکھ سکتے ہو" ماضل صاحبکم وما غویٰ" میں خداوند قدوس گواہی دیتا ہوں کہ وہ نہ ہی راہ حق سے بھٹکا اور نہ ہی بہکا۔" ضل" کا مصدر الضلال ہے۔ الضلال کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں۔ اَلضلال "العدول عن الطریق المستقیم و یضادہ الھدایة و یقال الضلال لکل عدول عن المنھج عمدا کان او سھوا یسیرا کان او کثیرا. "سیدھے راستہ سے روگردانی کو عدول کہتے ہیں اس کی ضد ہدایت ہے۔ بعض نے مزید تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ راستہ سے روگردانی دانستہ ہو یا بھول کر ہو۔ تھوڑی ہو یا زیادہ ہو اس کو ضلال کہتے ہیں۔ اور غوی کا مصدر الغوایة ہے۔ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں۔ الغوایة ھی الخطاء فی الا عتقاد خاصة یہی مفہوم علامہ راغب نے لیا ہے، بقول ان کے الغیّ جھل من اعتقاد فاسد ۔ یعنی وہ جہالت جو باطل عقیدہ کی وجہ سے ہو۔ ارشاد فرمایا۔" ماضل صاحبکم وما غویٰ " تمہارا ساتھی نہ راہ راست سے ہٹا اور نہ بہکا۔ حضور ﷺ کی ذات وہ ہے جو زندگی کے کسی میدان میں بھی راہ ہدایت سے نہیں ہٹتی۔ ابھی آپ ﷺ حلیمہ سعدیہ ؓ کی گود میں ہیں۔ جب دودھ پینے کی باری

Marfat.com

آتی ہے تو جب آپ نے اپنے حصے کا دودھ پی لیا۔ جب حضرت حلیمہ ؓ نے بائیں طرف سے دودھ دینے کا ارادہ کیا تا کہ وہ آپ کو زیادہ دودھ پلا کر انعام کی مستحق بن جائیں آپ ﷺ نے بائیں طرف سے دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ کیوں؟

اس لئے کہ یہ وہ نبی ہے جس نے مستقبل میں جا کر ساری دنیا کو انصاف کا درس دینا ہے آج خود اپنے رضاعی بھائی کے حصے کا دودھ پی لیں گے تو کل دنیا والوں کو عدل کا پیغام کیسے دیں گے۔

حضور ﷺ نے ابھی نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا کہ خانہ کعبہ کی دیوار سیلاب کی وجہ سے گر گئی۔ سب نے مل کر اس کی تعمیر شروع کی۔ جب حجر اسود نصب کرنے کی باری آئی تو ان میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر ایک نے خواہش کی کہ میں اس کو اٹھا کر اپنی جگہ پر رکھوں۔ حتیٰ کہ لڑائی تک نوبت آ گئی۔ ایک آدمی نے فیصلہ کیا کہ کل جو شخص سب سے پہلے حرم پاک میں داخل ہو گا۔ وہ فیصلہ کرے گا اور اس کا فیصلہ سب کو منظور کرنا ہو گا۔ اس پر متفق ہو کر سب اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ پہلے میں جاؤں۔ جب اگلا دن ہوا۔ جب لوگ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ سب سے پہلے خانہ کعبہ میں موجود ہیں جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو سب بہت خوش ہوئے کہ آپ کسی کی حق تلفی نہیں کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیے حضور ﷺ نے کتنا انصاف فرمایا۔ اگر آپ خود پتھر اٹھا کر رکھ دیتے تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر پتھر اس پر رکھوایا اور سب کو حکم دیا کہ اس چادر کو پکڑ لیں۔ جب پتھر اپنی جگہ کے قریب ہوا تو حضور ﷺ نے اسے پکڑ کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔

میں عرض کر رہا تھا۔ "ما ضل صاحبکم وما غوی" میرے محبوب کی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے سامنے ہیں۔ تم خود ہی انصاف کرو کیا وہ کسی موقع پر بھی راہ حق سے بھٹکے۔ یا ان کے دل میں کبھی کوئی ایسی بات پیدا ہوئی جو تکلیف دہ ہو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے۔ "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔" اس کی زبان پر کوئی ایسا جملہ آتا ہی نہیں جو اس کی اپنی مرضی ہو۔ بلکہ زبان میرے مصطفےٰ ﷺ کی ہوتی ہے اور ارشاد خداوند قدوس کا ہوتا ہے۔ "علمہ شدید

Marfat.com

القویٰ ذو مرّۃ "میرے محبوب کو تعلیم دینے والا خود خداوند قدوس ہے جو علٰی کل شیئٍ قدیر ہے جس کا ہر ارشاد برحق ہے، اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

"فاستویٰ" اس کا معنی ہے، کسی چیز کا قصد کرنا، پتھر کھانے والے اور تکلیف برداشت کرنے والے حبیب نے عالم بالا کا قصد کیا۔"فاستویٰ وھو بالافق الاعلٰی ثمّ دنٰی فتدلّٰی فکانَ قابَ قوسین او ادنٰی۔" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں اُمّ ہانی کے گھر موجود تھا جبرائیل امین نے اپنے کافوری ہونٹوں سے میرے پاؤں کو بوسہ دیا۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کا سلام پیش کیا، اور کہا" اِن ربک یشتاق اِلیٰ لقائک یا مُحمّد ۔" اے محبوب ﷺ! آپ کے رب نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ اے محبوب ﷺ میں اکیلا نہیں آیا، بلکہ فرشتوں کی بارات میرے ساتھ ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، مجھے تو یہ اعزاز بخشا جا رہا ہے۔ میری امت کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ مولائے پاک کی طرف سے بشارت آتی ہے۔ اے میرے محبوب ﷺ میں تیری امت کے ساتھ اتنی مہربانی کروں گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ جبرائیل امین کی عرض داشت پر حضور ﷺ اٹھے۔ وضو فرمایا، نفل ادا فرمائے، پھر شق صدر ہوا۔ بعدازاں حضور ﷺ براق پر سوار ہوئے۔ براق، برق سے مشق ہے جس کا معنی بجلی ہے۔ انسانی ہاتھوں سے پیدا شدہ بجلی کی رفتار ایک لاکھ چوراسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ اس براق کی رفتار کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں جس کو خداوند قدوس نے ارسال فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کی رفتار کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پہنچتا تھا۔ آپ خود اندازہ فرمائیں میری اور آپ کی نظر آسمان کے ستاروں کو دیکھ سکتی ہے۔ ایک قدم ایک ستارے پر، دوسرا قدم دوسرے ستارے پر، جب ہماری نظر کی یہ کیفیت ہے تو وہ براق جو خداوند قدوس نے اپنے محبوب ﷺ کی سواری کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اس کی نظر اس سے کہیں زیادہ تیز ہوگی۔ حضور ﷺ بڑی شان سے براق پر سوار ہوئے اس کی رکابیں جبرائیل اور میکائیل نے تھام رکھی ہیں۔ اور ہزار ہا فرشتے اپنی پاک زبانوں سے پڑھ رہے ہیں۔

Marfat.com

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ"

فرشتے اور پتھر آپ پر یہ درود پڑھیں تو کچھ نہیں ہوتا۔ ہم غریب اپنے آقا ﷺ کے حضور اپنی عقیدت کا اظہار کریں تو ہم پر شرک کے فتوے لگ جاتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے سرکش جنوں اور سرکش انسانوں کے سوا ساری مخلوق جانتی ہے۔ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالی ہمیں سرکش جنوں اور سرکش انسانوں سے نہ کرے۔

حضور ﷺ کی ایک اور حدیث طیبہ ہے۔ ارشاد فرمایا: "ھٰذَا اُحُدٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ" یہ احد پہاڑ جو ہمارے ساتھ محبت کرتا ہے اور ہم اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ ہر چیز کو خداوند قدوس نے اس کی حیثیت کے مطابق دل عطا فرما رکھا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور ﷺ جمعہ کا خطبہ کھجور کے ایک سوکھے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی ایک صحابی نے منبر بنوا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب منبر مسجد میں رکھا گیا۔ جمعہ کے روز حضور ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ شروع فرمایا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس طرح رونے کی آواز آرہی تھی، جس طرح ایک چھوٹا سا بچہ روتا ہے۔ حضور ﷺ نے خطبہ چھوڑ دیا۔ کھجور کے اس خشک تنے کو گلے سے لگالیا اور ارشاد فرمایا:

اگر تو چاہے تو میں جس طرح پہلے تیرے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتا تھا۔ اس طرح دیتا رہوں گا۔ اور اگر تو چاہے تو قیامت کے روز تجھے جنت کی کھجوروں کے درختوں میں سے ایک کھجور کا درخت بنادیا جائے انتخاب کرنا تیرا کام ہے اس نے دوسری بات کو ترجیح دی حضور ﷺ کے حکم کے مطابق اسے مسجد نبوی سے اکھیڑ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردیا گیا۔

میں عرض کر رہا تھا حضور ﷺ فرشتوں کی بارات میں سفر معراج پر روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ اس جگہ پہنچے جہاں اللہ تعالی نے حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عطا فرمائے تھے۔ جبرائیل نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز نفل ادا فرمایئے۔ آپ نے وہاں نفل

Marfat.com

ادا فرمائے۔ جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کی نسبت ہو جائے وہ مقام خاص بن جاتا ہے۔ وہاں نفل پڑھنا میرے محبوب ﷺ کی سنت ہے۔ پھر حضور ﷺ نے مختلف مقامات سے گزرتے ہوئے بیت المقدس پہنچتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہوتا ہے۔ جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا۔ "فَاِذَا رَأَیْتُ مُوسٰی قَائِمًا یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ" میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ اب جب حضور بیت المقدس میں پہنچے، سارے انبیاء کرام اور رُسل حضور ﷺ کا وہاں استقبال کرتے ہیں۔ جبرائیل امین نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ مصلیٰ امامت پر تشریف رکھیں۔ اذان و امامت کے بعد حضور ﷺ نے جملہ انبیاء کی امامت کرائی۔ ادھر حضور ﷺ کے سفرِ معراج کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ ادھر انبیاء کرام کو حکم ملتا ہے کہ اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر میرے محبوب ﷺ کا استقبال کرو۔ حضور ﷺ مختلف آسمانوں سے گزرتے گئے جہاں مختلف انبیاء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ساتویں آسمان پر اپنے جدِ کریم ابوالانبیاء، حضرت خلیل علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت خلیل نے مرحبا "بالنبی الصّالح والا بن الصّالح" یعنی اے نبی صالح خوش آمدید اور اے فرزند دلبند کے محبت بھرے کلمات سے استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ یہاں سے آگے گزرتے ہیں۔ اب وہ مقام آجاتا ہے جسے سدرۃ المنتھٰی کے نام سے یاد کرتے ہیں وہاں جبرائیل علیہ السلام بھی رُک گئے۔ حضور ﷺ نے جبرائیل امین سے فرمایا آگے چلو وہ عرض کرتے ہیں۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

یارسول اللہ ﷺ! اس سے آگے جانا میری مجال نہیں۔ اور ادھر کیفیت یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے جوڑوں سمیت محوِ سفر ہیں۔ پھر وہ مقام آیا جہاں انسانی عقل کا گزر نہیں۔ محبوب اور محب کے درمیان کیا گفتگو ہوئی یہ بھی صیغہ راز میں ہے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرما

Marfat.com

دیا۔" فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآاَوْحٰی "خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا۔" اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَا ذَالِکَ خَلَقْتُہٗ لِاَجْلِکَ "آپ میں اور مجھ میں محبوبیت کا تعلق ہے۔ میں نے ساری کائنات تیرے لئے پیدا کی۔ رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا۔" انا وانت وما سوا ذالِکَ تَرَکْتُہٗ لِاَجْلِکَ۔" یا اللہ میں نے کائنات کی ہر چیز کو صرف تیری رضا کے لئے نظر انداز کر دیا۔

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:" بم اشرفک یا محمد "اے میرے محبوب میں تجھے کس لقب سے سرفراز فرماؤں۔ عرض کی۔" بنسبتی الیک بالعبودیۃ. "اے اللہ تو مجھے اپنا بندہ بنالے، اس سے زیادہ میرے لئے اور کوئی شرف نہیں۔

جب راز و نیاز کے بعد حضور ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انتظار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار تو نصیب نہ ہوا۔ اس ہستی کو دیکھ لیں جو اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہاں انتظار کرتا ہوں، اللہ کا دیدار کر کے آئیں گے تو ان آنکھوں کو دیکھ لوں گا۔ جو یار کے جلوں سے شاد ہو کر واپس آئیں گے۔ عشق مجازی سے سرشار مجنوں نے کہا تھا

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی
اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَ

یعنی میں اپنی محبوبہ لیلیٰ کے چھوڑے ہوئے کھنڈرات کے پاس سے گزرتا ہوں کبھی اس کی گری ہوئی دیوار کو چومتا ہوں۔ کبھی اس گرے ہوئے دروازے کو چومتا ہوں میں پاگل اور احمق نہیں ہوں۔ میں نادان نہیں ہوں۔ اور نہ ہی ان دیواروں میں کوئی حسن و خوبی ہے۔ جن کی کشش مجھے چومنے پر مجبور کر رہی ہے۔

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حب من سکنت دِیَارَ

ان درودیوار نے میرے دل پر قبضہ نہیں جمالیا۔ میری محبوبہ نے یہاں چند دن

Marfat.com

گزارے تھے۔ اوران دیواروں نے اس کے پیکر رعنا کی زیارت کی تھی۔ بس اس کی یاد کی داکتیں مجھے چومنے پر مجبور کررہی ہیں۔ اگر تمہیں بھی یہ سعادتیں نصیب ہوئی ہوتیں تو تم بھی کم ازکم لیلیٰ کے درودیوار کو چوم کر اپنے دل کی تسکین کا سامان مہیا کرتے۔

معلوم نہیں لوگوں کا دماغ چل گیا ہے۔ ترازو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنا دیا۔ اتنا نہیں دیا۔ یہاں تک گئے وہاں تک نہیں گئے۔ اللہ کے بندو! تم کن الجھنوں میں پڑے ہوئے ہو۔ ایک بیچاری چیونٹی کی کیا مجال ہے کہ شہباز کی پرواز کا اندازہ لگاتی پھرے۔ کہ وہ اتنا اڑ سکتا ہے۔ اتنا نہیں اڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. خَفَضَ یَخْفِضُ۔

عربی میں کہتے ہیں اونچی چیز کو نیچا کرنا۔ جناح کہتے ہیں ان پروں کو، جن کو حرکت دینے سے کوئی پرندہ یا شہباز پرواز کرتا ہے۔ لوگوں کو کہا جاتا ہے، ان مادی آلائشوں سے اپنے آپ کو پاک کرو اور اوپر اڑو۔ یہ زنجیریں جو تمہیں جکڑ رہی ہیں انہیں کاٹ ڈالو اور اوپر اڑو۔ لوگوں کو تو یہ دعوت دی جارہی ہے کہ زمین کی پستیوں کی طرف مائل ہونے کی بجائے اوراوپر اڑو۔ اور یہاں حکم ہورہا ہے۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ. اے آسمان کی بے کرانیوں اور عرش کی بلندیوں پر پرواز کرنے والے اپنے ان شہ پروں کو جن کی پرواز کے سامنے عرش کیا لامکاں کی بلندیاں بھی کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ نیچے کرو، کس کے لئے!

لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. (الشعرآء. ۲۱۵)

یہ تیرے دامن رحمت میں پناہ لینے والے۔ تیرے نقوش پا کو اپنا خضرِ راہ بنانے والے، تیری ہر گفتار کو اپنی متاع حیات سمجھنے والے۔ تیری ہر ادا پر دل وجان قربان کرنے والے۔ اپنے ان غلاموں اور پروانوں کے لئے نیچے اڑو۔ اگر تم اپنی ہمت کے مطابق مصروف پرواز ہو گئے تو کیسے ابوبکر صدیق بنے گا۔ کیسے بلال کو مقام بندگی عطا ہوگا۔ کیسے ابوحنیفہ، امام اعظم بنے گا۔ کیسے عبدالقادر، غوث الوریٰ بنے گا۔ کیسے معین الدین شہنشاہ ہند بنے گا۔ کوئی وہاں پہنچے تو تم سے فیض

Marfat.com

حاصل کرے۔ کسی کا عقاب ہمت وہاں پر نہیں مار سکتا۔ اگر تو اپنی شان کے مطابق مصروف پرواز رہا تو اس فیضان کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ میں نے تو تمہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ جاؤ وہاں جہاں بلالؓ رہتا ہے۔ جاؤ وہاں جہاں صہیبؓ رہتا ہے۔ جاؤ وہاں جہاں سلمانؓ رہتا ہے جاؤں وہاں جہاں یاسرؓ رہتا ہے۔ جاؤ وہاں جہاں ام مکتومؓ رہتا ہے۔ وہاں جا کر آباد ہو جہاں تیرے نام پاک پر اپنی جان قربان کرنے والے رہتے ہیں۔ تا کہ وہ تیرے دامنِ رحمت کے ساتھ وابستہ ہو کر میرے محبوب اور مقرب بن سکیں۔

اللہ کا محبوب جب واپس تشریف لاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سراپا انتظار بنے کھڑے ہیں۔ ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس حسنِ حقیقی کو تو نہیں دیکھ سکے لیکن اس کے دیکھنے والے کو دیکھ لینا بھی کوئی کم سعادت نہیں۔ اس چہرے کے انوار و تجلیات کو اپنے دل میں جذب کر رہے ہیں جو حسنِ حقیقی کے حریم ناز سے ہو کر آ رہا ہے۔ ان چشمانِ مازاغ کو دیکھ رہے ہیں جو انوار الٰہی سے تابناک ہو کر واپس آ رہے ہیں۔ شدت شوق کو تسکین پہنچانے اور دل کی تشنگی کو بجھانے کی خاطر گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ اے تیز تیز جانے والے، تیری تیز خرامی پہ قربان، اک لحہ غلام کے پاس بھی ٹھہریئے۔ ہمیں بھی جی بھر کر دیدار کا لطف اٹھانے دیجئے۔ یہ فرمایئے! آپ واپس جا رہے ہیں، کوئی حکم الٰہی عطا ہوا؟

فرمایا! خداوند قدوس نے پچاس نمازوں کا حکم دیا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خالقِ کائنات کے حریم ناز کا دروازہ کھلا ہے آپ کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ واپس لوٹ جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ کیونکہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھے گی ساری گنہگار ٹھہرے گی۔ چنانچہ حضور ﷺ واپس جاتے ہیں حریم ناز میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رب العالمین۔ میرے امتی غریب ہیں، کمزور ہیں، ضعیف ہیں، وہ اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے۔ تو کریم ہے کچھ تخفیف فرما۔ مولائے کریم نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ حضور ﷺ واپس آئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام راستہ میں کھڑے تھے۔ عرض کیا کیا حکم ملا۔ فرمایا پانچ معاف ہو گئیں۔

Marfat.com

پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اتنی بھی کوئی نہیں پڑھے گا۔ آپ مہربانی فرما کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اور تخفیف کی التجا کریں۔ آنے جانے کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ آخری مرتبہ خدائے رحمن ورحیم نے فرمایا: اے میرے محبوب تیرے امتی پانچ نمازیں پڑھیں، میں انہیں پچاس نمازوں کا ثواب دوں گا۔ ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب دوں گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ وہی سوال و جواب شروع ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ ایک مرتبہ پھر دو قدم پیچھے جایئے اور معافی کی التجا کیجئے، آپ کے غلام نہیں پڑھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا! اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ کہ میری امت میرا نام بھی لے گی۔ میری غلامی کا طوق بھی اپنے گلے کی زینت بنائے گی۔ خدا کی زمین پر چلے گی۔ اس کے دستر خوان نعمت پر رزق بھی کھائے گی اور چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اس کے حضور میں سجدہ نہیں کرے گی۔ مجھے حیا آتی ہے کہ اپنے رب کے سامنے مزید تخفیف کی درخواست کروں۔ چنانچہ اس طرح اللہ کا محبوب پانچ نمازوں کا تحفہ لے کر واپس آیا۔

علمائے کرام اس کی توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مولائے کریم جانتا تھا آخر میں پانچ ہوں گی۔ پہلے ہی پانچ کا حکم کیوں نہیں دیا۔ میں تو صرف اتنا عرض کروں گا کہ محبوب ہو سوال کرنے والا اور مولائے کریم ہو عطا کرنے والا۔ بار بار سوال کرنے میں اور بار بار عنایت کرنے میں جو لطف ہے، ایک بار عنایت کر کے رخصت کرنے میں وہ لطف نہیں۔ تم آتے رہو، میں دیتا رہوں، تم سوال کرتے رہو، میں تمہارے سوال کو منظور کرتا رہوں۔ اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ شانِ محبوبیت کا مقام کیا ہے۔ لوگ خواہ مخواہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ اب تو وہ مرحلہ ہی گزر گیا، جب عقلِ ناتواں ان باتوں پر اعتراض کرتی تھی۔ سائنسی ایجادات کی بدولت جو باتیں آج ہو رہی ہیں۔ اگر یہی پچاس سال پہلے کی جاتیں تو کوئی انسانی عقل ماننے کو تیار نہ ہوتی۔ ایک ٹیلی ویژن کی مثال لے لیں۔ اگر پچاس سال پہلے کسی کے سامنے اس کا تصور پیش کیا جاتا، کہ تم اپنے گھر کے بند کمرے میں ایک ڈبہ سا رکھو گے اس کے اوپر ایک شیشہ سا لگا ہوگا۔ اور تم جب بٹن دباؤ

Marfat.com

گے تو جس اسٹیشن کی چاہو گے تمام تصویریں منعکس ہو کر تمہارے سامنے آئیں گی۔ ان کی آوازیں بھی تم سن سکو گے۔ راستے میں فلک بوس پہاڑ ہوں گے۔ وسیع و عریض وادیاں ہوں گی، تناور درخت ہوں گے۔ گھنی جھاڑیاں ہوں گی۔ بڑے بڑے مکانات ہوں گے۔ ان مکانات کی دیواروں پر پردے لٹک رہے ہوں گے۔ لیکن کوئی چیز حجاب نہیں بنے گی ٹی وی سٹیشن پر جو کچھ ہو رہا ہو گا بند کمرے میں اس آئینے پر منعکس ہوتا رہے گا، تو کوئی کیا ایسا شخص اس تصور کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوتا؟ عقل انسانی آج اتنا آگے جا چکی ہے جہاں مصطفٰے ﷺ کے نقوش پا ہیں ان کو خضرِ راہ بنا کر عقل آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ جن کے آقا ﷺ کے نقوش پا دنیا کی رہبری کا باعث ہیں آج اس قوم کو پتنگ اڑانے سے فرصت نہیں۔ ان کا کام کیا ہے، بسنت آگئی ہے جی، ڈور بناؤ جی۔ پتنگ لاؤ جی۔ کسی کا بازو ٹوٹ رہا ہے، کوئی نیچے گر رہا ہے، کسی کی ٹانگ ٹوٹ رہی ہے، کوئی بجلی کی تاروں سے الجھ رہا ہے، کوئی ویسے مر رہا ہے، کوئی پٹاخے چھوڑ رہا ہے، کوئی بھڑکیں لگا رہا ہے، کوئی بھنگڑے ڈال رہا ہے جس قوم کو مولائے کریم نے اپنے محبوب ﷺ کے ذریعے تسخیرِ عالم کا درس دیا تھا۔ وہ قوم پتنگ بازی میں مصروف ہے۔ دیگر خرافات میں مشغول ہے۔ اور جس قوم کو اس کا تصور تک نہیں دیا تھا، وہ آپ کے آقا ﷺ کے نقوش پا کو دیکھ کر آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

دانہ صحرا نشینیاں کاشتند
حاصلش افرنگیاں برداشتند

آج آپ گندم کاشت کریں، دوسرے دن تو فصل نہیں پک جاتی۔ دوسرے دن وہ فصل کاٹنے کے لئے تو آپ نہیں چلے جاتے۔ اگر گندم کے بیج کو اپنے منتہائے کمال تک پہنچنے کے لئے چھ مہینے کا عرصہ درکار ہے۔ اس کے لئے مختلف لوازمات پورے کرنے پڑتے ہیں۔ وقت بوقت اس کی آبپاشی کرنی پڑتی ہے۔ تب جا کر اس کے سرے پر خوشہ لگتا ہے۔ پھر اس خوشے کی جیبوں کو دانوں سے بھرا جاتا ہے۔ تب وہ تیری خوراک بننے کے قابل ہوتا ہے۔ تو جو آدمی بیج ڈال کر لمبی

Marfat.com

تان کر سو جائے اور اس کی بوئی ہوئی فصل کاٹ کر لوگ اپنے ذخیرے بھر لیں تو اس سے بڑھ کر بھی کوئی بدنصیب اور ہو سکتا ہے؟ سائنس و طبعیات کے علوم کی تخم ریزی کرنے والے آپ کے آباؤ اجداد تھے۔ علم و حکمت کے میدانوں میں گلستان آباد کرنے والے آپ کے اسلاف تھے۔ جب ان کے پکنے کا وقت آیا، تم پتنگوں میں مشغول ہو گئے۔ تم پٹاخوں میں مصروف ہو گئے۔ ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنے میں مصروف ہو گئے۔ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں مصروف ہو گئے۔ حیرت ہے۔

افسوس کا مقام ہے۔ دنیا کہاں پہنچ رہی ہے اور ہم کہاں دھکے کھا رہے ہیں۔ یہ حکمت کے جو چراغ آج روشن ہیں۔ یہ جو حکمت کے گلستان آج آباد ہیں۔ یہ بہاریں اور شگفتہ پھول آپ کو نظر آ رہے ہیں، یہ ان مجاہدین کے کارناموں کا ثمر ہیں، جنہوں نے سپین میں علم کی شمع فروزاں کی تھی۔ مغرب کے تمام بڑے بڑے لوگ وہاں کی یونیورسٹیوں یعنی قرطبہ یونیورسٹی، اشبیلیہ یونیورسٹی، غرناطہ یونیورسٹی وغیرہ میں دس دس بیس بیس سال لگا کر آپ کے اسلاف کے قدموں میں بیٹھ کر علم کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس آئے۔ اور یہاں آ کر علم کے مزید چراغ روشن کئے۔ جہالت کی شب تار میں چراغاں کیا اور ہم جن کا سب کچھ تھا ماشاء اللہ پتنگ اڑا رہے ہیں پٹاخے چھوڑ رہے ہیں۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا میروی

اللہ تعالیٰ نے تمہارے روئے زیبا کو حسن کی تمام تر رعنائیوں سے آراستہ کیا ہے۔ تو اپنے جمال سے بے خبر ہو کر وارفتہ حسن غیر کی گلیوں میں دھکے کھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب کے سفرِ معراج سے ہدایت عطا فرمائے! اپنا مقام پہچاننے کی توفیق مرحمت فرمائے، ہمارے دلوں میں ہماری عظمت کا احساس پیدا ہو۔ اور ہم بھی ان راستوں کو روندتے ہوئے عظمت کی ان بلندیوں پر جا کر اپنے جھنڈے گاڑ دیں۔ جس کی طرف حضور نبی کریم ﷺ نے ہماری رہنمائی کی ہے۔

Marfat.com

﴿ شان محبوبیت ﷺ ﴾

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد المرسلين امام الاولين والاخرين قائد الغر المحجلين شفيع المذنبين سيدنا و مولانا وجبينا و حبيب ربنا محمد المبعوث رحمة العالمين وعلى اله الطيبين الطاهرين وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين وعلى سائر الصحابة والتابعين اجمعين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم .

قل اللهم مالك الملك توتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شي قدير :(آل عمران آیت: ۲۶)

برادران اسلام: قرآن پاک کا اصول ہے کہ جب کوئی اہم چیز بیان کرنی ہو تو بلا واسطہ ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ سرکار دو عالم ﷺ کے واسطہ سے کرتا ہے۔ تلاوت کردہ آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی زبان سے اپنی قدرت کاملہ کا خطبہ بیان کروا رہا ہے۔ یہ خطبہ کتنا زوردار ہے؟ کہ اللھم کے لفظ سے شروع ہو رہا ہے اللہ کے ننانوے نام ہیں ان میں سے ایک ذاتی ہے وہ اللہ ہے باقی تمام صفاتی ہیں جیسے رحمن ،غفار ، ستار ، رحیم ، کریم وغیرہ۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں جب اللہ کے نام کے ساتھ میم لگا ہو تو باقی صفاتی نام بھی اس میم کی گھنڈی میں آجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے پروردگار! میں تیرا ذاتی اور تمام صفاتی نام لے کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ تو مالک ہے تمام جہانوں کا۔ یہ بحر و بر یہ ارض و سماء یہ چاند اور تارے سب تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی تیری مرضی کے بغیر دم نہیں مار سکتی۔ توتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء ''تو چاہے تو کسی کو حکومت عطا فرما دے اور اگر تو چاہے تو اس سے چھین لے'' تو چاہے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں

Marfat.com

ہے کو نرم کر دے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دے اور چاہے تو فرعون کو دریا میں غرق کر دے اور نمرود کو مچھر سے مروا دے یہ سب تیری ہی قدرت کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام طاقتوں اور قدرتوں کا سر چشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ اپنی شان قدرت سے جو چیز کسی کو عطا کرتا ہے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ اب یہ اس کی مرضی ہے جس طرح چاہے اس کو استعمال میں لائے مثال کے طور پر اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کار عطا فرماتا ہے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے، اب وہ اس کو جس طرح چاہے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کو زمین کا ٹکڑا عنایت فرماتا ہے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے اب یہ اس کی مرضی ہے اس پر مکان بنائے یا فصلیں اگائے۔ کوئی اس سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا کہ تو ایسا کیوں کر رہا ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ سب کو عطا فرمانے والا ہے اور جو کسی کو عطا کرتا ہے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اور جس طرح چاہے اس کو استعمال میں لاسکتا ہے تو کیا اس نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی کوئی چیز عطا کی ہے؟ اگر عطا کی ہے تو کیا آپ ﷺ اس میں سے کسی کو کچھ دے بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں ان الفاظ میں دیتا ہے

انا اعطینک الکوثر "اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔" اب کوثر کس کو کہتے ہیں؟ کوثر مبالغہ کا صیغہ ہے جو فوعل کے وزن پر آیا ہے یعنی کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز تعداد میں قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو اسے کوثر کہتے ہیں۔ کسی چیز کی کثرت و فراوانی بیان کرنے کے لئے عربی زبان میں اس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں آیا ہے یہاں ایک چیز بڑی غور طلب ہے قاعدہ یہ ہے صفت بغیر موصوف کے نہیں پائی جاتی مثلاً تیز صفت ہے تو اس وقت تک یہ صفت نہیں پائی جاتی جب تک موصوف نہ ہو جیسے گھوڑا تیز ہے یہاں گھوڑا جو موصوف ہے اس کا ذکر آیا ہے تب اس کی صفت تیز پائی گئی۔ لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ **الکوثر** جو صفت ہے وہ مذکور ہے۔ لیکن اس کا موصوف ذکر نہیں کیا گیا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ علماء کرام فرماتے ہیں اگر ایک چیز اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہوتی تو اس کا ذکر کر دیا جاتا۔ اگر چند چیزیں ہوتیں تو ان کا بیان ہوتا یہاں تو حالت یہ ہے کہ جو عطا فرمایا بے حد و حساب عطا فرمایا کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا ذکر نہ کیا جائے اس لئے صفت ذکر کر دی اور موصوف کو قاری کے ذہن پر چھوڑ دیا۔ مقصد یہ ہے کہ اے حبیب ﷺ میں نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ بے حد و حساب ہیں علم، حسن جود و کرم، شجاعت عفو و درگزر الغرض جن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو سرفراز فرمایا! وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے جن کی حد کو کوئی نہیں پا سکتا۔

حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں!

ایک رات چودھویں کا چاند پورے جوبن پر تھا، حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے صحابہ کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں کبھی آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کبھی چاند کی طرف خدا کی قسم! جو حسن و جمال آپ کے چہرہ مبارک پر تھا چاند کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

ایک دن سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے آپ کی غلام زادی کی شادی کرنی ہے۔ میری خواہش ہے آپ مجھے کوئی ایسی چیز بطور تحفہ عنایت فرمائیں جس سے اس کے دونوں جہان منور ہو جائیں۔ اس وقت آپ ﷺ کو پسینہ آیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا جاؤ ایک شیشی لے آؤ جب وہ شیشی لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے پسینے کے چند قطرے نچوڑ کر شیشی میں ڈال دیئے اور فرمایا جس وقت اس کو خوشبو لگانے کی ضرورت محسوس ہو تو اس میں سے لگا لیا کرے! اسے زعفران اور کستوری کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ انہوں نے وہ شیشی اپنی بیٹی کو دے دی۔ جب کبھی وہ شیشی کھولتیں تو صرف وہی گھر نہیں بلکہ مدینہ منورہ کی گلیاں بھی معطر ہو جایا کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے اس کے گھر کا نام ہی خوشبو والا گھر پڑ گیا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا میرے ماہی کے پسینے سے کستوری اور زعفران کا مقابلہ کہاں؟

حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں پانی کے جتنے کنویں تھے ان پر کفار کا قبضہ تھا۔ جب مسلمان عورتیں پانی بھرنے کے لئے جاتیں وہ مذاق کرتے، آوازیں کستے اور

Marfat.com

پریشان کرتے صحابہ کے لئے یہ چیز ناقابل برداشت تھی۔ انہوں نے مل کر کنواں کھودنے کا فیصلہ کیا ۔ جب کنواں کافی گہرا ہو گیا اور اس سے پانی نکلا تو وہ کڑوا تھا صحابہ بہت پریشان ہوئے۔ ساری خوشیاں ختم ہو گئیں تمام امیدوں پر پانی پھر گیا لیکن انہیں علم تھا جہاں اور امیدیں ختم ہو جاتیں ہیں وہاں ایک ایسی امید ہے جہاں سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ فرمانے لگے آؤ اپنے محبوب کی بارگاہ میں چلتے ہیں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ تمام کنویں کفار کے ہیں جب ہماری عورتیں پانی بھرنے کے لئے جاتی ہیں تو وہ پانی نہیں بھرنے دیتے اس لئے ہم سب نے مل کر کنواں کھودا جب پانی نکلا تو کڑوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس جگہ پر کڑوا پانی نکلا ہے وہاں مجھے لے چلو۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے جب کنویں کے پاس پہنچے تو صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے حال پر رحم کیجئے آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور پھر صحابہ کو پانی چکھنے کے لئے فرمایا جب انہوں نے پانی چکھا تو وہ اتنا میٹھا تھا کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے اندر ایسا میٹھا کنواں اور کوئی نہیں تھا۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی کا یہ معمول تھا کہ جب حضور ﷺ سحری کے وقت بیدار ہوتے تو وہ وضو کے لئے لوٹا بھر کر پیش کرتے (اگر ہم بھی اپنے پیر استاد یا والد کو وضو کرائیں تو یہ صحابہ کی سنت ہے) موسم جیسا بھی ہوتا ان کا یہ وظیفہ تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں پانی کا لوٹا پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔ ایک دن رحمت کا دریا جوش میں آیا فرمایا سل یا ربیعہ "اے ربیعہ! جو کچھ مانگنا چاہتا ہے مانگ لے" عرض کی اسئلک اگر حضور ﷺ سے مانگنا شرک ہوتا تو آپ ربیعہ کو روک دیتے۔ اس نے کیا مانگا؟ کوئی کار، کوئی حکومت، کوئی خزانہ نہیں بلکہ ایک ابدی چیز مانگی۔ لیلۃ القدر تو آتی ہی رہتی ہے لیکن جھولیاں بھرنے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں یا اللہ! جب مانگنے کا وقت آئے تو مانگنے کا طریقہ بھی آتا ہو! وہ بھی تو حضور ﷺ کی بارگاہ کے فیض یافتہ تھے اس کی تربیت بھی تو نگاہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمائی تھی۔ قربان اس استاد پر اور صدقے جاؤں اس شاگرد پر۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اسئلک مرافقتک فی

الجنة "اے اللہ کے رسول جنت میں جہاں آپ ہوں وہیں آپ کا یہ غلام بھی ہو" حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہاں میری مجال نہیں جنت کا اختیار میرے پاس نہیں میں نے تو تمہیں دنیا کی کوئی چیز مانگنے کے لئے کہا ہے بلکہ فرمایا: اَوَ غیر ذالک "ربیعہ کچھ اور مانگنا ہے تو وہ بھی مانگ لو۔ ربیعہ نے اس وقت زبان حال سے عرض کی ہوگی۔

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

صحابہ کرام کا یہ عمل ہمارے لئے حجت اور دلیل ہے وہ تو فرماتے ہیں: یا رسول اللہ اسئلک ۔ لیکن آج لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے مانگنا شرک ہے جب کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: انی مفتاح خزائن رحمة الله ۔ میں اللہ کی رحمت کے خزانوں کی کنجی ہوں کنجی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس نے کچھ لینا ہو وہ کنجی کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔

جنگ بدر میں حضرت قتادہؓ کی آنکھ پر تیر لگا آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا آپ آنکھ کے ڈھیلے کو ہاتھ پر رکھ کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نظر کرم کے لئے التجا کی۔ آپ ﷺ نے آگے سے یہ نہیں فرمایا: جاؤ! مسجد میں جا کر اللہ سے مانگو۔ یہ کیا شرک کر رہے ہو؟ آج تک تمہیں توحید کا درس دیتا رہا اور ابھی تم نے شرک شروع کر دیا بلکہ حضور ﷺ نے اس ڈھیلے کو لیا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر اس پر اپنا لعاب دہن ملا اور وہ چشم زدن میں درست ہوگئی۔ نہ صرف درد ختم ہو گیا بلکہ اس آنکھ کی بینائی تندرست آنکھ سے بھی تیز تر ہوگئی اور یہ امتیاز ان کی اولاد میں کئی نسلوں تک باقی رہا کہ قتادہ کی جس آنکھ کو نبی رحمت ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا وہ خوبصورتی اور بینائی میں نمایاں ہوا کرتی تھی۔ لوگ ان کے بچوں کو دیکھ کر سمجھ جایا کرتے تھے کہ حضرت قتادہؓ کے فرزند ہیں یا ان کی نسل سے ہیں جن کی آنکھ کا درماں نبی کریم ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے فرمایا تھا۔

ترمذی شریف کی حدیث شریف ہے ایک دن صحابہ کرام صبح کے وقت انتظار فرما رہے

Marfat.com

تھے کہ حضور ﷺ تشریف لا کر نماز پڑھائیں گے حضور ﷺ عام معمول سے لیٹ ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں ہم ایک نظر حجرہ کی طرف دیکھتے اور دوسری نظر سورج کی طرف کہ کہیں نماز قضا نہ ہو جائے۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے۔ چھوٹی چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز پڑھائی پھر ہم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ اے صحابہؓ! آپ جانتے ہیں آج میں کیوں لیٹ ہوا ہوں۔ ہم نے عرض کی الله ورسوله اعلم (اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا میں رات آرام کرنے کے بعد بیدار ہوا نفل پڑھے پھر ذکر الٰہی میں مشغول رہا۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا کہ" رایت ربی عزوجل فی احسن صورة قال فیم یختصم الملاء الا علی قلت انت اعلم فوضع کفه بین کتفی فوجدت برده بین ثدی فعلمت ما فی السموات والارض." آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی بڑی حسین اور پیاری صورت میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ ملاء اعلی کے مکین کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔؟ میں نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ! تو ہی زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ان العزة لله جمیعاً ان تاکید کا لفظ ہے عزة سے پہلے الف لام استغراق کا ہے لام تخصیص کے لئے اور جمیعا پھر تاکید کے لئے ہے یعنی ہر قسم کی عزتیں فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

وہاں یہ فرمایا تمام عزتیں میرے لئے ہیں یہاں یہ فرمایا، میرے لئے میرے رسول کے لئے اور میرے بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عزت ذاتی ہے اس کو کسی اور نے نہیں عنایت فرمائی۔ جب کہ حضور ﷺ اور آپکے غلاموں کو رب نے عطا فرمائی اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو عزت عطا فرماتا ہے تو وہ بھی عزت والا ہو جاتا ہے۔

اب ہم اس عزت کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے محبوب ﷺ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

Marfat.com

عطا فرمائے گا اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا!!

یقیناً فائز فرمائے گا آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا رب مقام محمود پر"

ویسے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا مالک ہے لیکن جہاں کوئی خاص بات یا نقطہ ہو وہاں ربوبیت کی نسبت رب اپنے مصطفیٰ ﷺ کی طرف فرماتا ہے۔

بخاری اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ میدان حشر میں جمع ہو نگے سورج سروں کے بالکل نزدیک ہوگا لوگ سورج کی تمازت کے باعث پسینے سے شرابور ہونگے، کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی کمر تک اور کوئی کندھوں تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ اپنے تخت جلال پر تشریف فرما ہونگے۔ ہر طرف ہیبت اور جلال کا دبدبہ ہوگا۔ کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ ہوگی لوگ نا قابل برداشت غم واندوہ میں مبتلا ہونگے۔ طویل انتظار کے بعد ان کو یارائے صبر نہ ہوگا۔ وہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ کیا ہم کسی ایسی ہستی کے پاس نہ جائیں جو ہمارے لئے خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں شفاعت کرے؟

چنانچہ وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے؟۔ اے ابو الانبیاء! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا۔ آپ کو مسجود ملائکہ بنایا آپ کو تمام نوع انسانی کا باپ بنایا۔ اے اتنی شانوں کے مالک! ہمارے پدر بزرگوار! از راہ عنایت ہمارے لئے بارگاہ رب العزت میں شفاعت کیجئے تاکہ اس کرب وغم سے رہائی پاسکیں۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرا رب آج بہت جلال میں ہے اس سے پہلے کبھی اتنی شان وجلالت کا اظہار نہیں فرمایا۔ نفسی نفسی اذھبوا الی غیری۔ مجھے آج اپنی فکر ہے شفاعت کی التجا کرنے کے لئے کسی اور کے پاس جائیں۔ پھر ساری مخلوق نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی۔ اے نوح علیہ السلام! آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے ہمارے لئے بارگاہ الٰہی میں شفاعت کیجئے۔ نوح علیہ السلام جواباً فرمائیں گے۔ نفسی نفسی مجھے آج اپنی فکر ہے

Marfat.com

مجھے آج اپنی فکر ہے۔ پھر ساری مخلوق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور ہوے ادب سے عرض کریں گے آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں از راہ نوازش اپنے خداوند کریم کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت کریں حضرت سیدنا ابراہیمؑ بھی وہی جواب دیں گے میں تمہارے لئے شفاعت نہیں کرسکتا مجھے اپنی جان کی فکر ہے تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ کلیم اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ساری مخلوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بصد ادب اپنی عرضداشت پیش کرے گی۔ آپ بھی معذرت کریں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کی نشانی اور روح اللہ ہیں سب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی حالت زار بیان کریں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ بارگاہ الٰہی میں وہ ان کی شفاعت کریں آپ بھی معذرت کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی پریشان حال اور غم واندوہ سے نڈھال مخلوق کو ایسے کریم اور محبوب کا پتہ بتائیں گے جس کے دروازے پر آنے والا کوئی سائل کبھی محروم نہیں لوٹتا۔ آپ انہیں کہیں گے کہ محمد عربی ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوکر عرض کریں کیونکہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ اور مقبول بندے ہیں جن کی اگلی اور پچھلی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے آخر کار ساری مخلوق در در کی ٹھوکریں کھانے کے بعد در مصطفیٰ ﷺ پر آئے گی۔ ماننے والے بھی اور نہ ماننے والے بھی جو آج شرک شرک کہتے ہیں وہ بھی وہاں جائیں گے اول سے لے کر آخر تک تمام مخلوق اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس حاضر ہوگی تو آپ فرمائیں گے انا لھا انا لھا۔ ہاں مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کروں۔ اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہاری مشکل کشائی کے لئے تیار ہوں۔ میں تمہاری اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضور ﷺ تمام مخلوق کو لے کر تخت جلال کے سامنے حاضر ہونگے اپنی نورانی جبین کو اللہ کے حضور سجدے میں رکھ دیں گے۔ ایسی حمد وثناء کریں گے جس طرح آپ نے پہلے کبھی نہیں کی ہوگی۔ آپ دیر تک سجدہ ریز رہیں گے تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء آئے گی یا محمد ارفع راسک سل تعط واشفع تشفع۔''

Marfat.com

اے میرے محبوب ﷺ! نیاز مندی کی حد ہوگئی اب اپنا سر مبارک اٹھالو! آپ مانگتے جائیں میں عنایت کرتا جاؤں۔ آپ شفاعت کرتے جائیں میں بخشتا جاؤں کیا خوب کسی نے کہا

فقط اتنی سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر آدم ومن سواہ تحت لوائی یوم القیامۃ ولا فخر: قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہوں، حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے نبی میرے پرچم کے نیچے ہونگے۔ یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں فخر و مباہات مقصود نہیں۔ قل اللھم مالک الملک ۞ تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر علی کل شی قدیر: اے میرے محبوب ﷺ! فرمادیجئے! تمام جہانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس کو چاہتا ہے حکومت عطا فرماتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت عنایت فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تمام بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ انا اعطینک الکوثر "اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو بے حد وحساب عنایت کیا۔"

لوگ آج کہتے ہیں کہ ہم شرک کر رہے ہیں جب کہ ہم تو کہتے ہیں

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ.

ہم تو حضور ﷺ کو اپنا رسول اور اللہ کا بندہ سمجھتے ہیں لیکن ہم ان حضرات سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو شانیں، عظمتیں اور عزتیں عطا فرمائی ہیں ان کا اقرار کرنا شرک ہے یا عین ایمان۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

Marfat.com

انا اعطینک الکوثر

برادران اسلام! بڑے طویل عرصے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا ہے پتہ نہیں دوبارہ یہ موقع نصیب ہوگا یا نہیں۔ اس لئے مولائے کریم نے ہمیں جو وقت عطا فرمایا ہے۔ گپ شپ، چٹکلوں یا مناظرانہ بحثوں میں ضائع کر کے نہ جائیں بلکہ اس طریقے کے ساتھ اپنا وقت گزاریں کہ جب یہاں سے اٹھیں تو ہماری جھولیاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بھری ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ نہ تو میں مناظر ہوں، نہ مقرر اور نہ خطیب ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ایک ادنیٰ سا بندہ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کا ایک حقیر ترین غلام ہوں۔ میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام بغیر کسی آمیزش و ملاوٹ اور بغیر کسی تحریف و غلط تاویل کے اس کے بندوں تک پہنچاؤں۔ اور اس کے بندوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ پاک کا جو کلام سنیں اس کو اپنے دلوں میں بٹھائیں۔ باتیں مجھے آتی نہیں اور فضول باتوں میں ضائع کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ یہ چند لحات جو مجھے آپ کے پاس بیٹھنے کے لئے ملے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ چند باتیں آپ کے سامنے پیش کروں جو اس دنیا میں بھی آپ کے لیے مفید ہوں قبر میں بھی فائدہ مند ہوں اور روز قیامت بھی کام آئیں۔ پہلے ایک چھوٹی سی عرض ہے۔ جب بارش برسے تو تالاب بھر جاتے ہیں۔ جوہڑ لبریز ہو جاتے ہیں ساری گلیوں میں پانی آجاتا ہے سارے کھیتوں میں پانی آجاتا ہے مگر وہ پیالہ جو الٹا پڑا ہو کیا اس میں بھی کوئی چیز آتی ہے؟ کتنی ہی بارش کیوں نہ ہو سارے جوہڑ بھر جائیں ساری نالیاں، گلیاں اور کھیت بھر جائیں مگر وہ پیالہ جو الٹا پڑا ہوا ہو اس میں تو ایک قطرہ بھی نہ جائے گا۔

ہمارا ایمان ہے کہ جب اللہ پاک اور اس کے محبوب پاک ﷺ کا ذکر کیا جائے۔ تو اللہ پاک کی رحمت برستی ہے۔ مگر یہ بارش انہیں ہی نصیب ہوتی ہے۔ جنہوں نے اپنے دل کا پیالہ سیدھا رکھا ہوتا ہے اور جس نے اپنے دل کا پیالہ الٹا رکھا ہو تو وہ بدنصیب جس طرح آئے اسی

Marfat.com

طرح لوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے بدنصیبوں میں نہ رکھے۔ بلکہ ان خوش نصیبوں میں رکھے کہ جن پر اللہ کی رحمتوں کی جھڑی برستی ہے۔ تو ان کا ظاہر بھی سیراب ہو جاتا ہے اور باطن بھی۔ اس تھوڑے سے وقت میں بڑی ہی مختصر سورۃ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔

اس دنیا میں سب سے بڑا کام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، یہ کہنا کہ سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا۔ اس کی شان اور عظمت و کبریائی کا تذکرہ کرنا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ تو ہم کیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں؟

یا اللہ تو ہی ہے جس کا آسمان ہے۔ یہ عبادت ہوئی کہ نہیں؟ یا اللہ تو ہی ہے کہ جس نے سورج کو روشنی دی اور چاند کو چمک دی۔ یا اللہ تو ہی ہے جس نے ہوا بنا کر اس کو ہفت میں تقسیم کیا۔ تو سب سے بڑی تعریف اللہ کی کیا ہوئی؟ وہ یہ ہے کہ اے اللہ! تو وہ ہے جو محمد عربی ﷺ کا خالق ہے۔ جس نے مصطفےٰ کریم ﷺ کو بنایا اور ماشے اتنی عظیم شانوں کے ساتھ نوازا۔ اب خود ہی بیان کردہ باتوں پر غور کرو کہ یہ بڑی تعریف ہے کہ یا اللہ تو وہ ہے جس کا بندہ محمد عربی ﷺ ہے۔

عبادت کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے محبوب کی عظمتوں کا تذکرہ کیا جائے اور اس کے ساتھ اپنی محبت اور عشق کا اظہار کیا جائے۔ لیکن ہم کتنے ہی فصیح و بلیغ ٹھہریں کتنے ہی قادر الکلام خطیب اور انشاء پرداز ہوں۔ ہمارے پاس نہ اتنا علم ہے کہ اللہ کے محبوب کی کما حقہ تعریف کر سکیں اور نہ ہی کوئی ایسا ماں کا لال ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میرا علم اتنا ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان بیان کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ اس کا حق ہے اور یقیناً کسی انسان کی یہ مجال نہیں کہ وہ ایسا دعویٰ کر سکے۔

حضور ﷺ کی سب سے بڑی تعریف وہی ہے جو رب العالمین نے اپنے محبوب کی فرمائی۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی سچی اور کامل تعریف نہیں۔ آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں کہ اس کے محبوب کا ذکر کریں۔ اسکی عظمتوں کے گن گائیں۔ اس کی محبت کی بھیک مانگیں اسکے عشق کا چراغ روشن کریں کس طریقے سے؟ جس طرح رب کریم نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی شان بیان

Marfat.com

ی ہے۔اس مختصر سے وقت میں تذکرہ محبوب رب العالمین پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔
مید ہے آپ توجہ کے ساتھ سنیں گے اور میری کج بیانی کی وجہ سے اپنے کانوں کو بند نہ کریں گے۔
لکہ اللہ کا بیان سننے کیلئے اپنے ظاہری کان بھی اور دل کے کان بھی کھول کے بیٹھیں گے۔

اس رب نے اپنے محبوب کی تعریف کی اور فرمایا! انا اعطینک الکوثر ۔اس کی
ضاحت سے پہلے میں ایک نقطہ سمجھانا چاہوں گا سارا قرآن آپ پڑھیں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے
پنے محبوب کی تعریف کی۔سارا قرآن الحمد سے والناس تک پڑھیں جگہ جگہ اللہ پاک نے
پنے محبوب کی شان بیان فرمائی ہے یا کہ نہیں۔یقیناً اس کی عظمت کا تذکرہ فرمایا۔جو مہربانیاں،
عنایات اور انعامات اس نے اپنے بندے پر فرمائے ان کا قرآن میں ذکر فرمایا لیکن اگر آپ غور
سے دیکھیں تو ان آیات میں ایک بات ہر آیت میں موجود ہوگی ابتداء سے لیکر انتہا تک جن آیات
میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کی تعریف فرمائی ہے ان میں ایک قدر مشترک ہے اور وہ کونسی
ہے؟ وہ یہ ہے کہ جہاں اللہ پاک نے اپنے محبوب کی شان بیان کی وہاں پہلے اپنا ذکر کیا بعد میں اپنے
محبوب کی توصیف بیان فرمائی۔مثلاً مشہور آیت تو سب کو یاد ہوگی۔

وما ارسلنک الا رحمة للعلمین کہ ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں
کے لئے رحمت بنا کر۔خلاصہ یہی ہے کہ حضور ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔اس
مفہوم کو اور کئی بہترین طریقوں سے مختلف انداز کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ
بعثت رحمة للعلمین آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔انت رحمة
للعلمین اے مصطفیٰ ﷺ! آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور کئی تراکیب اور کئی
اسالیب اختیار کر کے اس مفہوم کو بیان کیا جا سکتا ہے۔اور کسی اسلوب کو پسند نہیں کیا گیا بلکہ پہلے
اپنا ذکر فرما کر اپنے محبوب کا ذکر جمیل فرمایا اب دوسری آیت سنیں۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ۔
یہاں اللہ پاک نے اپنے محبوب ﷺ کی معراج کا ذکر فرمایا ہے۔تو یہ نہیں فرمایا کہ

Marfat.com

آپ ﷺ نے معراج کی، یوں سیر فرمائی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے مصطفےٰ ﷺ کو آسمان کی ساری بلندیوں تک لے گئی۔ پہلے اپنا ذکر کیا بعد میں محبوب کی معراج تذکرہ فرمایا۔

اسی طرح ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً وہ میری ہی ذات ہے جس نے محمد مصطفےٰ ﷺ کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر اس ساری انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ ان تمام آیت میں پہلے اپنا ذکر کیا اور پھر اپنے محبوب کی رسالت کا ذکر فرمایا۔

یہ تو چند مثالیں ہیں وگرنہ ایسی آیات شمار کرنے لگوں تو بات کرنے کا شاید وقت ہی نہ ملے۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ وہ بات جس کا رب پاک نے ہر جگہ لحاظ رکھا ہے۔ وہ قاعدہ، ضابطہ اور قدر مشترک جس کو اللہ پاک نے کسی ایک مقام پر بھی نظر انداز نہیں فرمایا۔

غور کرنا چاہئے۔ ایں چیست؟ ایسا کیوں ہے؟ اور کتنی چیزیں ہیں جن کا اللہ پاک نے بیان فرمایا مگر وہاں یہ انتظام نہیں کیا۔ وہاں یہ پابندی نہیں۔ وہاں کہیں اپنا ذکر فرمایا اور کہیں نہیں۔ لیکن جہاں مصطفےٰ کریم ﷺ کی شان بیان کی ہے۔ وہاں ہر آیت میں پہلے اپنا ذکر کیا بعد میں محبوب کا ذکر فرمایا۔

میری ناقص سمجھ۔ اور فہم نارسا کے مطابق اس قدر مشترک کو ہر جگہ اختیار رکھنے کی دو حکمتیں ہیں پہلی یہ کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ جبرائیل کا وحی لیکر آنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد نہ کسی تارے کی ضرورت ہے، نہ چاند کی، اور نہ ہی کسی بلب کی۔ جب وہ خاتم المرسلین آ گیا۔ نبوت کی باقی کوئی ضرورت نہ رہی۔ اللہ پاک نے اسی لئے اس اسلوب کا التزام فرمایا پہلے نبیوں کو بھی میں نے شان دی ان کی شان کو دیکھ کر ان کی امتیں گمراہ ہو گئیں۔ حضرت عیسیٰؑ اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے تو اس مادر زاد اندھے کی آنکھیں درست ہو جاتیں۔ کوڑھی کو دم فرماتے تو کوڑھ ٹھیک ہو جاتا تھا۔ مردوں کو کہتے قم باذن اللہ تو وہ اپنا کفن جھاڑ کر کھڑا ہو

Marfat.com

جاتا۔ کیا یہ کمال قرآن پاک نے بیان کیئے ہیں ۔یا کہ نہیں؟ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰؑ کے کمال بیان کیئے ہیں ۔لیکن انھیں کمالات کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی امت آپ کے ماننے والے حواری راہ راست سے بھٹک گئے۔اور کہنے لگے یہ صفات جس کی ہوں وہ بندہ نہیں ہوسکتا وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا۔تو وہ اس طرح گمراہ ہو گئے یا نہیں؟ صرف اتنے کمالات کو دیکھ کر گمراہ ہو گئے۔اس طرح دیگر انبیائے کرام کی شانیں ہیں۔ان کی شانوں کو دیکھ کر ان کے امتیوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئی اور چندیا گئیں۔اور آفتاب عالم تاب ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔یکے بعد دیگرے نبی آتے گئے۔بالآخران کجیوں کی درستگی کا سامان آیا۔جب رحمتہ للعالمین آئے۔جب خاتم النبیین تشریف لائے۔جن کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی کتاب آئے گی۔اگر اس وقت بھی لوگ دھوکے میں مبتلا ہو گئے تو لوگوں کی ہدایت کا کوئی سامان باقی نہ رہے گا۔اس لئے بتایا کہ جو شانیں تم کو میرے محبوب کی نظر آرہی ہیں جو کمالات میرے محبوب میں تم کو نظر آرہے ہیں۔اور جو عظمتوں کی جھلک تمھیں اس آئینہ وجود میں نظر آرہی ہے۔کان کھول کر سن لو! یہ انکی اپنی صفات نہیں۔یہ صفات میں نے ہی آپکو عطا فرمائی ہیں۔یہ بتانا مقصود ہے کہ اگلے نبی آئے اور ان کے کمالات دیکھ کر امتیں گمراہ ہو گئیں۔اور وہ کمالات جو میں نے اپنے محبوب کو عطا فرمائے ہیں۔سب کے کمالات ایک طرف۔اس طرح نہ ہو کہ ان کمالات کو دیکھ کر حضور ﷺ کے غلام حضور ﷺ کے کلمہ پڑھنے والے بھی توحید کی سڑک سے بھٹک کر گمراہی اور شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں۔جس کو کمال دیئے گئے ہوتے ہیں۔وہ سب کچھ تو ہوسکتا ہے۔مگر خدا نہیں۔کیوں کہ خدا وہ ہے کہ جسکا جو کمال ہے کسی کا نہیں بلکہ اسی کی ذات کا خاصہ ہے۔کسی کا عطا کردہ ، بخشا ہوا یا کسی کا عنایت کیا ہوا نہیں ہے۔اور یہ بتایا کہ ہم نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ہم نے اپنے اس بندے کو سیر کرائی ،ہم نے ختم نبوت کا تاج اس کے سر پر رکھا،ان لوگوں کی رہنمائی کیلئے بنا کر بھیجا۔یہ ساری شانیں ،یہ سارے کمالات کس کے ہیں۔یہ اللہ کے عطا کردہ ہیں۔جس کے پاس اللہ پاک کے دیئے ہوئے کمالات ہوتے ہیں وہ

Marfat.com

اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن خدا نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کو بیان کرنے کیلئے تا کہ بعد میں آنے والے لوگ گمراہی میں مبتلا نہ ہوں حضرت عیسیٰؑ نے ظاہری اندھوں کو بینا فرمایا مگر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے اپنے کرم سے دل کی آنکھوں کو بینا فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ نے مردوں کو زندگی بخشی۔ وہ زندگی دی جس کو اگر موت کا ایک جھونکا آئے اور لیکر چلا جائے۔ جن کو حضرت عیسیٰؑ نے زندہ کیا ان میں سے آج کوئی زندہ ہے؟ سب فوت ہو گئے۔ مگر جس کو مصطفےٰ کریم ﷺ نے زندہ کیا۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء'' ۔ یعنی جو ٹھوکر مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ زندہ ہوا۔ موت اس کے دامن میں آ کر نہیں ٹھہرے گی

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ مدینہ کی ایک گلی سے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد گزر رہے تھے۔ کہ جھاڑو دینے والا صفائی کر رہا تھا۔ جب کوئی جھاڑو دیتا ہے تو گرد و غبار اڑتا ہے ساری گلی بھر جاتی ہے۔ وہاں بھی ساری گلی دھول سے بھری ہوئی تھی۔ آپؓ نے اپنی چادر داڑھی مبارک پر رکھ دی تا کہ گرد سے بچ جائیں۔ وہ خاکروب بھی کوئی عام ہستی نہ تھی۔ وہ بھی صفہ کا طالبعلم تھا۔ اس نے جب امیر المومنین کو اس طرح دیکھا تو عرض کرنے لگا۔ اے امیر المومنین اس طرح نہ کیجئے یہ دھول پڑنے دیجئے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، کوڑھی پر اگر مدینہ کی دھول پڑ جائے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اگر ہاتھ لگائیں تو کوڑھوں کو شفا ملتی ہے مگر مدینہ والا جن گلیوں سے ایک مرتبہ خرام ناز فرمائے قیامت تک اس گلی سے اٹھنے والی دھول کسی کوڑھی پر پڑے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ لوگ عیسیٰؑ کے کمالات دیکھ کر گمراہ ہو گئے۔ اگر راہنمائی نہ کی جاتی تو یہاں بھی غلطی کا امکان تھا یا کہ نہیں؟ اسی لیئے اللہ پاک نے جگہ جگہ بیان فرمایا۔ کہ جو شانیں میرے محبوب کی ہیں۔ وہ سب میں نے عطا فرمائی ہیں۔ اور جسے میں شانیں دوں وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا مگر خدا نہیں۔

دوسری حکمت اس کی یہ ہے کہ اللہ پاک کو معلوم تھا کہ ایک ایسا زمانہ بھی آتا ہے کہ جب لوگوں نے باقی کام چھوڑ کر میرے محبوب ﷺ کی شانوں کا انکار کرنا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں ہے، وہ

Marfat.com

بھی نہیں ہے۔ اختیار بھی نہیں، علم بھی نہیں۔ رب العالمین کو علم تھا کہ ایک دور آئے گا۔ جب بعض لوگ ان شانوں کو جو میں نے اپنے محبوب کو عطا فرمائیں اب ذرا ان آیات کی طرف چلیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مصطفےٰ ﷺ کی شان بیان فرمائی۔ ایک چھوٹی سی سورۃ جو قرآن کی سب سورتوں سے ان کی آیات کی تعداد اور ان کی لمبائی کے اعتبار سے مختصر ہے۔ وہ سورۃ کوثر ہے جس میں ارشادِ ربانی ہے۔ انا اعطینک الکوثر۔ اگر صرف یہی آیت سمجھ میں آجائے تو انشاء اللہ سارے شیطانی وسوسے آپ سے دور ہو جائیں گے۔ یہ ایک ایسی ڈھال ہے کہ ہر ابلیسی تیر اور ہر ابلیسی وار کو اس سے آپ روک سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا اعطینک الکوثر یہاں بھی رب تعالیٰ نے پہلے اتنا ذکر فرما کر پھر اپنے محبوب کا ذکر فرمایا اور کہا انا اعطینک الکوثر اے محبوب ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔

کوثر کسے کہتے ہیں؟ کوثر کا معنی کیا ہے؟ علماء لغت نے اس بات کی تشریح کی ہے کہ الکوثر علی وزن فوعل صیغة مبالغة کہ کوثر کا وزن فوعل ہے اور یہ مبالغہ کے صیغوں میں سے ایک صیغہ ہے۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے ایک ہوتا ہے عالم۔ عالم وہ ہوتا ہے جس کے پاس علم ہو خواہ تھوڑا سا ہی ہو۔ اور ایک ہوتا ہے علامہ اور علامہ وہ ہوتا ہے جو علم کے سمندر کا پیراک ہو اس کی غواصی کرنے والا، غوطہ زنی کر کے اس کی تہہ سے موتی چننے والا ہو۔

جو تھوڑی صفت ہو وہ فاعل کے وزن کے ساتھ ذکر ہوتی ہے۔ اور جہاں صفت کی زیادتی بیان ہو وہاں مبالغہ کا وزن استعمال ہوتا کوثر کثرت سے مشتق ہے اور کثرت کا معنی ہے زیادتی۔ کسی چیز کا بڑھ جانا، پھیل جانا اسی سے کوثر کو مبالغہ کا صیغہ بنایا۔ تو علماء کے نزدیک اس کا مطلب ہوا الکثرة المفرطة التی لاحد لھا ایسی زیادتی جس کی کوئی حد نہ ہو۔

رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کو عطا فرمایا کوثر۔ یعنی بے حد و حساب۔ کثرت مفرطہ عطا فرمائی۔ یعنی کثرت، زیادتی اور اتنی فراوانی عطا فرمائی کہ نہ تو کوئی اس

Marfat.com

کے سامنے بند باندھ سکتا ہے۔ اور نہ ہی اسے کسی میزان کے ساتھ تولا جا سکتا ہے۔

تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عربی زبان میں کسی چیز کو بیان کرنے کے لئے ایک صفت ہوتی ہے اور ایک موصوف اور صفت بغیر موصوف کے نہیں پائی جاتی۔ مثلاً کوئی کہے کہ تیز بڑا ہی تیز۔ تو یہ صفت ہے۔ جب تک بتایا نہ جائے کہ کون تیز ہے۔ گھوڑا، ریل، کار یہ سب موصوف ہیں اور تیز تب ہی ہوگی جب موصوف موجود ہوگا۔

تو یہاں اللہ کا فرمان ہے **انا اعطینک الکوثر** اے محبوب ہم نے آپ کو کثرت مفرطہ عطا فرمائی۔ یہاں صفت کثرت مفرطہ کا ذکر تو فرمایا مگر موصوف کا نہیں۔ یہ تو بتایا کہ کثرت مفرطہ، بے حد و حساب عطا فرمایا۔ مگر کون سی چیز ہے جو بے حد و حساب عطا فرمائی۔ اس میں کیا حکمت اور کیا راز ہے کہ موصوف ذکر نہ کیا۔ اللہ پاک علمائے اسلام پر رحمت فرمائے اور ان کی قبروں پر اپنی رحمتوں کے پھول نچھاور کرے جنہوں نے ہمیں قرآن سمجھایا۔

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ اگر اللہ پاک نے ایک چیز اپنے محبوب کو بے حد و حساب دی ہوتی تو اس چیز کا نام لیا جاتا۔ دو چیزیں ہوتیں تو ان کا ذکر کیا جاتا۔ چونکہ اللہ پاک نے جو دیا بے حد و حساب دیا۔ اس لئے ایک صفت ذکر نہیں کی۔ اگر ایک چیز بے حد و حساب دی ہوتی تو اس کا یہاں ذکر کیا ہوتا۔ یا چند چیزیں بے حد و حساب عطا کی ہوتیں تو ذکر کیا ہوتا۔ یہاں کسی چیز کا ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی عطا فرمایا بے حد و حساب عطا فرمایا۔ اور صفت ذکر کر کے موصوف تم پر چھوڑ دیا کہ جو چیز مرضی ہے یہاں ذکر کر کے صفت کوثر کے ساتھ متصف کر دو۔ علم عطا فرمایا تو بے حساب، اختیار عطا فرمایا۔ تو بے حد و حساب، حلم عطا فرمایا تو بے حد و حساب کرم عطا فرمایا تو بے حد و حساب، حسن ظاہری و باطنی عطا فرمایا تو بے حد و حساب۔ الغرض اپنے محبوب کو عطا فرمانے کا وقت آیا تو پیمانے توڑ دیئے اور میزان الگ رکھ دی۔ شمار ختم کر دیئے اور فرمایا۔ دینے والا میں اور لینے والا تو ہے۔ میرے خزانے ختم نہیں ہوتے۔

اب جس کی نعمتوں کو اللہ پاک کہے کوثر۔ اور اللہ نے اپنی زبان قدرت سے کہے کہ

Marfat.com

میں نے جو کچھ اسے دیا بے حد و حساب دیا تو پھر کیا ہمیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ اُس حبیب خدا کے علم کو ماپنے لگ جائیں۔ آپ ﷺ کے اختیارات کو تولنے لگ جائیں۔ کہ اس اختیار ہے اور اسکا نہیں حضور ﷺ کے علم کا اندازہ لگائیں اور کہیں اتنا ہے اور اتنا نہیں۔ اور اب اگر رب تعالیٰ کہے کہ میں نے بے حد و حساب دیا اور امتی کہے کہ یہ دیا اور وہ نہ دیا تو وہ بد بخت ہے کہاں اپنے آقا و مولا کی شان پر اس کے ماتھے پر بل پڑ رہے ہیں۔ تو بڑا ہی افسوس ہو اس کی بدقسمتی پر اور اسکی نا عقلی پر۔

یہ میری کوشش ہے کہ میں ان ان گنت اور بے شمار انعامات کا ذکر کروں۔ بلکہ یہاں صرف ایک دو چیزیں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں تا کہ آپ کو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین مسجد نبوی میں صبح نماز ادا کرنے کے لئے اپنے آقا و مولا محمد ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ جس وقت عام طور پر آپ تشریف لاتے تھے۔ وہ وقت گزر گیا۔ آپ ﷺ تشریف نہ لائے۔ کافی دیر ہو گئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ اتنی دیر ہو گئی کہ ہم اکڑ اکڑ کر مشرق کے افق کی طرف دیکھنے لگے کہ کہیں سورج نہ چڑھ آیا ہو، اتنی دیر ہو گئی کہ مشرق کا افق سفید ہو گیا، طلوع آفتاب میں ابھی تھوڑی دیر باقی تھی کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے بلال ؓ نے تکبیر کہی مختصر وقت ہونے کی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ نے مختصر سورتیں پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ کرام کو حکم دیا کہ جہاں بیٹھے ہو وہیں بیٹھے رہو۔ میری بات سن کر جانا۔ صحابہ کرام اپنے آقا کا ارشاد سن کر دست بستہ باادب ہو کر بیٹھے رہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے میرے صحابہ! تمھیں پتہ ہے کہ میں آج دیر سے کیوں آیا ہوں؟ صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ اپنی طرف سے کبھی بھی عذر پیش نہ کرتے بلکہ ہمیشہ اپنے آقا و مولا ﷺ کو یہ جواب دیتے اللہ ورسولہ اعلم صحابہ کرام نے یہاں بھی عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کافی دیر تک میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا۔ جب فجر کا وقت قریب ہوا۔ تو میں مصلے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جسے نہ نیند کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی بیداری، بین النوم و الیقظۃ یعنی نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت مجھ پر طاری

Marfat.com

ہوئی فاتانی ربی فی احسن صورۃ میرا رب میرے پاس بڑی حسین و جمیل شکل کے ساتھ تشریف لایا۔ اس جلال میں نہیں کہ اس کی ایک کرن پڑے تو فخرّ موسیٰ صاعقۃ حضرت موسیٰ کے ہوش اڑ گئے طور کا پہاڑ جل کر راکھ ہو گیا۔ فرمایا اس جلال میں نہیں بلکہ کمال جمال کے ساتھ اللہ پاک نے تجلی فرمائی۔

یہ وہ الفاظ آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں جو حدیث شریف میں موجود ہیں یہ ان کا مفہوم ہے۔ اور ان میں کمی بیشی کرنے کی مجھ میں مجال نہیں۔ ارشاد فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ میرا رب میرے پاس بڑی ہی حسین و جمیل صورت میں آیا۔ اللہ تعالیٰ کا نزول اس صورت میں نہیں ہوتا جس طرح کہ عام مخلوق میں ہوتا ہے تو پھر رب کریم کس طرح تشریف لائے؟ اس طرح جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ جس طرح اس کی ذات کو زیبا ہے۔

فقال یا محمد ﷺ فرمایا! اے میرے محبوب جس کا سوہنا نام ہے محمد! قلت لبیک میں نے عرض کی اے میرے مالک کریم، اے میرے خالق کریم۔ اے عزت و شان دینے والے، یہ تیرا بندہ حاضر ہے کیا حکم ہے؟ اللہ پاک نے فرمایا یہ تو بتا میرے مصطفیٰ ﷺ فیما یختصم ملاء الاعلیٰ آج آسمان پر فرشتے کس موضوع پر بحث کر رہے ہیں۔ فقلت انت اعلم تو میں نے عرض کیا یا اللہ تو بہتر جانتا ہے۔ کس موضوع پر ملاء اعلیٰ کے فرشتے آپس میں مباحثہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں فوضع یدہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیٰ فعلمت ما بین السموٰت والارض تو رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا اور دست قدرت سے جب فیضان کے چشمے جاری ہوئے اور علم کی کرنیں پھوٹیں فوجدت بردھا بین ثدی تو ان ہاتھوں کے فیضان کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے کے درمیان محسوس کی اور اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ فعلمت ما بین السموٰت والارض جو کچھ آسمانوں میں تھا وہ بھی میں نے جان لیا۔ جو کچھ زمینوں میں تھا اس کا بھی علم ہو گیا۔ تو جو آسمانوں کی ہر چیز کو بھی جانے اور زمین کی بھی ہر چیز کو جانے وہ انا اعطینک الکوثر والا ہوا یا کہ نہیں۔

Marfat.com

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے کس کس کمال کو آپ کے سامنے پیش کروں جن کے شاگرد ابو بکر صدیق، جن کے شاگرد حضرت عمر فاروق، جن کے شاگرد عثمان غنیؓ اور جن کے شاگرد باب مدینۃ العلم حضرت علی المرتضیٰ ہوں تو ان کے استاد کا عالم کیا ہوگا۔ اور اس علم کے سمندر کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔

انا اعطینک الکوثر ابھی آقا علیہ السلام نے ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ ایک دن آپ ﷺ کا جی چاہا کہ میں آج خانہ کعبہ شریف کے اندر داخل ہو کر اپنے رب کو یاد کروں۔ ویسے تو رب تعالیٰ کو جہاں بھی سجدہ کرنا چاہیں سجدہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے مگر اس روز نبی کریم ﷺ نے یہی خواہش فرمائی کہ آج میں خانہ کعبہ شریف کے اندر سجدہ کروں اور اپنی زبان کے ساتھ کہوں سبحان ربی الاعلیٰ اے آمنہ کے یتیم کو عزتیں دینے والے تو بیشک پاک ہے۔ فرماتے ہیں میرا جی چاہا تو کعبہ کی کنجی ایک کافر کے پاس تھی۔ اس کا نام تھا عثمان بن طلحہ۔ آپ حرم شریف میں تشریف لے گئے۔ اس سے فرمایا عثمان دروازہ کھولو۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ اندر جا کر اپنے رب کو سجدہ کروں۔ عثمان کہنے لگا۔ تیرے لئے میں دروازہ کھولوں جو ہمارے بتوں کو برا کہتا ہے۔ ان کی تکذیب کرتا ہے۔ لات، منات کی خدائی کا تختہ الٹنے کے درپے ہے اور ان کا بندہ تیرے لیے دروازہ کھولے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پاگل نہ بن یہ تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ کسی کی یہ ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ جو بھی اللہ کا بندہ یہاں آئے۔ اسکا حق ہے کہ وہ تجھے کہے اور تیرا فرض ہے کہ تو اسکے لئے دروازہ کھولے۔ تو وہ کہنے لگا اور کوئی آجائے میں دروازہ کھولوں گا۔ مگر تیرے لئے میں دروازہ نہ کھولوں گا۔ تو انا اعطینک الکوثر کی شان والے نے کیا فرمایا۔ فرمایا! عثمان یاد رکھ میں آج تجھ سے چابی مانگ رہا ہوں اور تو مجھے چابی نہیں دے رہا۔ وہ دن آ رہا ہے جس دن چابی میرے پاس ہوگی اور جس کو چاہوں گا میں اسے عطا کر دوں۔ یہ اس زمانے کی بات نہیں ہے۔ جب مسلمانوں نے سارا عرب فتح کر لیا تھا۔ یہ تو اس زمانے کی بات ہے جب مسلمانوں کا مکہ پر غلبہ نہ تھا۔ بلکہ جب کوئی کلمہ پڑھ لیتا تو انگارے دہکا کر اسے اس

Marfat.com

پرلٹادیا جاتا تھا۔اس کلمہ گو کی چربی گل کران انگاروں پر گرتی تھی۔اس کا بازو پکڑ کے ان انگاروں سے اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔حرا کی تپتی ریت پر لٹا کر منوں بھاری پتھر اس کے سینے پر رکھ دیئے جاتے تھے۔اور کوئی پتھر ہٹانے والا نہ تھا۔اور اس دور میں آقا فرمارہے ہیں کہ عثمان یاد رکھ آج میں تم سے چابی مانگ رہا ہوں اور تو مجھے چابی نہیں دے رہا۔وہ وقت آنیوالا ہے جب چابی میرے پاس ہوگی اور جسے چاہوں گا اسے دوں گا۔یہ کون کہہ سکتا ہے۔یقیناً وہی جو مستقبل کے پردوں میں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

عثمان حیران ہوگیا۔کہنے لگا کیا یہ وقت بھی آسکتا ہے کہ چابی میرے ہاتھوں سے نکل کر آپ کے ہاتھوں میں چلی جائے گی۔کیا اس روز قریش کی عزت خاک میں مل گئی ہوگی۔کیا قریش اس روز ذلیل و خوار ہو گئے ہوں گے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں" میں کسی کو ذلیل کرنے نہیں آیا۔میں کسی کے سر کا تاج اتارنے نہیں آیا۔میں کسی کو عظمت کے تخت سے دھکا دینے نہیں آیا۔جس روز چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اس روز قریش ذلیل و خوار نہیں بلکہ ان کی عزت کی دستار کا طرہ آسمانوں کو چھو رہا ہوگا۔

بلغنا السماء مجدنا وثناء نا. وانا لنرجوا فوق ذلک مظھر

اے کملی والے آقا ﷺ! تیری اونٹنی کے پاؤں سے اڑنے والی خاک کے صدقے ہماری عزت آسمانوں سے بھی بلند ہے۔اور ہم یہاں ہی بس کرنے والے نہیں آج تو ہمارا شاہوار ہمت مزید بلندیوں کی پرواز کر رہا ہے کہ عرش کی بلندیاں بھی اس کے سامنے جھک گئی ہیں۔

تو آقا ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی کو ذلیل کرنے نہیں آیا۔بلکہ میں تو ذلت سے نکالنے آیا ہوں۔تاکہ ان کو بھی مسند کرامت پر بٹھادوں۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

بہرحال عثمان نے چابی نہ دی بات ختم ہوگئی۔دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے

Marfat.com

سالوں میں بدلتے گئے۔ یہاں تک کہ سرکار ﷺ مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں آٹھ سال آپ ﷺ نے گزارے۔ مسلسل جنگیں ہوتی رہیں۔ بدر کی جنگ ہوئی، احد کی جنگ ہوئی، خندق کی جنگ ہوئی، خیبر کی لڑائیاں ہوئیں۔ آٹھویں سال اللہ کا محبوب ﷺ وہ محبوب جو ایک کملی میں مکہ سے چلا تھا ایک اس کی ذات تھی اور ایک یار غار ابو بکر صدیقؓ کی ذات تھی۔ صرف یہ دو ہستیاں تھیں اس رات اب آٹھ سال کا عرصہ تو گزرا تو دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہم رکاب تھا۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے آسمان پر لرزہ طاری تھا۔ ان کے گھوڑوں کے ہنہانے سے باطل کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ حضور ﷺ دس ہزار لشکر جرار سمیت مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ آج مکہ کے لوگوں کی مجال نہیں کہ رستے میں سد سکندری لگا دیں۔ اندر جانے سے روک سکیں اور اندر جانے کی اجازت نہ دیں اس روز حضور ﷺ کے غلاموں کا سیلاب ٹھاٹھیں مارتا ہو مکہ میں داخل ہوا۔ حضور ﷺ نے سب کو اکٹھا فرمایا میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا۔ سب اکٹھے ہو گئے قطار میں لگ گئے آقا ﷺ نے فرمایا کہ آج میں تمھارے ساتھ کیسا سلوک کروں۔ تمام اس وقت عرض کرنے لگے۔ جو کریم بن کریم سلوک کرتا ہے۔ ہمارے لئے وہی کافی ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا **اذهبوا انتم الطلقاء لا تثريب عليكم اليوم.** جاؤ آج تم آزاد ہو آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ آپ نے عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا وہ کانپتا، لرزہ براندام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے چابی مانگی عثمان نے بصد ادب آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر رکھ دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان! لو یہ چابی میں تجھے عطا کرتا ہوں۔ اور صرف تجھے عطا نہیں کرتا بلکہ تیری آنے والی نسلوں کو بھی عطا کرتا ہوں۔ **انا اعطينك الكوثر.**

Marfat.com

جنگ بدر

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. اما بعد فاعوذ باالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم.
ولقد نصر کم الله ببدر وانتم اذلة

برادران اسلام! آج رمضان السبارک کی سترہ تاریخ اور جمعہ کا دن ہے۔ پورے ایک ہزار چار سو پانچ سال پہلے اسی ماہ کی اس تاریخ اور اسی دن ایک عظیم واقعہ رونما پذیر ہوا تھا جس کے اندر حق وباطل کی تفریق کا پتہ چلتا ہے وہ غزوہ بدر ہے ایک طرف اللہ کا محبوب ﷺ اللہ تعالی کی توحید کا اور اسلام کی عظمت کا علم بلند کئے ہوئے تھا جس کے نیچے تین سو تیرہ نہتے بھوکے اور پیاسے جن کے جسم پر چیتھڑے بھی نہ تھے اس کے جانباز سپاہی تھے تو دوسری طرف کفر وباطل تھا طاغوتی قوتیں تھیں جن کے پاس اسلحہ کی بھی بہتات تھی وسائل کی بھی کمی نہ تھی جو کفر و باطل کو بلند کرنے اسلام کا مقابلہ کرنے آئے بہتر یہی ہے کہ آج اس واقعہ کا ذکر آپ کو سنایا جائے تا کہ اللہ تعالی اپنے محبوب ﷺ اور ان شہداء اسلام کے طفیل جنہوں نے اس میدان میں جام شہادت نوش کیا ہمیں بھی اپنی محبت نصیب فرمائے آپ کو علم ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال تک مکہ میں مقیم رہے اور وہاں اللہ کی توحید کی دعوت دی آپ نے فرمایا کہ یہ لکڑی اور پتھر کے بنے ہوئے بت جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں ان کی عبادت کو چھوڑ کر اس پروردگار حقیقی کے سامنے اپنا سر جھکاؤ۔ جو تمہارا پیدا کرنے والا تمہارا خالق ہے جس نے کلمہ کن سے یہ سارا عالم ہست وبود بنایا وہی تمہارا خالق حقیقی ہے۔ اس کو خدا تسلیم کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اور جتنے جھوٹے اور باطل خدا تم نے گھڑ رکھے ہیں ان کو اپنی ٹھوکر سے دور کر دو یہ وہ دعوت تھی جو سرکار دو عالم ﷺ نے اھل مکہ کو دی اس سے سچی دعوت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ لا الہ الا اللہ کہو اللہ احکم الحاکمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں اس کی نہ کوئی ضد

Marfat.com

ہے اور نہ کوئی ند۔ وہ وحدہ لاشریک ہے اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی اس سے سچی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی اور ایسی سچی دعوت دینے والا کون ہوں سکتا ہے؟ وہ اللہ کا محبوب ہے جس کو اس نے اپنی صفات تخلیق کا شاہکار بنایا اس کو اس طرح حسین وجمیل بنا کر بھیجا کہ ہر قلب سلیم سو جان سے فدا ہونے پر مجبور تھا تو دعوت اتنی سچی کہ جس سے بڑھ کر اور سچائی دنیا میں ہے ہی نہیں داعی اتنا صادق کامل اور امین دلبر اور اتنا دلوں کو فریفتہ کرنے والا کہ اس سے خوبصورت خدا نے اور کوئی بنایا ہی نہیں کیا اتنی سچی دعوت دینے والے داعی کی دعوت کامیاب کرانے میں تکلیف اور آزمائش کا سامنا نہ کرنا پڑا آپ ﷺ نے فرمایا کہ پڑھو لا الہ الا اللہ۔ تو سچی دعوت کو سچے نبی کی زبان سے سن کے تمام اہل مکہ بجائے قبول اسلام کے مخالفتوں کے طوفان کھڑے کرنے لگے اس دعوت اعلان سے پہلے جو لوگ حضور ﷺ پر جان چھڑکتے تھے جو آپ کو دیکھ کر زندہ رہتے جو آپ ﷺ کو صادق وامین کہتے تھے ان کے دلوں میں دشمنی وعداوت اور بغض وعناد کے شعلے بھڑک اٹھے اس سے بڑھ کر ان کی اور کوئی آرزو نہ تھی کہ اگر ہمارا بس چلے تو اس شخص کو ہم ختم کر کے رکھ دیں جس نے ہمارے مذہب کے مقابلے میں علم بغاوت بلند کیا ہے۔ تو تیرہ سال کا عرصہ جن آزمائشوں کے کڑے امتحانات، تکالیف اور مصائب کا سامنا کرتے ہوئے سرکار دوعالم اور آپ ﷺ کے غلاموں نے بسر کیا اس کا تذکرہ آپ بار بار علماء سے سنتے بھی رہتے ہیں اور پڑھتے بھی رہتے ہیں تیرہ سال کی کوشش کے بعد جب لا الہ الا اللہ کا یہ سرسبز پودا مکے کی سرزمین میں بار یاب نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبی کریم ﷺ خود بھی رخت سفر باندھ کر مدینہ طیبہ میں تشر یف لے گئے اور حضور ﷺ پر ایمان لانے والے ان مصائب سے اپنے آپ کو چھٹکارا دلانے کے لئے ایک ایک کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے تقریباً تین سو میل کی مسافت پر ہے انھوں نے اپنے گھر چھوڑ دیئے تھے انھوں نے اپنی جائیدادیں کاروبار سب کچھ کافروں کے حوالہ کر دیا اب چاہیے تو یہ تھا کہ ان کا غصہ سرد ہوتا ان کی عداوت کے شعلے بھسم ہو جاتے۔ حضور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے

Marfat.com

غلاموں کو آرام سے وہاں زندگی بسر کرنے دیتے۔ اور اس گوشہ عافیت میں انھیں آرام سے عبادت کرنے دیتے۔ لیکن کفار مکہ کو یہ بات برداشت نہ ہو سکی کہ یہ شکار ہمارے ہاتھوں سے نکل چلا ہے۔

چنانچہ انہوں نے ایسے لوگوں کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی جن کا تعلق حضور ﷺ کے ساتھ نہ تھا ان میں پہلا شخص جس کی طرف ابو جہل وغیرہ نے خطوط لکھے وہ عبداللہ بن ابی ابو جہل اور مکہ کے دوسرے لوگوں نے خطوط لکھے اور دھمکی دی۔ کہ ہمارے کچھ مفرور آدمی ہمارا وطن چھوڑ کر تمھارے پاس جا کر پناہ گزین ہو گئے ہیں تم ان کو ہمارے حوالے کر دو اگر تم زندہ گرفتار نہیں کر سکتے تو ان کے سر قلم کر کے ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ مدینہ والو! کان کھول کر سن لو کہ ہم مکہ والے اپنی اجتماعی قوت کے ساتھ تمھاری بستی پر حملہ کر دیں گے۔ تمھاری اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ تمھارے نوجوانوں کو قتل اور تمھاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔ تمھیں سر چھپانے کے لئے جگہ نہ ملے گی اگر تمھیں اپنی سلامتی درکار ہے۔ تو بہتر یہی ہے کہ جو بھگوڑے یہاں سے بھاگ کر تمھارے پاس گئے ہیں انھیں ہمارے حوالے کر دو اگر ممکن نہیں تو ان کے سر قلم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ ورنہ تمھاری بھی خیر نہیں۔

عبداللہ بن ابی کے دل میں پہلے ہی اسلام کے بارے میں نفرت تھی پہلے ہی وہ حضور ﷺ کا دشمن تھا اس نے اپنی قوم کو بلایا کہ یہ حالات ہیں اور مکہ والوں نے ہمیں دھمکی دی ہے۔

مدینہ طیبہ اس وقت ایک چھوٹا سا دیہات تھا۔ اس کے کچے کچے مکان تھے۔ جس میں کوئی ایسی دفاعی چیزیں نہ تھیں۔ جس سے دشمن حملہ کرے تو وہ اپنا دفاع کر سکیں۔ وہ کہنے لگا ہم تو مکہ والوں کا حملہ برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کی یلغار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو نکال دیں اور اپنا دامن بچا لیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کو جب اس اجتماع کی خبر ملی۔ تو حضور ﷺ خود وہاں تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے عبداللہ ابن ابی کو فرمایا۔ اے عبداللہ! تو کیا فیصلہ کرتا ہے؟ میرا قبیلہ، دو سرے قبیلے ایک اوس اور دوسرا خزرج کا۔ اوس کے اور خزرج کے بہت سے آدمی بھی میری

Marfat.com

می کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ وہ میرے ادنیٰ اشارے پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ اگر تم ں سے مقابلہ کرو گے تو اپنی قوم کے ساتھ بغاوت کرو گے۔ اپنے نوجوانوں کو اپنے ہاتھوں ذبح رو گے۔ کیا یہ تمہاری عقلمندی ہے کہ اپنی قوم کے لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کرو۔ تم ان ں دھمکی کی پرواہ نہ کرو۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ یہ بات عبداللہ بن ابی کی سمجھ میں آئی یا نہ آئی کیونکہ اس کے دل میں تو حضور ﷺ کا بغض تھا۔ وہ تو حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ لیکن جو دیگر راد موجود تھے۔ ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ آ گئی کہ یہاں کسی کا بیٹا مسلمان ہے تو کسی کی ماں کلمہ ڑھ چکی ہے۔ کسی کی بیوی حضور ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کر چکی ہے۔ آدھے سے زیادہ ارے لوگ ان کے غلام ہو چکے ہیں۔ اگر ہم ان کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ تو اپنوں کا خون ہانا پڑے گا یہ بھی کوئی عقلمندی نہیں۔ چنانچہ سارے لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اور عبداللہ بن ابی کا ساتھ چھوڑ گئے۔

اس کے ساتھ ساتھ سرکار دو عالم ﷺ کو معلوم تھا کہ مکہ والے آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ حضور ﷺ نے اردگرد کے جو قبائل تھے ان کے پاس تشریف لے جانے لگے۔ اور اُن کو عالات سے آگاہ کر کے ان کے ساتھ معاہدہ کرنے لگے چنانچہ اردگرد کے قبائل کے ساتھ آپ کا یہ معاہدہ ہوا۔ کہ جو آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرے گا اس کے ساتھ ہماری جنگ ہے اور جس کی آپ ﷺ کے ساتھ صلح ہوگی اس کے ساتھ ہماری صلح ہے۔ اور ہمارا فائدہ و نقصان ایک ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ کے بہت سے قبائل جو اسی میل تک کے فاصلہ میں تھے۔ ان میں سے بیشتر نے سرکار دو عالم کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اگرچہ انھوں نے اسلام قبول نہ کیا لیکن پھر بھی سیاسی طور پر یہ معاہدہ کیا کہ ہم جنگ و صلح اور دشمنی و دوستی سب میں حضور ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

آپ ﷺ کی خواہش یہی تھی کی جنگ اور خونریزی نہ ہو۔ سرکار دو عالم ﷺ نے صلح اور امن وامان کی فضا برقرار رکھنے کے لئے مدینہ کے اردگرد کے اہل علاقہ کو اپنے معاہدہ میں منسلک کر دیا۔ تا کہ جب ہماری قوت زیادہ ہوگی تو اہل کفر کو حملہ کرنے سے پہلے سوچنا پڑے گا کہ وہ

Marfat.com

معمولی سے کچے مکانوں والا گاؤں نہیں جسے ہم پھونک سے جا اڑائیں گے۔ بلکہ ان کے ساتھ کئی قبائل بھی ہیں جن کی تلواریں، نیزے اور کمانوں کے تیر ہمارے سینوں کو چھلنی کر دیں گے۔

اچانک ایک دن کرز بن جابر جو کہ مکہ کا ایک باشندہ تھا۔ اسی آدمی لیکر مدینہ طیبہ کی ایک چراگاہ جہاں اہل مدینہ کے اونٹ اور مویشی چر رہے تھے۔ وہاں حملہ کر دیا۔ وہاں جتنے چرواہے تھے اور اکا دکا ہل چلانے والے تھے انھیں قتل کر دیا اور مویشی ہانک کر لے گیا۔ یہ گویا ان کی طرف سے ایک چیلنج تھا کہ ہم تمھیں آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ ٹھیک ہے تم مکہ کو چھوڑ آئے ہو تم نے ان گلیوں کو ترک کر دیا ہے۔ تم اپنے مکانات، کاروبار اور اپنا مال و متاع ہمارے سپرد کر آئے ہو مگر ہمارا غصہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ ہم تین سو میل کی مسافت پر بھی بیٹھ کر تمھیں امن کی زندگی بسر کرنے نہیں دیں گے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان کی اس حرکت کو ملاحظہ فرمایا تو خطرہ بھانپ گئے۔ اور اس بارے میں احتیاطی تدابیر کرنی شروع کر دیں۔

چنانچہ پہلی تدبیر اختیار کی گئی کہ جو اردگرد کے علاقے تھے۔ اس طرف جاسوس بھیج دیئے کہ تم مکے والوں کی نقل و حمل کی خبر دیتے رہو کہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کوئی فوج اکٹھی ہو رہی ہے۔ کیا کوئی لشکر جمع ہو رہا ہے؟ کیا مدینہ پر دھاوا بولنے کا کوئی پروگرام بنا رہے ہیں۔ تا کہ بے خبری میں اہل مدینہ پر کوئی یلغار نہ کر دیں۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے آئندہ قیامت تک آنے والے غلاموں اور سربراہوں کو یہ سبق دے دیا کہ میں نبی ہوں اور اللہ کے دیئے ہوئے علم سے کوئی چیز مجھ سے مخفی بھی نہیں۔ لیکن ظاہری تدبیریں کرنا میری سنت ہے اور اس سنت پر عمل کرنا میرے ہر غلام پر لازم ہے۔ اسی میں تمھاری نجات ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ سب طریقے استعمال کئے۔ تا کہ بعد میں آنے والے امتیوں کے لئے نشان راہ بن سکیں۔ اس لئے میرے آقا و مولا ﷺ نے جن کو اللہ پاک نے قیامت تک کے لئے ساری کائنات کا رہبر بنا کر بھیجا۔ وہ عالموں کا بھی رہبر اور مشائخ کا بھی۔ وہ جرنیلوں کا بھی رہبر اور ایک عام سپاہی کا بھی ان کے لئے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ایسے نمونے ہیں جن پر عمل کر کے آج چودہ سو سال بعد بھی ہم کامیابی کا پرچم لہرا سکتے ہیں۔

Marfat.com

سرکار دو عالم ﷺ نے اس طرح کی احتیاطی تدابیر فرمائیں اور اپنے ارد گرد جاسوس بھیج دیئے۔ چنانچہ ایک جاسوس نے آکر بتایا کہ کافروں کا ایک بہت بڑا لشکر جرار جس میں ایک ہزار لشکری ہیں۔ تمام کے تمام مسلح ہیں۔ ان کے پاس سات سو اونٹ، تین سو گھوڑے اور تمام کے تمام سوار ہو کر سروں پر خود اور جسم پر زرہیں ہیں۔ ہتھیاروں کے انبار اور ساز و سامان سے لدے ہوئے۔ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔

جب یہ اطلاع ملی تو سرکار دو عالم ﷺ نے اجلاس طلب فرمایا۔ سارے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمھیں معلوم ہو چکا کہ اہل مکہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے مکہ سے نکل آئے ہیں۔ چونکہ اہل مدینہ کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس میں یہ بات تھی کہ یارسول اللہ ﷺ اگر مدینہ پر کوئی حملہ کرے گا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے مگر یہ معاہدہ نہیں ہوا تھا کہ مدینہ کے باہر اگر لڑائی کرنی پڑی تو پھر بھی مسلمانوں کے شانہ بشانہ ہوں گے اور حضور کے پرچم کے نیچے جا کر لڑیں گے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ہر صورتحال کو پیش نظر رکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو اکٹھا کر کے صورتحال دیکھی تو حضرت صدیق اکبرؓ اٹھے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! حکم فرمائیں ہم اپنی ایک جان تو کیا اگر لاکھوں جانیں ہوں تو آپ ﷺ پر نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پھر حضور ﷺ نے یہ بات دہرائی۔ تو عمرؓ اٹھے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جو حکم ہو گا اس کی تکمیل میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانا ہم غلاموں کے لئے باعث عزو شرف ہو گا آپ ﷺ نے فرمایا! عمرؓ بیٹھ جاؤ پھر سرکار دو عالم ﷺ نے تیسری بار بات دہرائی کہ مکہ کے لوگ اتنا لشکر جمع کر کے ہم پر چڑھائی کرنے کے لیے آرہے ہیں تمھاری کیا رائے ہے؟ انصار ابھی تک خاموش تھے ابوبکر بھی مہاجر تھے اور فاروق اعظمؓ بھی تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے یہ بات دہرائی تو اب انصار کو یہ بات سمجھ آئی کہ آپ ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے اور ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمھارا رد عمل کیا ہو گا تم مقابلہ کے لئے ہمارا ساتھ دو گے یا نہیں۔ تو اب کی بار حضرت سعد بن عبادہؓ اٹھے اور عرض کرنے لگے

Marfat.com

وایانا تریدیارسول اللہ ﷺ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ یہ جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اگر ہماری رائے دریافت فرمارہے ہیں تو ہماری رائے تو یہ ہے کہ اے آقا ﷺ! اگر آپ ﷺ ہمیں یہ حکم دیں کہ سمندر میں چھلانگ لگا دو تو ہم سوچے بغیر سمندر میں جا کر چھلانگ لگا دیں گے اگر آپ ﷺ کہیں کہ مشرق و مغرب کو چھان مارو تو ہم ایک لمحہ تامل نہیں کریں گے۔ اگر ادنیٰ سا اشارہ کریں کہ سمندر میں چھلانگ لگا دو تو ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ سمندر کی موجیں ہمیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں گی اور ہماری زندگی کی شمع ہمیشہ کے لئے بجھ جائے گی اور جہاں حکم دیں گے اس محاذ پر اپنی جانثاری کے جذبات کا مظاہرہ کریں گے جب وہ بات مکمل کر چکے تو دوسرے انصاری جن کا اسم مبارک حضرت مقداد تھا وہ اٹھے اور بصد ادب اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! لسنا کامۃ موسیٰ اے رسول اللہ ﷺ ہم حضرت موسیٰ کی امت جیسے نہیں ہیں۔ کہ جب انہیں اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے کہا تھا کہ اٹھو اللہ کے راستے میں جہاد کرو تو انہوں نے کہا تھا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ حضرت موسیٰ کی امت نے کہا تھا کہ اے موسیٰ آپ اور آپ کا خدا جائیں اور جا کر جنگ کریں اور ہم بیٹھے ہیں اگر آپ نے کامیابی حاصل کر لی تو پھر ہم علاقہ آباد کرنے آجائیں گے اے اللہ کے حبیب ﷺ! ہم قوم موسیٰ نہیں کہ ہم بھی یہ کہہ دیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا رب جائیں بلکہ ہم تو تیری زلفوں کے اسیر ہیں ہم تو یہی عرض کریں گے فاذھب انت وربک فقاتلا و نحن معکما عن المقاتلین آپ ﷺ بھی ہوں گے آپ ﷺ کے رب کی بھی تائید شامل حال ہوگی اور آپ ﷺ کے غلام بھی آپ ﷺ کی معیت میں ہوں گے اور جہاں ٹکرانے کا حکم ہوگا ہم ٹکرا جائیں گے جب ان باتوں کا اظہار انصار کی طرف سے ہوا فتبسم رسول اللہ حضور ﷺ کے رخ انور پر رونق آگئی لبوں پہ تبسم کھیلنے لگا آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور مدینہ طیبہ سے بدر کی طرف روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

بدر مدینہ طیبہ سے اسی میل کے فاصلے پر ہے جہاں سے وہ تجارتی کارواں گزرتے تھے۔ جو شام سے آتے تھے اور مکہ کی طرف جاتے تھے یہاں سے ایک سڑک مکہ کو اور دوسری مدینہ طیبہ کو جاتی تھی سرکار دو عالم ﷺ جب وہاں پہنچے تو حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے لشکر کفار جن میں مکہ کے تمام کے تمام سردار بھی تھے عتبہ شیبہ اور ابو جہل سبھی اس لشکر میں شامل تھے انھیں معلوم ہو گیا آپ ﷺ کی لشکر کشی کے بارے میں۔ تو جب وہ چلنے لگے تو لوگوں کو بتایا کہ ہم اس لئے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر رہے ہیں کہ ہمارا مقصد تجارتی قافلہ جو سامان سے لدا ہوا شام سے واپس آ رہا ہے ہمیں خطرہ ہے کہ مسلمان اس پر حملہ کر دیں گے اور ہماری ساری دولت لوٹ لیں گے تو ہم اس کے دفاع کے لئے جا رہے ہیں جب ابو سفیان ایک دوسرا راستہ بدل کر سلامتی کے ساتھ مکہ پہنچ گیا تو ابو جہل کو کئی دوسرے لوگوں نے کہا کہ ہمارا مقصد تو پورا ہو گیا ہے لڑنا ہمارا مقصد نہیں۔ تو اب بہتر یہی ہے کہ واپس چلیں مگر اس نے کہا کہ ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے ہم آگے بڑھیں گے یہ رات یہاں ہماری بزم سجے گی شراب پی جائے گی ڈانس ہو گا گیت گائے جائیں گے اور پھر خوب میدان کارزار سجے گا الغرض اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔

سب سے پہلے وہ بدر کے میدان میں پہنچے جب کوئی لشکر میدان جنگ میں پہنچتا ہے تو پہلے پہنچنے والا لشکر ان مقامات پر قبضہ کر لیتا ہے جو جنگی اہمیت کے حامل ہوا کرتے ہیں چنانچہ وہ بلند جگہ جہاں سے وہ آسانی کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر جو نشیب میں تھے ان پر تیر برسا کر انھیں نقصان پہنچا سکتے تھے ان پر قبضہ کر لیا سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے۔ تو جو جگہ خالی پڑی تھی وہاں آپ ﷺ نے کیمپ لگا لیا

آپ ﷺ کے ایک غلام جن کا نام حضرت خباب بن منذرؓ ہے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! جہاں حضور ﷺ نے قیام فرمایا ہے کیا اللہ کا حکم ہے کہ یہاں ٹھہریے تو ہم بسر و چشم منظور کرتے ہیں اور اگر یہ جنگی چال ہے تو میری گزارش یہ ہے کہ ہم یہاں نہ ٹھہریں بلکہ آگے بڑھ کر پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیں یہاں ریت ہے ہم نشیب میں ہیں اور کافر اونچی جگہ پر ہیں ان کو ہم

Marfat.com

پر تیر برسانے میں آسانی ہوگی اور اگر بڑھ کر انھوں نے چشموں پر قبضہ کرلیا تو ہمارے لئے پیاسا لڑنا مشکل ہو جائے گا اس لئے میری گزارش ہے اگر یہ جنگی چال ہے تو یہاں کیمپ نہ لگایا جائے۔ بلکہ آگے بڑھ کر چشموں پر قبضہ کرلیا جائے۔ اور ایسی چوٹیوں پر پہلے ہم اپنے خیمے نصب کردیں۔ جہاں ہم دشمن کا مشاہدہ کرسکیں۔ آپؓ کی رائے کو آپ ﷺ نے پسند کیا۔ وہاں سے کیمپ اٹھایا۔ خیمے اٹھائے۔ جن جن جگہوں کی انھوں نے نشاندہی کی تھی وہاں اپنے خیمے لگا دیئے اور جتنے چشمے تھے ان پر قبضہ کرلیا۔ اگر پانی کے ذخیروں پر قبضہ ہو جائے تو دشمن کو شکست دینا بڑا آسان ہو جاتا۔ مگر یہاں جنگ کرنے والا کوئی دنیادار بادشاہ نہیں بلکہ وہ تو ایسی ذات پاک ہے جو قاسم کوثر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اس چشمے سے مسلمانؓ بھی پانی پئیں گے۔ کافروں کے لشکر کو بھی اجازت ہے کہ جتنا پانی ان کو درکار ہو یہاں سے لے سکتے ہیں۔

اسی اثنا میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ وہ مسلمان جو مکہ میں اسیر تھے۔ جب کفار کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا تو ان کو موقع ملا۔ وہ وہاں سے بھاگ نکلے اور بھاگنے کے بعد جب وہ راستے میں آرہے تھے تو کافروں نے انھیں پکڑلیا۔ انھوں نے کہا کہ تم جارہے ہو اور مسلمانوں کے ساتھ ہماری جنگ ہونے والی ہے۔ تم ان کی جا کر مدد کرو گے۔

انھوں نے کہا نہیں ہم تمھارے خلاف جنگ نہ لڑیں گے ہم تمہارے ساتھ وعدہ کرتے ہیں۔ اس وعدے کے بعد جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک طرف ایک ہزار سے زائد لشکر ہے۔ دوسری طرف صرف تین سو تیرہ افراد ہے۔ ایک ایک مرد اور ایک ایک سپاہی کی ضرورت ہے تو وہ سپاہی اور جانثار آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں راستے میں کفار نے پکڑلیا تھا اور انھوں نے اس شرط پر ہمیں رہائی دی کہ ہم جنگ میں شرکت نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے جو تمہارا وعدہ ہے وہ تم پورا کرو۔ ہمیں تم پر نہیں اس قادر مطلق پر بھروسہ ہے وہ ہماری مدد فرمائے گا۔ یہاں پتہ چلتا ہے کہ نبی کیا ہوتا ہے اور قائد لشکر اور کمانڈر انچیف کیا ہوتا ہے۔ کمانڈر انچیف وغیرہ کے نزدیک اخلاقی

Marfat.com

قدروں کو کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ وہ صرف ایک چیز پر اپنی کوششوں اور توجہات کو مرکوز رکھتے ہیں کہ اس جنگ کو کس طرح جیتنا ہے۔ جبکہ دوسری جانب اللہ کا نبی ہے جس کا فرمان ہے کہ انما بعثت لا تمم مکارم الا خلاق کہ مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کروں۔ ان بہترین اور پسندیدہ اخلاق میں ایک وعدہ پورا کرنا بھی ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا اگرچہ لشکر کی کمی کے باعث ہمیں تمہاری ضرورت ہے تمہارے جیسے تیر افگن اور تیغ زن سپاہیوں کی ضرورت ہے۔ مگر چونکہ تم وعدہ کر آئے ہو۔ اور محمد عربی ﷺ کا غلام جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے ہمیں تم پر نہیں بلکہ خدا پر بھروسہ ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما ہیں رات آتی ہے۔ یہ جمعرات اور جمعہ کی رات ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے ہتھیار کھول دیتے ہیں۔ اور آرام کے لئے لیٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر خوب نیند مسلط فرما دی۔ بسا اوقات نیند بھی رحمت ہوتی ہے۔ نیند کی وجہ سے انسان کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ ذہنی و اعصابی درماندگی شگفتگی میں بدل جاتی ہے تو اللہ پاک نے اس رحمت کا ذکر فرمایا کہ میں ہی تمہارا خدا ہوں جس نے بدر کے میدان میں تمہیں نیند کی نعمت عطا فرمائی تھی تاکہ تم شگفتہ خاطر ہو کر بیدار ہو۔ اس وقت جملہ صحابہ کرام سو رہے تھے لیکن ساری انسانیت کا بخت جاگ رہا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے رب کے حضور جہاد والوں اور اپنے امتیوں کی فتح و نصرت کے لئے حق کی کامیابی کے لئے اپنے پروردگار کے دربار میں آنسوؤں کی سوغات پیش فرما کر التجائیں کر رہے تھے۔ کہ یا رب العالمین اس گروہ کو کامیاب فرما جو تیری توحید کا ڈنکا بجانے کے لئے سر پر کفن باندھ کر میرے حضور آئے ہیں۔ اور ساتھ کون ہے؟ ایک عریش میں عریش کہتے ہیں ایک چھپر کو۔ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے لئے ایک چھپر تعمیر کر دیا تھا تاکہ اس کے سائے میں حضور ﷺ استراحت فرما ہوں۔

حضور ﷺ وہاں تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کا پہرہ دار کون ہے؟ میدان جنگ میں سب سے مشکل جگہ وہ ہوتی ہے جہاں فوج کا سپہ سالار یا کمانڈر انچیف ہوتا

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ اگر سپہ سالار اعظم کو ختم کر دیا جائے تو اس کا مد مقابل خود ہی جیت جاتا ہے۔ اس لئے ہر لشکر کی کوشش ہوتی کہ مخالف لشکر کے سپہ سالار کو ختم کر دیا جائے۔ اس لئے سپہ سالار کی حفاظت کے لئے سب سے بہادر اور چوکنے لوگ کھڑے کئے جاتے ہیں تو نازک مرحلے میں پہرہ دینے کے لئے تین سو تیرہ جانبازوں میں سے اللہ کی نگاہ کس پر پڑی؟ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے پس جس کو اللہ اور اسکا محبوب ہر جگہ پر اپنا رفیق و محافظ چن لے اس کی شان کا عالم کیا ہوگا۔

سرکار دو عالم ﷺ اس عریش میں تشریف فرما تھے۔ اپنے رب کے سامنے التجائیں اور اپنی امت کے لئے فتح و نصرت کے لئے دامن پھیلائے ہوئے تھے۔ عجز و نیاز کی سوغات پیش کی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ فرط نیاز سے چادر مبارک جو حضور ﷺ کے کندھوں پر ہوتی تھی وہ نیچے گر گئی تھی۔ ایک مرتبہ جب حضور ﷺ پر رقت طاری ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے پیچھے سے آپ ﷺ کو گلے لگا لیا۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کو مبارک ہو۔ اللہ نے آپ ﷺ کی دعا کو قبول فرما لیا ہے۔

میں نے جہاں تک سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے۔ مختلف قسم کے حالات کو پڑھا ہے۔ لیکن ہر مقام پر مجھے حضور ﷺ کی ذات سے نیاز مندی کا مظاہرہ ہی نظر آیا ہے۔ کہیں ناز کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔ مگر ایک مقام ایسا بھی ہے جہاں حضور کے ناز کا مظاہرہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

یا اللہ ان لم تنصرہ ھذہ العصابۃ فلن تعبد بعد ذلک الیٰ یوم القیامۃ. اے میرے اللہ اگر تو نے میرے ان غلاموں کی مدد نہ فرمائی اور ان کی شکست ہوگئی تو قیامت تک تجھے بھی کوئی خدا کہنے والا نہ ہوگا۔ یہ ایک مقام ہے جو مجھے سرکار کی ساری حیات طیبہ میں نظر آیا جہاں ناز کا ظہور ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی لائنیں لگا دیں۔ جاؤ جبرائیل، جاؤ میکائیل جاؤ میرے فرشتو! چھوڑ دو ان عبادات کو جہاں جہاں میرا محبوب ہے اسکے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ اور اس کے

Marfat.com

مقابلے میں جو کافر آتا ہے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دو۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں جب ہم جنگ میں مشغول تھے تو دیکھتے تھے کہ وہ کافر ہے۔ اس کی طرف ہم تلوار بڑھاتے تھے ہمارے پہنچنے سے پہلے اس کی گردن اڑ جاتی تھی۔ صبح ہوئی سرکار دو عالم ﷺ نے دیکھا کہ کافر پروں کے پرے اپنے لشکر کو منظم کر رہے ہیں۔ سرکار ﷺ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ صفیں باندھ لو۔

آپ ﷺ صف بندی کو ملاحظہ کرنے کے لئے خود تشریف لاتے ہیں۔ دنیا میں عشق و محبت کی بڑی داستانیں ہیں بڑے بڑے قصے ہیں۔ لیلیٰ مجنوں کا قصہ ہے اور دیگر کئی قصے و داستانیں مشہور ہیں۔ مگر خدا کی قسم! جو محبت اور عشق محمد عربی ﷺ اور آپ کے غلاموں میں تھا۔ ان کی مثال کہیں بھی نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ صفوں میں سے گزر رہے تھے۔ ایک صحابی جن کا نام تھا حضرت سوادؓ وہ ذرا صف سے آگے بڑھ کر کھڑے تھے۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی آپ ﷺ نے اس کے پیٹ میں چھڑی ماری۔ اور فرمایا اے سوادؓ سیدھے ہو جاؤ۔ سواد سیدھے ہو گئے جب آپ ﷺ آگے جانے لگے تو سوادؓ عرض کرتے ہیں سرکار میری ایک گزارش ہے فرمایا بتاؤ۔ عرض کرنے لگے۔

سرکار آپ ﷺ نے ہمیں انصاف کا سبق دیا ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ حضور ﷺ نے مجھے چھڑی ماری ہے۔ مجھے درد ہوا ہے۔ میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آقا ﷺ نے اس بات پر اس کا کورٹ مارشل نہ کیا۔ اس کا کوئی مواخذہ نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا لو چھڑی اور مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ وہ عرض کرتے ہیں اس طرح تو بدلہ نہیں ہوگا کہ جناب نے تو اوپر ذرہ پہن رکھی ہے اور ذرہ کے اوپر لگاؤں گا تو کوئی درد نہ ہوگا۔ جبکہ مجھے درد ہوا۔ حضور ﷺ نے ذرہ کی کڑیاں کھول دیں فرمایا اب۔ عرض کی اب بھی نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ کیونکہ میرے گلے میں کرتا بھی نہیں تھا۔ میں نے آپ کا حکم سنا تو ایک تہ بند تھا۔ اسے ہی باندھا۔ اور آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جان دینے آ گیا۔ مگر آپ ﷺ کے جسم مبارک پر قمیض ہے۔ آپ ﷺ نے ذرہ کو الگ کیا مگر قمیض کو نہ کیا۔ جبکہ میرے جسم پر قمیض نہیں۔ تو مساوات نہ ہوئی۔ اللہ کے محبوب نے پھر کسی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا اور اپنے شکم مبارک سے قمیض کو اٹھا لیا اور فرمایا لو اپنا بدلہ لے لو۔ صحابہ کرام

Marfat.com

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر لرزہ طاری تھا کہ اتنی بے ادبی و گستاخی اور جسارت۔ لیکن وہ تو کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اس کا ذہن تو اسے کچھ اور ہی سبق دے رہا تھا۔ وہ دوڑ کر آتے ہیں اور حضور ﷺ کے شکم مبارک کو بوسہ دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں حضور ﷺ میری کیا مجال کہ جس پاؤں کی خاک پر سواؤں کی جان قربان ہو جائے پھر بھی اس کا ارمان پورا نہ ہو وہ اس چھڑی کا انتقام لینے کا ایک بہانہ تلاش کر رہا تھا۔ کہ میدان جنگ میں آیا ہوں۔ ممکن ہے کہ موت کا پیالہ پینا پڑے۔ مرنے سے پہلے میں آپ ﷺ کے جسم سے ہونٹوں کو لگانا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے جو جسم آپ ﷺ کے جسم کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ دوزخ اس کے نزدیک نہیں جا سکتی۔

وہ نمازی تھے، تہجد خوان تھے، روزہ دار تھے۔ ہجرت انہوں نے کی تھی، جہاد کے لئے آئے ہوئے تھے اور اب شہادت کی تیاری کر رہے تھے۔ مگر نہ انھیں شہادت پر اعتماد تھا، نہ اپنی بخشش کے لیے نماز پر اعتماد تھا۔ نہ زکوٰۃ پر نہ کسی اور چیز پر۔ انھیں صرف فخر تھا تو ایک بات پر کہ دنیا سے جانے سے پہلے آقا ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ جسم مس ہو گیا۔ یہ تھا میرے آقا ﷺ کے غلاموں کا ایمان اور آقا کی ذات کے ساتھ محبت کا عالم۔

صفیں درست ہو گئیں۔ عتبہ، شیبہ اور ولید تینوں سرداران مکہ سر پر خود پہنے ہوئے تھے ان پر شتر مرغ کے پروں کی کلغیاں لہرا رہی تھیں۔ چمکتی زرہیں پہنے ہوئے گھوڑوں کو ایڑی لگا کر میدان میں آ جاتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں۔ ھل من مبارز؟ کوئی ہے ہمارے ساتھ جنگ کرنے والا۔ تین انصار اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تمہارا مقابلہ کرتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا تم کون ہو؟ صحابہؓ نے نام بتائے۔ تینوں کہنے لگے ہمارا تمہارے ساتھ مقابلہ نہیں ہے۔ ہم قریشیوں کے ساتھ لڑیں گے۔

ہمارے سامنے وہ آدمی بھیجے جائیں جن کا تعلق ہمارے قبیلے کے ساتھ ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جب یہ چیلنج سنا تو فرمایا: قم یا حمزہؓ! احزہ اٹھو۔ قم یا عبیدہ عبیدہ اٹھو قم یا علیؓ اے اللہ کے شیر! علی اٹھو۔ تینوں شیر مقابلے کے لئے آگے بڑھے۔ شیبہ کے ساتھ حضرت حمزہؓ کا جوڑ ہوا۔ جنہوں نے ایک ہی مرتبہ تلوار کا وار کیا جو خود کو بھی چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور اس کا ایک ٹکڑا

Marfat.com

ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف گر گیا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ آگے بڑھے اور ولید پر جا کر حملہ کر دیا اور اسے مہلت دیئے بغیر کاٹ کر رکھ دیا۔ باقی رہے حضرت عبیدہؓ جو ذرا بوڑھے تھے ان کا مقابلہ عتبہ جو سپہ سالار لشکر تھا اس کے ساتھ ہوا۔ ان کی آپس میں کافی جنگ آزمائی ہوئی۔ چنانچہ حضرت عبیدہ کو تلوار لگی اور اس کی ٹانگ کا ایک حصہ کٹ گیا۔ حضرت علیؓ جب اپنے مدمقابل سے فارغ ہو کر دیکھتے ہیں کہ میرے بھائی پر کافر غالب آ رہا ہے تو فوراً عتبہ کی طرف بڑھے اور اسے بھی کاٹ کے رکھ دیا۔ تینوں کفار کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور حضرت علی حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر حضور ﷺ کے قدموں میں رکھ دیتے ہیں۔ اس وقت وہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ﷺ میں تو میدان جنگ سے واپس آ رہا ہوں مجھے اب جو موت آئے گی یہ شہادت ہوگی یا کہ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو شہید ہے۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو زمین پر لٹائے گئے۔ زخموں کی وجہ سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اپنے جسم کو گھسیٹ کر فوضع خده على قلمه الشريفة آپؓ نے اپنے رخسار حضور ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ دیئے اور اپنی جان اپنے رب کے حوالے کر دی۔

میرے دوستو! جب تک اپنے آقا ﷺ سے محبت نہ ہو یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی جانثاری نہیں ہو سکتی جان دینا کوئی آسان کام نہیں ہے صرف زبانی دعویٰ ایمان و محبت کرنے والے پر جب آزمائش آتی ہے تو طوطے اڑ جاتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں جن کا دل عشق مصطفیٰ ﷺ سے معمور ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں پہلی صف میں کھڑا تھا میں نے اپنی دائیں طرف دیکھا۔ ایک ناتجربہ کار نوجوان کھڑا تھا بائیں طرف دوسرا نوجوان کھڑا تھا وہ میرے سامنے آیا میں نے سوچا کہ میرے دونوں طرف دو ناتجربہ کار نوجوان ہیں۔ جنہیں جنگ کا کوئی تجربہ نہیں اور جنگ میں تو بڑے مشکل مراحل آتے ہیں میرے ذہن میں یہی خیال آ رہا تھا کہ جو دائیں طرف بچہ تھا وہ بڑھا اور کہنے لگا چچا! گستاخ رسول ابوجہل کہاں ہے؟ میں نے کہا تم کیا کرو گے اس نے کہا میں نے اس کی بےادبیاں سن رکھی ہیں وہ میرے آقا ﷺ کی بارگاہ میں بے

Marfat.com

کس پناہ میں بے ادبیوں اور گستاخیوں کا اظہار کرتا ہے میں نے یہ قسم اٹھا رکھی ہے کہ جب وہ مجھے نظر آئے گا تو میں یا تو اس کا سر قلم کر دوں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔

عبدالرحمن بن عوفؓ کہتے ہیں ابھی میں اس کی باتوں پہ حیران ہو رہا تھا کہ بائیں بچے نے آگے بڑھ کر وہی سوال دہرایا۔ چچا جان! ابو جہل کہاں ہے کہنے لگا میں نے قسم اٹھائی ہوئی ہے کہ وہ حضور ﷺ کا گستاخ ہے جہاں بھی نظر آئے گا یا میں اس کو دوزخ میں دھکیل دوں گا یا اپنی جان پر کھیل جاؤں گا۔ میں نے کہا وہ دیکھ رہے ہو کلغی والا آدمی یہ کہنا تھا جس طرح دو شکرے بٹیر پر جھپٹتے ہیں وہ دونوں ابو جہل پر جا جھپٹے اور آن واحد میں اس کو ختم کر کے رکھ دیا پھر عکرمہ نے جو ابو جہل کا بیٹا تھا حضرت معاذؓ کے بائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا اور بازو کٹ گیا مگر اس کے بازو کی ایک تند ان کے کندھے سے اڑی رہی، کٹا ہوا بازو بڑی تکلیف دے رہا تھا مگر لڑائی جاری رکھے ہوئے تھے مگر وہ بازو مزاحمت کر رہا تھا اور ساتھ نہیں دے رہا تھا آپؓ اپنے بازو کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر جھٹکا دے کر بازو جسم سے جدا کر دیا اور پھر پامردی سے معروف جہاد ہو گئے اس جوش و جذبہ سے اللہ کے بندوں اور محمد ﷺ کے غلاموں نے کفار کے ساتھ مقابلہ کیا کہ چند ہی لمحوں کے بعد کفار کو بھاگنے پر مجبور کر دیا ستر کفار اس جنگ میں قتل کیے گئے۔ جن میں ابو جہل، امیہ، عتبہ، شیبہ، ولید اور اس قسم کے کئی سردار جو چنے ہوئے لوگ تھے۔ ان کے ستر آدمیوں کو گرفتار کیا گیا۔ اس غزوہ میں چودہ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجر اور باقی آٹھ انصار تھے اس طرح اسلام کی پہلی جنگ جس کی قیادت کا شرف سرکار دو عالم ﷺ کو حاصل تھا۔ حضور ﷺ کی دعاؤں کے طفیل آپ ﷺ کی چشم مازاغ کے طفیل اور ان آنسوؤں کے طفیل جو لمحہ بھر کے لئے لرزتے اور پھر گر جاتے تھے ان نہتے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور مسلمانوں کو کیا اسلام کو قیامت تک کے لئے فتح عطا فرمائی۔

تو جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ اور تم کمزور تھے۔ بس تھے نہ تمہارے پاس کھانے پینے کا

Marfat.com

سامان تھا اور نہ ہی اسلحہ کی فراوانی مگر پھر بھی ہم نے تمھاری مدد کی اور تمھیں فتح ونصرت سے بہرہ ورفرمایافا تقو اللہ لعلکم تشکرون اب تقاضا یہ ہے کہ جو احسان میں نے تم پر فرمایا اس احسان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تقویٰ کو اپنا شعار بنالو اس کام کو کرو جسے کا میں نے تمھیں حکم دیا ہے اور اس کام سے باز آجاؤ جس سے میں نے تمھیں روکا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کا شکر ادا کرنے اور تقویٰ کو اپنا شعار بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

Marfat.com

باب تیسرا

عقائد

Marfat.com

﴿عقیدہ ختمِ نبوت﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

برادرانِ اسلام! اس دیارِ غیر میں آپ سے ملاقات کر کے مجھ ناچیز کو اتنی مسرت ہوتی ہے، جس کا میں اظہار نہیں کر سکتا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ حضرات کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے آج ہم مل کر گیت گائیں گے اپنے آقا ﷺ کے۔ ہم تو شان بیان کریں گے اللہ کے اس محبوب کی۔ ہم تو ذکر کریں گے اس کا، جس کی عظمت کو بیان کیا ہے اس سچی عظمتوں والے نے جس کی کبریائی کا پرچم آسمان پر لہرا رہا ہے۔ عرش بریں پر بھی اور فرش پہ بھی لہرا رہا ہے۔ جس کی عظمت کے قصے اس نے بیان کئے ہیں۔ ہم تو اس محبوب ﷺ کے قصے بیان کرنے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

جیسے صاحبزادہ صاحب نے ذکر کیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور ایسا زہر ذہنوں میں انڈیلا جارہا ہے۔ جس سے کہ محمد عربی ﷺ کے غلاموں کا تعلق نبی کریم ﷺ سے ٹوٹ جائے۔ اور ایسے آدمی سے ان کا تعلق ہو جائے جو نہ دنیا کا ہے نہ آخرت کا۔

یہ میں کیوں کہہ رہا ہوں؟ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض ملک ایسے ہیں جن کی قومیت کا دارومدار ملک کی سرحدوں پر ہوتا ہے۔ بعض ملک ایسے ہیں جن کی قومیت کا دارومدار رنگ ونسل پر ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کی قومیت کا مدار زبان پر ہوتا ہے۔ لیکن مذہبی دنیا میں قومیت کا دارومدار اس خاص نبی کے ساتھ ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ اس کا خصوصاً تعلق ہوتا ہے مثلاً ہم مسلمان ہیں، ہم مانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول، نبی اور کلیم تھے۔ ہم مانتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور کلمۃ اللہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہم یہودی

Marfat.com

کہلاتے ہیں نہ عیسائی۔ کیوں نہیں کہلاتے اس لئے کہ اگر چہ ہم ان کو نبی مانتے ہیں لیکن ہم ان کے بعد اپنے آقا محمد ﷺ کو نبی مانتے ہیں تو جب ہمارا خصوصی تعلق حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ ہو گیا تو پھر ہم نہ یہودی بنے نہ عیسائی۔ بلکہ ہم محمدی اور مسلمان بنے۔ اسی طرح عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن کبھی انہوں نے اپنے آپ کو یہودی کہا؟ نہیں۔ وہ اپنے آپکو عیسائی کہتے ہیں حالانکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔

جیسے میں نے عرض کیا کہ ہم مسلمان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ کو مانتے ہیں لیکن نہ ہم یہودی ہیں نہ عیسائی بلکہ ہم مسلمان ہیں۔ کیونکہ ہم اس کے پاک نبی ﷺ کو مانتے ہیں جس کا نام پاک محمد مصطفےٰ ﷺ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب کسی خاص نبی کے ساتھ کسی قوم کی نسبت ہو جاتی ہے، تو وہ پہلی امت کا حصہ نہیں رہتی۔ بلکہ وہ ایک نئی امت اور قوم بن جاتی ہے۔ اس کا ایک نیا تشخص ہوتا ہے۔ اس کا پہلے کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رہتا۔ اسی طرح عیسائی اگر چہ موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن وہ موسیٰ علیہ السلام کی امت نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک الگ قوم ہیں۔ کیونکہ ان کا نبی الگ ہے۔ اسی طرح ہم مسلمانون کا، اسی طرح جو حضور ﷺ کے بعد کسی اور نبی کو مانے گا۔ وہ کہتا رہے کہ میرا محمد ﷺ پر ایمان ہے، میں ان کو نبی مانتا ہوں۔ لیکن جب اس نے حضور ﷺ کے بعد کسی اور نبی کو مان لیا، تو اس امت کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہوا۔ بلکہ نئی امت وجود میں آ گئی۔ اور اس نئے نبی کی وجہ سے اس کا نیا تشخص آ گیا اور پہلی امت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہا۔

یہ آپ کو بعد میں بتاؤں گا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ کیا وہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے یا نہیں؟ کیا نجات کے لئے اس کی نبوت پر ایمان لانا اس کے نزدیک ضروری ہے یا نہیں؟ یہ مسئلے انشاء اللہ بعد میں آپ کو پتہ چل جائیں گے۔ پہلے اصولی باتیں ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔ تو مذہب کی دنیا میں قوموں کا اختلاف ملک کی وجہ سے نہیں، زبان کی وجہ سے نہیں، رنگ کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان میں اختلاف ہوا کرتا ہے تو اس وقت جب کسی نئے نبی کے

Marfat.com

تھا ان کا خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔اور اس بنیاد پر ایک نئی قوم معرض وجود میں آجاتی ہے۔

تو جب بھی کوئی شخص کسی قوم اور نبی کو مانے گا۔اس کی نبوت پر ایمان لائے گا اور بیعت کرے تو پہلی امت کے ساتھ اس کا تعلق قائم نہیں رہے گا۔وہ کہتا رہے کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول مانتا ہوں۔(یہ میں بعد میں بتاؤں گا کہ وہ کس طرح مانتے ہیں، کیا عقیدہ ہے ان کا میرے اور آپ کے آقا ﷺ کے بارے میں، اللہ کے محبوب کے بارے میں) تو جو افراد یا قوم کسی نئے نبی پر ایمان رکھتی ہے۔اس کا غلامان مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اس دن سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔جس دن سے وہ محمد عربی ﷺ کو چھوڑ کر کسی اور نبی کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔اس لئے سرکار دو عالم ﷺ کے بعد جو کسی اور نبی کو مانتے ہیں۔ان کا محمد عربی ﷺ کی امت کے ساتھ کوئی واسطہ اور کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔وہ مانتے ہوئے بھی اس امت سے خارج ہو جاتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ حضور نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔حضور ﷺ خاتم النبین ہیں۔حضور ﷺ کے بعد اور کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔اور نہ کسی کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجنا ہے۔نبوت وہاں ختم ہو گئی جہاں سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شرف نبوت سے سرفراز فرما دیا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔تم حضور ﷺ کی شان کا انکار کرتے ہو استاد تو وہ قابل ہوتا ہے جس کے شاگرد قابل ہوں۔پیر وہ قابل ہوتا ہے جس کے مرید قابل ہوں اور بڑے پائے کے روحانی ہوں۔اگر تم اس سلسلے کو ختم کر دو گے تو گویا تم حضور ﷺ کی شان کو اگلے انبیاء کی شان سے کم کر رہے ہو۔ان کے بعد تو اور نبی آتے رہے اور لوگوں کو ہدایت دیتے رہے۔کیا ہمارے نبی ہی ایسے ہیں کہ جن کے بعد نبوت کا دروازہ جو سراسر خیر تھا بند ہو گیا۔اور کسی کے لئے نبوت کا حاصل کرنا ممکن نہ رہا۔تم حضور ﷺ کی شان کم کرتے ہو۔بلکہ بارگاہ نبوت ﷺ میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہو۔

ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ بڑے دانا، بڑے زیرک اور سیانے لوگ

Marfat.com

ہیں۔ آپ اپنے آپ کو بڑا دانشور کہتے ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ نبوت کیا ہوتی ہے؟ نبوت ایک نور ہے، ایک روشنی ہے اور جب اندھیرا ہوتا ہے، اس وقت نور کی ضرورت ہوتی ہے جب رات آجاتی ہے، اس وقت بھی آپ چراغ روشن کرتے ہیں، اگر زیادہ ہو تو بلب روشن کر لیتے ہیں۔ مزید ضرورت ہو، تو بڑی پاور کا بلب روشن کر لیتے ہیں، گیس جلا لیتے ہیں اور سوئد بیروں سے آپ روشنی پھیلاتے ہیں۔

لیکن آپ مجھے بتائیے کہ جب صبح طلوع ہوتی ہے، سورج اُفق سے ضیاء بار ہوتا ہے اور سارا عالم اس کے انوار سے جگمگانے لگتا ہے۔ کیا پھر بھی کوئی آدمی چراغ کی روشنی کا منتظر ہوا کرتا ہے؟ یا سورج کی روشنی ہی بحروبر کو منور اور روشن کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

جب تک کہ رات کا اندھیرا رہتا ہے، ستارے آتے ہیں، چاند آتا ہے، طلوع ہوتا ہے غروب ہوتا ہے، لیکن جب سورج طلوع ہو جاتا ہے، پھر نہ کسی تارے کی ضرورت باقی رہتی ہے نہ کسی چاند اور نہ کسی اور روشنی کی، اس آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد ساری تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور ساری بلندیاں اور پستیاں، نشیب اور فراز، زمین اور آسمان تمام کے تمام اس آفتاب کے نور سے جگمگا اٹھتے ہیں۔ پھر کسی چراغ کی، کسی گیس کی، کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حضور ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ (الاحزاب)

اے محبوب! ہم نے تجھے اپنی طرف سے دعوت دینے والا بھیجا ہے۔ اور سراجاً منیراً بنا کر بھیجا ہے۔ سراج کہتے ہیں آفتاب کو۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں سراجاً نیراً نہیں کہا۔ نیر کہتے ہیں روشنی کو، جو خود ضیاپاش ہو، لیکن دوسری کسی چیز کو روشن نہ کر سکے۔ فرمایا منیراً، منیر اس کو کہتے ہیں جو خود بھی چمک دار ہو اور جس پر اس کی کرن پڑ جائے، وہاں سے بھی نور کے شعلے اٹھنے لگیں، وہاں بھی تجلیات پھیلنے لگیں۔ تو اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کو سراجاً نیرا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ سراجاً منیراً بنا کر بھیجا ہے۔ جہاں جہاں تیرے آفتاب نبوت کی کرنیں پڑیں گی، وہاں وہاں سے نور کے شعلے نکلیں گے، روشنیاں آئیں گی، ضیاء باریاں

Marfat.com

ہوگی، اللہ کے جلوؤں کا ظہور ہوگا اور اس سے پوری کائنات جگمگا اٹھے گی۔ ہدایت کا سویرا ہوگا اور ظلمت کافور ہو جائے گی۔ تو جس محبوب کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد بھی کسی ایسے کی ضرورت ہے۔ جو چراغ سے بھی کم روشنی کا مالک ہو۔ اور جس کے اندھیروں کی کیفیت یہ ہو کہ جہاں ایمان کا چراغ روشن ہے وہاں بھی وہ پھونک مار کر بجھا رہا ہے تو حضور ﷺ کے آنے کے بعد ایسے کسی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جس کو آنا تھا وہ آ گیا اور ایسا آیا جس طرح کہ قرآن کریم نے فرمایا: سراجاً منیراً۔ اے محبوب! تو سراج منیر ہے، تجھے ہم نے آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔ آفتاب بھی 'نیرا' بنا کر نہیں بھیجا۔ جو خود روشن ہو۔ بلکہ "منیرا" بنا کر بھیجا ہے جو کائنات کو روشن کرنے والا ہے۔ کیونکہ جہاں تیری کرن پڑے گی، کہیں ابوبکرؓ ہوگا، کہیں عمرؓ ہوگا، کہیں غوث اعظمؒ ہوگا، کہیں مجدد الف ثانیؒ ہوگا، کہیں بہاؤ الدین نقشبندؒ ہوگا، کہیں بہاؤ الحقؒ ہوگا، کہیں داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، کہیں معین الدین اجمیریؒ ہوگا۔ تیرے نور سے دنیا منور ہو جائے گی اور ہر جگہ ہدایت کے مرکز اپنی روشنیاں بکھیرنے لگیں گے۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ ان باتوں پر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تمہاری تفصیل ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے۔ آؤ ہم اپنے رب سے پوچھتے ہیں کہ ہمارا یہ ختم نبوت کا عقیدہ تیرا بتایا ہوا ہے، یا ہم اور ہمارے مولویوں نے گھڑا ہے۔ تو جو فیصلہ اللہ پاک کرے گا۔ وہ آپ کو منظور ہوگا یا نہیں؟

میری بات آپ نہ مانیں کیونکہ میری بات آپ پر ماننا کوئی ضروری نہیں، میں ایک انسان ہوں غلط بھی سمجھ سکتا ہوں، ٹھوکر بھی کھا سکتا ہوں، میرا فہم صحیح کام نہیں بھی کر سکتا۔ میری بات مانیں نہ مانیں یہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے۔ لیکن جو بات خدا کہے وہ آپ پر ماننا ضروری ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں اپنے رب کریم سے کہ اے مولائے کریم! تو ہمیں یہ فرما کہ کیا تیرا یہ محبوب خاتم النبین ہے؟ کیا اس کے بعد اور نبی آئیں گے؟ نہیں۔ تو جو تیرا فیصلہ ہوگا۔ ہم تیرے ناچیز بندے ہیں، جو تیرا حکم ہوگا اس کے سامنے اپنی گردن جھکانا ہم پر لازم اور ضروری ہے یہ بات مسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و

Marfat.com

خاتم النبین و کان اللہ بکل شیئی علیمًا ۔(الاحزاب)

"نہیں ہیں محمد ﷺ کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ خاتم النبین کا کیا معنی ہے۔ شاید گزشتہ سال جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو میں نے لفظ خاتَم کے بارے میں کچھ عرض کیا تھا اُمید ہے وہ تحقیق آپ کو یاد ہو گی مگر اسے پھر دہرا دیتا ہوں۔ "خاتِم" ت کے نیچے زیر اور خاتَم ت کے اوپر زبر عربی میں یہ دو لفظ ہیں۔ لیکن معنی دونوں کا ایک ہے۔ جتنی لغت عربی کی کتابیں ہیں۔ قاموس. تاج العروس. صحاح. لسان العرب ۔ زمخشری کی فائق۔ راغب کی مفردات۔ جتنی بھی معتمد علیہ لغت کی کتابیں ہیں۔ ان تمام نے متفقہ طور پر خاتم کا معنی کیا ہے۔ آخر النبین۔ آخری نبی۔ تو لغت عربی کے لحاظ سے خاتم النبین کا معنی کیا ہے۔؟

"آخری نبی ﷺ" تو جب اللہ تعالیٰ فرمادے کہ میرا محبوب ﷺ تمام نبیوں سے آخر میں آنے والا ہے۔ تو پھر ہم اس کو آخری نبی کہیں یا نہ کہیں؟ جب وہ فرمائے کہ میرا محبوب ﷺ آخری نبی ہے تو پھر ہم یہ مانیں یا نہ مانیں؟ (ضرور مانیں گے

اب بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی تشریح، تفسیر اور وضاحت کا حق اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کسی لفظ یا کسی آیت کا معنی کرے، یا اس کا مفہوم بیان کرے اس کا حق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اگر کسی کو دیا ہے تو صرف اپنے محبوب پاک محمد مصطفےٰ ﷺ کو دیا ہے۔ "وَ انزلنا الیک الذکر ۔" اے محبوب ﷺ اس ذکر کو ہم نے آپ پر نازل کیا۔ کس لئے نازل کیا؟" لتبین للناس "(النحل) تاکہ آپ بیان کریں آپ تفسیر کریں تو تفسیر کا حق کسے ہے؟ صرف محمد مصطفےٰ ﷺ کو یہ آیت اس کو بیان کر رہی ہے۔

قرآن مجید نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے بیان کا حق اپنے محبوب ﷺ کو دیا۔ تو قرآن کی کوئی آیت، قرآن، کا کوئی جملہ، قرآن کا کوئی لفظ، اگر اس کی تشریح وضاحت اور اس کی تفسیر میں کوئی

Marfat.com

اختلاف ہوگا، کوئی جھگڑا ہوگا، کوئی تنازع ہوگا، تو اس کے فیصلہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس مفسر قرآن کی طرف رجوع کیا جائے جس کو تفسیر کا حق قرآن نازل کرنے والے خدا نے خود عطا فرمایا ہے۔

آپ کو اور ٹپے اور شعر وغیرہ اور مقولے تو بڑے یاد ہوتے ہیں۔ اپنے ایمان کو بچانے کے لئے چند آیتیں محنت سے بھی یاد کرنی پڑیں، تو یاد کرلیا کریں۔ شیطانوں کے شر سے بچنے کا یہ آپ کے پاس ہتھیار ہے۔ آپ اپنی جان کے دشمنوں سے بچاؤ کے لئے اسلحہ کا لائسنس لیتے ہیں۔ اسی طرح ایمان کی حفاظت کے لئے قرآن مجید اور احادیث کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ جسم جو کہ فانی ہے، جس نے آج نہیں تو کل ختم ہو جانا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے تو ہم اتنا تردد کرتے ہیں اور جس ایمان نے اس دنیا میں بھی کام آنا ہے۔ قبر میں بھی اور قیامت کے دن بھی کام آنا ہے، اس کی حفاظت کے لئے کچھ محنت ضرور کرنی چاہئے۔

میں عرض کررہا ہوں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبین ہیں اور یہ عقیدہ ہمیں اللہ تعالی نے دیا ہے۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب ﷺ کو خاتم النبین فرمایا ہے اور لغت کی تمام کتابوں میں یہ موجود ہے کہ خاتم النبین کا معنی ہے، آخر النبین۔ اگر کوئی مان لے تو جھگڑا ختم ہوگیا، اگر کوئی کہے کہ میں لغت کی کتابوں کو نہیں مانتا۔ تو ہم اس کو کہتے ہیں کہ چلو اس کی بارگاہ میں جس کی بارگاہ جب انسان حاضر ہوتا ہے تو سارے دُکھ دَرد دُور ہو جاتے ہیں، سارے روگ دور ہو جاتے ہیں، سارے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں، دل کی دنیا میں ایمان کا نور جگمگانے لگتا ہے، ساری خلشیں، سارے شکوک و شبہات کی گرد ہٹ جایا کرتی ہے۔ آؤ اس کے دربار میں چلتے ہیں۔ اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرے خدا نے یہ آیت نازل کی ہے، تو ہمیں بتا! تجھے خدا نے بھیجا ہی اس لئے کہ! تو قرآن سمجھائے۔ اس لئے ہمیں سمجھا کہ خاتم النبین کا معنی کیا ہے۔ "سب نبیوں سے افضل" کیا یہ معنی ہیں؟ یا یہ ہے کہ مہر لگا دے اور لوگوں کو نبی بناتا رہے۔ کیا ہے؟ ہمیں خود ہی فرمایئے۔ حضور ﷺ کے فرمانے سے ہم غلاموں کو تسلی ہو جائے گی۔ تو جو حضور ﷺ فرمادیں، اس پر آپ کو بھی اعتبار ہوگا۔ اس کے بعد تو پھر آپ اِدھر اُدھر نہ دیکھیں

Marfat.com

گے۔ جو لوگ اِدھر اُدھر دیکھا کرتے ہیں ان کا انجام بہت خطرناک ہوا کرتا ہے۔

"یک در گیر ومحکم گیر۔" دامن مصطفیٰ ﷺ کو پکڑ لو اور یوں پکڑو کہ جان جاتی ہے تو جائے لیکن دامن مصطفیٰ ﷺ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

اب ذرا غور سے سنئے۔ اللہ کے محبوب کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں اے اللہ کی کتاب کے رازوں کو جاننے والے، نکات وحی سے پردہ اٹھانے والے، اے عروس معانی کا نقاب الٹنے والے ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم پر کرم فرما اور ہمیں اس لفظ کے معنی بتادے کہ اس کا مقصد کیا ہے، اس کا مطلب کیا ہے۔ تو پھر ہم غلاموں کو تسلی ہو جانی چاہئے۔ سنئے ایک نہیں کئی حدیثیں آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت کر رہا ہوں۔

بخاری و مسلم دونوں کی حدیث ہے۔

حضور ﷺ نے اس آیت کی تشریح فرمائی۔ ایک مثال دے کر اور مثال ایسی پیاری ایسی واضح کہ ایک جاہل سے جاہل، ان پڑھ سے اَن پڑھ، ناداں سے ناداں، کند ذہن سے کند ذہن آدمی بھی اس حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔

ہدایت تو اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے، چاہے تو کسی کو عطا کر دے اور چاہے تو محروم کر دے۔ ہدایت اس کے اختیار میں ہے یہ نہ علم سے آتی ہے، نہ تجربے سے، نہ عقل و دانش سے آتی ہے، نہ چالاکیوں اور عیاریوں سے ہدایت آتی ہے تو کہو نا! کہ اس کی مہربانی سے آتی ہے۔

حضور ﷺ نے مکے کے کافروں کے سامنے اشارہ کر کے چاند کو دو ٹکڑے کیا تھا۔ یا نہیں؟ تو وہ کیا مسلمان ہوئے تھے؟ تو کہنے لگے۔ نہیں۔ بڑا جادوگر ہے جی۔ اس کا جادو صرف زمین پر ہی نہیں، بلکہ اس کا جادو آسمان پر بھی اثر کرتا ہے۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن حضور ﷺ کا جو ارشاد ہدایت کے طلبگاروں کے لئے رہنما ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ میری مثال اور مجھ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں۔ ان کی مثال اس طرح میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ ایک آدمی ہے۔ جو ایک مکان تعمیر کرتا ہے۔ بڑا ہی منقش،

Marfat.com

بڑا ہی پیارا۔ اس کی زیبائش و آرائش میں اپنی ساری قابلیتیں اور وسائل صرف کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہتی ہے۔ بڑے قابل انجینیر سے نقشہ بنا کر اس کے مطابق تعمیر کرتا ہے اس میں کوئی اور کمی نہیں۔ لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ فجعل الناس يطوفون به۔ لوگ اس مکان کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر، اس کے نقشے کو دیکھ کر، اپنی حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ کہتے کہ جو خالی جگہ نظر آ رہی ہے، یہاں بھی اگر اینٹ رکھ دی جاتی اور یہ جو جگہ خالی گڑھا سا نظر آ رہا ہے۔ اگر اس کو پُر کر دیا ہوتا تو یہ عمارت پوری ہو جاتی حضور ﷺ نے فرمایا "انا اللبنة۔ وہ اینٹ میں ہوں۔ وَانا خاتم النبيين اور میں تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

اب آپ غور فرمائیں: جس وقت کوئی مکان تعمیر ہو چکے، یہ دیوار مکمل ہے جو آپ کے سامنے ہے، یہ جب مکمل ہو گئی۔ تو کیا۔ اس میں آپ کوئی اور اینٹ گھسیڑ سکتے ہیں؟ نہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا انجینئر، کوئی بڑے سے بڑا کاریگر، خواہ انگلینڈ کا ہو یا امریکہ کا ہو یا جرمنی کا ماہر ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو آپ کہیں کہ آپ مہربانی کریں۔ یہ دیوار تو ہم مکمل کر چکے ہیں۔ لیکن یہ ایک اور اینٹ ہے۔ اس کو بھی اس میں لگا دو۔ وہ کہے گا کہ یہ تو میرے بس میں نہیں ہے، ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے کہ جو آگے اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک اینٹ میں نکال لیتا ہوں اور یہ اینٹ جو تم لائے ہو اس کو میں وہاں رکھ دیتا ہوں، یہ تو ممکن ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ جو اگلی اینٹیں اپنی جگہ پر رہیں اور پھر میں ایک اور اینٹ ان میں گھسیڑ دوں۔ اسی طرح اب نبوت کا جو قصر رفیع ہے اس کی آخری اینٹ سرکار دو عالم ﷺ ہیں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خلاء کو میرے وجود مسعود سے پُر کر دیا تو وہ محل مکمل ہو گیا۔ وہ ایوان نبوت پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ وہ جگہ جو خالی تھی وہ میرے آنے سے پُر ہو گئی۔ اب ماں کا کوئی لال اس میں کوئی اور اینٹ گھسیڑ نہیں سکتا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ کوئی پہلی اینٹ نکالی جائے۔

تو کیا اس قصر میں سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکال کر مرزا کو گھسیڑیں گے، کیا نوح علیہ

Marfat.com

السلام کو نکال کر اسے گھسیڑ یں گے، کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نکال کر اسے گھسیڑ یں گے۔ کیا موسیٰ کلیم اللہ کو نکال کر اسے گھسیڑ یں گے، کیا عیسیٰ علیہ السلام کو نکال کر اسے گھسیڑ یں گے۔ کہو نا! کہ ایسی کوئی صورت نہیں۔

ہمارا آقا ﷺ! آخری نبی ہوا کہ نہ ہوا؟ جس کے آنے سے قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ اب دنیا کا کوئی آرکیٹکٹ انجینئر نہیں ہے جو اس میں کسی نئی اینٹ کو گھسیڑ سکے۔ اور اگر ایک اینٹ بنیرے پر رکھ دے گا تو ساری دنیا کہے گی یہ اینٹ اس محل کی نہیں ہے، اس کی جزو نہیں ہو سکتی۔ اس مکان کی آخری اینٹ کون ہے۔ میرا اور آپ کا آقا سارے گنہگاروں کا شفیع، سارے گنہگاروں کا لجپال، جس کے نام کے صدقے ہم اس دنیا میں بھی عزت پا رہے ہیں، قبر میں بھی ہمیں پناہ ملے گی اور حشر کے دن بھی اللہ تعالیٰ نجات عطا فرمائیں گے۔ تو جب سرکار دو عالم ﷺ نے یہ فرما دیا اور یہ مثال دے کر سمجھایا تو اب کسی اور کی گنجائش نہیں ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

"إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ۔"

"بے شک میرے آنے سے رسالت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا اور نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔"

سرکار کو تو معلوم تھا، کون کون سے فتنے پیدا ہونے ہیں۔ اپنے غلاموں کی رہنمائی کے لئے حضور ﷺ نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ہم اپنے آقا کی بات نہ سنیں اور ان نشانیوں پر غور نہ کریں تو یہ ہماری اپنی بدقسمتی ہے۔ میرے آقا ﷺ نے کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ کوئی جان بوجھ کر گمراہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے لیکن جو مصطفےٰ ﷺ کی بات کو مانے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ فرمایا، سلسلہ نبوت ورسالت منقطع ہو گیا۔ اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔

ظلی یا بروزی:۔

یہ ایسے الفاظ ہیں، جو ہندوؤں سے مانگ کر ان لوگوں نے ہم میں گھسیڑ دیئے ہیں۔ بروزی

Marfat.com

کیا ہوتا ہے، ظلی کیا ہوتا ہے، یہ سب ہم جیسے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے کہ ہم مرزا کو کوئی حقیقی نبی نہیں مانتے۔ ہم تو ظلی اور بروزی مانتے ہیں۔ یہ آگے چل کر بتاؤں گا کہ وہ انہیں کیا مانتے ہیں۔

لا کا معنی "نہیں" یہ آپ سب جانتے ہیں۔ یہ عربی کا قاعدہ ہے۔ لانفی جنس کے بعد نکرہ آ جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس لفظ کے جتنے بھی مدلولات ہیں، ان سب کی نفی کر دی گئی ہے اس سے کسی کو باہر نہیں نکالا جا رہا۔ جیسے آپ کہتے ہیں۔ " لا اله الا الله " اس میں لانفی کا ہے اور الہٰ نکرہ ہے، اس کا معنی ہے کہ کسی قسم کا بھی خدا نہیں۔ نہ مستقل نہ عارضی، نہ کسی کا بنا ہوا، نہ خود بنا ہوا، نہ کوئی تھوڑے اختیار والا، والا، نہ زیادہ اختیار والا، نہ تھوڑی حکومت والا، نہ زیادہ حکومت والا، کسی قسم کا کوئی خدا نہیں۔ سوائے اللہ کے۔

وہی لفظ یہاں حضور ﷺ نے استعمال فرمایا۔ " لا رسول بعدی۔ " و لانبی میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے۔ نہ کوئی ظلی ہے، نہ کوئی بروزی، نہ کوئی تشریعی، نہ کوئی غیر تشریعی، نہ کوئی عارضی ہے نہ کوئی مستقل۔ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کو منقطع کر دیا ہے۔ اب میرے بعد کسی قسم کا کوئی رسول اور نبی نہیں ہے۔ ہر قسم کی نفی کر دی ہے۔

اگر کوئی ظلی یا بروزی آنا ہوتا۔ اگر کوئی غیر مستقل یا غیر تشریعی آنا ہوتا، تو نبی کا فرض نہیں تھا؟ کہ فرماتے، کہ اور تو کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن ظلی نبی ہوگا۔ یہ کیا ہے؟ کہ ہو نبی اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ! بھیجا اس لئے گیا ہو کہ وہ قرآن سمجھائے اور جو الجھن ہے، جو خفاء ہے وہ دور کرے لیکن پھر وہ آدھی بات بتائے اور آدھی نہ بتائے۔ یہ میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو زیب نہیں دیتا۔

اگر کسی نے آنا ہوتا حضور ﷺ وضاحت فرماتے کہ بے شک نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن ظلی رسالت ہوگی۔ بروزی نبوت ہوگی۔ مستقل تو ختم ہو گئی ہے۔ غیر مستقل ہوگی ایسی ہو گی کہ اس پر میں مہر لگاؤں گا تو وہ نبی بن جائے گا۔ لیکن حضور ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا۔ میرے مصطفیٰ ﷺ کی وہ ذات اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے کہ جس کی زبان پر حق ہی حق ہوتا ہے وہ اس میں

Marfat.com

کوئی اخفاء، کوئی ابہام، تشکیک کوئی التباس نہیں رہنے دیتا۔ دوسری حدیث بھی آپ نے سمجھ لی کہ حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ۔ "کہ بے شک رسالت بھی منقطع ہوگئی اور نبوت بھی منقطع ہوگئی یہاں پر بھی اگر حضور ﷺ ختم فرما دیتے تو بات واضح تھی۔ لیکن حضور ﷺ کو تو علم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے بہانہ ساز کہ خواہ مخواہ حضور ﷺ نے ہم جیسے سادہ لوگوں کے لئے کہ میرے سادہ سادہ بھولے مسلمان کسی کے چکر میں نہ آجائیں۔ کسی کے دام فریب میں نہ پھنس جائیں۔ مزید وضاحت فرمائی۔ نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا۔ مصطفےٰ کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی رسول نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ فرمائیں کہ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تو پھر کوئی کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد میں نبی ہوں یا رسول ہوں۔ تو ہم کہیں گے، تم جھوٹے ہو، کذاب ہو میرے نبی کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔

چھ چیزوں کے ساتھ مجھے دیگر انبیاء سے فضیلت عطا فرمائی گئی ہے جو دوسرے انبیاء کو نہیں عطا فرمائی گئیں وہ صرف مجھے عطا فرمائی گئی ہیں۔

ان میں سے ایک جوامع الکلم، دوسری ہے رعب، اللہ تعالیٰ نے رعب سے میری مدد فرمائی ہے۔ میرا دشمن اگر ایک مہینے کی مسافت پر ہو تو بھی میرا نام سن کر لرزتا رہتا ہے۔

تیسری، میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے۔ پہلے زمانے میں جب جہاد ہوا کرتا تھا، تو مال غنیمت استعمال کرنا جائز نہیں تھا۔ بلکہ اس کو اکٹھا کر کے جلا دیا جاتا تھا حضور ﷺ کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ مال غنیمت کا استعمال حلال کر دیا گیا چنانچہ اس کا خاص حصہ مجاہدین میں تقسیم ہوتا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا تھا بہر حال جو چیز پہلے حلال نہ تھی وہ حضور ﷺ کے

Marfat.com

صدقے حلال کر دی گئی۔

چوتھی فضیلت یہ ہے کہ ساری زمین کو میرے لئے مسجد اور طھور بنا دیا گیا۔ پہلے زمانے کے انبیاء آتے تھے ان کی امتوں کو عبادت کرنا ہوتی تھی۔ تو وہ صرف اپنی عبادت گاہوں میں ہی عبادت کر سکتے تھے۔ ہر جگہ انہیں عبادت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ صرف میرے اللہ تعالیٰ نے ساری روئے زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔ جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے، قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہہ کر اپنے رب کو سجدہ کرو۔ تمہاری نماز ہو جائے گی۔ تم سمندر میں ہو، تم جنگل میں، صحرا میں ہو، تم پہاڑی کی چوٹی پر ہو، قریب کوئی مسجد نہیں ہے جہاں بھی تم اپنے رب کو سجدہ کرنے کے لئے قبلہ رُخ کھڑے ہو جاؤ گے، تمہاری نماز ہو جائے گی۔

پانچویں فضیلت حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ میں تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ غور فرمائیے اِلی النّاس نہیں کہا کہ میں سارے انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ بلکہ فرمایا اِلی الخلق کہ میں نہ صرف اولادِ آدم کا ہی نبی نہیں۔ بلکہ میں فرشتوں کا نبی ہوں، پرندوں، درندوں، درختوں اور دریاؤں کی مچھلیوں کا بھی نبی ہوں ہر وہ چیز جس کا خدا خالق ہے، میں اس کا نبی ہوں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں بُعِثْتُ الی الخلق کافۃ۔ میں ساری مخلوق کے لئے بھیجا گیا ہوں، جس طرح میرے اور تیرے لئے ضروری ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ اسی طرح پتھروں اور درختوں کے پتوں اور جنگل کے درندوں، شہد کی مکھیوں اور سمندر کی مچھلیوں کے لئے بھی یہ کہنا ضروری ہے یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام کے لئے بھی میکائیل کے لئے بھی، سب کہو:

لَا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ۔ میری بعثتِ رسالت سب کے لئے ہے۔

چھٹی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اور میری نبوت کے ساتھ ساری نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ لا نبی بعدی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اب بھی خاتم النبین کی تشریح ذہن میں آئی ہے یا نہیں؟ اب ہم ان کی بات مانیں یا اپنے آقا ﷺ کے ارشاد کو مانیں۔

Marfat.com

اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں یہیں پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اور بھی بہت سی باتیں کرنی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہدایت مقدر ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ ان کے سمجھنے کے لئے یہ چند احادیث بھی روشنی کا مینار ثابت ہوں گی۔ انہی سے ان کی شاہراہ حیات جگمگاتی رہے گی اور شیطان کے پھیلائے ہوئے جالی فتنوں، تشکیک کے ان اندھیروں اور گرد و غبار سے ان کی رہنمائی ہوتی رہے گی۔ اب مجھے ایک اور بات آپ سے عرض کرنا ہے بعض دوستوں نے مجھے بتایا ہے کہ قادیانی کہتے ہیں۔ ہم تو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ ہم تو انہیں صرف مجدد مانتے ہیں۔ یہ سب ہم پر جھوٹا الزام ہے۔ مجھے آپ کو یہ بتانا ہے کہ مرزا صاحب خود اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ خود تسلیم کریں تو پھر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

اصل میں چکر یہ ہے کہ ان بے چاروں نے یہ سفر ایک مبلغ سے شروع کیا۔ پہلے انہوں نے چند ہندوؤں کے ساتھ اور عیسائیوں کے ساتھ مناظرے کئے۔ تو مبلغ کی حیثیت سے سامنے آئے جب انہوں نے سمجھا کہ لوگ مجھے جان گئے ہیں۔ تو انہوں نے اعلان کر دیا میں ایک کتاب پچاس جلدوں میں لکھ رہا ہوں، لوگ مجھے چندہ دیں۔ ان میں عیسائیوں کے جتنے اعتراض قرآن پر اور اسلام پر ہیں ان کا جواب ہوگا۔ ہندوؤں کے جتنے اعتراضات ہیں ان کا جواب ہوگا۔ بچارے مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام جب سنتے ہیں تو سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے ہزاروں لاکھوں روپیہ چندہ دیا۔ مرزا صاحب نے ایک جلد شائع کی۔ اس میں صرف اپنے اشتہار اپنی بڑائی کے بارے میں لکھا تھا۔ اس طرح پانچوں جلدیں بہر حال شائع ہوئیں۔ پینتالیس باقی تھیں۔ جن کے لئے انہوں نے قیمت لوگوں سے وصول کی ہوئی تھی جب کسی نے پوچھا کہ جناب آپ نے تو وعدہ کیا تھا، کہ پچاس جلدوں میں جواب دیں گے۔ مگر آپ نے یہ سلسلہ پانچ جلدوں میں ہی ختم کر دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ انہوں نے کہا کہ پچاس میں اور پانچ میں کیا فرق ہے، ایک صفر کا ہی تو فرق ہے (یہ چکر ہیں مرزا صاحب کے) اب ہم کیا سمجھیں۔ کیا اللہ کے نبی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ بہر حال میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ

Marfat.com

کیا میرا یہ کہنا درست ہے کہ ان کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ میں نبی ہوں اور میں رسول ہوں انہیں کی کتابوں کے حوالے سے میں آپ کے سامنے چند چیزیں عرض کرتا ہوں مگر ان کے بیان سے پہلے ایک اور بات ذکر کرنا ضروری ہے۔

ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے کہ صرف سنی لوگ ہی مذہب بدلتے ہیں۔ اس مذہب میں جاتے ہیں تو سنی جاتے ہیں۔ اِدھر جاتے ہیں تو سنی جاتے ہیں۔ اُدھر جاتے ہیں تو سنی جاتے ہیں۔ دیگر مذاہب والے تو اپنا مذہب نہیں بدلتے۔ جس نے جو لائن اختیار کی ہے اس پر وہ ڈٹا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سنیوں کا مذہب غلط ہے، اس لئے آپ اسے چھوڑ کر دوسرے مذہب اپناتے ہیں۔ میں ان سے یہ عرض کرتا ہوں۔

حضور والا بات یہ ہے کہ جہاں خزانہ ہوتا ہے، چور وہاں آ کر ڈاکہ مارتا ہے، جہاں جواہرات پڑے ہوتے ہیں، جہاں سونے چاندی کے زیورات ہوتے ہیں، جہاں نوٹ اور بانڈز پڑے ہوتے ہیں، وہاں ہی چور آ کر ڈاکہ مارتے ہیں اور نقب لگاتے ہیں۔ اور جہاں ہانڈی بھی اُلٹی پڑی ہو، اور ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی ہو، گھڑا ہو، اور اس میں پانی بھی موجود نہ ہو، چولہا ہو اور اس میں کبھی آگ ہی نہ جلی ہو، ایسی کٹیا پر بھی آپ نے کسی چور کو نقب لگاتے دیکھا؟ شیطان نقب وہاں لگاتا ہے، جہاں ایمان کا خزانہ موجود ہو۔ شیطان نقب وہاں لگاتا ہے۔ جہاں عشق مصطفےٰ ﷺ کے جواہرات کے ڈھیر موجود ہوں۔ جہاں پہلے ہی رڑا (یعنی جہاں پہلے ہی کچھ نہ ہو) وہاں شیطان جا کر کیا کرے گا۔ وہ کہے گا، اب میرا کام تو ہو چکا ہے۔ اب میں کسی اور کو پھنساؤں۔ یہ تو ہمارے ایمان کی نشانی ہے، کیونکہ ایمان کا خزانہ ہمارے پاس ہے، عشق کا خزانہ ہمارے پاس ہے، یقین کا خزانہ ہمارے پاس ہے، ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ شیطان وہاں ہی آتا ہے جہاں یہ دولت ہو۔ جو چراغ پہلے ہی گل ہو چکا ہو۔ اس کو بھی پھونک مار کر بجھاتے دیکھا ہے؟ جو بلب پہلے ہی فیوز ہو چکا ہو، اس کا بٹن کبھی کسی نے نہیں دبایا۔

تو میں نے مثال دی ہے اس میں غور کریں کہ کہ یہ شیطان کی فساد کاری ہے، جس کی وجہ

Marfat.com

سے صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر ان کی پگڈنڈیوں میں چل نکلتا ہے، تو شیطان اسی پر دھاوا کرے گا، اسی پر حملہ کرے گا جہاں دولتِ ایمان ہوگی۔ اور جہاں پہلے ہی کباڑا ہو چکا ہو وہاں شیطان کو جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا مقصد تو پہلے ہی ایک حملے میں پورا ہو چکا ہے۔ وہ کہتا ہے اب ٹھیک ہے جس راستے پر وہ چل رہا ہے، میرا مقصد پورا ہے۔ میں نے تو اسے محمد مصطفےٰ ﷺ سے دور کرنا تھا، کیونکہ میں اب اسے جب اپنے آقا سے دور کردوں گا تو پھر نہ اس کی کوئی شفاعت کرے گا، نہ اس کی بخشش کی کوئی صورت ہوگی۔ اس کے باپ نے مجھے دھکیلا تھا، میں نے اس کو دھکیل کر جہنم رسید کیا۔ وہ تو اپنا بدلہ لے رہا ہے۔ وہ لوگ خوش نصیب ہیں۔ جنہوں نے دامنِ مصطفےٰ ﷺ پکڑا۔ جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا، دل و جان سے اس کو تسلیم کیا۔ ادھر سے اُدھر بھونچال آئیں زمین اِدھر سے اُدھر چلی جائے، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں، ہمارا ایمان وہی ہے جو زبانِ مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات آپ کو یاد ہے کہ معراج کی رات کو جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔ کہ میں رات کے تھوڑے سے حصے میں حرم مکہ سے بیت المقدس گیا۔ وہاں سے آسمان اول ساتوں آسمان کرسی عرش وہاں تک پہنچا کہ خدا نے اس قرب کو قابَ قوسین او ادنیٰ کے الفاظ سے بیان کیا۔ تو کفار نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہ ہمیں تو دو مہینے لگ جاتے ہیں مسجد اقصیٰ تک پہنچتے ہوئے تیز رفتار اونٹوں پر جاتے ہیں، مہینے لگ جاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں ایک رات میں آسمان تک بھی ہو آیا ہوں۔ ان کا دماغ چل گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ابوجہل بڑا خوش ہوا کہ آج ابوبکر صدیقؓ کو پھانسنے کا بڑا اچھا وقت ہے۔ صبح سویرے ہی ان کے پاس گیا۔ پوچھا۔ اے ابوبکرؓ کیا حال ہے؟ آپ نے کہا بخیریت ہوں۔ ابوجہل نے کہا، سنا آپ کے دوست نے کیا کہا ہے۔ ہم تو پہلے ہی کہا کرتے تھے، آپ کو منع کرتے تھے کہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ آپ جیسا زیرک اور سیانا آدمی، ایسے آدمی کا ساتھ دے تو بڑے شرم کی بات ہے، تم نے سنا ہے کہ

Marfat.com

انہوں نے کیا کہا ہے۔آپؓ نے پوچھا بتاؤ کیا کہا ہے کیا فرمایا ہے میرے آقا ﷺ نے؟
اس نے کہا، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں رات کے تھوڑے سے حصے میں گیا ہوں، اور آسمانوں
کی سیر کر کے آیا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو سراپا ایمان تھے جو سراپا
یقین تھے۔فرمایا۔ابو جہل اگر میرے آقا ﷺ نے یہ فرمایا ہے، تو ابو بکرؓ مانتا ہے۔جو
میرے آقا ﷺ نے فرمایا، سچ فرمایا۔تو ہماری بات تو بھئی سیدھی سادھی ہے۔جو کچھ
حبیب کبریا نے فرمایا ہمارا تو اس پر ایمان ہے کوئی اپنے عقل کے پیچھے دوڑتا رہے کوئی دلیل
تلاش کرتا ہے کوئی کسی اور مبلغ کے پیچھے جاتا ہے تو جائے! ہم تو سب کچھ چھوڑ کر اس محمد مصطفےٰ
ﷺ کا دامن پکڑ چکے ہیں اس کے بعد ہمیں اور کسی کا دامن پکڑنے کی ضرورت نہیں۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگوارند سرطرۂ یارے گیرند

میری عقل تو مجھے یہ بتاتی ہے کہ ساری باتیں چھوڑ دو، اپنے یار کا دامن پکڑ لو۔
میں آپکو عرض کر رہا تھا کہ وہ کہتے ہیں۔ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے، اب ہم نے
ان کے اقوال سے یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ایک بار نہیں کئی بار کیا
ہے۔ہماری ان کیساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے کوئی عداوت نہیں ہے۔ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ زندگی کے
چند دن گزرنے والے ہیں۔گزر جائیں گے، اچھے اور برے بھی گزر جائیں گے۔لیکن آخرت کی
فکر کرو۔جب مصطفےٰ ﷺ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نظر نہیں آئے گا۔

تو سنئے۔"القول الفصل" قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ میاں محمود احمد کی کتاب ہے،
اس کے صفحہ تیرہ پر وہ لکھتے ہیں۔کہ میں تو یہ کہوں گا۔" کہ ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود
حقیقی نبی تھے، اور خدا کی قسم وہ ضرور بضرور حقیقی نبی ہے۔اور آپ کے مخالف حضرات کا بھی وہی
حشر ہوگا۔جو انبیاء کے مخالفین کا۔" میں اس عقیدہ پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوں۔(الھدیٰ
صفحہ نمبر ۸۴)(مولفہ حکیم احمد حسین) وہ ان کے خلیفہ صاحب کا ارشاد ہے یہ ان کے ایک مرید"

Marfat.com

باوفا" کا ارشاد ہے کہ وہ ضرور نبی تھے۔ضرور نبی تھے۔

ایک حوالہ اور! اس سے بھی زیادہ واضح تر۔"حضرت مسیح موعود بموجب حدیث نبی ہیں، اور ایسے ہی نبی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ نبی ہیں۔

یہاں نہ بروزی کا کوئی فرق ہے! نہ کوئی ظلی کا! جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے ایسے ہی مرزا صاحب۔ بلکہ وہ یہاں تک کہنے سے بھی نہیں شرمایا کہ جس طرح حضور ﷺ نبی تھے، اسی طرح مرزا صاحب نبی تھے۔

آہ ! ہماری غفلتیں۔۔۔۔۔۔

اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ کہتا ہے۔میری نبوت حضور ﷺ کی نبوت ہے:(استغفر الله) اب بتائیں نبوت کا دعویٰ ہوا یا نہ ہوا؟ بلکہ مرزا صاحب خود یہاں تک کہتے ہیں محمد رسول الله ﷺ والی آیت جو ہے۔

مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَه اَشِدّٓاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بينهُمْ اس سے مراد میں ہوں۔اس میں محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے۔اس سے بڑا کوئی جھوٹ ہوسکتا ہے؟

فرماتے ہیں۔اس الہام سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ۔"مرزا صاحب محمد ہیں (استغفر الله) اور آپ کا محمد ہونا بلحاظ رسول اللہ۔نہ کسی اور لحاظ سے۔یعنی محمد ہیں اس لئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔اس لئے نہیں کہ مرزا بشیر کے باپ ہیں یا قادیان کے رہنے والے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ جس طرح حضور ﷺ رسول ہیں۔اسی طرح وہ بھی رسول ہیں اس لئے یہاں اس آیت سے مراد یہ ہیں۔اسی طرح مرزا کے صحابہ اس حیثیت سے محمد رسول الله کے صحابہ کی طرح ہیں۔جو ان کی شان تھی۔وہ ہی میرے صحابہ کی شان ہے۔

(استغفر الله) اس سے بڑا اور کوئی نبوت کا دعویٰ ہوسکتا ہے کہ کہتا ہے یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی۔اس سے مراد میں ہوں اور محمد رسول الله میں ہوں اب اس سے بڑی اور کس

Marfat.com

...ں کی آپ کو ضرورت ہے۔

غور کریں! کہ یہ آیت مبارکہ چودہ سو سال پہلے اتری۔ صحابہ کرامؓ اس کو سنتے رہے۔ سب
...یہ ہی سمجھا کہ یہاں جو اسمِ مبارک آیا ہے اس سے مراد ان کا آقا و مولیٰ ہے۔ سرور عالم سید
...ات رحمت دو عالم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر ہے۔ تمام صحابہ کرام نے یہی سمجھا، تمام اہلِ
...اطہار رضی اللہ عنہم تمام علماء تمام اولیاء نے سمجھا، سارے غوثوں اور قطبوں نے سمجھا، صرف
...ں نے ہی نہیں، میں کہتا ہوں جو بیگانے تھے، وہ بھی جب محمد ﷺ کا لفظ بولتے تھے۔ تو وہ یہ
...کہتے تھے کہ اس سے مراد وہ ہے جو عرب میں نبی بن کر آیا۔ صرف اپنے ہی نہیں دشمن بھی یہی
...تے تھے۔ کیونکہ نام سے بڑھ کر اور کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔

محمد ﷺ وہ نام ہے جو حضور ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے حضور ﷺ
پیدائش کے وقت آپ کا نام رکھا تھا۔ اور جب قوم نے پوچھا عبدالمطلب! تم کو اللہ تعالیٰ نے
دیا ہے۔ اور تم نے اس کا نام رکھا ہے لیکن "اوپرا" (انوکھا) تیرے خاندان والے پہلے لوگوں
...تو یہ نام مروج نہیں تھا۔ یہ نام تم نے کیوں رکھا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے یہ نام
...لئے رکھا ہے۔

"تا کہ قیامت تک لوگ اس کی تعریف ہی کرتے رہیں۔" اس کی ثناء کے موتی ہی پروتے
...یں۔ اس لئے میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔

اب یہ مرزا کہتا ہے۔ نہیں وہ نہیں، محمد میں ہوں۔ اس سے بڑی سینہ زوری کوئی ہو سکتی
ہے۔ اس سے زیادہ گستاخی کوئی ہو سکتی ہے۔ اس سے اور کوئی ہماری غیرت کو چیلنج کر سکتا ہے۔ یہ تو
...را صبر ہے، یا ہماری بے غیرتی ہے، یا ہماری بے ہمتی ہے، کہ ہم ان کو دیکھ کر منہ ادھر اُدھر کر دیتے
...یں۔ تو اگر اس آیت میں حضور ﷺ کی ذات مراد نہیں تھی۔ تو کیا جس طرح میں پہلے عرض کر چکا
...وں۔ کہ نبی کی بعثت کا مطلب جو مولائے کریم نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ کی
...یتیں پڑھ کر سناتا ہے، صرف آیتیں پڑھ کر سناتا ہی نہیں۔ بلکہ ان کو سمجھاتا ہے۔ اگر کوئی آیت

Marfat.com

پڑھ کر سناتا ہے اور اس کو سمجھاتا نہیں ہے تو گویا اس نے اپنا فریضۂ نبوت صحیح طور پر انجام نہیں دیا
کیا آپ اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں تصور بھی کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا فریضہ
نبوت ادا کرنے میں کوئی کوتاہی کی ہو، کوئی کمی کی ہو۔ (نہیں) تو اگر خدانخواستہ اس آیت میں اسم
محمد سے کوئی اور مراد ہوتا۔ تو حضور ﷺ فرماتے۔ میرے صحابہ! تم یہ نام پڑھ رہے ہو میرا نام بھی
اگرچہ یہی ہے لیکن اس آیت سے مراد میں نہیں ہوں بلکہ چودھویں صدی میں ایک آدمی آئے گا
اس کا نام تو ماں باپ غلام احمد رکھیں گے، لیکن یہ آیت اس کے حق میں ہے۔ حضور ﷺ کا یہ فرض
تھا کہ نہیں۔ (فرض تھا) لیکن حضور ﷺ کا نہ بتانا اس سے بڑی اور دلیل کیا ہو سکتی ہے؟

آہ! دیکھنا یہ ہے کہ یہ شانیں پائی کس میں جاتی ہیں۔ اس کملی والے۔ آمنہ کے لال کے بغیر
اور ہے کون جس کی تعریف سب کریں۔ جس کی تعریف اپنے بھی کریں اور بیگانے بھی۔ انسان
بھی کریں اور فرشتے بھی کریں مخلوق بھی کرے اور خالق بھی کرے وہ تو ایک ہی محمد ﷺ پیدا ہوا
جس کی تعریف بار بار کی جاتی ہے۔ جس کی ہر کوئی تعریف کرتا ہے۔ (بے شک) سمجھ گئے آپ
اس بات کو کہ ہمیں کیوں غصہ آتا ہے، حکومت نے یہ کیوں فیصلہ کیا ہے کہ تم یہ "بیج" نہ لگاؤ
اس لئے کہ تمہارے دل میں خناس ہے، تم ہمارے رسول کی بات نہیں مانتے، تم اپنے مرزا
صاحب کی بات مانتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ محمد رسول اللہ والذین سے مراد مرزا اور
اس کے حواری ہیں۔ لا حول ولا قوۃ ۔۔۔۔۔۔ اس سے بڑی بے ادبی اور گستاخی
بارگاہِ رسالت میں اور کیا ہو سکتی ہے۔

بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ یہ تو بڑے میاں کی بات تھی مرزا
غلام احمد کی۔" چھوٹے میاں مرزا بشیر احمد صاحب پیچھے کب رہنے والے تھے۔ انہوں نے کہا ایک
اور آیت بھی ہے۔ جس میں حضرت مرزا کا تذکرہ ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو خوشخبری دی تھی۔ کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام
احمد ہوگا۔ چھوٹے میاں کہتے ہیں کہ اس احمد سے مراد حضور ﷺ نہیں بلکہ میرا باپ ہے۔ اب

Marfat.com

اور باتوں کو چھوڑ یئے۔ قرآن کریم کے لفظوں میں غور کیجئے۔

''جو میرے بعد آئے گا۔'' ان کے بعد حضور ﷺ تشریف لائے۔ یہ الگ بات ہے کہ حضور ﷺ کو بالکل مانتے ہی نہ ہوں۔

مرزا بشیر صاحب فرماتے ہیں۔'' اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ کون سا رسول ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا، اور اس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے اور میں نے یہ دعویٰ یوں ہی نہیں کر دیا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اس طرح لکھا ہوا ہے۔ کہ مرزا نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب ہیں۔ چنانچہ ان کے درسوں میں بھی یہی چھپا ہوا ہے۔'' مرزا بشیر صاحب کہتے ہیں۔'' میرا ایمان ہے کہ اس آیت 'اسمہ احمد'' کے مصداق مرزا مسیح موعود علیہ ما علیہ ہیں۔'''' محمد بھی آپ بن گئے اور احمد بھی آپ بن گئے۔ میں کہتا ہوں اے مرتدو! اللہ سے ڈرو اور ایسی باتیں نہ کہو۔

یہ قرآن خدا کا کلام ہے، کوئی بچوں کا کھلونا نہیں کہ جدھر چاہا ادھر اس کو موڑ دیا۔ جہاں چاہا، اس کو تطبیق دے دیا۔ یہ خدا کا کلام ہے خدا کی غیرت کو یہ چیلنج نہ دو۔ اللہ کے غضب سے ڈرو۔ اس کی مہلت کی دی ہوئی گھڑیوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور یہ جو ظلم کر رہے ہو اور امت میں جو یہ فساد برپا کر رہے ہو، اس سے باز آ جاؤ۔ اور اپنے ملک کو بدنام نہ کرو۔ جس نے تمہیں پالا ہے، جس نے تمہیں کارخانے دیئے ہیں، جس نے تمہیں کمانڈر انچیف کے عہدوں تک پہنچایا، جس نے تمہیں ائر مارشل بنایا ہے، جس نے تمہیں ہزاروں مربع زمین دی ہے، جس نے تمہیں ربوے کا رقبہ دیا ہے، اس ملک کی بدنامی کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی، کیا تکلیف ہے؟ آپ لوگوں کو، سارے اسکولوں کے دروازے کھلے ہیں آپ لوگوں کے لئے۔ میڈیکل کالجوں میں تمہارے لڑکے پڑھ رہے ہیں، ٹیکنیکل کالجز میں تمہارے لڑکے پڑھ رہے ہیں، کمشن کے امتحان میں شریک ہوتے ہیں۔ جو پاس ہوتے ہیں انہیں ملازمت ملتی ہے اور تمہیں کیا چاہئے۔ کارخانے تمہارے پاس ہیں ،کون سی چیز ہے جو پاکستان نے تم کو نہیں دی۔ ہم تو اپنوں کو پیچھے ہٹا کر تم کو آگے کرتے رہے ہیں۔

Marfat.com

اور اپنوں کے حق ضائع کر کے تمہیں دیتے رہے ہیں۔ اور اسی کی سزا ہمیں مل رہی ہے کہ اپنے نوجوانوں کو پیچھے پھینکا اور ان کی دل شکنی کی۔ اور تمہاری ناز برداری کی۔ اور تم ہو کہ ملک ملک جاتے ہو۔ جھوٹی باتیں کہتے ہو اور جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہو۔

اب ہم ایک اور موضوع شروع کرتے ہیں۔ کیونکہ وقت تھوڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ بات بھی آپ سمجھ لیں۔ وہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جو مرزا صاحب کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتا، وہ کافر ہے، کافر ہی نہیں، کالا کافر ہے۔ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے، نہ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ خواہ وہ چھ مہینے کا معصوم بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ ان کو لڑکی کا رشتہ دینا جائز ہے۔ اور جو یہ کام کرے گا اس کو میں اپنے مریدوں کی فہرست سے خارج کر دوں گا۔ تو یہ تکفیر کا آغاز انہی کی طرف سے ہوا۔ ہمیں تو جوابی طور پر اپنے گھر کی حفاظت کرنا پڑی۔ آپ بار بار سنتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم مسیح موعود مانتے ہیں۔ اب پہلے آپ یہ سمجھیں اور کبھی موقع ملے تو ان سے بھی پوچھیں کہ موعود صیغہ کیا ہے اور اس کا معنی کیا ہے موعود۔ وعد سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہو۔ اب جہاں وعدہ کیا جاتا ہے، وہاں کوئی وعدہ کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ وہ مرزا کو مسیح موعود کہتے ہیں۔ اب سوچیں کہ وعدہ کرنے والا کون ہے۔ اور وعدہ کیا ہے؟ یہ دو باتیں ہیں جو ہم نے سمجھنی ہیں۔ کیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ ہمارا ایمان ہے ہاں وعدہ کرنے والے حضور ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ علامتیں مرزا میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

اگر پائی جاتی ہیں تو آج ہم اٹھنے سے پہلے ہی ان پر ایمان لے آئیں گے۔ کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے مسیح موعود کے بارے میں جو علامتیں بتائی تھیں۔ وہ اس شخص میں پائی جاتی ہیں۔ ہم کون ہیں۔ اپنے آقا کی بات کا انکار کرنے والے ہم تو اپنے گلے میں عقیدت کا پٹہ ڈالتے ہیں۔ اور آپ کے پیچھے ہیں۔ اور اگر ان نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہ پائی جائے، تو پھر ہم پاگل ہیں۔ کہ ہم کہیں، یہ وہ ہے جس کا وعدہ ہمارے آقا ﷺ نے کیا تھا۔

Marfat.com

آپ یوں سمجھئے کہ حکومت پاکستان جرمنی کی حکومت کو خط لکھتی ہے کہ ہم آپ کے پاس سفیر
بھیج رہے ہیں، اور اس کا نام یہ ہوگا۔ اس کی ولدیت یہ ہوگی۔ اس کی کوالیفیکشن یہ ہوگی۔ وہ فلاں
فلاں زبان کو جانتا ہے۔ فلاں فلاں کمالات اس میں پائے جاتے ہیں۔ فلاں تاریخ کو یہ آپ کے
پاس پہنچے گا۔ آپ اس کا انتظار کریں۔ تو ایک صاحب کو پتہ چلتا ہے کہ حکومت پاکستان نے نیا سفیر
مقرر کیا ہے اور جرمنی حکومت کو خط بھی لکھ دیا ہے۔ تو وہ صاحب اس حکومت کے وزیر خارجہ کو فوراً جا
کر سلام کرتے ہیں۔ کہ حضور میں آ گیا ہوں۔ پاکستان سے آپ کو گورنمنٹ کا خط تو پہنچ چکا ہوگا۔
میں پاکستان کا مقرر شدہ سفیر ہوں۔ آپ میری سفارت کا عہدہ قبول کیجئے اور مجھے سفارت کے
فرائض انجام دینے کی اجازت دیجئے۔

وہ کہے گا۔ بڑی مہربانی، آپ تشریف رکھیں۔ اب وہ حکومت پاکستان کا بھیجا ہوا خط
کھولے گا، اور کوائف دیکھ کر پوچھے گا۔ آپ کا نام کیا ہے؟ وہ کہے گا جی میرا نام غلام احمد ہے۔ بھئی
یہاں تو جو حکومت نے خط لکھا ہے اس میں سفیر کا نام تو غلام مصطفیٰ ہے۔ آپ کی ولدیت کیا ہے؟
غلام مرتضیٰ وہ کہے گا کہ یہاں تو ولدیت بھی اور لکھی ہے۔ اچھا جرمن، انگریزی وغیرہ جانتے ہیں؟
نہیں جناب میں نے تو منشی فاضل کا امتحان پاس کیا ہے۔ تو کیا وہ اسی وقت پولیس کو بلا کر اسے
حوالات میں نہیں بھیج دے گا؟ کہ یہ مکار اور فریبی ہے۔ حکومت نے سفیر بھیجا تو ہے۔ لیکن اِس میں
تو ایک نشانی بھی نہیں پائی جاتی، جو حکومت نے لکھ کر بھیجی ہے۔ نہ نام، نہ ولدیت، نہ دیگر علامات،
اس کو کیا حق پہنچتا ہے، کہ کہے۔ میں حکومت پاکستان کا سفیر ہوں۔

یہ تو عام حکومتوں کا طریقہ ہے۔ تو کیا اللہ تعالےٰ کے کام ہی ایسے ہیں۔ کہ وعدہ تو کر دیا،
لیکن پھر جو چاہے آئے، اور کہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں، جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر وہ ایسے کچے
کام کرنے لگے تو ہر زمانہ کے مکار اور عیار اس کے بندوں کے ایمان کو لوٹتے رہیں۔ اور ان کو گمراہ
کرتے رہیں۔ مولائے کریم بڑا غیور ہے۔ وہ اپنے بندوں کے ایمان کی حفاظت کرنا اپنی خدائی کا
فریضہ سمجھتا ہے۔ اس لئے وہ ایسی بات نہیں کرتا کہ جس سے خواہ مخواہ لوگوں کو بہانہ مل جائے۔ اور

Marfat.com

وہ گمراہ ہونے لگیں۔

اب اپنے آقا کی بات سنیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات پاک کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، ضرور بالضرور نازل ہوگا تم میں عیسیٰ، مریم کا بیٹا۔ اس میں نام اور ولدیت آگئی۔ وہ صلیب کو توڑ کر رکھ دے گا، خنزیر کو قتل کر دے گا۔ اسلام کے لئے جنگ کرے گا۔ اور اس کے زمانہ میں مال اتنا زیادہ ہو جائے گا لوگ اتنے خوشحال ہو جائیں گے کہ کوئی محتاج نہ رہے گا۔ مالدار لوگ اپنی زکوٰۃ یا صدقات دینا چاہیں گے۔ لیکن کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔

پھر علامات کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔ وہ جزیہ کو ختم کر دے گا۔ اور جب وہ مسیح ابن مریم آئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ سارے مذہبوں کو اس کے زمانے میں ہی ختم کر دے گا۔ نہ کوئی یہودی رہے گا، نہ کوئی ہندو رہے گا۔ نہ کوئی عیسائی رہے گا، نہ کوئی سکھ اور پارسی رہے گا۔ مگر صرف اسلام ہوگا۔

یہ نشانیاں ہیں۔ اس مسیح موعود کی جس کا وعدہ ہمارے آقا نے کیا، نام بتایا، ولدیت بتائی۔ کیا اس میں وہ نام پایا جاتا ہے کیا اس کا نام عیسیٰ ہے۔ کیا اس کی والدہ صاحبہ کا نام مریم ہے؟ نہیں مسلمانوں میں سینکڑوں لوگوں کے نام عیسیٰ ہیں۔ یہ کوئی ایسا نام نہیں ہے کہ مسلمانوں نے کبھی عیسیٰ رکھا ہی نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بات کو سچا کرنا تھا، اس لئے ان کے ذہن میں ہی نہیں آیا۔ ہو سکتا تھا کہ اس کا والد اس کا نام عیسیٰ رکھ دیتا۔ کون سے بڑی بات تھی۔ لیکن کیوں؟ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی ہر بات کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہے۔ جان بوجھ کر کوئی دھوکہ کھائے اور گمراہی کے گڑھے میں چھلانگ لگائے۔ تو اس کی مرضی اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی اپنے محبوب ﷺ کی بات کو گمراہی کا باعث نہیں بننے دیا۔

تو نام کیا ہوگا۔ عیسیٰ! مرزا صاحب کا نام عیسیٰ ہے؟ نہیں۔ ان کی والدہ کا کیا نام ہوگا؟ مریم! کیا ان کی والدہ کا نام مریم ہے؟ نہیں۔ کیا مسلمان بچیوں کے نام مریم نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کی بے شمار بچیاں ہیں جن کے نام مریم ہیں۔ تو کیا بات تھی کہ چراغ بی بی کا نام اس کا باپ مریم رکھ

Marfat.com

دیتا۔ لیکن اللہ پاک کو اپنے محبوب ﷺ کی ہر بات کی حفاظت کرنا تھی۔ ان کا ذہن ادھر آنے ہی نہیں دیا اور رکھتے رہیں لیکن تم نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ تمہارے شکم سے ایک ایسا وجود ظاہر ہوگا۔ جو دنیا کو گمراہ کرے گا۔ اور میرے محبوب کی بات گمراہی کا باعث نہیں بن سکتی۔

تو نام ہوا آنے والے مسیح کا عیسیٰ اور ولدیت ہو ابنِ مریم۔ آئے غلام احمد بن چراغ بی بی اور کہیں کہ وہی ہے جس کا وعدہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ کیا ہم ہی اس دنیا میں پاگل قوم ہیں؟ وہ عیسیٰ آئیں گے۔ دمشق میں۔ اور اس نے ساری عمر دمشق دیکھا نہیں، میرے جیسے گنہگاروں نے بھی دمشق دیکھا ہوا ہے۔ لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے ادھر جانے ہی نہیں دیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ تم میں عیسیٰ ابن مریم آئیں گے۔ اور یہ ہیں غلام احمد بن چراغ بی بی اور کہتے ہیں، میں ہی وہ عیسیٰ ہوں۔ حالانکہ وعدہ کرنے والا مصطفیٰ ﷺ تو وہ سچا ہے، جس کے دشمن بھی کہتے ہیں۔ ''الصادق الامین'' اس لئے تیرے بارے میں ہی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ تم سچ کا دامن چھوڑ چکے ہو۔ اور گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہو۔ اس سچ کے بارے میں کوئی دشمن بھی شک نہیں کر سکتا۔

دوسری علامت بیان فرمائی وہ لوگوں کے ساتھ اسلام کے مسئلے پر جنگ کرے گا۔ جہاد کرے گا۔ ان صاحبوں نے جہاد کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے۔ وہ تو آئے گا جہاد کرنے کے لئے اب جہاد کا تصور ہی حرام ہے۔ وہ جہاد کرنے والا اور یہ جہاد کو حرام کرنے والا۔ کیا یہ وہ مسیح موعود ہو سکتا ہے۔ جس کا وعدہ مصطفیٰ ﷺ نے کیا۔ (ہرگز نہیں)

تیسری علامت بیان فرماتے ہوئے کہا۔ وہ پرزے پرزے کر کے رکھ دے گا، صلیب کو کیا اس نے صلیب کو توڑا؟

پہلی جنگ عظیم میں جب ترکوں کو ناکامی ہوئی تو بغداد جو صدیوں سے ہمارا دارالحکومت رہا تھا۔ سارے مسلمانوں کی آنکھوں سے اسی دن اشکوں کا سیلاب رواں تھا۔ لیکن ایک قادیان کی بستی ایسی تھی جہاں خوشی کے چراغ جلائے جا رہے تھے۔

یہ تو صلیب کو بلند کرنے والے ہیں۔ انہیں کب توفیق ملی کہ صلیب کو پارہ پارہ کر سکیں۔

Marfat.com

پھر بیت المقدس جہاں جب سرکارِ دو عالم ﷺ معراج کے لئے تشریف لے گئے۔ جس کو فاروق اعظمؓ نے فتح کیا۔ پھر عیسائیوں نے لیا اور پھر صلاح الدین ایوبی نے قبضے میں لیا۔ اور پھر ہمیشہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ پھر انگریزوں نے پہلی جنگ عظیم میں جب بیت المقدس پر قبضہ کیا اور وہاں بھی صلیبی پرچم لہرایا۔ تو پھر بھی قادیان کی ایک ہی منحوس بستی تھی۔ جہاں خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے تھے۔ خوشی کے جلسے ہو رہے تھے۔ مسرت کا اظہار ہو رہا تھا اور مبارک باد کی تاریں دی جا رہی تھیں۔ یہ مشہور باتیں ہیں۔ اگر کہیں تو حوالہ پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ بہر حال مسیح موعود کی نشانی تو ہے کہ وہ صلیب کو پرزے پرزے کر کے رکھ دے گا۔ انہوں نے صلیب کو بیت المقدس پر بلند ہونے پر خوشیاں منائیں۔ تو یہ نشانی بھی نہ پائی گئی۔

چوتھی علامت بیان فرمائی کہ وہ مسیح خنزیر کو قتل کر دے گا، اس کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ تو اب بھی یورپ کے سارے ہوٹلوں میں خنزیر پک رہا ہے۔ لوگ کھا رہے ہیں۔ ان کے ریوڑ کے ریوڑ چر رہے ہیں تو کیا مرزا نے اس کا خاتمہ کیا؟ (نہیں ہرگز نہیں)

پانچویں علامت میں فرمایا۔ اس مسیح موعود کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ دولت اتنی فراواں کر دے گا۔ اور لوگ اتنے خوشحال ہو جائیں گے۔ کہ سیلاب کی طرح مال آ جائے گا۔ کوئی آدمی اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو کیوں لوگ پاکستان کو چھوڑ کر یہاں دھکے کھا رہے ہیں۔ کیوں یہاں مزدوریاں کر رہے ہیں۔ کتنے محتاج، کتنی بیوہ عورتیں ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے نان شبینہ کے لئے محتاج ہیں۔ تو اس مسیح موعود کے آنے سے وہ بھی بات پوری نہ ہوئی۔

چھٹی علامت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس مسیح موعود کے زمانہ میں اس کی زندگی میں اللہ تعالیٰ سارے مذاہب ختم کر دے گا۔ ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ صرف اسلام باقی ہو گا۔ اور اسی کا پرچم بلند ہو گا۔ اور ہر طرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا چرچا ہو گا۔ کیا یہ بات پوری ہوئی؟ (نہیں ہرگز نہیں)

Marfat.com

آپ کو ایک مزے کی بات بتاتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مسیح علیہ السلام کے آنے سے سوائے اسلام کے باقی سب ملتیں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن مرزا کے تشریف لانے سے کیا برکت ہوئی۔ ساری دنیا کو چھوڑیے، سارے ہندوستان کو بھی چھوڑیے، سارے پنجاب کو بھی چھوڑیے، ان کے اپنے ضلع گورداس پور کی ایک جھلک دکھاتا ہوں کہ ان کے دور میں کیا وہاں عیسائیت کا خاتمہ ہو گیا۔ یا اس نے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کی۔ گورنمنٹ کے اعداد و شمار یعنی مختلف مردم شماریوں کی رپورٹ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، تا کہ آپ کو معلوم ہو، کہ ان کا آنا گویا عیسائیت کے لئے کھاد کا کام کر گیا۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اس وقت مردم شماری ہوئی۔ اس رپورٹ کے مطابق ۱۸۹۱ء میں عیسائیوں کی کل تعداد ۲۴۰۰ تھی۔

پھر ۱۹۰۱ء میں عیسائیوں کی تعداد بڑھ کر ۴۴۱۷ ہو گئی۔

پھر ۱۹۱۱ء میں عیسائیوں کی تعداد بڑھ کر ۲۳۳۶۵ ہو گئی۔

پھر ۱۹۲۱ء میں عیسائیوں کی تعداد بڑھ کر ۴۳۳۴۲ ہو گئی۔

یعنی ان کے بعد چالیس سال میں عیسائیوں کی تعداد بیس گناہ زیادہ ہو گئی۔ تو ان کے آنے سے عیسائیت ختم ہو گئی یا ان کو کھاد پڑی۔ اور وہ اتنی ترقی کر گئے۔ تو جب ان علامتوں میں سے کوئی بھی علامت اس میں نہیں پائی جاتی۔ تو آخر ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے سچے نبی ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ ہم انہی باتوں کو اپنے ذہن میں رکھیں۔ آپ انہیں یاد رکھیں۔ اور کوئی بات کرے تو اسے جواب دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو اپنے محبوب کی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

﴿ایصال ثواب﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام! اشتراکی ذہنیت رکھنے والے جو محنت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں وہ اس آیت، لیس للانسان الا ما سعیٰ: کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ ہر انسان صرف اس چیز کا حقدار ہے جو اسنے اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کی ہو۔ اور اپنے اس نظریے کو قرآن کریم کی اس آیت کی طرف منسوب کرتے ہیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ہمیں ان سے کسی بحث کی ضرورت نہ تھی۔ ہر شخص اپنی پسند کا جس طرح کا چاہے عقیدہ اپنا لے ہمیں اس پر کیا اعتراض ہے۔ لیکن اپنے من گھڑت نظریات کو قرآن کی طرف منسوب کرنا ایک ایسی زیادتی ہے جس پر خاموش رہنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ ہم ان صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کریم کی متعدد آیات میں میراث کے احکام مذکور نہیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اولاد کو جو جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ورثہ میں ملتی ہے، کیا ان میں محنت اور کوشش کا کوئی دخل تھا۔ ایسی جائیداد کا قرآن کریم نے انہیں کامل مالک ٹھہرایا۔ خصوصاً شیر خوار بچیاں یا شیر خوار بچے جنہوں نے کسی طرح بھی اس جائیداد کے بنانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، وہ بھی وارث ہوتے ہیں۔ اسی طرح زکوۃ، صدقات جب کوئی شخص کسی مستحق کو دیتا ہے۔ تو مستحق اس کا مالک بن جاتا ہے اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے حالانکہ اس نے اس مال کے کمانے میں ایک قدم تک نہیں اٹھایا آیت کا یہ خود ساختہ مفہوم اختیار کر کے کیا یہ لوگ ان صدہا آیات پر قلم تنسیخ پھیر دیں گے۔ جن میں میراث، وصیت، زکوۃ، صدقات اور ہبہ کے احکام مذکور ہیں۔ ان اشتراکی اذہان کے علاوہ ایک اور فرقہ گزرا ہے جو تاریخ اسلام میں معتزلہ کے نام سے مشہور ہے انہوں نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ کسی کے عمل کا ثواب کسی دوسرے انسان کو نہیں پہنچ سکتا ہر شخص کو انہی اعمال کا اجر ملے گا جو اس نے کئے ہیں کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت کی تصریح کی گئی ہے۔ کہ لیس للانسان الا ما سعی .

Marfat.com

ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی کا عمل کسی کے لئے نفع بخش نہیں تو قرآن کریم کی متعدد آیات میں مسلمانوں کے لئے استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور متعدد آیات میں بتایا گیا کہ فرشتے مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ کئی ایسی آیتیں جن میں انبیائے کرام نے اپنے والدین، اپنی اولاد اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بخشش کی دعائیں مانگیں ہیں اگر استغفار اور دعاؤں کا میت کو کوئی نفع نہیں پہنچتا تو پھر ان لاحاصل کاموں میں انبیاء اور ملائکہ کیوں وقت ضائع کرتے رہے اور ہمیں مسلمان بھائیوں کے لئے مغفرت کا کیوں حکم دیا گیا ہے۔ ساری امت مسلمہ نماز جنازہ ادا کرتی ہے اس میں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں یہ نماز جنازہ بھی دعائے مغفرت ہے اگر یہ بے سود اور لاحاصل ہے تو اس تکلف کو بجالانے کا اسلام نے کیوں حکم دیا ہے معتزلہ کے اس مفہوم کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو قرآن کریم کی کثیر التعداد آیتیں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں اس لئے امت کا اجماع اس بات پر ہے کہ ہم اپنے اعمال کا ثواب اپنے والدین اور دوسرے مومنین کو پہنچا سکتے ہیں اور ان سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے اور اصولی طور پر تو علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے جس کا خلاصہ پیش نظر ہے۔ عبادات کی کئی قسمیں ہیں خالص بدنی عبادات مثلاً نماز، روزہ، تلاوت قرآن، خالص مالی عبادات مثلاً صدقات وغیرہ مالی اور بدنی عبادات کا مرکب جیسے حج وغیرہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات کا ثواب دوسروں کو نہیں پہنچ سکتا البتہ عبادات کی دوسری دو قسموں کا ثواب دوسروں کو پہنچ سکتا ہے لیکن احناف کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے خواہ اس نیک عمل کا تعلق عبادت کی کسی قسم سے ہو نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر، صدقہ، حج، عمرہ اور جو نیک اعمال وہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرسکتا ہے الٰہی! اس کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا۔ اس بارے میں اتنی کثرت سے احادیث موجود ہیں کہ کوئی شخص ان کے انکار کی جرات نہیں کرسکتا یہاں میں ان میں سے چند احادیث ہدیہ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

(۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عملہ

Marfat.com

الا من ثلاث صدقة جارية وعلم ينتفع به او ولد صالح يدعو له .(رواه مسلم)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے بجز تین اعمال کے ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

پہلے دو کام تو ایسے ہیں جن میں اس شخص کا بھی کچھ عمل دخل ہے لیکن اولاد کی دعا اولاد کا اپنا فعل ہے اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

(۲) عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله ليرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة ويقول يارب انی لی هذه فيقول باستغفار ولدک لک .

(رواه طبرانی)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ جنت میں کسی عبد صالح کے درجے کو بلند فرما دیتا ہے وہ بندہ پوچھتا ہے۔ اے اللہ! میرا درجہ بلند کیسے ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کی اس کی برکت سے تیرا درجہ بلند ہوا

(۳) عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ الميت فی قبره الا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة ملحقه من اب وام او ولد او صديق ثقة واذا الحقتة كانت احب اليه من الدنيا وما فيها ان الله يدخل علی قبر من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحياء الی الاموات الاستغفار لهم .(رواه بيهقی والديلمی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے جو فریاد کر رہا ہوتا ہے اور منتظر ہوتا ہے کہ اس کے باپ اسکی ماں یا اولاد یا باوفا دوست کی دعا اسے پہنچے اور جب وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو اسکی قدر و منزلت اسکے نزدیک دنیا و ما فیہا سے زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاؤں کی برکت سے قبروں پر رحمت کے پہاڑ بھیجتا ہے اور مرے ہوؤں کے لئے دوستوں کا تحفہ یہ ہے کہ وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کیا کریں۔

Marfat.com

(۴) عن عائشةؓ ان رجلا قال یارسول الله ﷺ ان امی افتلت نفسها لم توص واظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقتها عنها قال نعم (متفق علیه)

ترجمہ: ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور کوئی وصیت نہ کرسکی۔ میرا خیال ہے اگر اسے بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی۔ اگر میں اسکی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اسے اجر ملے گا؟۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! بیشک۔

(۵) عن ابن عباس ان سعد بن عبادة توفیت امه وهو غائب فاتی رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله ﷺ ان امی فاتت وانا غائب فهل ینفعها ان تصدقت عنها قال: نعم! قال: اشهدک، ان حایطی صدقة عنها. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے سعد بن عبادہ کی والدہ نے وفات پائی تو آپ موجود نہیں تھے۔ جب واپس آئے تو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ نے میری غیر حاضری میں وفات پائی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اسے نفع پہنچے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا! ہاں اسے پہنچے گا۔ انہوں نے عرض کی حضور ﷺ آپ گواہ رہیں میں نے اپنا باغ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے۔

(۶) عن انسؓ سمعت رسول الله ﷺ یقول ما من اهل بیت یموت منهم ویتصدقون عنه بعد موته الا اهدی له جبرائیل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق هذه هدیة الیک اهلک فاقبلها فیدخل علیه فیفرح بها فیستبشر ویحزن جیرانه الذین لا یهدی الیهم شیء

(رواه الطبرانی فی الا سط)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص کسی

Marfat.com

گھر سے فوت ہوتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو جبرائیل امین نور کے تھال پر اسے رکھتے ہیں۔ پھر اسکی قبر کے دہانے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ اے گہری قبر کے رہنے والے! یہ ہدیہ ہے جو تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے، تو اسے قبول کر۔ اس کی خوشی اور مسرت کی کوئی حد نہیں رہتی اور اس کے پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں بھیجا جاتا، وہ بڑے غمناک ہوتے ہیں۔

(۷) عن انس قال جاء رجل الی النبی ﷺ قال ان ابی مات ولم یحج حجة الاسلام فقال ارایت لو کان علی ابیک دین کنت تقیضه عنه قال: نعم اقال: فانه دین علیه فاقضه.

(رواه بزاز والطبرانی بسند حسن)

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میرا باپ فوت ہو گیا ہے۔ اور اس نے حج نہیں کیا حضور ﷺ نے فرمایا! یہ بتاؤ کہ اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا نہ کرتا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہاں، ادا کرتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ حج بھی اس پر قرض ہے۔ اس کو ادا کرو۔

(۸) عن علیؓ من علی المقابر وقرا قل هو الله احد عشر مرة ووهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات.

(رواه ابو محمد السمر قندی)

ترجمہ: ابو محمد سمرقندی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ جو شخص قبرستان میں سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر اہل قبرستان کو بخشے تو جتنے لوگ وہاں دفن ہوں ان کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔

(۹) عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من دخل المقابر ثم قرا فاتحة الکتاب وقل هو الله احد والهکم التکاثر ثم قال انی جعلت ثواب ماقرات من کلامک لا هل المقابر من المومنین والمومنت کانوا شفعاء له الی الله

Marfat.com

(رواه ابو القاسم سعد ابن علی)

ترجمہ: ابوالقاسم سعد ابن علی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو، پھر سورۃ فاتحہ، قل شریف اور الھکم التکاثر پڑھے، پھر یہ کہے
کہ الٰہی میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا ہے اس کا ثواب اس مقبرہ کے مومن مردوں اور عورتوں کو
بخشتا ہوں۔ تو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی شفاعت کریں گے۔

(۱۰) عن انس ان رسول اللہ ﷺ قال من دخل المقبرۃ فقرء سورۃ یس خفف
اللہ عنھم. (اخرجہ عبد العزیز صاحب الخلال بسندہ)

ترجمہ: حضرت انس سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل
ہوتا ہے اور سورۃ یٰس پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہل قبور پر تخفیف کر دیتا ہے۔

کثیر التعداد احادیث میں سے یہ چند مرفوع ہیں جو اوپر نقل کی گئی ہیں صحابہ کرام کا بھی اس
پر تعامل تھا۔

حضرت امام حسین اور حضرت امام حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے
بعد آپ کو ایصال ثواب کرنے کے لئے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھائی
حضرت عبدالرحمٰن وفات پا گئے تو حضرت عائشہ نے ان کے لئے غلام آزاد کیا اور فرمایا کہ مجھے امید
ہے کہ وفات کے بعد یہ چیز انہیں نفع پہنچائے گی۔ مسلمانوں کا ہمیشہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے
وفات پانے والوں کی روحوں کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں: قال الحافظ
شمس الدین ابن عبد الواحد ما زالوا فی کل مصر یتمعون ویقرؤ سورۃ یس
خفف اللہ عنھم. (اخرجہ عبد العزیز صاحب الخلال بسندہ)

ترجمہ: ابوالقاسم سعد ابن علی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو، پھر سورۃ فاتحہ، قل شریف اور الھکم التکاثر پڑھے، پھر یہ کہے
کہ الٰہی میں نے کلام سے جو پڑھا ہے اس کا ثواب اس مقبرہ کے مومن مردوں کو بخشتا ہوں۔ تو یہ

Marfat.com

لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی شفاعت کریں گے۔ مسلمانوں کا ہمیشہ معمول رہا ہے وہ اپنے وفات پانے والوں کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ علامہ پانی لکھتے ہیں۔ قال الحافظ شمس الدین ابن عبد الواحد ما زالوا فی کل مصر یجتمعون ویقرؤن لموتھم من غیر فکان ذلک اجماعا۔

ترجمہ: حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد کہتے ہیں ہر شہر میں مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا کہ وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے وفات شدگان کے لئے قرآن کریم کی قرات کرتے ہیں اور کبھی کسی عالم نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ گویا اس پر امت کا اجماع ہے۔

(۱۱) اخرج الخلالی عن الشعبی کانت الانصار اذا مات لھم المیت اجتمعوا الیٰ قبرہ یقرؤن القرآن۔

ترجمہ: امام شعبی سے مروی ہے کہ انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر جایا کرتے اور وہاں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے۔

(۱۲) وفی الاحیاء عن احمد ابن حنبل قال اذا دخلتم من مقابر فاقرؤا بفاتحۃ الکتاب والمعوذتین وقل ھو اللہ احد ۔ جعلوا ذلک لاھل المقابر فانه یصل الیھم۔

ترجمہ: امام احمد بن حنبل نے فرمایا جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ اور تینوں آخری قل پڑھو اور پھر اس کا ثواب قبرستان والوں کو پہنچاؤ وہ انہیں پہنچے گا جب اس کثرت سے ایصال ثواب کے بارے میں احادیث موجود ہیں تو پھر اس کا انکار کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا لیکن آیت کے بارے میں کیا کہا جائے گا حضرت ابن عباس کا ارشاد ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم۔

ترجمہ: یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرتی رہی تو ہم (مدارج اور مراتب میں) ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اس آیت سے معلوم ہوا کہ آباؤ اجداد کی نیکیاں اولاد کے مراتب کو بلند کر دیتی ہیں بعض نے اس آیت کی توجیہ یہ کی ہے کہ

Marfat.com

ل الانسان سے مراد کافر ہے کہ کفار کو کسی کی نیکیاں فائدہ نہیں پہنچا سکتیں لیکن اگر بنظر غائر
ا جائے تو الجھن خود بخود دور ہو جاتی ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب سے صرف اس
ں کو نفع پہنچتا ہے جو ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو۔ جس کی موت کفر پر ہوئی ہو اسے قطعا کوئی
نہیں پہنچتا تو معلوم ہوا کہ یہ سارے اعمال صالحہ جن کا ثواب ایک مومن کو پہنچایا جا رہا ہے در
فت اس کے ایمان کے درخت کا پھل ہیں اور ایمان کے درخت کی اعمال صالحہ سے آبیاری
تے رہتے ہیں اور گناہوں کی ژالہ باری سے اسکو بچائے رکھتے ہیں ان پر پھل بھی زیادہ لگتا
اور لوگ کثرت سے ان کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ
ھنے والوں کا ہجوم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ان مقبول ترین بندوں نے ایمان کا جو درخت
ا ور عمر بھر اپنے گریہ سحری سے اسے سینچتے رہے اس کی بہار اور اس کا جوبن قابل دید ہے۔ ارشاد
نی ہے۔ **مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء توتی**
ہا کل حین باذن ربها .

کہ کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی ہے جس کی جڑیں پاتال تک چلی گئی ہیں
اسکی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ درخت ہر لحظہ پھل دے رہا ہے۔

Marfat.com

اسلام اور رد مرزائیت

الحمد لله رب اللعالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين امام الاولين و الا خرين قائد المحجلين شفيع المذنبين سيد نا و مولانا و حبيبنا و حبيب ربنا محمد المبعوث رحمة للعلمين وعلى اله الطيبين الطاهرين وعلى ازواجه الطاهرات المومنات وعلى سائر الصحابة والتابعين اجمعين اما بعد فاعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبين وكان الله بكل شي عليما " صدق الله ورسوله النبى الا مى الكريم ونحن على ذالك من الشاهدين والشاكرين.

عزیز گرامی! صاحبزادہ صاحب اور برادران اسلام! میری یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ میں آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ میرے جیسے ناقص اور کمترین انسان کی گزارشات سننے کے لئے آپ نے اپنا قیمتی وقت مجھے عطا فرمایا۔ آپ کے وقت کی قدر و قیمت کا احساس کرتے ہوئے اور اپنے فرض کی اہمیت کا بھی احساس کرتے ہوئے کہ معلوم نہیں زندگی میں پھر کبھی اس قسم کے اجتماع اور اس میں ملاقات کا موقع ملے یا نہ ملے ان دونوں احساسات نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں آپ کے سامنے بہت ہی مختصر وقت میں ایسی چیز بیان کروں کہ جس سے آپ کی دنیا بھی سنورے، آپ کی قبر بھی روشن ہو اور قیامت کے دن بھی آپ کو سرخروئی حاصل ہو۔

عقل وجہ شرف انسانیت:

آپ جانتے ہیں کہ انسان اپنی ظاہری قوتوں اور توانائیوں کے اعتبار سے دوسرے حیوانات سے بہت کم درجہ رکھتا ہے جو قوت شیر میں ہے جو سرعت رفتار ہرن کو عطا کی گئی ہے جو

Marfat.com

دبدبہ دیگر جانوروں کو عطا کیا گیا ہے وہ انسان کو عطا نہیں کیا گیا اس کے باوجود اس کو اشرف المخلوقات کا تاج پہنایا گیا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس کو وہ نعمت عطا فرمائی گئی ہے جو اور کسی کو عطا نہیں فرمائی اور وہ ہے عقل کی نعمت عقل اور سمجھ کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے اس پیکر خاکی کو سرفراز فرمایا جب کہ اس نعمت سے دیگر تمام جانوروں تمام مویشی اور جنگل کے بادشاہ بھی محروم ہیں گویا عقل کی نعمت جو مولائے کریم نے حضرت انسان کو عطا فرمائی ہے اسی قوت کے بل بوتے اور اس نعمت کے سہارے وہ تمام مخلوق پر حکومت کر رہا ہے اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود اپنی ساری نا توانیوں کے باوجود اپنی ساری بے بسیوں کے باوجود وہ عظمت کے اس مقام پر فائز ہے۔

لیکن کیا صرف عقل اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ وہ ہمیں منزل مقصود تک پہنچادے طرح طرح کی لغزش گاہوں میں ہمیں پھسلنے نہ دے اور اگر ہم پھسلنے لگیں تو ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں گرنے سے بچالے۔ کیا صرف عقل میں اتنی صلاحیت ہے؟ ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے ہم اس کا شکر بھی ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں نعمت عقل سے نوازا لیکن ہمیں یہ سوچنے کا بھی حق حاصل ہے کہ کیا صرف عقل ہی ہمارے لئے کافی ہے کہ ہمیں اپنی منزل مقصود تک پہنچادے اور ہم سے وہ غلطیاں نہ ہوں جن سے انسانیت کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور انسانیت حیوانیت سے بھی پست تر درجے میں گر جایا کرتی ہے۔

بے شک عقل بہترین چیز ہے اس پر پوری طرح اعتماد نہیں کیا جا سکتا اس لئے اس کو راہ راست پر گامزن کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور نعمت انسان کو عطا فرمائی اور وہ نعمت ''نبوت'' ہے وہ نعمت ''وحی'' ہے کہ جہاں عقل گھٹنے ٹیک دیتی ہے جہاں اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں جن عقدوں کو حل کرنے سے اس کا ناخن تدبیر عاجز آجاتا ہے تو ''وحی'' آگے بڑھ کر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ''یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا'' ترجمہ اے میرے بڑی شان والے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو

Marfat.com

شاہد بنا کر بھیجا ہے غور سے ذرا سمجھنے کی کوشش کریں شاہد کا کیا معنی ہے؟ شاہد کسے کہتے ہیں؟ گواہ کو اور آپ جانتے ہیں کہ گواہ کی گواہی کی کس وقت ضرورت پڑتی ہے جو حقیقتیں بالکل واضح ہیں اور مسائل بالکل آشکارہ ہوں ان کو ثابت کرنے کے لئے کبھی کسی نے کسی گواہ کو طلب نہیں کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آسمان ہمارے سر کے اوپر ہے یا زمین ہمارے پاؤں کے نیچے ہے آج تک کسی عدالت میں کوئی مقدمہ ہوا ہے؟ اور کسی جج نے اسکو حل کرنے کے لئے گواہ طلب کئے؟ نہیں۔ اس لئے کہ یہ ایسی آشکارہ حقیقت ہے جس کو ہر کوئی جانتا ہے یہ ایسی کھلی حقیقت ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے ہمیں کسی شہادت کی ضرورت نہیں تو وہ چیزیں جو واضح ہیں۔ وہ حقیقتیں جن پر کوئی نزاع نہیں ان کو ثابت کرنے کے لئے کسی نے شہادت طلب نہیں کی گواہ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی عقدہ حل نہ ہو سکے جب کسی مسئلے کے صحیح نتیجہ پر ہم نہ پہنچ سکیں۔ جب کوئی ایسا گنجلک قضیہ ہو جس کی حقیقت کو نہ پہچان سکیں۔

حضور شاہد کس لئے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انا ارسلنک شاھدا اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا یہاں یہ چیز غور طلب ہے کہ اللہ پاک نے یہ تو فرمایا کہ میں نے گواہ بنا کر بھیجا کس الجھن کو دور کرنے کے لئے آپ کی شہادت کی ضرورت ہے اس کا تعین نہیں فرمایا کیا وجہ کہ صفت تو بیان کر دی کہ آپ شاہد بن کر آئے ہیں لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ کس حقیقت پر گواہی دیں گے کس چیز کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے آپ عدل کی عدالت میں حاضر ہو کر حقیقت کا چہرہ زیبا آشکار کریں گے اس میں کیا حکمت اور کیا راز ہے؟

اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر کوئی ایک ایسی حقیقت ہوتی جس پر سرکار دو عالم ﷺ گواہ بنا کر بھیجے جاتے اگر دو ایسی باتیں اور معمے ہوتے جن کو حل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مصطفیٰ کو بھیجا ہوتا اگر چند ایسی چیزیں ہوتیں تو ان کو بیان کیا جاتا لیکن یہاں تو یہ فرمایا اے محبوب ﷺ ہر وہ چیز جس کو سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے جہاں وہ اپنے گھٹنے ٹیک دیتی ہے اور اس کو سمجھ نہیں سکتی

Marfat.com

اس کی حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے میری توحید کا گواہ بن کر تو آیا فرشتوں کے وجود کا گواہ بن کر تو آیا بہشت، اور عرش وفرش کا گواہ بن کر تو آیا ہر وہ چیز ہر وہ عقدہ جس کو عقل انسانی حل کرنے سے قاصر ہے اس کو کھولنے کے لئے اے حبیب میں نے تجھے مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو نعمت عقل سے نوازا اور یہ نعمت عطا فرمائی اور اس کو اپنی دوسری مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی پھر صرف عقل پر ہی اکتفا نہیں کیا کیونکہ اس کے راستے میں سینکڑوں ایسے مقام آتے ہیں کہ جہاں بڑے بڑے زیرک پھسل جاتے ہیں جہاں فرق ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ جو میں فیصلہ کر رہا ہوں یہ عقل کا تقاضا ہے ہوائے نفس اور عقل کا تقاضہ ایسا خلط ملط ہو جاتا ہے کہ ہوتا وہ نفس کا تقاضا ہے لیکن انسان اسے عقل کا فیصلہ سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تباہی کے گڑھے میں ایسا گرتا ہے کہ پھر نکلنے کے سارے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو وہ وحی اور نور ہدایت عطا فرمایا کہ عقل کو اگر اس وحی کی رہنمائی نصیب ہو جاتی ہے تو دنیا کی کوئی پریشانی کوئی رکاوٹ اور کوئی الجھن اس کو صراط مستقیم سے گمراہ نہیں کر سکتی۔

ابتداء بعثت انبیاء اور آمد الانبیاء علیہم السلام:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ اسلام سے شروع کیا وہی آدم جس کو مولائے کریم نے تخلیق کر کے نوری ملائکہ کو حکم فرمایا کہ تم اس کو سجدہ کرو اور وہ مسجود ملائکہ تھا۔ اور اس کو اپنی زمین میں خلافت کا منصب تفویض فرمایا تھا اسے عقل بھی عطا فرمائی تھی اور ساتھ ہی نور نبوت بھی عطا فرمایا تھا گویا انسان کا رہنما نبوت کا نور ہے جب تک یہ نور اس کی رہنمائی کرتا رہے گا انسانیت کا قافلہ راہ راست پر چلتا رہے گا۔ اور اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہے گا اسی لئے ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کریم کو بھیجا کبھی آدم علیہ السلام آئے کبھی نوح علیہ السلام کبھی عیسیٰ علیہ السلام کبھی موسیٰ علیہ السلام اور کبھی ابراہیم علیہ السلام آئے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان انبیاء کی بعثت محدود قوموں کے لئے محدود زمانوں اور محدود مکانوں کے لئے ہے اس لئے

Marfat.com

جو وحی ان پر نازل کی گئی جو صحائف ان کو عطا کئے گئے ان کی حفاظت کا قدرت کی طرف سے کوئی انتظام نہ فرمایا گیا چنانچہ ان میں طرح طرح کی تحریفیں ہوئیں وہ لوگ جو توحید خالص کے قائل اور علمبردار تھے، وہ ایسی گمراہیوں میں گرفتار ہوئے کہ دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ کیا؟ یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغمبر کہتے ہیں۔

آخر وہ آفتاب نبوت طلوع ہوا جس کو قیامت تک طلوع رہنا تھا اور اپنے انوار سے انسانی زندگی کے گوشے گوشے کو منور کرنا تھا وہ کون تھا؟ وہ ذات تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا و نذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا: ترجمہ میں نے تجھے ایسا آفتاب بنا کر بھیجا ہے کہ آسمان میں چمکنے والا سراج تو خود روشن ہوتا ہے لیکن تو ایسا آفتاب ہے کہ جس پر تیری کرن پڑے گی وہ بھی سراپا نور بن جایا کرے گا۔

تکمیل دین:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مبعوث فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ آج کے بعد نبوت کا دروازہ بند کیا جا رہا ہے نبوت کے سلسلے کا اختتام کیا جا رہا ہے **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا:** فرمایا جو میری طرف سے تمہیں نور نبوت ملتا تھا وحی سے جو تمہاری ہدایت ہوئی تھی وہ تکمیل پذیر ہوگئی اب اس دین کا دامن پکڑے رہو گے تو فلاح و بہبود اور رموز و کامرانی تمہارا مقدر بنی رہے گی قرآن اور اس کی حفاظت رحمت دو عالم ﷺ تشریف لائے ان کو جو کتاب عطا فرمائی گئی اس کو ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رکھنے کا ذمہ خود اس ذات پاک نے لیا جس نے اس کو نازل فرمایا تھا اس نے فرمایا!

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ

ترجمہ: اس میں نہ آگے سے کوئی چیز دخل انداز ہو سکتی ہے نہ پیچھے سے" میں اس کا خود محافظ ہوں میں اس کا نگہبان ہوں کیوں؟ اس لئے کہ تورات میں اگر تحریف ہوئی تو انجیل آگئی انجیل میں اگر تحریف ہوئی تو قرآن آگیا لیکن قرآن میں اگر تحریف ہوئی تو پھر اور تو کوئی کتاب

Marfat.com

آنے والی نہیں اس لئے اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس خالق کائنات نے اپنے ذمہ لی کہ جس نے قرآن کو نازل کیا تھا۔

خلاصہ کلام:

میں نے ان چند منٹوں میں دو حقیقتوں کو آپ کے سامنے واضح کرنے کی کوشش کی ہے پہلی یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے افضل بنایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو عقل عطا فرمائی دوسری بات یہ کہ اس کو عقل کے حوالے ہی نہیں کیا بلکہ اس کی عقل کو نور وحی سے منور کر کے راہ راست پر گامزن کر دیا جب تک یہ نور وحی کی روشنی میں قدم بڑھاتا چلا جائے گا نہ نفس اس کو گمراہ کر سکتا ہے نہ شیطان اس کو ورغلا کر اپنے رب کا باغی بنا سکتا ہے اور اگر اس نے اس نور وحی سے قطع تعلق کر لیا تو پھر کسی وقت بھی یہ پھسل کر جہنم کے گڑھے میں گر سکتا ہے۔

آیت ختم نبوت:

اب جو چیز میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ اس آیت کے بارے میں ہے جو میں نے ابتداء میں تلاوت کی یہ آیت قرآن کریم میں ہے ہمارا ایمان ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدا کا کلام سچا ہے خدا کے کلام میں جھوٹ نہیں آ سکتا باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی جو اللہ نے فرمایا وہ حق فرمایا اس کی حقانیت اور اس کی صداقت میں کسی قسم کا شائبہ کسی قسم کا واہمہ اور وسوسہ نہیں آ سکتا اللہ تعالیٰ نے اس لئے ہمیں یہ کتاب عطا فرمائی کہ جب تک یہ دنیا قائم رہے اور معلوم نہیں کہ اس کی مشیت کیا ہے چودہ صدیاں گزر گئیں اور معلوم نہیں کتنی ہزار صدیاں اور گزر جائیں گی گویا قیامت تک کے لئے قرآن کریم کا نور وحی بندوں کی رہنمائی کرتا رہے گا جو اس کی روشنی میں اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے گا اور جب اس کا تعلق اس نور وحی سے منقطع ہو گا تو ایک لمحے کی بھی ضمانت نہیں دی جا سکتی نفس اور انسان تھوڑی سی انگیخت سے تھوڑا لالچ دے کر تھوڑی سی ترغیب اور ترہیب سے اس کو اس حقیقت سے بیگانہ کر سکتا ہے۔

Marfat.com

صداقت قرآن:

اللہ تعالیٰ نے جو نور وحی ہمیں عطا فرمایا ہمارا ایمان ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جو اللہ کی کتاب ہے وہ حق ہے وہ سچ ہے دنیا کے سارے فلاسفر بھی اگر جمع ہو جائیں دنیا کے سارے سائنسدان بھی اگر جمع ہو جائیں دنیا کے سارے منطق کے ماہر بھی اگر جمع ہو جائیں اوران کی بات ایک ہو جائے اور وہ قرآن کے خلاف ہو تو قرآن کا فیصلہ حق ہو گا ان کے تمام مزعومات باطل ہوں گے اور ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہوں گے جب ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور اس کو خدا نے اس لئے نازل کیا ہے کہ جب تک یہ دنیا رہے گی مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کا آفتاب ضوفشانی کرتا رہے گا اور قرآن کی وحی کی روشنی میں انسانیت کا کارواں اور امت محمدیہ کا قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے گا۔

ہمیں حق دیکھنے کے لئے اور حق و باطل میں تفریق کرنے کے لئے نہ کسی فلسفی کی ضرورت ہے نہ کسی ادیب کی ضرورت ہے نہ کسی سائنسدان کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی قانون دان کی ضرورت ہے ہمیں صرف خدا کے قرآن کی ضرورت ہے اور جو قرآن کہے وہ حق ہے اور جو اس کے خلاف چلے وہ جھوٹا اور باطل پرست ہے۔

قرآن کی رہنمائی اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کوئی وسعت نہیں کہ ہماری رہنمائی کے لئے ہمارے پاس وہ صحیفہ ہے جو ہمیں اپنی منزل تک پہنچانے کی ضمانت دیتا ہے جو خدا کا کلام ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اس قادر مطلق نے لیا ہوا ہے اور جس میں نہ آج تک ایک حرف کی کمی بیشی ہو سکی اور نہ اس کا کوئی نقطہ بدل سکا نہ کوئی اس کی زبر کو زیر میں تبدیل کر سکا اس میں کوئی نئی آیت داخل کرنا تو کجا ایک نقطہ کا اضافہ یا ایک لفظ کی کمی کی جرات دنیا کی کوئی طاقت نہ کر سکی اس لئے ہم پر فرض ہے کہ جب بھی ہمیں کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی پریشانی لاحق ہو تو ہم ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے اللہ کی اس مقدس کتاب کی طرف دیکھیں اور اس سے پوچھیں کہ اے اللہ کی کتاب! تجھے اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے قلب منور پر انسانیت کی فلاح و بقا اور کامرانی کی

Marfat.com

ضمانت کے طور پر نازل کیا تو ہماری راہنمائی فرما کہ اس میں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے درست کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ تا کہ جو حق ہے ہم اس کا دامن مضبوطی سے تھام لیں اور جو باطل ہے اس نے خواہ اپنے اوپر کتنی ملمع سازی کی ہوئی ہو تو ہم اس کے چنگل میں گرفتار ہو کر اپنی عافیت برباد نہ کر لیں تو میرا یہ ایمان اور پختہ یقین ہے کہ اگر صدق دل سے ہم اس کتاب کی طرف رجوع کریں گے تو مولائے کریم کی رحمت ضرور ہماری دادرسی فرمائے گی اور ہمیں سیدھے راستے کی طرف راہنمائی فرمادے گی۔

فتنہ قادنیت: یہ مسئلہ جو آپ کو یہاں درپیش ہے جو ہمیں بھی درپیش رہا غلامی کی ایک لعنت تھی جس میں ہندوستان کے مسلمان گرفتار تھے آپ اپنے ماضی سے واقف ہیں ۱۸۵۷ سے کر کے ۱۹۴۷ء تک جس قسم کی ذلت اور نکبت کی زندگی مسلمانوں نے بسر کی اس کی کیا کیفیت تھی آپ سے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں اس دوران میں سب سے بڑی مصیبت جو ہمیں پیش آئی وہ یہ تھی کہ ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہماری اس بنیاد کو متزلزل کرنے کے لئے جس پر ملت کا یہ قصر رفیع چودہ صدیوں تک حوادثات دہر کا مقابلہ کر رہا تھا فرنگی نے اس بنیاد کو متزلزل کر کے ہمارے ایمان کا خاتمہ کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اس سازش کا پردہ چاک کیا علماء کرام اور اپنے محبوب بندوں کی کوششوں سے ملت کو بتایا کہ یہ فتنہ تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہا ہے پاکستان میں جب انہیں کوئی گنجائش نہ ملی تو یہ چوہے وہاں سے دوڑے اور یہاں آپ کے پاس پہنچ گئے جو آپ کے لئے طرح طرح کی پریشانیوں کا باعث بن رہے ہیں۔

اس لئے میں آج آپ کو قرآن کریم کی طرف ہی رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہوں کسی ولی کا قول کسی مولوی یا محدث کا قول پیش نہیں کرتا تمہارے رب کریم کا کلام پیش کرتا ہوں جس کے لئے اللہ کے کلام میں ہدایت نہیں اس کو اور کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی۔

اب غور کریں! اس کو سمجھیں اور یاد رکھنے کی کوشش کریں اگر ہو سکے تو نوٹ بھی کر لیں تا کہ بعد میں آپ اس پر غور کریں اور اس کے بارے میں اگر آپ کو کوئی شک ہو تو جتنے دن

Marfat.com

میں یہاں موجود ہوں اس وقت آپ میرا گریبان پکڑ سکتے ہیں اور جب میں چلا جاؤں تو میں پاکستان میں ہوں آپ ٹیلی فون کے ذریعے خط وکتابت کے ذریعے مجھ سے رابطہ کر سکتے ہیں کہ تم نے یہ بات کہی تھی اس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں تھا تم اس کا جواب دو تو انشاء اللہ جب تک میرے اس نحیف جسم میں جان ہے میں اپنا فرض ادا کرنے کی بتوفیق الٰہی کوشش کرتا رہوں گا۔

قرآن کریم سے ختم نبوت کا ثبوت: اب آپ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنیے چھوڑیں اور لوگوں کی باتوں کو کہ وہ کیا کہتے ہیں صرف اپنے رب کے کلام میں غور فرمائیں۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین یہاں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں ایک کی نفی کی گئی ہے اور دو کا اثبات کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ما کان محمد میرا محبوب کہ جس کا نام محمد ہے۔

زباں پر بار خدا یا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

محمد ﷺ کا نام جب زبان پر آتا ہے جب آپ اس پاک نام کا تلفظ کرتے ہیں تو بے ساختہ آپ کے ہونٹ اس کو بوسہ دیتے ہیں تب یہ پاک نام ادا ہوتا ہے پہلے میم پر بھی دونوں ہونٹ مل کر بوسہ دیتے ہیں اور دوسرے میم پر بھی تب یہ اسم پاک ادا ہوتا ہے یہ نام اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجویز فرمایا مائی آمنہ کو حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے بتایا گیا جو بیٹا تمہیں عطا کیا جا رہا ہے اس کا نام محمد ﷺ رکھنا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام احمد ﷺ رکھنا احمد اور محمد دونوں کی اصل ایک ہی ہیں دونوں حمد سے مشتق ہیں احمد کا معنی ہے اپنے رب کی بہت زیادہ تعریف کرنے والا احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے یعنی سب سے بڑھ کر رب کی تعریف اور ثناگستری کرنے والا! اور محمد کس کو کہتے ہیں من یحمد مرۃ بعد اخری وہ ذات پاک جس کی توصیف کی جائے جس کی مدح کی جائے ایک بار نہیں بار بار کی جائے اور اس کی مدح سرائی سے دل سیر نہ

Marfat.com

ہو اس کو کہتے ہیں محمد ﷺ۔

فرمایا لما کان محمد میرا محبوب جس کا نام محمد ہے اے میرے بندو! اس کے بارے میں تمہیں تین چیزیں بتاتا ہوں ابا احد من رجالکم وہ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ دونوں قسم کی زندگی سے ہوتا ہے جو رسول ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی ہوتا ہے باپ بڑا شفیق ہوتا ہے اس کی رحمتوں شفقتوں اور محبت و پیار کا انسان اندازہ نہیں لگا سکتا لیکن پھر بھی اس کی محبت محدود ہوتی ہے۔ لیکن رسول کی جو محبت اپنے امتی کے ساتھ ہوتی ہے اس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه ان رشتوں کی حقیقت کیا ہے؟ کہ جب لوگوں کو حساب کے لئے پیش کیا جائے گا تو بھائی اپنے بھائی سے بھاگ جائے گا بیٹا اپنی ماں اور باپ سے بھاگے گا باپ بیٹے کو دیکھ کر بھاگ جائے گا کہ کہیں اپنے بیٹے کی وجہ سے میں نہ پکڑ لیا جاؤں ہر کسی کو اپنی ذات کی پڑی ہو گی نفسی نفسی میں بس یہ تو ہیں دنیاوی رشتے اور تعلقات لیکن نبی کا مقام کیا ہے؟ عزیز علیه ما عنتم رسول تو وہ ذات ہے کہ اگر تمہارے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتی ہیں تمہیں جو تکلیف میں دیکھتا ہے تو اس کی نیند کھل جایا کرتی ہے وہ ہر وقت تمہاری خیر خواہی کے لئے میرے دربار میں بدست دعا رہتا ہے اور جب قیامت کا دن آئے گا ساری دنیا نفسی نفسی کر رہی ہو گی اس وقت ایک ذات پاک مصطفیٰ ﷺ ہو گی۔ وہ حاضر ہوں گے اور عرش کے سامنے آ کر سجدہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے یا محمد ارفع راسک اسئل تعطی اشفع تشفع اے محبوب! اپنے سر مبارک کو اب اٹھاؤ! تم سوال کرتے جاؤ میں دیتا جاؤں گا تم شفاعت کرتے جاؤ میں تمہاری شفاعت قبول کرتا جاؤں گا۔

فرمایا! تم تو جہاں فانی کے تعلق کو بڑا قیمتی سمجھتے ہو اور اس تعلق کو بڑا ہی قابل اعتماد سمجھتے ہو تم نہیں جانتے ہو یہ عارضی ہے اور فانی تعلق ہے میں نے تمہارا جو تعلق اپنے محبوب کے ساتھ قائم کر رکھا ہے اور ویسا تعلق ہے جو کبھی فنا نہیں ہو گا اس دنیا میں جب تک زندہ ہو تب بھی اس کی

Marfat.com

رحمت کا سایہ تم پر سایہ فگن رہے گا جب تم قبر میں پہنچو گے تو وہ اپنی زیارت سے تمہاری قبر کو بقعہ نور بنائے گا۔ اور جب حشر کے میدان میں حاضر ہو گئے تب بھی اس کی شفاعت تمہاری بدبختی کو سعادت میں تبدیل کر دے گی تو تمہارا تعلق ایسا نہیں جیسا اولاد کا باپ کے ساتھ ہوا کرتا ہے بلکہ تمہارا تعلق ایسا ہے جیسا امتی کا رسول کے ساتھ ہوا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں نفی کی باپ ہونے کی اور ثابت کیا رسول ہونے کو اور تیسری بات بیان فرمائی و خاتم النبیین میرا محبوب خاتم النبیین ہے یعنی نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا تو ہر وہ انسان جو قرآن کریم کو خدا کا کلام مانتا ہے اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین فرمادیا اس کے بعد کسی کو بھی وہ نبوت کے منصب پر فائز کرے یا کسی کے بارے میں اعتقاد رکھے کہ یہ اللہ کا نبی ہے۔

خاتم کے معنی میں قادیانیوں کا دھوکہ:

لفظ خاتم کا معنی کرتے وقت ان کی طرف سے جو دھوکہ دیا جاتا ہے وہ آپ غور سے سنیں تا کہ اگر کوئی آپ کے سامنے شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو آپ کے پاس ایسا ہتھیار ہو جس سے آپ اس کے شکوک و شبہات کو دور کر سکیں اور اپنے ایمان کی شمع کو ان طوفانوں کی زد سے بچا سکیں۔

لوگوں کے ذہنوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین ہیں لیکن قرآن میں خاتِم کا لفظ نہیں بلکہ خاتَم کا لفظ ہے اگر خاتِم ہوتا تو ہم بھی مانتے کہ آپ اس سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں لیکن خاتَم کہتے ہیں مہر کو ہم تو حضور ﷺ کی شان کو بلند کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اتنی شان ہے کہ جس پر وہ ٹھپہ لگا دیں وہ نبی بن جاتا ہے تم کہتے ہو کہ حضور کی آمد سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تم نے حضور ﷺ کی شان بلند کی یا ہم نے؟ یہ اعتراض ہے جو ان کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ خاتَم کہتے ہیں کہ حضور جس پر مہر لگا دیں وہ نبی بن گیا تو ہمارے مرزا صاحب پر بھی حضور نے مہر لگا دی اس لئے وہ بھی حضور ﷺ کے صدقے سے نبی بن گئے. لا حول ولا قوة.

Marfat.com

خاتِم اور خاتَم کا معنی:

پہلی بات یہ کہ خاتِم اور خاتَم کا یہ من گھڑت فرق جو انہوں نے انگریز کے اشارے پر کیا۔ کیا لغت عرب میں بھی اس کا کوئی وجود موجود ہے؟ وقت کی کمی کے پیش نظر دو تین کتابوں کے حوالے پیش کرتا ہوں ورنہ پچاسوں کتابیں ہیں جو اس معنی کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہیں ایک علامہ جوہری ہیں جو لغت عرب کے امام ہیں ان کی کتاب الصحاح جن کی ولادت ۳۳۲ھ میں ہوئی اور وفات ۳۹۸ھ کے قریب ہوئی یعنی چوتھی صدی کے آدمی ہیں۔ مرزا صاحب کے آنے سے صدیوں پہلے آئے اور اپنا کام کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

دوسرے صاحب لسان العرب، علامہ ابن منظور ہیں وہ ساتویں صدی کے بہترین عالم گزرے ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں یہ تشریح کی ہے۔ الخاتِم، الخاتَم، المختوم ،والختام، کلها معنی واحد ومعناها اخیرها ۔ ان تمام کا معنی ایک ہے اور وہ کیا ہے۔ کسی چیز کا اخیر ختم کرنے والا کہتے ہیں ختام الوادی، خاتِم الوادی، خاتَم الوادی، آخیر الوادی، وادی کا اخیر کنارہ جہاں وادی ختم ہو جاتی ہے اسے ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

معلوم ہوا! خاتِم اور خاتَم ان کا معنی ایک ہی ہے۔ کسی چیز کا آخری کنارہ، کسی چیز کی انتہاء، جہاں پر کوئی چیز ختم ہو جاتی ہے اسکو عربی میں خاتِم بھی کہتے ہیں، خاتَم بھی کہتے ہیں ،ختام اور ختم بھی کہتے ہیں یہ تمام کے تمام الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں یہ معنی آج کے علماء کرام نے نہیں لکھا کہ مرزا صاحب کے تعصب میں مولویوں نے اپنی کتابوں میں بڑھا دیا ہو بلکہ یہ معنی ان علماء کرام نے لکھا ہے جو مرزا صاحب کے آنے سے ہزاروں سال پہلے گزر چکے ہیں اور جن کی کتابیں لغت عرب میں سند کی حیثیت رکھتی ہیں جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ان علماء کی تحقیق کہ خاتِم ہو یا خاتَم ہو ان کا معنی ایک ہی ہے. اخیر الشیء اور پھر اسکی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالی فرماتا ہے خاتم النبیین آخیر النبیین. سب نبیوں میں آخر میں آنے والا۔

Marfat.com

اس تحقیق کے بعد بات واضح ہوگئی کہ خاتم کا معنی آخری ہی ہے اسکے بعد یہ محض دھوکہ فریب اور دجل و تلبیس ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ خاتِم کا معنی اور ہے خاتَم کا معنی اور ہمارے علماء حق اور ائمہ لغت کی تحقیق کے مطابق خاتِم ہو یا خاتَم اللہ کے محبوب ﷺ کے بعد اب کوئی اور نبی نہیں آسکتا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں

کہ قرآن کریم کو جس طرح اللہ کے محبوب نے سمجھا اس طرح کوئی اور سمجھ سکتا ہے؟ (نہیں)۔ قرآن حکیم آیات و کلمات اور جو مفہوم سرور دوعالم ﷺ نے سمجھا ہے یا چودھویں صدی کا کوئی آدمی جو مفہوم بیان کرے۔ وہ سچا ہے سچا وہی مفہوم ہے جو مصطفے کریم ﷺ نے بیان کیا کیونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

لنا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتبین للناس ما نزل

اے محبوب! اس کتاب کو ہم نے تیرے قلب منور پر نازل فرمایا! کیوں؟ لتبین للناس تا کہ آپ بیان فرمائیں جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اس کا مطلب و مفہوم اور مدعا لوگوں کو بتائیں اسکے بیان کرنے کا فرض ہم نے آپ کے ذمے کیا ہے۔

تو اللہ تعالی نے پہلے آپ کو قرآن سکھایا اور اس کا مفہوم بتایا اور پھر منصب تفسیر پر محبوب ﷺ کو متعین فرمایا: بیان کرنا اے محبوب! تیرا کام ہے اگر حضور نبی کریم ﷺ نے خاتم کا معنی یہ کیا ہے کہ مہر لگانے والا تو آمنا و صدقنا ایک علامہ جوہری نہیں علامہ ابن منظور نہیں بلکہ میں کہتا ہوں لاکھوں جوہری جیسے امام ہو جائیں تو ہم انکو قول مصطفے پر قربان کردیں گے اگر مصطفے ﷺ یہ کہیں کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین نہیں بلکہ مہر لگانے والا ہے جو بات میرا محبوب ﷺ کہے دنیا بھر کے عالم بھی اگر ایک بات پر اکٹھے ہو جائیں تو وہ بات قول مصطفے ﷺ کے خلاف ہو تو ہم انکو پرکاہ کی بھی وقعت نہیں دیں گے۔

لیکن اگر علماء لغت بھی کہیں اور جس پر قرآن نازل ہوا اور جس کو قرآن نازل کرنے والے نے سمجھایا ہو وہ بھی یہ کہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین تو پھر ہم مصطفے ﷺ کی

Marfat.com

بات مانے یا پھر ان سر پھروں کی بات مانیں اگر مصطفےٰ ﷺ کی بات کو چھوڑ کر کسی اور کی بات مانیں گے تو پھر ہم خدا کا انکار کر رہے ہیں خدا کے کلام کا انکار کر رہے ہیں اور جو قران کی کسی آیت یا مصطفےٰ ﷺ کی کسی حدیث کا انکار کرتا ہے اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

لغت عرب اور تشریح مصطفےٰ کے مطابق خاتِم اور خاتَم کے معنی میں کوئی فرق نہیں دونوں کا معنی ہے آخری۔ یہ بات اس لئے دہرا رہا ہوں تاکہ آپ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کیونکہ تمام ائمہ لغت نے بھی یہی کہا کہ خاتِم الوری اور خِتام الوری اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں وادی ختم ہو جائے۔

اور جس پر قرآن نازل ہوا اور جس کو تعلیم کتاب کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جیسا کہ قران کریم میں ارشاد ہے یتلوا علیھم ایٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم

اس آیت کے تین مقصد بیان کئے گئے ہیں نبی کی بعثت ایک تو قرآن کریم کی آیات کی تلاوت یعنی وہ اپنی طرف سے آیتیں گھڑ کر نہیں پیش کرتا اپنی طرف سے قصیدے غزلیں اور اشعار لکھ کر نہ اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور نہ میرے بندوں کا وقت ضائع کرتا ہے بلکہ وہ کیا کرتا۔

یتلوا علیھم ایٰتک آیتیں تیری ہوتی ہیں کلام تیرا ہوتا ہے زباں تیرے محبوب محمد مصطفےٰ ﷺ کی ہوتی ہے صرف آیت پڑھ کر سنا دینے سے کیا منصب کی ذمہ داری ختم ہو گئی فرمایا نہیں صرف پڑھ کر ہی نہیں سناتا بلکہ اس کتاب کے جو معنی ہیں اس میں جو راز اور اسرار ہیں قرآن کریم کے جو حقائق و معارف ہیں انکی بھی نقاب کشائی کر کے اپنے امتیوں کو اور اپنے غلاموں کو آگاہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس منصب پر کسی زید بکر کو متعین نہیں کیا، قران کریم کی تشریح و تفسیر کرنے کا قرآنی الفاظ کا معنی و مفہوم متعین کرنے کا اگر کسی کو حق دیا ہے تو وہ کون ہے وہ ذات پاک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہے تو پھر اگر حضور ﷺ بھی خاتم النبیین کا معنی یہ فرمائیں کہ اس کا معنی آخر النبی ہے تو پھر ہم حضور کی بات مانیں یا ان کی بات مانیں میں کہتا ہوں کہ دنیا بھر کہ مولوی اور دنیا بھر کے عالم دنیا بھر کے لغت کے امام بھی اگر ایک طرف ہوں اور سرکار کا ارشاد ایک

Marfat.com

طرف ہو جائے تو ہم ان سب کو نظر آتش کر دیں گے اور اس بات کو اپنے لئے باعث ہدایت سمجھیں گے جو سرکار کی زبان حق ترجمان سے صادر ہوئی ہو۔

جب علماء کرام کا یہی قول ہو علماء لغت کا بھی اور جس کملی والے ﷺ پر قرآن نازل ہوا اسنے بھی اپنے امتیوں کو اس آیت کا بھی یہی معنی بیان فرمایا ہو تو پھر اور کون ہے جو یہ کہے کہ اس آیت کا یہ معنی نہیں جو ایسا کہے گا ہم اسے کہیں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو! ہم وہی بات مانیں گے جو مصطفےٰ کریم ﷺ نے فرمائی اور جو لغت کے ائمہ نے فرمائی۔

احادیث سے ختم نبوت کا ثبوت:

اب میں آپ کو چند احادیث سناتا ہوں وہ صحیح احادیث جن کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ نے خاتم النبیین کے لفظ کی تفسیر بیان فرمائی ہے اس معنی کی احادیث بے حد و بے شمار ہیں اس قلیل وقت میں ان سب کو پیش کرنا مشکل ہے البتہ چند احادیث پیش کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ان میں غور کرنے سے یہ شبہ آپ کے دل سے نکل جائے گا اور حقیقت کا رخ زیبا آپ کے سامنے آشکارا ہو جائے گا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان مثلی ومثل الانبياء من قبلی كمثل رجل بنى بيتا فاحسنه واجمله الا موضع بسنة من ناويد فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هل لا وضعت هذه اللبنة فانا اللبنةو انا خاتم النبيين. (بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین)

حضورؐ فرماتے ہیں کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار (یا کم وبیش) جو انبیاء کرام گزرے ہیں ان کی مثال میں تمہیں یوں سمجھاتا ہوں کہ کسی نے بڑا محل تعمیر کیا ہو اس کے دروازے لگ گئے کھڑکیاں لگ گئیں، کمرے مکمل ہو گئے لیکن ایک جگہ ایسی رہ گئی جہاں ایک اینٹ کم تھی اس مکان کو دیکھنے والے لوگ جب دور سے دیکھتے ہیں تو اسکو دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کتنا خوبصورت مکان ہے کتنا بہترین نقشہ بنایا وہ اسے دیکھتے ہیں لیکن اسے دیکھنے

Marfat.com

کے بعد جب انہیں وہ اینٹ کی جگہ خالی نظر آتی ہے تو کہتے ہیں یہ جگہ خالی ہے کاش اس جگہ پر بھی ایک اینٹ رکھ دی جاتی جو نامکمل ہونے کا تصور ہے وہ ذہن میں نہ کھٹکتا پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں ان ذلک اللبنة، کہ نبوت کے محل کی وہ اینٹ میں ہوں کہ میرے آنے سے اس محل میں جو خلا تھا وہ پُر ہو گیا میرے آنے سے وہ محل مکمل ہو گیا اب آپ بتائیے کہ جب مکان مکمل ہو جاتا ہے تو کیا اس میں کوئی بڑے سے بڑا ماہر انجینیر کوئی نئی اینٹ داخل کر سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں الا! یہ کہ اس میں پہلے سے اینٹ نکال لے۔ جگہ خالی کرے۔ اور پھر نئی اینٹ وہاں رکھی جائے۔

تو جب حضور ﷺ کی آمد سے نبوت کا محل مکمل ہو گیا اب مرزا صاحب کی اینٹ تب ہی داخل ہو سکتی ہے کہ! جب پہلے انبیاء میں سے کسی کی اینٹ نکال کر جگہ خالی کی جائے کیا اس مرزا قادیانی کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، حضرت اسحٰق علیہ السلام کی، یا نوح علیہ السلام کی یا موسیٰ علیہ السلام کی، کس نبی کی اینٹ نکال کر جگہ بنائیں؟ تو اس محل میں نہ اور کسی کی جگہ ہے اور نہ کوئی اینٹ وہاں لگائی جا سکتی ہے مرزا صاحب ہزار سرخاب کے پر لگا کے آئیں۔ ان کی اس میں کوئی گنجائش نہیں۔ جلیل القدر انبیاء کی اینٹوں سے نبوت کا محل مکمل ہو گیا۔ وہ جلیل القدر انبیاء جن کے نام لینے سے آج بھی وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کیا ان کی اینٹوں کو نکال کر اس کی اینٹ وہاں لگا کر محل کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کریں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

مصطفےٰ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! انا ذلک اللبنة میرے آنے سے پہلے نبوت کا محل مکمل ہو گیا و انا خاتم النبیین اور میرے آنے سے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا تو خاتم النبیین کے معنی کیا ہے۔ آخر النبیین جس کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا قربان جائے انسان اللہ کے محبوب ﷺ پر کہ ایسا سبق سکھاتے ہیں حقیقت کو ایسا دل میں جماتے ہیں کہ شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

مصطفےٰ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم

Marfat.com

ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون ۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجه)

حضور ﷺ ارشاد فرماتے اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کو بڑی عظمتیں عطا کی ہیں بڑی عزتیں اور مرتبے عطا فرمائے لیکن چھ ایسے فضائل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی عطا فرمائے ہیں اور کسی کو عطا نہیں فرمائے وہ چھ چیزیں کونسی ہیں۔

(۱) اعطیت جوامع الکلم:

ترجمہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے جوامع الکلم کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ایک جملہ جو میری زباں سے نکلتا ہے، جو لفظ میری زباں سے ادا ہوتے ہیں وہ تعداد میں تو تھوڑے ہوتے ہیں لیکن معانی کا سمندر ان چند لفظوں میں سمٹا ہوا ہوتا ہے ایک جملہ میری زباں سے نکلتا ہے سننے والے کا سویا ہوا مقدر جاگ اٹھتا ہے سننے والے کا بگڑا ہوا مقدر سنور جاتا ہے۔ یہ پہلی مثال جو ختم نبوت پر آپ نے بیان فرمائی کیا ساری دنیا کی لکھی ہوئی ختم نبوت پر کتابوں کو جمع کر دیا جائے اور انہیں اس حدیث کے مقابلے میں پیش کر دیا جائے تو جو مقام اس ایک حدیث کا ہے وہ اور کسی دلیل کا نہیں ہو سکتا۔

جوامع الکلم فرمایا مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے جب میں کلام کرتا ہوں الفاظ تھوڑے ہوتے ہیں لیکن معانی و مفہوم کا ان میں سمندر موجزن ہوتا ہے ایک مختصر سا جملہ میری زباں سے نکلتا ہے سننے والے کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھتی ہے، ڈوبتے ہوئے، غرق ہوتے ہوئے سفینوں کو ساحل مراد نصیب ہو جایا کرتا ہے۔

(۲) ونصرت بالرعب:

دوسری نعمت یہ عطا فرمائی کہ رعب سے میری مدد فرمائی۔ میرا دشمن ایک مہینے کے سفر پر ہوتا ہے یعنی دور دراز کے مقام پر ہوتا ہے۔ میرا نام سن کر اس پر رعب طاری ہو جاتا ہے، اس میں ہمت نہیں ہوتی کہ میرے مقابلے میں آسکے میرا نام سن کر ہی باطل پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے

Marfat.com

جس طرح فاروق اعظمؓ کا نام سن کر قیصر کی نیند حرام ہو جایا کرتی تھی یہ بھی صدقہ تھا نبی کریم ﷺ کی نگاہ کرم کا کہ ان کے غلاموں کو بھی اللہ تعالیٰ نے رعب کی صفت سے متصف فرمایا تھا حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا فاروق یہ میرا وہ غلام ہے کہ جس گلی میں سے گزر رہا ہو۔ شیطان سامنے سے آ رہا ہو تو وہ بھاگ جاتا ہے فاروق کا جلال برداشت کرنے کی اس میں تاب نہیں۔

۳) واحلت لی الغنائم :

تیسری نعمت یہ ہے کہ جب ہم کافروں سے جہاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں غلبہ عطا فرمائے تو جو مال و دولت ہمیں ملے وہ ہمارے لئے حلال ہے پہلی امتیں جو جہاد کرتی تھیں ان کے لئے وہ مال حلال نہیں تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔

۴) وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا :

چوتھی نعمت یہ ہے کہ پہلی امت کی عبادت گاہیں خاص ہوتی تھیں تو جب عبادات کا وقت آتا تھا تو صرف اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں عبادت کر سکتی تھیں لیکن میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا آپ جنگل میں جا رہے ہوں آپ پہاڑوں میں سفر کر رہے ہوں آپ صحراء میں سفر کر رہے ہوں آپ ہوائی جہاز میں سفر کر رہے ہوں آپ دوڑتے جا رہے ہوں حضور ﷺ کے صدقے آپ کی امت کے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا پھر پانی دستیاب نہ ہو تو مٹی کے ساتھ تیمم کر سکتے ہیں اور باوضو افراد کی طرح عبادت کر سکتے ہیں۔

(۵) وارسلت الی الخلق کافة :

اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف مکہ کے لئے نہیں بھیجا صرف اہل قریش کے لئے نہیں بھیجا صرف ایشیا کے لئے نہیں بھیجا صرف اہل حجاز کے لئے نہیں بھیجا، صرف عرب کے مکینوں کے لئے نہیں بھیجا بلکہ ارسلت الی الخلق کافة خدا کی جتنی بھی مخلوق ہے یہاں حضور ﷺ کے

Marfat.com

ارشاد پر غور فرمائیں ارسلت الی الخلق فرمایا الی الانسان نہیں کہا بلکہ خلق کہا کہ اللہ تعا
نے اپنی ساری مخلوق کے لئے آپ کو ہادی بنا کر بھیجا اس میں سارے انسان آ گئے یورپ ای
جزائر کے رہنے والے اس زمانے کے بھی آ گئے اور قیامت تک جو بھی اولاد آدم پیدا ہوگی ان س
کا ہادی کون ہے؟ ان کا رہبر کون ہے؟ ہمارے آقا محمد مصطفے ﷺ ہیں۔

الی الخلق فرمایا! فرشتے بھی میری امت، جن بھی، چوپائے بھی، سبھی میری امت ہی
۔تمام کی تمام مخلوقات میری امت ہے عرش کی بلندیوں پر بھی میرا پھریرا لہرا رہا ہے کرسی کی وسعتو
میں بھی میری رحمت کا پھریرا لہرا رہا ہے جنت میں حوروں پر بھی ہر جگہ میری رحمت سایہ فگن ہے
ساری مخلوقات کے لئے اللہ تعالی نے مجھے ہادی و مرشد بنا کر بھیجا ہے اللہ تعالی اپنے لئے فرما
ہیں الحمد للہ رب العلمین کہ رب العلمین کے لئے سب تعریفیں ہیں محبوب کا ذکر فر
وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین: اے محبوب ہر وہ چیز جس کا میں خالق ہوں۔ اور جس
میں مالک ہوں۔ جنکی پیشانی پر میری بندگی کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ان تمام چیزوں پر تیری رحمت
سایہ ہے۔ تو ساری مخلوق کی طرف رسول بن کر آیا ہے۔ یہ بھی ایسی فضیلت ہے۔ جو حضور نبی کر
ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

(۶) وختم بی النبیون :

چھٹی فضیلت یہ ہے کہ مجھے بھیج کر اللہ تعالی نے انبیاء کے بھیجنے کا سلسلہ کو ختم کر دیا اب
آپ بتائیں کہ خاتم النبیین کا وہ مفہوم مراد لیں جو اللہ تعالی کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا!
یا وہ جو انگریز کے ایجنٹوں نے ہمارے لئے تجویز کیا ہم تو وہی مفہوم لیں گے جو اللہ تعالی نے فرمایا
ہے اور اس کے محبوب ﷺ نے ہمیں سمجھایا ہے۔ ایک اور حدیث پاک: حضور ﷺ فرماتے
ہیں۔ انا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم :۔ میں تمام نبیوں کے بعد آخر میں نبی بن کر آیا ہوں
اور تم ساری امتوں کے بعد سب نبیوں کا آخر میں اور سب امتوں کا آخر تم ہو۔ تو خاتم النبیین
کا کیا معنی حضور ﷺ نے فرمایا: آخر النبیین سب نبیوں میں آخر آنے والا ایک اور حدیث پا

Marfat.com

کہ میں حضور ﷺ فرماتے ہیں: **لو کان بعدی نبی لکان عمر:** اگر میرے بعد کسی نے نبی بن کر آنا ہوتا تو نبوت کا یہ مقام کس کو عطا کیا جاتا عمر بن خطاب کو عطا کیا جاتا جس کے مسلمان ہونے سے اہل اسلام کی قسمت بدل گئی۔ جب کہ پہلے مکے میں کوئی اذان نہیں دے سکتا تھا ادھر عمر نے کلمہ پڑھا ادھر بلال ؓ نے حرم کعبہ میں کھڑے ہو کر اذان کی صدائے دلنواز بلند کی مسلمان کہتے ہیں پہلے ہمیں اللہ تعالی کی جناب میں کھلے بندوں سجدہ کی اجازت نہیں تھی لیکن عمر کے مسلمان ہونے کے بعد کسی کافر کی مجال نہیں تھی کہ وہ ہماری طرف میلی آنکھ کر کے دیکھ سکے۔ تو جب عمر ؓ جیسی عظیم شخصیت کو نبوت کا مقام نہیں مل سکا تو یہ گھسیٹی کے بیٹے کو کیسے مل سکتا ہے جب عمر جیسے شخص کے لئے یہ مقام نہیں ہے تو پھر اور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ نبوت کا دعوی کرتا پھرے یہ کوئی مذاق ہے کہ جس کا جی چاہے اس مقام پر بیٹھ جائے اللہ تعالی کا ارشاد فرماتا ہے! **لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشية الله :** اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے اسکی جلالت اور رعب سے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا یہ وہ کلام جس کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالی کی عطا کردہ ہمت عالیہ سے برداشت کیا اور ہم تک پہنچایا ہر آدمی اس بار نبوت کو اٹھانے کا اہل ہی نہیں ہوسکتا۔ آخر میں ایک اور حدیث: **عن ثوبان قال رسول الله ﷺ وانه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی . (ابو داؤد کتاب الفتن)**

فرمایا! میری امت میں تیس جھوٹے دجال ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک شخص یہ گمان کرے گا اس پر وحی نازل ہوتی ہے اسکو شریعت دیکر بھیجا گیا ہے **وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی** میرے ماننے والوں کان کھول کر سن لو میں **خاتم النبیین** ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ جب حضور ﷺ فرمائیں میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا پھر کسی کی کیا مجال کہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی کے لئے نبوت کا راستہ ہموار کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا! **الکذبون ثلاثون** وہ سب جھوٹے ہوں گے، بکواس کریں گے۔ **خاتم النبیین** کا معنی جب خود حضور

Marfat.com

ﷺ نے کر دیا لا نبی بعدی تو ہم صرف حضور کی بات مانیں گے اور کسی کی بات نہیں مانیں گے ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں حضور ﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔

حضور ﷺ کا منصب شفاعت:

اب غور فرمائیں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک ارب یعنی سو کروڑ سے کہیں زیادہ ہے اس میں گنہگار بھی ہیں نیکوکار بھی ہیں متقی اور پرہیزگار بھی ہیں اور ہمارے جیسے روسیاہ اور نابجار بھی ہیں لیکن ہم کم از کم کلمہ گو بھی ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے امتی تو ہیں حضور نبی کریم ﷺ قیامت کے دن اپنے گنہگار امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے جو نیکوکار ہیں وہ تو ہیں ہی نیکوکار اور ہمارے جیسے گنہگاروں کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے شفیع المذنبین بنا کر بھیجا صرف اس کے لئے شفاعت نہیں ہوگی جسکی موت کفر پر ہوگی یہ بھی مسئلہ سمجھتے جائیں جس کی موت کفر پر ہوگی اس کے لئے شفاعت نہیں ہوگی اور وہ جسکی موت اسلام پر ہوگی خواہ وہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو کتنا ہی خطاکار کیوں نہ ہو کتنا ہی روسیاہ کیوں نہ ہو سرور دو عالم ﷺ اسکی شفاعت فرمائیں گے جس وقت سورۃ الضحی نازل ہوئی اور یہ آیت جبرائیل امین نے پڑھ کر سنائی۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی ! کہ اے محبوب ﷺ تجھے اتنا عطا کروں گا کہ تو راضی ہو جائے گا یہ نہیں کہا کہ جتنی میری مرضی ہوگی بلکہ فرمایا: جتنی تیری مرضی ہوگی۔ جب مصطفے کریم ﷺ کو دینے کا وقت آتا ہے پھر اپنی مرضی کے مطابق نہیں دیا جا رہا بلکہ پھر جو حبیب ﷺ کی مرضی ہے اس کے مطابق دیا جاتا ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی ! جب جبرائیل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے جبریل امین میرا رب یہ فرما رہا ہے کہ اے محبوب ! میں تجھے اتنا دوں گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک گنہگار امتی بھی دوزخ میں ہوگا تو جبریل امین بارگاہ رب العلمین میں حاضر ہوئے عرض کرتے ہیں یا رب العلمین ! میں تیرا پیغام لے کر

Marfat.com

تیرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب میں نے یہ آیت سنائی تو آپ نے فرمایا! میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا تو اللہ تعالی نے فرمایا !اے جبرائیل جا! میرے محبوب ﷺ کو جا کر بتا دے کہ تیرا رب تجھے راضی کرے گا۔ جب تک آپ ﷺ راضی نہیں ہوں گے اس وقت تک بس نہیں کروں گا ۔ مطلب یہ ہوا کہ کوئی گنہگار مسلمان دوزخ میں نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ کی شفاعت سے آخر اسکی بخشش ہو جائے گی لیکن یہ سارا دارومدار کس پر ہے؟ ایمان پر! ایمان پر اگر موت آئے تو انسان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے لئے بخشش کی امید کی جا سکتی ہے حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرمائیں گے حضور ﷺ کے صدقے میں اسے معافی مل سکتی ہے لیکن جس کی موت کفر پر ہو خواہ وہ کتنا متقی ہو کتنا پرہیزگار ہو، نیکوکار ہو، ساری عمر روزہ رکھے، ساری ساری رات جاگے لیکن اگر ایمان کا چراغ بجھا ہے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں۔

مرزا کے جھوٹا ہونے پر عقلی دلیل:

اگلی بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو ڈھونگ رچایا ہے کہ اس کی آمد امت کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوئی۔ یا ہلاکت کا باعث بنی مرزا صاحب آئے تو انگریز نے اپنی نوازشات کی حد کر دی اپنی ساری مہربانیاں عنایات اور ہر منصب اس کے لئے، ہر اعزاز اس کے لئے، ہر مرتبہ اس کیلئے خاص کر دیا لیکن ان ساری نوازشات اور کوششوں کے باوجود پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔ اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ایک ارب میں سے پانچ لاکھ نے مرزا کو مانا ننانوے کروڑ اور پچانوے لاکھ آدمیوں نے مرزا صاحب کو نہ مانا اگر اللہ تعالی نے انہیں سچا بنا کر بھیجا ہوتا تو انکی آمد کا یہ نتیجہ نکلتا کہ چند لاکھ آدمی تو مسلمان ہو گئے اور باقی جو مسلمان تھے۔ وہ نمازیں پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے، زکوۃ دیتے تھے، غریبوں کی امداد کرتے تھے، وہ تمام کے تمام بیک بینی و دوگوش دائرہ اسلام سے خارج کر دیئے گئے تو ایسے آدمی کا آنا برکت کا باعث ہے۔ یا ہلاکت کا؟ خدا کی حکمت یہ برداشت کر سکتی۔ کہ! محمد عربی ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آئے اور

Marfat.com

حضور ﷺ کی امت کے اس گلشن کو ویران کر دے اور چند خار دار جھاڑیاں جن میں اکثر بلیک مارکیٹوں کی، جن میں اکثر اپنے وطن کے غداروں کی ہے وہ باقی رہ جائیں۔

قادیانیوں کی غداریوں کا تذکرہ:

ان غداروں کا ایک اور واقعہ پیش کروں۔ جس وقت پاکستان بنا تو باؤنڈری کمیشن کے سامنے تمام قوموں نے اپنی اپنی نمائندگی کی گورداسپور کا ضلع پاکستان کے حصے میں آنے والا تھا وہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن ان غداروں نے کہا کہ جی ہماری تعداد مسلمانوں سے الگ کریں چنانچہ ان کی تعداد الگ ہونے سے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں کم ہوگئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ گورداسپور کا ضلع ہندوؤں کو مل گیا جو کشمیر کے نقطہ نظر سے ہمارے لئے انتہائی اہم تھا۔ کشمیر ہمارے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہماری شہ رگ ہندوؤں کے قبضہ میں آگئی ان کی خیانت اور غداری کی وجہ سے ایسے غداروں کو اللہ تعالی اپنے محبوب ﷺ کی امت میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتا ہے؟ نہیں! نہیں کبھی نہیں! پھر آپ غور فرمائیں اسرائیل جس کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس نے عالم اسلام میں وہ کہرام مچایا ہے کہ ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیا گیا ان کو اپنے گھروں سے جلا وطن کر دیا گیا۔ مسجد اقصی پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ ان کے ساتھ کسی کا یارانہ ہے۔ تو اسی قادیانی قوم کا ہے۔ ان کا مشن آج بھی تل ابیب میں کام کر رہا ہے۔ تو وہ انہی لوگوں کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ جو اسلام کے دشمن ہیں، جو اسلام کے حق میں ہوں، جو مسلمانوں کی خیر خواہ ہوں ان کو تل ابیب میں یہ سرفرازی نہیں دی جاتی، جو مرزا کی ملت کو دی گئی ہے تو ان غداروں کی غداری کا کون سا قصہ سناؤں ان کی فطرت ہی یہی ہے۔ جس نے خدا کے ساتھ غداری کی اسکے مصطفی ﷺ کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کی کیا وہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ وہ خدا کے بندوں میں شامل کئے جائیں۔ ہم تو ایسے شخص کو جس نے انگریزوں کی مدح سرائی میں کتابوں کی کتابیں تحریر کر دی ہو۔ اور کہا ہو کہ! ان کے خلاف جہاد حرام ہے۔ ایسے آدمی کو شریف انسان نہیں سمجھتے نبی سمجھنا تو دور کی بات ہے۔ ان لوگوں سے بڑھ کر بد بخت کوئی اور نہیں۔ جو

Marfat.com

دنیا کے عوض میں اپنا ایمان بیچ دے اور دنیا کے عوض اپنے خدا کی رضا کو فروخت کر دیتے ہیں۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم :

جس رب نے اے میرے محبوب! تیرے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا اس نے تجھے سراجا منیر ابنایا ہے اس نے تجھے رحمۃ للعالمین بھی بنا کے بھیجا ہے جب تک اس کی یہ دنیا آباد رہے گی۔ تیرا مهر منیر چمکتا ہی رہے گا۔ تیری روشنی سے دل کی دنیا منور اور روشن ہوتی رہے گی۔ انسانی زندگی کا ہر گوشہ اس سحاب کرم سے فیضیاب ہوتا رہے گا۔

وکان اللہ بکل شیء علیما:

وہ سب کچھ جاننے والے نے تجھے یہ منصب رفیع عطا فرمایا ہے جس کے علم کے سامنے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں یہ سارے انقلاب یہ ساریاں تبدیلیاں وہ سب کچھ جانتا ہے وہی چیز جس کو ساٹھ ستر سال پہلے کیمونزم نے بڑے جاہ وحشمت سے قبول کیا تھا۔ کہ لوگوں کی جائدادیں ان کو دکانوں سے نکالو! آج پھر وہ پہلی بات کی طرف آ رہے ہیں۔

وکان اللہ بکل شیء علیما : قیامت تک رونپذیر ہونے والے تمام حالات کو وہ جانتا ہے اس نے تجھے سراجامنیر بنا کر بھیجا جب تک اس کی خدائی قائم ہے اس وقت تک تیری مصطفائی کا پرچم لہراتا رہے گا۔ ہم تو خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی غلامی کا طوق ہمارے گلے میں ڈالا اس سے بڑا اشرف اور کوئی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے رہے۔ یا رب العلمین! کاش تو مجھے اس نبی ﷺ کی جوتیاں اٹھانے کی توفیق عطا فرماتا۔ جس کو تو نے اتنی بڑی شانیں عطا فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کی سچی غلامی نصیب فرمائے حضور ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت پر یقین محکم عطا فرمائے نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔

میری یہ چند معروضات تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو اسکا راستہ ہے جو اسکے محبوب کا راستہ ہے۔ (آمین بجاہ حبیبہ الکریم)

Marfat.com

باب چہارم

اخلاقیات

Marfat.com

﴿ایفائے عہد﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم .بسم الله الرّحمٰن الرّحیم .

وَاَوفُوا بِعَهدِی اُوفِ بِعَهدِکُم وَ اِیَّایَ فَارهَبُون...(سورۃ بقرہ)

برادرانِ اسلام! اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"جو وعدہ تم نے میرے ساتھ کیا وہ تم پورا کرو! اور جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کیا وہ میں پورا کروں گا۔"

دنیا کی تمثیل:

دنیا ایک بازار ہے اس میں آپ کوئی سستی شے خریدنا چاہیں یا مہنگی، ادنیٰ چیز خریدنا چاہیں یا اعلیٰ، نایاب چیز خریدنا چاہیں یا دستیاب چیز، جو چیز بھی آپ خریدنا چاہیں اس کی کچھ نہ کچھ قیمت آپ کو ادا کرنا پڑتی ہے۔ اگر بازار سے مٹی کا پیالہ بھی خریدنا چاہیں تو اس کے لئے بھی آپ کو آنہ دو آنے دینے پڑیں گے۔

جب دنیا کے بازار کا یہ عالم ہے کہ یہاں اسے ہی کوئی چیز ملتی ہے، جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اور اس کو خریدنے کی صلاحیت رکھتا ہے! تو پتہ چلا کہ رضائے خدا کے لئے طلب صادق شرط ہے:

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا بھی ایک دربار ہے یہاں سے اسے ہی سرفرازیاں اور نوازشات عطا کی جاتی ہیں جو ان کی قیمت ادا کرتا ہے۔ اور جو ان کی قیمت ادا نہیں کرتا اس کو یہ عزت عطا نہیں کی جاتی۔ اس لئے کہ اس میں طلب نہیں اور اس کی نوازشات کو حاصل کرنا اس کی زندگی کا مقصد نہیں۔

کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے!

(۱) اس شے کو حاصل کرنے کی طلب ہو۔

Marfat.com

(۲) آپ کے پاس اُس کو حاصل کرنے کی صلاحیت بھی ہو۔۔

اگر آپ کی جیب نوٹوں سے بھری ہوئی ہے، آپ بازار جائیں اور وہاں اشیاء انتہائی ارزاں فروخت ہو رہی ہوں۔ لیکن آپ کو ان اشیاء کی طلب نہیں تو آپ بالکل نہیں خریدیں گے۔ لیکن اگر طلب موجود ہے لیکن وسائل نہیں، تو انسان ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرتا ہے کہ اس کو وسائل میسر آئیں تا کہ ان اشیاء کو خرید سکے۔

اللہ تعالیٰ کی نوازشات اور مہربانیوں کے حصول کے لئے پہلے انسان کو اپنے اندر طلب پیدا کرنی چاہئے اور پھر ان کی قیمت ادا کرنی چاہئے، یہ نعمت انہیں ہی میسر آتی ہے جو اپنا دامن طلب دراز کرتے ہیں، جو اپنا سر رب قدوس کی بارگاہ میں جھکاتے ہیں۔ بے شک مولائے کریم کا دستِ جود و عطاء ہر وقت گردش میں ہے اور وہ نعمتیں بانٹ رہا ہے، لیکن نعمتیں صرف اسے ہی حاصل ہوں گی جس نے ان کے حصول کے لئے طلب کا اظہار کیا اور جس دل میں طلب ہی نہیں اس پر یہ مہربانی نہیں ہوتی۔

جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں:

تا نہ گرید ابر کئی خندہ چمن
تا نہ نالد طفل کئی جوشد لبن

جب تک بادل نہیں برستا، باغ میں رنگا رنگ پھولوں کی بہاریں نہیں آتیں، اور جب تک بچہ نہیں روتا ماں اسے دودھ نہیں پلاتی۔ جب دنیا کا یہ اصول ہے کہ دنیا میں بہار تب آئے گی جب بادل برسے گا اور ماں بچے کو دودھ تب پلائے گی جب وہ فریاد کرے گا۔

تو اسی طرح مولائے کریم کی نوازشات اور احسانات کو حاصل کرنے کے لئے بھی یہی شرط ہے کہ پہلے تو اپنے دل میں اس کی طلب پیدا کر، اگر بے طلب کوئی چیز تجھے مل بھی گئی تو اس کی قدر کیا ہوگی۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ مولائے کریم کی رحمت حاصل کرنا اتنا آسان کام نہیں، قدرت سوئے ہوؤں کا منہ نہیں چومتی، بلکہ ان سرفرازیوں سے اسے ہی نوازا جاتا ہے جس کے دل

Marfat.com

میں طلب ہوتی ہے۔ انعامات واکرامات سے اسے ہی نوازا جاتا ہے جس کے دل میں ان چیزوں کی قدر ہوتی ہے۔

ایفائے عہد اور اس کے ثمرات:

خداوند قدوس ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذا بتلٰی ابراھیمَ ربُّہٗ بِکَلمٰتٍ فا تمھن قَالَ اِنی جاعلکَ للناس امامًا. (البقرہ)

جب آزمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ کے رب نے چند باتوں میں آپ نے ان کو پورا کر دیا۔ خداوند قدوس نے فرمایا میں نے تجھے سارے لوگوں کے لئے امام بنا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساری دنیا کی راہنمائی اور امامت عطا کی۔ مختلف امتحانات کے ذریعے ان کو پرکھ لیا اور آزما لیا انہیں حکم ملا تو آتش نمرود میں چھلانگ لگا دی۔ اولاد کے قربان کرنے کا وقت آیا تو بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی۔ جب مالی قربانی مانگی گئی تو رب کریم کی تسبیح و تقدیس میں یوں محو ہوئے کہ ایک ایک تسبیح کے بدلے اپنا مال لٹاتے گئے۔ جب آزمائش کی ان گھڑیوں پر پورا اترے تو خالق کائنات نے ان کو محروم نہ رکھا؛ بلکہ ارشاد فرمایا:

"اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا.

میں نے تجھے ساری دنیا کا امام بنا دیا۔ سیرت ابراہیمی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر تو بھی سچا طلب گار بنے گا تو تیرے سر پہ بھی امامت کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ اور تجھے بھی دنیا کا ہادی اور مقتدیٰ بنایا جائے گا۔ اس کی رحمت ہر وقت بندوں کو پکار پکار کر کہتی ہے کہ میری طرف توجہ کرو۔" استغفرونی اغفر لکم. "مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ کمی ہے تو ہماری طلب میں کمی ہے اس کی عنایات خسروانہ کا سمندر ہر وقت موجزن ہے۔ کیا خوب کہا ہے کسی محرم راز حقیقت نے:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دِکھلائیں کسے کوئی راہ روِ منزل ہی نہیں

Marfat.com

اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے تیرے دل میں طلب نہیں اور نہ ہی تجھے ان کی قدر ہے تو یاد رکھ! اللہ تعالیٰ تجلیات اور انعامات سے ایسے بے قدروں کو نہیں نوازتا، یہاں تو کوئی جتنی قیمت ادا کرتا جائے گا، اتنا ہی اسے اجر ملتا جائے گا۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس چھوٹے سے حصہ میں بیان فرمادیا، ارشاد ہوتا ہے: "وَاَوفُوا بِعَهْدِیْ اُوفِ بِعَهْدِکُم۔" جو وعدہ تم نے میرے ساتھ کیا تھا وہ تم پورا کرو اور جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے وہ میں پورا کروں گا۔ اگر تم عبودیت کا حق ادا کرو گے تو میری رحمت تم پر موسلا دھار برسے گی۔ تم قربانیاں دو تو سہی دیکھنا کہ تمہارا رب تمہیں سرفرازیاں عطا کرتا ہے یا نہیں۔ بیٹے کی گردن پہ چھری رکھنا تیرا کام ہے اور جنت الفردوس سے دُنبہ بھیجنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ آتش نمرود میں کودنا تیرا کام ہے اور اُسے گلزار بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کنبے اور جانثاروں سمیت قربانی دینا تمہارا کام ہے۔ اور امام الشہداء بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں جس چیز کی خواہش ہمارے دل میں بیدار ہو وہ ہماری جھولی میں ڈال دی جائے۔ ہم وعدہ پورا کریں یا نہ کریں ہمیں بادشاہی کا تاج پہنا دیا جائے۔ خواہ ہم اللہ تعالیٰ کا حکم مانیں یا نہ مانیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ یہ کتنی نادانی اور حقیقت فراموشی ہے، حقیقت تو یہ ہے وہ بے نیاز ہے۔ بے نیازی اس کی شان ہے وہ کرم فرمائے تو اس کی مہربانی۔ اگر نظر کرم پھیر لے تو اس کی مرضی، بندے کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑ لے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔

"وَاَوفُو بِعَهْدِی اُوفِ بِعَهدِکُم۔"

تم اپنی شرائط پوری کرو تو میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ اور جن احسانات کا میں نے اعلان کیا ہے وہ ضرور تمہارے اوپر فرماؤں گا۔ قرآن کریم نے کتنے اعجاز کے ساتھ ایک بہت بڑا مسئلہ بیان فرمادیا۔ کہ تم اپنے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ وہ وعدہ کیا [illegible] کے متعلق میں آج آپ کی خدمت میں کچھ وضاحت عرض کروں گا۔

Marfat.com

انسان جب زبان ودل سے کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ مُحمّد رسُول اللہ پڑھ لیتا ہے
کفروشرک سے اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اسی وقت وہ ضلالت وگمراہی کے اندھیروں سے
اپنا قدم باہر رکھتا ہے۔ اور توحید کے اجالوں میں اپنا سفر شروع کر دیتا ہے۔ جب انسان زبان سے
کلمہ کہہ دیتا ہے تو یہ ایک ایسی حد ہے کہ جس کو عبور کرنے کے بعد وہ کفر سے اتنا دور ہو جاتا ہے کہ
آسمان اور زمین کے درمیان بھی اتنی دوری نہیں ہو سکتی۔ جب انسان ایمان کو قبول کر لیتا ہے تو اس
سے پہلی زندگی اور ایمان لانے کے بعد والی زندگی کا انجام مختلف ہوتا ہے۔

یہ کلمہ طیبہ انسان کو تاریکی سے نکال کر اُجالے میں لے آتا ہے، گمراہی کی دلدل سے
نکال کر شاہراہ ہدایت پر گامزن کر دیتا ہے۔

ایک نومسلم کی شہادت:

ایک دفعہ حضور ﷺ جنگ میں تشریف لے آتے ہیں میدان کارزار گرم ہے ایک کافر
حضور ﷺ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے یارسول اللہ ﷺ میں
مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسے اسی
وقت کلمہ پڑھایا۔ جب وہ دل و جان سے کلمہ پڑھ لیتا ہے جنگ شروع ہو جاتی ہے ایک طرف
مسلمان صف آراء ہیں اور دوسری کافر ہیں۔ وہ خوش قسمت انسان جس نے ابھی ابھی کلمہ پڑھا تھا
وہ بھی کافروں کے مقابلہ میں نکلا اور کئی کافروں کو اپنی تلوار سے جہنم رسید کرتا ہوا جامِ شہادت نوش
کر گیا۔ اس نے صرف حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور دل و جان سے یہ اعلان کر دیا تھا
کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور کالی کملی والے اس کے رسول اور محبوب ہیں۔ اُسے نہ نماز
پڑھنے کا موقع ملا اور نہ روزہ رکھنے کا وقت میسر آیا، نہ اس نے صدقہ دیا، نہ کسی ذکر خدا کی محفل میں
شریک ہوا، صرف اسلام کو دل و جان سے قبول کیا اور میدان جنگ میں کود پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے
حضور ﷺ کو فتح نصیب فرمائی۔

حضور ﷺ جب شہداء کی لاشوں کو ملاحظہ کرتے کرتے اس نومسلم کی لاش پر پہنچے تو

Marfat.com

فرمایا! اے لوگو! میں تمہیں ایسا جنتی دکھاتا ہوں جس نے نہ نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ صدقہ دیا بلکہ کفر سے ایک قدم نکل کر میرے ہاتھ پر بیعت کی اور دوسرا قدم جنت الفردوس میں رکھا۔

تو معلوم ہوا ایک دفعہ کلمہ پڑھ لینا ہی دوزخ سے نکال کر جنت میں پہنچا دیتا ہے۔

جو مسافتیں جنت اور دوزخ کے درمیان ہیں۔ ہم ان کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے کہ کون سی چیز تھی کہ اس نے نماز نہ پڑھی، نہ زکوٰۃ دینے کی فرصت ملی۔ بلکہ حضور ﷺ کے دست پاک پر بیعت کرتے ہوئے کلمہ پڑھا اور جام شہادت نوش کیا جب اس کی لاش پیش کی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میں تمہیں ایسا جنتی دکھاتا ہوں جس نے نہ نماز پڑھی، نہ قربانی دی تو پتہ چلتا ہے کہ اس شخص کی زندگی میں جو انقلاب آیا وہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا جس نے اتنی لمبی مسافتوں کو طے کر دیا اگر وہ شخص توحید ورسالت کا اعلان کرنے سے پہلے مرتا تو کفر پر مرتا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا۔ لیکن جب اس نے توحید اور رسالت کا اعلان کیا تو ایک جملے سے اتنا بڑا انقلاب رونما ہو گیا۔ اس کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھی اور اسے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دیا گیا۔ اسی لئے خداوند قدوس ارشاد فرماتے ہیں: "وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔" تمہارا کام میرا ذکر بلند کرنا ہے، میرا کام تمہیں رحمتوں سے مالا مال کرنا ہے۔ یہ انقلاب اس وقت آتا ہے جب انسان کلمہ طیبہ پڑھنے کی صحیح ذمہ داری قبول کر لیتا ہے۔ یہ ایسی ذمہ داری ہے جو انسان کی ساری زندگی پر محیط ہوتی ہے، نہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اٹھ سکتی ہیں، نہ کان کوئی چیز سن سکتے ہیں، اور نہ ہی قدموں کو اس کے حکم کے بغیر جنبش آ سکتی ہے۔ نہ دل میں کوئی خیال پیدا ہو سکتا ہے جس سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا اندیشہ ہو۔

حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام:

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا ایک دن حضور ﷺ تن تنہا طواف کر رہے تھے فضالہ نامی کافر جو اتفاق سے اس طرف آ نکلا جب اس نے حضور ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو اس کے دل میں شیطانی وسوسہ پیدا ہوا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ کی زندگی کا چراغ گل کر دے۔ دل ہی دل میں کہنے لگا

Marfat.com

کہ میں آج وہ کام سرانجام دوں گا جس کے لئے تمام رؤسائے عرب کوشاں رہے اور کامیاب نہ ہو سکے۔اس نے خیال کیا کہ حضور ﷺ آج اکیلے ہیں کوئی آپ کا پاسبان نہیں۔اور نہ ہی کوئی آپ کا محافظ ہے۔وہ موقع جس کا میں مدت سے انتظار کر رہا تھا۔آج میسر آ گیا ان قیمتی گھڑیوں کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اس سوچ میں گم وہ حطیم کعبہ میں چکر لگا رہا تھا۔کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے ہو کر آپ ﷺ پر حملہ کروں۔اور نعوذ باللہ ایک ہی وار میں اپنا مقصد حاصل کر لوں۔

اسی اثناء میں وہ حضور ﷺ کے قریب آ رہا تھا۔حضور ﷺ نے اس سے پوچھا فضالہ کیسے پھر رہے ہو۔کہنے لگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے یہاں کعبہ کا طواف کرتے ہیں میں بھی حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی حاضری ہو جائے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فضالہ! بات یہ نہیں تعال یا فضالہ اے فضالہ ذرا میرے قریب آؤ، جب وہ تھوڑا قریب آیا، تو فرمایا۔اے فضالہ! سچ سچ بتا کیا سوچ رہا تھا۔ فضالہ کانپ گیا،اس نے بات ٹالنا چاہی لیکن ٹال نہ سکا۔

حضور ﷺ نے فرمایا! میرے نزدیک آؤ! جب وہ نزدیک آیا تو حضور ﷺ نے اپنا دست ہدایت بخش اس کے سینہ پر رکھا،کوئی قرآن پاک کی تلاوت نہیں کی۔کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ادھر حضور ﷺ کا دست ہدایت بخش اس کے سینے پر پہنچتا ہے اس کی آنکھیں جھک جاتی ہیں تو فوراً پڑھتا ہے۔

”اَشهدان لا اِلٰه اِلا اللّٰه و اشهَد اَن مُحَمّدً اعبدهٗ ورسولهٗ.“

کئی لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے کوئی چیز مانگی جائے تو شرک ہو جاتا ہے۔وہ دے بھی کچھ نہیں سکتے ہیں۔میں کہتا ہوں ایمان اور معرفت سے بڑھ کر اور کون سی چیز ہو سکتی ہے،اگر معرفت کا سبق بھی حضور اکرم ﷺ ہی سے ملے اور ایمان جیسی نعمت بھی اس کے خوانِ کرم سے ملے تو اور کون سی چیز اس سے بڑھ کر ہو سکتی ہے۔

حضور ﷺ نے انسان کا ٹوٹا ہوا تعلق اپنے رب رحیم سے جوڑ دیا۔اس سے بڑھ کر اور

Marfat.com

کون سا احسان ہو سکتا ہے۔

میرے بھائیو! ہم اس نبی ﷺ کی امت ہیں جس نے سود کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں حضور ﷺ کی غلامی پر فخر کرنا چاہئے اور ہر اس حکم پر دل و جان سے قربان ہونے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مردوں کے لئے سونا پہننے کا حکم:

حضور ﷺ ایک گلی سے گزر رہے تھے ایک صحابیؓ آپ کو ملا جس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ حضور ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا! کیا تم نے نہیں سنا کہ سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہے۔ حضور ﷺ نے زور سے انگوٹھی کھینچ کر زمین پر پھینک دی اور آپ تشریف لے گئے۔ وہ صحابیؓ بھی وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب وہ یہاں سے جانے لگے تو ایک صحابی نے ان سے کہا حضور ﷺ نے یہ انگوٹھی پھینکی تھی اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ خود استعمال نہ کریں۔ حضور ﷺ نے منع تو نہیں فرمایا! کہ تو اسے اٹھائے بھی نہیں، آپ اسے گھر لے جائیں اور اپنی بیوی یا بیٹی کو دے دینا کہ وہ اسے استعمال کریں۔ تم اتنی بڑی انگوٹھی یونہی چھوڑے جا رہے ہو۔ تو جواب میں اس صحابیؓ نے فرمایا! وہ چیز جس کو میرے نبی ﷺ نے نفرت سے پھینک دیا۔ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اس کو اٹھا کر گھر لے جاؤں۔ اور اہلِ خانہ کے استعمال میں لاؤں۔

حرمت شراب:

حرمتِ شراب کا حکم نازل ہونے سے قبل لوگوں نے گھروں میں مٹکے اور صراحیاں بھر کر رکھی ہوئیں تھیں، جام پہ جام لٹائے جاتے تھے۔ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اگر کسی شخص نے شراب منہ سے لگا رکھی تھی تو وہیں انڈیل دی۔ اور سب مٹکے اور صراحیاں توڑ دی گئیں۔ احادیث طیبہ کے مطابق شراب شہر کی گلیوں میں اس طرح بہہ رہی تھی جس طرح بارش کا پانی بہتا ہے، تو یہ کیا چیز تھی جس چیز نے انہیں اس سٹیج پر پہنچا دیا تھا۔

Marfat.com

یہ حکم الٰہی تھا کہ "واوفوا بِعَھدِی اُوفِ بعھدکُم۔"

تم میرا وعدہ پورا کرو میں تمہارے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو پورا کروں گا۔

جب انسان مسلمان ہو جائے تو اس کا فرض ہے کہ اسلام کے جملہ قوانین اور اصولوں پر دل و جان سے قربان ہو جائے۔ پھر اس کے دل میں جھجک اور خدشات پیدا نہیں ہونے چاہیں، بلکہ یقین کامل کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونا ہی اصل ایمان ہے۔

وَآخرُ دَعْوَانَا انِ الْحَمْدُ لِلّٰہ رَب العَالمینْ

Marfat.com

تکبر کی حقیقت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعدفاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۔(۔الفیل)

برادران اسلام! جو چیز اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اور جو چیز اس وحدہ لاشریک کی نگاہ میں سب سے زیادہ رزیل ہے وہ ہے تکبر، وہ ہے نخوت اور غرور اور جو چیز اس پروردگار عالم کی نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول ہے وہ ہے عاجزی وانکساری اور تواضع ۔ سب سے پہلا تکبر کرنے والا شیطان ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرما کر فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تمام فرشتے خواہ وہ پہلے آسمان پر تھے خواہ وہ دوسرے آسمان پر تھے خواہ کہیں اور کائنات کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے ۔ تمام نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن وہ جو استاد ملائکہ تھا ۔ اس نے پیکر خاکی کے سامنے سر نیاز جھکانے سے انکار کر دیا ۔ اس کے انکار کی وجہ کیا تھی؟ اس کی وجہ محض اس کا تکبر اور غرور تھا اس مغرور کو اس کے جذبہ غرور نے یہ بتایا کہ آدم مٹی سے بنا ہے اور تو نار سے ۔ اس کی اصل مٹی ہے اور تیری اصل تو آگ ہے ۔ تیری اصل آدم کی اصل سے بہتر اور افضل ہے ۔ مگر اس کو یہ کسی نے نہ بتایا اور نہ ہی اسے یہ مشورہ دیا کہ تو مسجود کو نہ دیکھ اور نہ مسجود کی اصلیت کو ۔ بلکہ تو اس ذات کو دیکھ جو تجھے یہ حکم دے رہی ہے کہ اے ابلیس تو آدم کے آگے جھک جا اور تو آدم کو سجدہ کر ۔

حضرات! شیطان کو تکبر نے گمراہ کیا اور خود اندازہ فرمائیے کہ اس کا انجام کیا ہوا ۔ وہ ابلیس جو معلم الملائکہ تھا جب تکبر کی لپیٹ میں آ گیا تو اس کی متاع گراں بہا لٹ گئی اس سے اس کا مرتبہ

Marfat.com

چھین لیا گیا اور اس کو افلاک کی بلندیوں سے گرا کر زمین کی پستیوں کی طرف دھتکار دیا گیا۔ تکبر خواہ کسی بھی صورت میں ہو نخوت خواہ کسی بھی شکل میں ہو وہ مردود اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمام چیزوں سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ تکبر کسی کو اپنے مال ودولت پر ہو، اپنی عظمت پر ہو، اپنے علم و فضل پر ہو، یا تکبر اپنی نیکیوں پر ہو، ہر حال میں تکبر ناپسندیدہ ہے۔ حق تو یہ ہے کہ بندہ رات دن پروردگار کی درگاہ میں سرِ نیاز جھکائے رکھے اس کی راتیں نمازوں میں گزر جائیں اور اس کے دن روزے میں کٹ جائیں۔ لیکن پھر بھی اس کی زبان سے صرف ایک ہی صدا نکل رہی ہو۔

"مَاعَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ مَاعَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ"

کہ اے اللہ! ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔ اے اللہ! ہم تجھے اس طرح نہ پہچان سکے جس طرح تیری معرفت کا حق تھا۔

غور فرمایئے کہ یہ کلمات کس زبان سے نکلے اس زبان سے نکلے کہ دنیا میں جس جیسا زاہد و متقی نہ کوئی پہلے آیا ہے اور نہ آئندہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہنے کا اعتراف اس کالی کملی والے نے کیا جس کے پاؤں کثرت قیام کی وجہ سے سوجھ جایا کرتے جس کا ہر فعل وقول عبادت تھا تو جب محبوب رب العالمین اس بات کا اعتراف کرے کہ معبود کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو اور کون انسان ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کر دیا۔

انسان خطا کا پتلا ہے اس سے گناہوں کا سرزد ہو جانا فطری امر ہے۔ اس لئے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جس سے ندامت کا احساس پیدا ہو۔ وہ غلطی جو انسان کو شرمندہ کردے وہ اس نیکی سے بہتر ہے جس سے انسان کے دل میں تکبر اور غرور پیدا ہو اس ضمن میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ تھا ایک عورت حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مریدہ تھی اس عورت کا ایک بیٹا جو بالکل نوجوان تھا۔ وہ بڑا سیاہ کار و بدکار تھا۔ وہ

Marfat.com

عورت اپنے بیٹے کو لے کر کئی بار حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ یا حضرت میرا بیٹا بڑا بدکار ہے اس کو سمجھائیں اور اس کی اصلاح فرمائیں۔ حضرت بصریؒ نے اس نوجوان کو ہر چند سمجھایا۔ لیکن جوانی مستانی ہوا کرتی ہے۔ اس عمر میں انسان نیک اور بد میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جب انسان جوان ہوتا ہے تو اسے موت کا کبھی احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ جب بوڑھے ہوں گے تو عبادت کر لیں گے۔ لیکن جب موت آجایا کرتی ہے وہ نہیں دیکھتی کہ کون بوڑھا ہے اور کون جوان ہے۔ جب خزاں آجاتی ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتی کہ کون سا پھول شگفتہ ہے اور کون سی کلی ابھی میرے ستم کی تاب نہیں لا سکتی۔ خزاں آجائے تو سارا گلشن اجڑ جایا کرتا ہے اور جب موت آجائے تو کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت. کے تحت ہر ایک کو اجل کی آواز پر لبیک کہنا پڑتا ہے۔

تو اس بڑھیا کا بیٹا بھی سمجھتا رہا کہ میں نوجوان ہوں میرا موت سے کیا تعلق ہے اس لئے حسن بصریؒ کی فہمائش اور پند و نصائح کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن جب عہد شباب میں ہی موت نے اس کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا تو اس کو موت آنکھوں کے سامنے جھومتی دکھائی دی اور زندہ رہنے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ تو اس کے دل میں اپنے انجام کا احساس پیدا ہوا۔ اس کو یہ خیال شرمانے لگا کہ وہ کون سا منہ لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگا تو اس عالم میں اس نوجوان نے اپنی ماں کو بلایا۔ اور کہا کہ اے اماں جان تم جاؤ اور حسن بصری سے کہو میرا بیٹا سخت بیمار ہے اور وہ قریب الموت ہے اس لئے مرنے سے پہلے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنا چاہتا ہے لیکن ماں نے کہا کہ تو نے ساری عمر گناہوں میں گزار دی میں نے کئی بار حضرت حسن بصریؒ سے عرض کی۔ انہوں نے تجھے سمجھایا لیکن ان کی فہمائش کا تجھ پر اثر نہ ہوا۔ اب میں کس منہ سے حضرت کے پاس جاؤں کہ وہ تیرے پاس تشریف لائیں۔ بہر حال وہ گئی اور حضرت بصریؒ سے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا بیٹا بدکار ہے اس نے زندگی میں کوئی بھی کام نیکی کا نہیں کیا۔ اس لئے میں ایسے سیاہ کار اور بدکار کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ بڑھیا واپس لوٹی اور بیٹے کو بتایا کہ تیرے اعمال رنگ لائے ہیں۔ تو نے ساری عمر حضرت کا کہنا نہ مانا آج وہ تیری صورت کو دیکھنا نہیں چاہتے اماں جان میں مر

Marfat.com

جاؤں تو میری دو وصیتیں ہیں، میرے مرنے کے بعد ان پر عمل کرنا۔ایک وصیت تو یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اس قبرستان میں دفن نہ کرنا، جہاں مسلمان مدفون ہیں۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ میری بدکاریوں کی نحوست سے ان پر وبال ٹوٹے۔اور دوسری وصیت یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اس چارپائی سے گرا کر فرش پر پھینک دینا۔اور میری ٹانگیں پکڑ کر مجھے زمین پر گھسیٹنا۔اور کہنا جو خدا کا نافرمان ہوتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے اس کی یہی سزا ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی ماں نے اس کی موت کے بعد اس کو چارپائی سے گرا کر زمین پر گھسیٹنا شروع کر دیا۔ اس نے بیٹے کو گھسیٹنا شروع ہی کیا تھا کہ ہاتف غیب سے آواز آئی۔

''اِرْفَقِیْ بِحَبِیْبِ اللّٰہِ۔اِرْفَقِیْ بِحَبِیْبِ اللّٰہِ''

کہ اے عورت تو خدا کے حبیب پر رحم کر تو خدا کے محبوب پر ترس کر۔اسی اثنا میں دروازہ کھٹکا۔عورت نے پوچھا کون؟ تو آواز آئی حسن بصریؒ۔ بڑھیا نے دوڑ کر دروازہ کھولا اور حضرت سے عرض کی یا حضرت میرا بیٹا مر چکا ہے۔آپ کس لئے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ جب تو واپس لوٹی تو مجھے غیب سے ندا سنائی دی کہ اے حسن بصریؒ تو کون ہوتا ہے؟ میرے بندے کو میری رحمت سے مایوس کرنے والا۔اگر تو نے میرے بندے کا جنازہ نہیں پڑھا تو میں نے فرشتوں کے جم غفیر کو اس کے جنازے کے لئے بھیجا ہے۔ٹھیک ہے وہ ساری عمر گناہ کرتا رہا، لیکن مرنے سے پہلے وہ گناہوں پر شرمندہ ہوا۔اور رونے لگ گیا۔اور میں وہ کریم ہوں میرے دربار میں جو بھی گنہگار ٹوٹا ہوا دل، پریشان روح اور میری رحمت کی امید لے کر آتا ہے میں اس پر اپنے کرم و فضل کے دروازے کھول دیتا ہوں۔

تو حضرات عاجزی اور انکساری وہ گنج گراں مایہ ہے کہ انسان جتنا بھی گنہگار کیوں نہ ہو جب اس کے دل میں تواضع پیدا ہو جائے تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کا دن ہوگا۔اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیں گے تو کراماً کاتبین حیران ہوں گے اور عرض کریں گے کہ اے پروردگار،

Marfat.com

یہ آدمی تو بڑا گنہگار تھا۔ اس کی راتیں اور دن بھی کفر وعصیاں میں گزرا کرتے تھے اس نے زندگی میں ایک بھی نیکی نہیں۔ اس کا نامہ اعمال تو گناہوں سے پُر ہے۔ پھر اس کو جنت میں کس لئے بھیجا جا رہا ہے۔ تو ملائکہ کے اس تعجب پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے فرشتو! میں عادل ہوں اور آج عدل کا دن ہے آج یوم الدین ہے۔ آج نیکوں کو نیکی کا بدلہ اور بروں کو برائی کی سزا ملے گی۔ اس لئے اس کے گناہوں کا ثبوت لاؤ۔ تا کہ اس کو سزا دی جائے۔

کیا اس بندے کے گنہگار ہونے کا تمہارے پاس کوئی ثبوت بھی ہے۔ فرشتے عرض کریں گے یا اللہ! ایک ثبوت کیا ہم نے تو اس آدمی کے گناہوں اور بداعمالیوں کے دفتروں کے دفتر کالے کر دیئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ لاؤ وہ ثبوت کہاں ہیں۔ فرشتے اس کے گناہوں سے پُر دفتر اٹھا لائیں گے۔ انہیں تو یقین ہوگا اس آدمی کو جہنم میں پہنچانے کے لئے وہی گناہ کافی ہوں گے جو کہ اس کے پہلے دفتر کے پہلے صفحے پر مرقوم ہیں۔ لیکن جب وہ دفتر کھولیں گے تو دیکھیں گے کہ اس کا پہلا صفحہ بالکل صاف ہوگا۔ اس پر ایک نقطہ تک بھی نہیں۔ تیزی سے اس دفتر کو آگے سے کھولیں گے لیکن تمام کا تمام خالی ہوگا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں دوسرا دفتر غلطی سے نہ کھول دیا ہو، دوسری کاپی اٹھا لائیں گے۔ لیکن اس کا بھی یہی حال ہوگا۔ فرشتے متعجب ہوں گے کہ ہم ساری زندگی اس کی برائیوں سے دفتر کالے کرتے رہے لیکن اب جب حساب کا وقت ہے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک بھی غلطی نہیں۔

تو فرشتوں کے اس تعجب پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے فرشتو! جو تم کہتے ہو وہ بھی صحیح ہے۔ واقعی میرا یہ بندہ ساری عمر گناہ کرتا رہا لیکن بات یہ ہے کہ مرنے سے پہلے یہ آدمی فرطِ ندامت سے رو پڑا۔ اس نے میرے حضور حاضر ہو کر تواضع اور انکساری سے گناہوں کا اعتراف کیا اور میری رحمت کا تقاضا ہے کہ یہاں سے کسی ٹوٹے ہوئے دل کو لوٹایا نہیں جاتا بلکہ یہاں شکستہ دلوں کی دل جوئی کی جاتی ہے۔ میں نے اس بندے کے گناہوں کو نہ صرف معاف فرما دیا بلکہ اس کے نامہ اعمال کو بالکل صاف کر دیا۔ تا کہ قیامت کے دن اس کو ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

Marfat.com

تو یہ ہیں فیوض و برکات تواضع کے، یہ ہیں فضائل انکساری کے، ایک اور حدیث شریف یاد آ گئی قیامت کا دن ہوگا۔ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی چھوٹے سے گناہ کا ذکر کریں گے۔ تو نے یہ گناہ بھی کیا بندہ عرض کرے گا یا اللہ! مجھ سے یہ غلطی ہو گئی غرضیکہ اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ذکر کرتے جائیں گے اور وہ بندہ نہایت عاجزی سے اعتراف گناہ کرتا جائے گا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ سُبحان اللہ کیا شان ہے اس رحیم و کریم کی کہ جب دینے پر آئے تو بے حد و حساب دیتا ہے جو بخشنے پر آئے تو حیلے تلاش کرتا ہے۔

موتی سمجھ کر شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

کہ بندہ جب بارگاہ ایزدی میں گناہ کرنے کے بعد فرط ندامت سے رو دیتا ہے تو ان نادم آنکھوں سے گرنے والے قطروں کو رب العالمین ضائع نہیں ہونے دیتا، بلکہ انہیں گوہر شہوار سمجھ کر ان کی قدر فرماتا ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ بندے تو نے جس قدر گناہ کئے اس کے بدلے میں تجھے اس قدر نیکیاں عطا کرتا ہوں۔ جب فرشتے اس کو جنت کی طرف لے جائیں گے تو وہ کہے گا، ٹھہرو! ابھی تو میرا حساب باقی ہے، رحمت حق کو دیکھ کر اس کے دل میں بھی جرات پیدا ہوگی۔ جب دوبارہ اسے بارگاہ ایزدی میں پہنچایا جائے گا۔ تو وہ عرض کرے گا کہ یہ گناہ جن کا ذکر ہوا ہے یہ تو چھوٹے چھوٹے گناہ تھے۔ میرے نامہ اعمال میں تو بڑے بڑے گناہ بھی ہیں۔ اگر مجھے ان چھوٹے گناہوں پر نیکیاں عطا کی گئی ہیں تو مجھے تیری رحمت سے مکمل یقین ہے کہ مجھے ان بڑے گناہوں کے بدلے بھی ضرور نیکیاں عطا ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ یہ سن کر مسکرا دیں گے، آنحضرت ﷺ نے یہ حدیث جب بیان کی تو آپ کے لبوں پر بھی اس مقام پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور پھر بعد میں جب صحابہ کرام یہ حدیث سنایا کرتے تو اس مقام پر تکمیل سنت کے لئے مسکرا دیا کرتے۔

Marfat.com

تو میرے دوستو! یہ ہیں عجز وانکساری کے فیوض و برکات، انسان اس وحدہٗ لاشریک کی نعمتوں کا شمار ہی نہیں کرسکتا اور خداوند کریم خود ارشاد فرماتا ہے۔

"اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" کہ تم میری نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں کرسکتے تو پھر انسان کو جب یہ معلوم ہے کہ اس پر خدا کی اتنی نعمتیں اور اتنے احسان ہیں کہ ان کا شکر تو کیا شمار بھی ممکن نہیں۔ تو پھر کس منہ سے تکبر غرور اور نخوت کا اس کے پاس کیا جواب ہوسکتا ہے۔ انسان اس کی نعمتوں کا جتنا شکریہ ادا کرے، شکر ادا نہیں کرسکتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اس سوز وتواضع سے حمد وثنا کرتے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ، چرند پرند، حیوانات، جمادات سب آپ کے ساتھ زبان حال سے نہیں زبان قال سے حمد وثناء میں شریک ہو جاتے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب بندے کو سلیمان جیسا فرزند ارجمند عطا فرمایا تو ساتھ ہی ارشاد فرمایا: کہ اے داؤد! میری نعمتوں کا شکر کرو۔ تو اس عاجز بندے نے عرض کیا اے پروردگار! میں تیرا شکریہ ادا کیسے کرسکتا ہوں۔ پہلے تو مجھ پر تیری نعمتیں ہی اس قدر بے حد وحساب ہیں کہ مجھ سے ان کا شمار ہی محال ہے اور پھر ان نعمتوں پر میں شکر کروں بھی تو تیری ایک مزید نعمت مجھ پر زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تو ہی مجھے شکر کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور تیری یہ عطا بھی رحمت ہوتی ہے۔ اور یہ بھی شکر کا تقاضا کرتی ہے۔ تو یا اللہ! کیا کروں میں عاجز بندہ کس طرح تیرا شکر ادا کرسکتا ہوں۔

"اَلْاٰنَ شَکَرْتَ یَادَاوٗدُ" کہ اے داؤد! اب تو نے شکر کا حق ادا کردیا، جب بندے کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر نہیں کرسکتا۔ جب بندے پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے تو اس وحدہٗ لاشریک کی نعمتیں اس قدر بے حد وحساب ہیں کہ ان کے شکر سے عہدہ برآ ہونا محال ہے تو یہی کمال شکر ہے۔ بندے کا شکر یہی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے سامنے ہتھیار ڈال دے اور عاجزی وانکساری سے اپنی بے مائیگی کا معترف ہو جائے۔

بندے کا کام عاجزی ہے اس کو تکبر زیبا نہیں اور نہ ہی خداوند کریم متکبرین کو پسند کرتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔ "الکبریاءُ ردائی" اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کبریائی میری چادر ہے

Marfat.com

ہے اور یہ مجھے ہی بجتی ہے۔ میرے سوا کسی کو یہ چادر اوڑھنے کی جرات نہیں ہونی چاہیے

تو یہ سورۃ پاک میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں بھی یہی مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ وہ خانہ کعبہ جو کالے کالے پتھروں سے بنا ہوا ہے جن کو گھڑا بھی نہیں گیا تھا۔ جس پر نقش و نگار نہیں تھے۔ اور نہ ہی کسی مصور نے اس پر اپنے فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کو یہ شان نصیب ہوئی کہ کل کائنات سے، دنیائے عرب و عجم سے قافلوں کے قافلے اس کے طواف کے لئے آتے۔ اس کی برکت سے قریش مکہ کو ہر جگہ عزت و تکریم کی نگاہوں سے دیکھا جاتا۔ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ کعبہ کو عزت ملی تو کیونکر ملی۔ کعبہ کو یہ عظمت نصیب ہوئی تو کیونکر نصیب ہوئی۔ یہ عزت کعبہ کو اس لئے نہیں ملی کہ اس میں سنگِ مرمر لگا ہوا تھا۔ اس لئے نہیں ملی کہ اس پر نقش و نگار نے عجیب منظر پیدا کر دیا تھا۔ بلکہ یہ کعبہ کو عزت ملی تو معمار کی بدولت ملی۔ یہ پتھر مقبول ہوئے تو اس لئے ہوئے کہ ان کو اٹھا کر نصب کرنے والے ابراہیم و اسماعیل تھے۔

داد ترا قابلیت شرط نیست

بلکہ شرط قابلیت داد تست

کہ اے پروردگار! جب تو کسی کو مرتبہ کمال تک پہنچاتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ یہ چیز قابل ہے، کوئی چیز قابلیت کے بل بوتے پر تجھ سے داد حاصل نہیں کرتی۔ بلکہ ہر وہ چیز جس کو تو سراہے جس کو تو عظمت عطا کرے وہ عظیم ہے۔ جو داد کے قابل ہے تو وہ داد کے قابل اس لئے ہے تو نے چار دانگِ عالم میں اس کی عظمت کی منادی کرادی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو اس وقت کوئی پھٹے وغیرہ تو تھے نہیں جن کے ساتھ کوازے وغیرہ باندھے جاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ایک پتھر مخصوص فرما دیا۔ جوں جوں دیوار بلند ہوتی پتھر بھی بلند ہو جاتا۔ حتیٰ کہ آپؑ نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر ساری دیواریں تعمیر کیں۔ وہ پتھر آج بھی موجود ہے اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پنجے کا نشان لگایا۔ قرآن حکیم میں اس مقام کو مقام ابراہیم کہا گیا ہے۔ تو اب ذرا اس کی عظمت

Marfat.com

دیکھ قرآن حکیم نے اس کے بارے میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ

" وَاتَّخِذُوْا مِن مقام اِبراھیم مصلّیٰ "(البقرہ)

کہ تم اس جگہ کھڑے ہو کر نماز قائم کرو۔ غور کا مقام ہے کہ خانہ کعبہ خود متبرک مقام ہے اس کے گرد مسجد حرام خداوند کریم کے انوار و تجلیات کا مرکز جس کے گوشے میں ایک رکعت نماز ادا کی جائے تو ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ درود پڑھیں، کلمہ پڑھیں ایک پڑھنے کے بدلے میں لاکھ کا ثواب ملتا ہے۔ پھر اس کو مخصوص فرمایا اس کا سبب بیان کرنے سے پہلے اس آیت کا مفہوم واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

" وَاتَّخِذُوْا مِن مقام اِبراھیم مصلّیٰ " دو لفظوں کی تفصیل کے بعد معنی بیان کر دوں گا۔ مقام وہ طرف جہاں پاؤں لگتے ہیں مصلّیٰ جہاں پیشانی اور ناک لگتی ہے۔ جہاں محبوب کے قدم لگ جائیں وہاں تم اپنی پیشانیاں رکھ دو۔

داد تُرا قابلیّت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیّت داد تُست

قصہ ابرہہ:

یمن میں اس نے ایک گرجا تعمیر کرایا۔ اور سنگ مرمر لگایا۔ اس کے طواف کا وقت مقرر کر دیا۔ لیکن کوئی بھی مقررہ وقت پر طواف کے لئے نہ آیا۔ نخوت اور تکبر میں مست ہو کر اس نے حملہ کی ٹھانی اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر چڑھائی شروع کر دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کے لئے لشکرِ ابابیل بھیجا۔ جس نے ابرہہ کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔

Marfat.com

﴿نبی کریم ﷺ بحیثیت معلمِ اخلاق﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم ۔

وانک لعلیٰ خُلُقٍ عظیمٍ(القلم)

برادران اسلام! یہ جہانِ رنگ و بوجلوہ گاہ حیات ہے۔ زندگی کی بوقلموں رنگینیوں کے باعث یہ جہان آباد ہے۔ گونباتاتی اور حیوانی زندگی میں بھی رنگینیوں کے بڑے دلکش اور دلربا مینا بازار سجے ہوئے ہیں۔ لیکن انسانی زندگی میں جو رعنائیاں اور ندرت آفرینیاں ہیں، یہاں تخلیقی قوتوں کے جو سمندر موجزن ہیں وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتے۔ یہ انسان ہی ہے جس کو خلعتِ وجود بخشنے کے بعد اس کے خالق نے فرمایا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (التین) اس قدرت وطاقت والے نے عرش وفرش اور کائنات کی لامتناہی پنہائیوں کو لفظ کـــن سے پیدا کیا۔ لیکن آدم خاکی آفرینش کا ذکر کیا تو فرمایا: خلقتـه بیدی ۔ میں نے اسے اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ علم عمل، فکر تخلیق، تدبیر تعمیر، کی جو بے پناہ صلاحیتیں اس پیکر خاکی میں ودیعت فرمائیں۔ ان کا تذکرہ ''نفخت فیه من روحی '' کے معنی خیز الفاظ سے کیا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات حکمت، علم اور قدرت کا یہ شاہکار سب سے الگ تھلگ انفرادی زندگی بسر کرے، اخلاق عالم کو یہ گوارا نہ ہوا۔ اگر وہ عزلت اختیار کرتا تو وہ بے پایاں صلاحیتیں بے مصرف ہو جاتیں۔ اس چشمہ حیوان سے کوئی تشنہ لب اگر سیراب نہ ہوتا تو اس کی حیات بخش تاثیر کا کسے علم ہوتا ان صفات کے ودیعت فرمانے والے کے حضور فرطِ عقیدت سے جبین نیاز کون جھکاتا۔ حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ انسان، اجتماعی اور معاشرتی زندگی بسر کرے، بنی نوع انسان سے استفادہ بھی کرے اور انہیں فائدہ بھی پہنچائے۔ دوسروں کے علوم وفنون سے رہنمائی بھی حاصل کرے اور اپنے فکر ونظر کے چراغ روشن کر کے شبستان وجود کو منور بھی کرے۔ وہ ماں باپ کا بیٹا بھی ہو

Marfat.com

اور اپنے بیٹے بیٹیوں کا باپ بھی۔ اس کے خاندان کے افراد اس کے لئے تقویت کا باعث ہوں ضرورت کے وقت وہ ان کا سہارا بنے حتیٰ کہ اس کے تعلقات کا حلقہ سارے ملک اور ساری قوم کو اپنے احاطہ میں لے لے۔

ان معاشرتی تعلقات کے باعث حقوق و فرائض کا معرض وجود میں آنا ناگزیر ہے۔ معاشرے کا ہر فرد جب تک اپنے فرائض پوری ذمہ داری سے ادا نہیں کرے گا نیز جب تک اسے اپنے حقوق کی بازیابی کا یقین نہ ہوگا اس وقت تک صحت مند معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا۔ اس لئے حقوق و فرائض میں اعتدال اور توازن برقرار رکھنا اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو قانون کی طاقت سے اس توازن کو برقرار رکھا جائے اور جو شخص بھی اس توازن کو بگاڑنے کا مرتکب ہو اس کی سرکوبی کر دی جائے اور یا اس کی اخلاقی قوتوں کو بیدار کیا جائے اور ایسے خطوط پر ان کی نشوونما کر دی جائے کہ پھر ہر قسم کے حالات میں وہ راہِ اعتدال پر ثابت قدمی سے چلتا رہے۔ قانون کی عملداری انسانی زندگی کے صرف چند گوشوں تک ہے۔ انسانی زندگی کے بہت سے ایسے گوشے ہیں جہاں قانون کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ نیز ہر کام اگر قانون کے زور سے کرایا جائے تو خلوص وایثار اور محبت و پیار کے غنچے کھل کر پھول نہیں بن سکیں گے۔ اسلام نے حقوق و فرائض میں توازن پیدا کرنے، پھر اسے برقرار رکھنے کے لئے اور معاشرہ کو ہر قسم کی بے راہ روی سے بچانے کے لئے اخلاقی تربیت پر اسی لئے بہت زیادہ توجہ دی ہے۔

اس سے قبل کہ میں "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیثیت معلم اخلاق" کے عنوان پر اظہار خیال کروں، مناسب سمجھتا ہوں کہ لفظ خلق کی تشریح کر دوں تا کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔

علامہ ابن منظور لغت کی مشہور کتاب لسانُ العرب میں لکھتے ہیں:

الخُلُق والخُلْق: السجيّة وهو الدين والطبع والسجيّة و حقيقته انه لصورة الانسان الباطنة وهي نفسه واوصافها ومعانيها المختصّة بمنزلة الخَلق لصورته الظاهرة واوصافها ومعانيها۔

Marfat.com

یعنی خُلق اور خَلق کا معنی خطرت اور طبیعت ہے۔انسان کا باطنی صورت کو مع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کے خُلق کہتے ہیں۔جس طرح اس کی ظاہری شکل وصورت کو خَلق کہا جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو دانش ایمانی اور دانش برھانی دونوں سے مالا مال ہیں، جو حکمت وفلسفہ کے علاوہ نفسیاتِ انسانی کے بھی ماہر ہیں۔خلق کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فالخلق عبارة عن هيئة في النفس راسخة عنها تصدر الا فعال بسهولة ويسر من غير حاجة الى فكر و روية۔(احياء العلوم)

یعنی خلق، نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں۔ان کے کرنے کے لئے سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ وہ اعمال جو کسی سے اتفاقاً صادر ہوتے ہیں یا کسی وقتی جذبہ اور عارضی جوش سے ان کا ظہور ہوتا ہے وہ خواہ کتنے اعلیٰ اور عمدہ ہوں انہیں خلق نہیں کہا جائے گا۔خلق کا اطلاق انہی خصائل وعادات پر ہوگا جو پختہ ہوں۔جن کی جڑیں قلب وروح میں بہت گہری ہوں۔انہی غیر متزلزل اور پختہ صفات پر کامیاب زندگی کا محل تعمیر کیا جاسکتا ہے۔انہی پر اعتماد کرتے ہوئے قومی ترقی اور اصلاح کے منصوبے بنائے جاتے ہیں اور ان پر عمل کیا جاسکتا ہے۔کسی ترنگ میں آکر اگر کوئی شخص غریبوں اور محتاجوں کی امداد کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دے تو ہم اسے سخی نہیں کہیں گے۔جو شخص کسی وقتی جوش کے ماتحت اپنے دشمن پر حملہ کر کے اسے مار گرائے، اسے ہم شجاع نہیں کہیں گے۔اس سے یہ توقع عبث ہے کہ جب بھی اسے میدانِ جہاد میں سر بکف آنے کی دعوت دی جائے گی تو وہ اسے قبول کرے گا۔

اس لئے نیک اور عمدہ خصائل کو پیدا کرنا پھر ان کو اس طرح پختہ اور استوار کرنا کہ وہ ان سے مطلوبہ اعمال کا ظہور اس طرح بے تکلفی سے ہو جس طرح چشمہ سے پانی ابلتا ہے، یا آنکھ اپنے گردوپیش کو دیکھتی ہے، یا کان آواز سنتے ہیں، یہ کیفیت افراد اقوام کی صحت مند ترقی کے لئے جس قدر اہم اور ضروری ہے اسی قدر مشکل اور کٹھن بھی ہے۔اسی کٹھن اور خطرناک مہم کو سر کرنے کے

Marfat.com

لئے حکماء وفلاسفہ نے بڑی کوششیں کیں لیکن ان کے باہمی اختلافات اوران کی نظریاتی کشمکش نے ان کی محنت کو بے ثمر کر دیا۔ وہ یہ طے نہ کر سکے کہ خیر وشر کا معیار کیا ہے؟ ابی قورا اور اس کے ساتھی لذت والم کو خیر وشر کا معیار ثابت کرنے میں اپنی ذہنی قابلیتیں کھپاتے رہے۔ ان کی معتقدات کے معبد میں مدتوں لذت کے صنم کی پرستش بڑی دھوم دھام سے ہوتی رہی۔ زینو جو ایک مستقل مکتبہ فکر (مدرسہ رواقیہ) کا مؤسس تھا۔ اس نے اس کے برعکس نفس کشی، اور لذات سے کلی اجتناب کو خیر کا سرچشمہ قرار دیا۔ افلاطون استاد ہے اور ارسطو شاگرد، اقلیم دانش وحکمت کے دونوں تاجور ہیں، دونوں کی عبقریت شک وشبہ سے بالاتر ہے، دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے، لیکن یہ دو بھی متفقہ طور پر فیصلہ نہ کر سکے کہ خیر وشر کا معیار کیا ہے؟ استاد مثل علیا اور غیر محسوس جہاں کے طواف میں سر گرداں ہیں اور اس کا شاگرد ارسطو، عالم محسوسات سے باہر قدم رکھنا پسند نہیں کرتا۔

یہ ذہنی خلفشار صرف اسی زمانہ کی خصوصیت نہیں جبکہ حکمت وفلسفہ اپنے ابتدائی مراحل میں تھے بلکہ آج بھی جبکہ فکر انسانی کی یلغار سے خلا میں کہرام برپا ہے۔ بے یقینی کی وہی کیفیت ہے۔ ہربرٹ سپنسر، جان لوک اور ہیگل وغیرہ جن فلسفیوں نے علم اخلاق کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان کی گنجلک تحریریں پڑھ کر آپ کا سر چکرانے لگے گا۔ انہوں نے روحوں کو اضطراب، دلوں کو بے چینی اور عقلوں کو بے یقینی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ انہوں نے کسی ایسی راہ کی نشاندہی نہیں کی جو مسافر کو منزل تک پہنچا دے۔ البتہ انہوں نے آبلہ پا راہروں کے راستہ میں تشکیک کے کانٹے بڑی کثرت سے بکھیرے ہیں۔ یقین کی ٹمٹماتی ہوئی شمع جس کی مدھم لو میں افتاں وخیزاں وہ سوئے منزل رواں تھے وہ بھی بجھ گئی۔ ترجمان حقیقت حضرت اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہیگل کا صدف گہر سے خالی ہے اس کا طلسم سب خیالی

انجام خود ہے بے حضوری ہے فلسفہ زندگی سے دوری

افکار کے نغمہ ہائے بے صوت

ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت

Marfat.com

ان کو اپنا راہبر بنانے والوں پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ جب پردہ اٹھتا ہے اور وہ اپنے ممدوح کو اس کے صحیح روپ میں دیکھتے ہیں۔ وہ فضائل، وہ خصائل حمیدہ، وہ اخلاق عالیہ جن کی تعریف میں اس نے صدہا ورق سیاہ کیے تھے اس کی عملی زندگی میں تو ان کا نام ونشان تک نہیں، بلکہ وہ تو رذائل کی دلدل میں کمر کمر تک دھنسا ہوا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرا گروہ جس نے اپنی قوم کے اخلاق کو درست کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں وہ انبیاء کرام کا گروہ تھا۔ ان کی باتیں سادہ اور واضح تھیں، ان کی تعلیمات میں الجھاؤ اور التباس نہیں تھا۔ ان کے ہاں پیچیدہ علمی اصطلاحات کی بھرمار نہیں تھی۔ بلکہ ان کے ارشادات عام فہم اور دلوں میں گھر کر جانے والے تھے۔ انہوں نے خیر وشر کا معیار لذت والم، نفس پرستی یا نفس کشی کو قرار نہیں دیا۔ انہوں نے اخلاق حسنہ کی غرض و غایت بیان کرنے کے لئے سعادت، مسرت، قوت، غلبہ کے مبہم الفاظ استعمال نہیں کیے۔ تاکہ ان کا شارح حسب منشاء ان کو معانی کا لباس پہناتا رہے بلکہ اس کدوکاوش اور جدوجہد کی غرض وغایت رضائے الٰہی کو قرار دے کر ان تمام فکری الجھنوں کو ختم کر دیا۔

اس سے بھی زیادہ جس چیز نے گروہ انبیاء کی تعلیمات کو قبول عام بخشا اور ان کے لئے دلوں کے دریچے کھول دیئے۔ وہ ان نفوسِ قدسیہ کے قول وعمل کی ہم آہنگی اور یکسانیت تھی۔ وہ دوسروں کو جس کام کے کرنے کا حکم دیتے پہلے خود اس پر کاربند ہوتے۔ مزید یہ کہ ان کے یہ اعمال کسی ذاتی غرض اور منفعت سے وابستہ نہ تھے۔ ان کے اقوال کی دل نشینی، ان کے اعمال کا بانکپن اور ان کے خلوص کی مہک نے ان لوگوں کی کایا پلٹ دی، جن کو ان کی صحبت کا فیضان نصیب ہوا۔

لیکن انبیاء سابقین کا دائرہ کار محدود تھا۔ ان کی نصیحت کا مقصد کسی ایک قوم کی یا کسی ایک ملک کے باشندوں کی اصلاح تھا۔ اور وہ بھی محدود وقت تک کے لئے۔ بارگاہِ الٰہی سے یہ شرف اور یہ اعزاز فقط عبد مکرم، رسول معظم رسول اللہ ﷺ کو ارزانی ہوا کہ آپ کی رسالت ہر اسود واحمر، عربی وعجمی، شرقی وغربی کے لئے تھی۔ ارشاد الٰہی ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ

Marfat.com

بشیراً و نذیراً۔ (سبا) ہم نے آپ کو تمام اولاد آدم کی طرف بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کا آفتابِ نبوت تا قیامت نور افشانی کے لئے طلوع ہوا ہے۔ اصلاحِ اخلاق کا فریضہ جو ہر نبی نے اپنے مقام اور حیثیت کے مطابق انجام دیا اس مقصد کی تکمیل کے لئے حضور ﷺ نے اپنے آپ کو وقف فرمایا۔ ارشاد ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں مکارمِ اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچادوں۔ تکمیل اخلاق کا یہ فریضہ حضور سرور عالم ﷺ نے جس حسن وخوبی سے انجام دیا اس کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱) اخلاقی تعلیمات کی جامعیت

(۲) اندازِ تعلیم

(۳) معلّم کی شخصیت

سابق انبیاء کرام کی تعلیمات جو ہم تک پہنچی ہیں ان سے صرف زندگی کے چند گوشوں میں راہنمائی ملتی ہے۔ حضرت ایوبؑ ہمیں مصائب وامراض میں صبر واستقامت کی ایک چٹان نظر آتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے کے فراق میں آنسوؤں کی لڑیاں پروتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی شریعت میں شدت اور سختی کا عنصر غالب ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کوہِ زیتون پر کھڑے اپنے سامعین کو عفو ودرگزر اور، رحمت وشفقت کی تلقین کرتے سنائی دیتے ہیں۔ زندگی کے ایسے گوشے بھی ہیں جہاں ان نفوسِ قدسیہ نے قدم نہیں رکھا۔ اور ایسے نقوش نہیں چھوڑے جن سے آنے والی نسلیں اپنی منزل کا سراغ لگا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے تمام مہجور ومتروک گوشوں کو نورِ ہدایت سے منور کرنے کے لئے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو رحمت للعالمین کی خلعتِ زیبا عطا فرما کر اپنی مخلوق کی چارہ گری کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر اگر سرسری نظر ڈالی جائے تو، ہمیں جہاں زندگی کی بوقلمونیوں کا ایک حسین وجمیل مرقع نظر آتا ہے۔ وہاں جنگ کی شعلہ سامانیاں بھی ہیں اور صلح کی رافت ورحمت بھی، دشمن نفرت

Marfat.com

کے انگارے بھی ہیں اور عقیدتمند اپنی محبت و مودت کے رنگین پھول بھی نچھاور کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم نے محبوب خدا کو حلقہ یاراں میں بھی دیکھا ہے اور حملہ آوروں کے نرغہ میں بھی۔ ہم نے ان کی کاروباری مصروفیتوں کا بھی مطالعہ کیا ہے اور غار حرا کی خلوتوں میں ان کے سوز و گداز کا جائزہ بھی لیا ہے۔ ہم نے انہیں اپنے وطن سے بظاہر انتہائی بے بسی اور بے کسی میں ہجرت کرتے بھی دیکھا ہے۔ اور پھر چند سال بعد اسی شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہونے کا منظر بھی ملاحظہ کیا ہے۔ اپنے اہل و اعیال کے ساتھ ان کے برتاؤ کا ریکارڈ بھی ہمارے سامنے ہے اور اپنے جاں نثار اور وفا شعار ساتھیوں سے حسنِ سلوک کی تفصیلات بھی ہمارے پیش نظر ہیں۔ الغرض زندگی کے وسیع و عریض میدان کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں حبیب کبریا ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ کے حسین و جمیل نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ یہ جامعیت اور یہ ہمہ گیری اسوۂ محمدی ﷺ کے علاوہ کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا ہر آدمی اسی آب زلال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔ اس دار الشفاء میں انسانیت کے ظاہری و باطنی، سیاسی و معاشی، سماجی اور اخلاقی ہر قسم کے ناقابل علاج لوگوں کے لئے اکسیر موجود ہے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو بارگاہِ الٰہی سے جو کتاب منیر مرحمت ہوئی اس کے مندرجہ ذیل مقامات کا ہی اگر آپ مطالعہ کریں تو آپ کو حضور ﷺ کا لایا ہوا نظام اخلاق اپنی تمام تر رعنائیوں اور جملہ زیبائیوں کے ساتھ جلوہ فگن ملے گا۔ سورۃ بقرہ کی آیات ۱۷۶ اور ۱۷۷ المؤمنون کی ابتدائی آیات، سورۃ الفرقان کی آیات ۶۳ تا ۷۴۔

اندازِ تعلیم:

مذکورہ بالا آیات میں اخلاق حسنہ کی اہمیت اور افادیت کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس سے کوئی سلیم الطبع متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے وہ ارشادات جن میں اخلاق حسنہ کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے وہ بھی بڑے دلنشین اور روح پرور ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔ سرور کائنات علیہ التحیات والتسلیمات نماز میں اکثر یہ دعا مانگتے ہیں:

اللھم اھدنی لا حسن الا خلاق لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عن

Marfat.com

سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت (مسلم شریف)

اے اللہ! بہترین اخلاق کی طرف میری راہنمائی فرما! تیرے سوا بہترین اخلاق کی طرف کوئی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور برے اخلاق کو مجھ سے دور کر دے کیونکہ تو ہی برے اخلاق کو مجھ سے دور کر سکتا ہے۔ یہ اس پاک ہستی کی دعا ہے جس کے اخلاق حسنہ کی گواہی عالم الغیب والشھادۃ نے یوں دی ہے۔ وانک لعلی خلق العظیم ۔ (پ۲۹۔ن) یہ اس پیکر خصائل حمیدہ کی دعا ہے جس کا دامن ہر قسم کی نازیبا حرکات کے داغ سے پاک ہے۔ ایسی ہستی جب عجز و نیاز سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کرتی ہوگی تو خود سوچئے صحابہ کرامؓ کے دلوں پر اخلاق حسنہ کی اہمیت کے نقوش کس طرح ثبت ہوتے ہوں گے۔ اہل ایمان کے نزدیک ایمان سے بڑھ کر کوئی قیمتی دولت نہیں۔ حضور ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو جب یہ ارشاد فرمایا ہوگا تو اخلاق کریمہ کی اہمیت ان کی نگاہوں میں کتنی بڑھ گئی ہوگی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقاً۔

"جس شخص کا خُلق بہترین ہوگا تمام مومنین میں سے اس کا ایمان اعلیٰ اور اکمل ہوگا۔"

ہر نیک دل انسان عبادتِ الٰہی میں لذت و سرور محسوس کرتا ہے اور اس کا جی چاہتا ہے کہ یاد الٰہی کی شمع فروزاں رہے اور وہ بصد جان اس پر قربان ہوتا رہے۔ ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص کثرت عبادت پر ناز کرنے لگے اور اخلاق حسنہ کی اہمیت اس کی نگاہوں میں کم ہو جائے۔ اس افتاد سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے محبوب نے تنبیہ فرما دی۔

ان الرجل لیدرک بحسن خلقه درجة قائم الیل و صائم النھار. (ابو داؤد)

انسان اپنے اخلاق کے باعث اس درجہ پر فائز ہو جاتا ہے جو رات بھر ذکرِ الٰہی میں کھڑے رہنے والے اور عمر بھر روزہ رکھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔ کون بندہ ہے جس کے دل میں اپنے پروردگار کی رضا اور محبت کی تمنا چٹکیاں نہ لے رہی ہو۔ اس کا طریقہ بتا دیا گیا۔

احب عباداللہ الی اللہ احسنھم اخلاقاً. (طبرانی)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ وہ محبوب ہوتا ہے جس کے اخلاق پسندیدہ ہوں۔ اس طرح ہر مومن کی یہ خواہش ہوگی کہ اس کے ہادی و مرشد ﷺ کی اس پر نگاہِ لطف و کرم ہو اور قیامت کے روز اسے اپنے آقا کے قرب میں جگہ ملے۔ چنانچہ اپنے مشتاقانِ جمال کو یہ فرما کر بشارت دی۔

ان احبکم الیّ واقربکم منی فی الآخرۃ محاسنکم اخلاقاً وان ابغضکم الی وابعدکم منی فی الآخرۃ مساویکم اخلاقاً۔

"تم میں سے مجھے سب سے پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو خوش خلق ہے اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور روزِ قیامت مجھ سے دور وہ شخص ہوگا جو بد خلق ہے۔

بے شمار ارشاداتِ نبوی ﷺ میں سے چند اقوال پیشِ خدمت ہیں۔ اخلاقِ حسنہ کو اپنانے کی تڑپ پیدا کرنے کے لئے اس سے زیادہ مؤثر اور دلنشین اسلوب کوئی کہاں سے لائے گا۔ جن چیزوں کو اخلاقِ حسنہ کہا گیا ہے وہ کیا ہیں؟ انسانی معاشرہ کا فرد ہوتے ہوئے معاشرہ کے دوسرے افراد کو جو حقوق انسان پر واجب ہیں ان کو حسن و خوبی انجام دینا ہی حسنِ اخلاق کہلاتا ہے۔

ماں باپ، بیوی بچے، پڑوسی، یتیم، بیوہ، سائل، بیمار، مسافر، مجاہد سب کے ساتھ مروت و احسان کرنے کی تاکید ارشاداتِ نبوی ﷺ میں موجود ہے۔ یہ تعلیم اتنی جامع اور ہمہ گیر ہے کہ انسان تو انسان حیوانات و نباتات بھی اس میں داخل ہیں۔ شیر دار جانوروں کو تلف کرنے، پھل دار درختوں کو کاٹنے، لہلہاتے ہوئے کھیتوں کو ویران کرنے، بستے ہوئے گھروں کو اجاڑنے، ان سب چیزوں سے منع کر دیا گیا ہے۔ اسلوبِ تخاطب اتنا شیریں ہے کہ اس کی مٹھاس اور عذوبت روح کی گہرائیوں میں سرایت کر جاتی ہے۔ بخاری شریف میں ایک فاحشہ عورت کا تذکرہ ہے۔ جس کے عمر بھر گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے معاف فرمایا کہ اس نے پیاس سے تڑپتے ہوئے ایک کتے کو پانی پلا دیا تھا۔ بیوہ عورتوں، مسکین لوگوں کی خدمت کو جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ دیا

Marfat.com

گیا ہے بخاری شریف میں ہے:

الساعی علی الارملة والمساکین کالمجاھد فی سبیل اللہ و کالذی یصوم النھار و یقوم اللیل ۔

''بیوہ اور غریب کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اور اس عابد کی مانند ہے جو دن بھر روزہ رکھتا ہے۔ اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔ یتیم کی حفاظت اور کفالت کے شوق کو یوں مہمیز لگائی ہے:

''انا و کافل الیتیم فی الجنة ھکذا۔ '''' کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح ہاتھ کی یہ دو انگلیاں۔''

بیشک معلم اخلاق کی تعلیمات ہمہ گیر اور عالمگیر ہیں۔ اور اس کا اسلوب بیان بھی دلنشین اور لذیز ہے۔ لیکن معلم کریم ﷺ کی شخصیت میں جو دلربائیاں اور رعنائیاں ہیں وہ قلب و نظر کو مسحور کر رہی ہیں۔ اس کی ایک جھلک دیکھ کر دل دیوانہ اور روح سرشار ہو جاتی ہے۔ ان کی ذات والاصفات میں جو بانکپن اور نکھار ہے اس نے ان کی دعوت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس پر خود عمل کر کے نہ دکھایا ہو۔ لوگوں کو سچ بولنے اور امانت میں دیانت کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی تو خود راست گفتاری اور امانت داری کا وہ بلند معیار پیش کیا کہ خون کے پیاسے بھی صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو گئے۔ لوگوں کو وعدہ پورا کرنے کی تلقین کی تو خود اس پر یوں کاربند ہوئے کہ دشمن بھی عش عش کر اٹھے۔ آپ کو معلوم ہے جب قیصر روم نے ابو سفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا تا کہ حضور ﷺ کے اخلاق و کردار کے بارے میں دریافت کرے۔ ابو سفیان اس وقت اسلام اور رسول اسلام کا سخت دشمن تھا۔ لیکن اس کو بھی مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ آپ کے اخلاق بڑے بلند ہیں۔ وہ قول کے پکے اور بات کے سچے ہیں۔ عرب کے بدو اور اجڈ لوگ حضور ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر حضور ﷺ کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کا وقت آتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اس کی بنیادیں کھود رہے ہیں۔ پتھر اور

Marfat.com

گارا اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حبیب ﷺ بھی ان کے ساتھ کام میں برابر شریک ہے۔ غزوہ احزاب کے موقع پر جب عرب کے سارے مشرک قبائل نے مدینہ طیبہ پر دھاوا بول دیا ،اسلام کے اس مرکز کے دفاع کے لئے خندق کھودنے کا منصوبہ طے ہوا۔ صحابہ کرامؓ کی طرح حضور ﷺ ہاتھ میں کدال لئے خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ گیسوئے عنبریں پر مٹی گر رہی ہے، روئے زیبا پر گرد پڑ رہی ہے۔ اس روح پرور منظر کو دیکھ کر مجاہدینِ اسلام پر کیف و مستی کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ بے خودی کی حالت میں یہ شعر پڑھتے ہیں۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّداً

عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

''ہم وہ جاں فروش ہیں جنہوں نے محمد مصطفےٰ ﷺ کے دستِ مبارک پر تادم واپسیں جہاد کرنے کی بیعت کی ہے۔''

سرور عالم ہادی برحق ﷺ ان کے جوشِ ایمانی کو دیکھ کر جواباً فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الآخِرَةْ

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ الٰہی میرے انصار اور مہاجرین کو بخش دے

لشکرِ اسلام میدانِ بدر کی طرف کوچ کر رہا ہے۔ تین تین سپاہیوں کے لئے ایک ایک سواری کا انتظام ہو چکا ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے بھی اپنی سواری میں سیدنا علیؓ اور مرثدؓ بن ابی مرثد کو شریک کر لیا ہے۔ مدینہ طیبہ سے جب قدسیوں کا یہ لشکر نکلتا ہے تو حضور ﷺ اونٹنی پر سوار ہیں، مقررہ مسافت طے کرنے کے بعد حضور ﷺ اتر جاتے ہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیتے ہیں۔ کہ ان میں سے ایک سوار ہو جائے۔ وہ عرض کرتے ہیں۔ کہ ان کی باری میں بھی حضور ﷺ ہی سوار رہیں اس سے انہیں روحانی مسرت ہو گی۔ حضور ﷺ جانتے ہیں کہ یہ پیشکش صدقِ دل سے کی جا رہی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کو اچھی طرح علم ہے کہ حضور ﷺ کا مقام

Marfat.com

اقدار عالیہ کے معلم اور استاد کا ہے۔ حضور ﷺ ان کی اس مخلصانہ پیش کش کو قبول نہیں فرماتے بلکہ انہیں یوں جواب دیتے ہیں:

مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰی مِنِّیْ وَلَا اَنَا اَغْنٰی عَنْکُمَا مِنَ الْاَجْرِ.

کہ نہ تم مجھ سے طاقتور ہو اور نہ یہ بات ہے کہ تمہیں مجھ سے زیادہ اجر و ثواب کی ضرورت ہے۔ چرخ پیر نے بھی یہ منظر کا ہے کو دیکھا ہوگا کہ لشکر کا سپہ سالار، امت کا سردار، اور مجاہدین کا محبوب قائد ناقہ کی نکیل ہاتھ میں لئے پیدل چل رہا ہے۔ اور ایک سپاہی اونٹنی پر سوار ہے۔ یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس نے سب کے دلوں کو مسخر کیا، یہی وہ اخلاق کریمانہ تھے جنہوں نے سب کو حضور ﷺ کی محبت کا اسیر بنا لیا۔ یہی وہ سیرت کا بلند معیار تھا۔ جس نے عرب جیسی وحشی درندہ صفت اور درشت قوم کو کاروانِ انسانیت کا امام بنا دیا۔ اس معلم اخلاق کی تربیت سے وہ امت تیار ہوئی جس کے بارے میں خالقِ دو جہاں نے فرمایا:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔(آلِ عمران)

"تم بہترین امت ہو، جسے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

Marfat.com

﴿یادِ الٰہی سے غفلت﴾

اور اس کی دنیوی واُخروی سزا

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى . قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا. قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى. (سورۃ طٰہٰ)

برادران اسلام! میں نے سورۃ طٰہٰ کی تین آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو، اپنے محبوب کے غلاموں کو ذکر کی ترغیب دے رہا ہے کہ تم میرا ذکر کیا کرو، تم میری یاد کیا کرو، تم میری عبادت سے اپنے لئے سرمایۂ سعادت حاصل کیا کرو، اور ان لوگوں کے حشر سے اور ان لوگوں کے انجام سے ہمیں تنبیہ کرتا ہے۔ جو جان بوجھ کر از روئے نخوت وغرور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اس کے ذکر سے منہ موڑتے ہیں۔ ان کا جو انجام ہوتا ہے اس دنیا میں ان کو جو سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن ان سے جو سلوک ہوگا اس کو مولائے کریم بیان فرماتے ہیں۔ اس بیان کا مدعا اور مقصد یہ ہے کہ میرے بندے اور میرے محبوب کے غلام اس راستہ پر نہ چلیں جس راستہ پر چلنے کی یہ سزا ہے، ان لوگوں کے طریقہ کار کو اختیار نہ کریں جن کی زندگی ایسی گزرے گی، جن کا انجام کار ایسا ہوگا، تو ان کے ذکر کرنے سے حقیقت میں مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اور اس کے محبوب کے غلام اس کی یاد کی شمع کو ہمیشہ روشن رکھیں، اور پروانوں کی طرح اس پر قربان ہوتے رہیں، اس پر نثار ہوتے رہیں۔

ذکر الٰہی کا تارک سزا کا مستحق ہے: "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ. "جو شخص میری

Marfat.com

یاد سے منہ موڑ لیتا ہے۔ من موصولہ ہے۔ جو بھی امیر ہو، غریب ہو، عالم ہو، جاہل ہو، اس کی حیثیت معاشرہ میں کوئی بھی ہو۔ اللہ پاک فرماتے ہیں۔ یہ کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ یہ کلمہ بیان کیا جارہا ہے کہ "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي ."

جو شخص بھی بڑے سے بڑا متمول، بڑے سے بڑا سیٹھ، بڑے سے بڑے اعلیٰ خاندان کا فرد، بڑے سے بڑے اعلیٰ عہدے پر متمکن آفیسر، بڑے سے بڑا وزیر، کے باشند، سب کے لئے میرا ایک ہی فیصلہ ہے، سب کے لئے میرا ایک ہی حکم ہے۔ وہ کیا ہے: "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي." جو منہ موڑ لیتا ہے میرے ذکر سے، میری یاد سے تو میں انہیں دو سزائیں دیتا ہوں۔

غور سے سننے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قرآن کریم کی آیات ہیں اس سے بڑھ کر اور ہمیں سچی بات کہاں سے ملے گی۔ اس سے بڑھ کر اور ہمیں ہدایت کا راستہ کون بتائے گا۔ جو اللہ کی کتاب نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ کمی ہم میں صرف یہ ہے کہ ہم سنتے ہیں، غور کرتے ہیں، لیکن بھول جاتے ہیں۔ اس کو یاد رکھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر یاد بھی رکھتے ہیں تو اس پر عمل پیرا ہونے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

قرآن کریم اس لئے آیا تھا کہ ہم اسے پڑھیں، ہم اسے سمجھیں، ہماری زندگی کا ہر قدم جو شاہراہ حیات پر اٹھے وہ اس کی ہدایت کے عین مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي ."

غفلت ذکر کی سزائیں:

جو ہمارے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے تو ہم اس کو دو سزائیں دیتے ہیں۔ کس میں قوت ہے کہ ان سزاؤں کو برداشت کر سکے۔ اگر آپ ان سزاؤں کو برداشت کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ خدا کی نافرمانی کرتے رہیں، اس کی یاد کی شمع کو بجھائے رکھیں، اور اس کے ذکر سے روگردانی کئے رکھیں، لیکن یاد رکھیں! کہ آپ تو ان سزاؤں کی ہوا بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے اپنی طاقت پر نظر رکھتے ہوئے ہمیں اس راستہ پر چلنا نہیں چاہئے جس کی ذمہ داریاں اور جس کا انجام ہمارے

Marfat.com

لئے نا قابلِ برداشت ہو، فرمایا۔

"ومَن اعرض عن ذکری فان لهٗ معیشة ضنکا"

جو شخص میری یاد سے منہ موڑتا ہے، میری ذکر سے منہ موڑتا ہے، ہم زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتے ہیں۔

(۱) بے کیف زندگی:

کیوں اے انسان! خدا کے ذکر سے محروم رہتا ہے، میں یہ کام کرلوں، میں دوکاندار ہوں یہ گاہک آرہا ہے، میں کیسے دکان بند کر کے مسجد میں چلا جاؤں۔ میں کیسے تسبیح لے کر درود شریف پڑھنے لگ جاؤں۔ میں کیسے وظیفہ کرتا رہوں، میرے دولت کمانے کا وقت گزر جائے گا۔

ایسے آدمی جو دنیا کی عزت، دنیا کی عیش و عشرت کے لئے اپنی ساری کوششیں ساری توانائیاں وقف کر دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو وقت نہیں ملتا خدا کی یاد کا، خدا کے ذکر کا، اس کے دربار میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہونے کا مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ ہم صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک دولت کمائیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوں تا کہ ہم فارغ البالی سے اطمینان کے ساتھ اور مسرت کے ساتھ زندگی گزاریں۔ لیکن مولائے کریم فرماتا ہے: "یہ تمہارا تجزیہ درست نہیں ہے، عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے۔ اطمینان اور آرام حاصل کرنے کا یہ راستہ نہیں ہے جو تم نے اپنایا ہوا ہے۔ جن لوگوں نے اس راستہ کو اپنایا ہوا ہے۔ جن لوگوں نے اس راستہ کو اپنایا ہے۔" فان لهٗ معیشة ضنکا. "اس کو ہم عیش و آرام نہیں دیتے اس کو ہم اطمینان عطا نہیں کرتے، اس کو طمانیت نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ ہم کیا کرتے ہیں اس پر زندگی کا جامہ تنگ کر دیتے ہیں۔ اس کا دل بے قرار رہتا ہے، اس کا دل بجھا بجھا رہتا ہے، اس کی طبیعت افسردہ افسردہ رہتی ہے، اس کی روح پر مردنی چھائی رہتی ہے، کبھی خوشی کا احساس تک نہیں ہوتا، اس سے ہم زندگی کی خوشیاں چھین لیا کرتے ہیں، اس پر زندگی کا جامہ ہم تنگ کر دیا کرتے ہیں، ہم دیتے ہیں اس کو سب کچھ لیکن اس کے استعمال سے اسے محروم کر دیتے ہیں۔ بنک بھرے

Marfat.com

ہوتے ہیں، دولت کے اس کے پاس انبار لگے ہوتے ہیں۔ اس کی دولت اور اس کے اثاثوں سے لیکن کوئی چیز نصیب نہیں ہوتی۔

فرمایا! جو میری یاد سے اور میرے ذکر سے منہ موڑتا ہے اس دنیا میں تو ہم اس کو سزا دیتے ہیں کہ جس مقصد کے لئے اس نے نماز نہیں پڑھی جس وجہ سے اس نے جماعت کی پابندی نہیں کی۔ جس وجہ سے اس نے ذکر الٰہی کی محافل میں شرکت نہ کی۔ وہ سوچتا رہا کہ اگر میں ادھر وقت صرف کروں گا تو میں دولت نہیں کما سکوں گا۔ تجارت کو نہیں چمکا سکوں گا۔ میرے کاروبار کو فروغ نصیب نہیں ہوگا۔ میرا وقت ضائع ہوگا۔ میرا قیمتی گاہک مجھ سے چھن جائے گا اور میں اس سے نفع کمانے سے محروم ہو جاؤں گا۔ یہی چند چیزیں ہوا کرتی ہیں جو ہمیں خدا کے ذکر سے محروم کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں میری یاد کا چراغ بجھا کر خوشی کی چاندنی کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا" بڑے سے بڑے واقعات اس آیت کی تصدیق کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی شہادت دیتے ہیں۔

فورڈ کی حالت کا واقعہ:

فورڈ کی حالت کا واقعہ آپ نے سنا ہوا ہے فورڈ ایک بہت بڑا امریکہ کا صنعت کار ہے، جس کے ٹرک بھی ہیں، بسیں بھی ہیں، جس کی کاریں بھی ہیں، جس کی جیپیں بھی ہیں، اور دنیا کی ساری سڑکوں پر اس طرح کثرت سے رینگ رہی ہوتی ہیں کہ جس طرح چیونٹیاں رینگ رہی ہوتی ہیں۔ اور اس کی سال کی آمدن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جس کے لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں ٹرک گھوں گھوں کر رہے ہیں، دنیا بھر میں بسوں پر بسیں رینگ رہی ہیں اور کاریں محوِ سفر ہیں، تو آپ اندازہ لگا لیجئے کہ ا ں کی آمدن کا کیا حال ہوگا۔ اس کی دولت کا تو ہم اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں۔

اللہ پاک فرماتا ہے!

جو میری یاد سے منہ موڑتا ہے، میں اس کی زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتا ہوں، دولت اس کے پاس بے شمار ہے، روپیہ اس کے پاس بے حد و حساب ہے، تو ثروت کی تو کوئی حد ہی

Marfat.com

نہیں ہے۔ لیکن مولائے کریم نے سب کچھ دے کر محروم کر دیا۔ اسے کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی۔ سوائے گندم کے اس چھان کے جس کو آپ اپنی بکری کا اپنی گائے کا اور اپنے جانوروں کا چارہ بنانے کے لئے الگ کر دیتے ہیں۔

اس کے حصے میں خدا کی ان گنت نعمتوں میں سے اگر کوئی نعمت تھی تو وہ آٹے سے نکلا ہوا چھان تھا۔ جس کو آپ کی بکریاں بھی کھانا پسند نہیں کرتی ہیں۔ اس کی اس کے لئے روٹی پکتی تھی، اس میں معمولی سا نمک ڈال دیا جاتا تھا۔ اس کے بغیر نہ اسے دودھ ہضم ہوتا تھا، نہ ڈبل روٹی ہضم ہوتی تھی، نہ آم کھانا نصیب ہوتا ہے نہ مکھن نصیب تھا، نہ گھی نصیب ہوتا تھا۔ نہ دنیا کی ان نعمتوں میں سے اسے کوئی چیز نصیب ہوتی تھی۔ اسکے حصے میں خدا کی نعمتوں میں سے وہ چیز جس کو آپ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں، جس کو ہم اپنی زبان میں ''چھان'' کہتے ہیں اس کی وہ روٹی پکا کر کھاتا تھا، تو اس کا دن گزرتا تھا۔ اور کوئی چیز زبان پر لاتا تھا تو اس کی جان پر بن آیا کرتی تھی۔ تو دولت کی فراوانی سے زندگی کی مسرتیں نصیب نہیں ہوتی۔ وہ دیتا بھی ہے اور استعمال کرنے سے محروم بھی کر دیتا ہے۔ اس سے بڑا بدبخت انسان کون ہوسکتا ہے کہ سب کچھ ہے لیکن دیکھتا رہتا ہے کھا نہیں سکتا، استعمال نہیں کر سکتا، یہ اس کی حسرت بالائے حسرت ہے ایک تو نہ ہو نہ کھائے۔ ہو بھی سہی اور کھائے نہیں۔ اس کے نوکر کھا رہے ہیں، اس کے مہمان کھا رہے ہیں، اس کے عزیز رشتہ دار کھا رہے ہیں اور جس نے کارخانہ بنایا ہے اس کے حصے میں آٹے کا چھان آئے تو اس سے بڑی بدقسمتی اور بدنصیبی بھی کوئی ہوسکتی ہے۔ فرمایا یہ سمجھو کہ دولت تم زیادہ کما لوگے، اگر کسی منصب اعلیٰ پر فائز ہو جاؤ گے، اگر بڑا عہدہ مل جائے گا۔ تو تمہاری زندگی کے آنگن میں خوشیوں کی چاندی چھٹکنے لگے گی۔ یہ نہیں ہے خوشی اس کو ہوتی ہے جس کو ہم عطا کرتے ہیں، راحت اس کو نصیب ہوتی ہیں جو ہمیں یاد کرتا ہے۔ اطمینان کا چراغ وہاں جلایا جاتا ہے، جہاں میرے ذکر کی شمع روشن ہوتی ہے۔

'' وَمَن اعرض عن ذکری فان لهٗ معیشة ضنکًا

Marfat.com

جو میری یاد سے منہ موڑتا ہے ہم اس کی زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتے ہیں۔ اس کی بے اندازہ نعمتیں جو اس نے ہمیں عطا فرمائیں ہیں آپ اندازہ فرمایئے ان نعمتوں میں سے ایک نعمت وہ ہم سے واپس لے لے زندگی کا سارا لطف جاتا رہے۔ بڑی بڑی کوٹھیاں ہوں، بڑی بڑی جہاز نما کاریں ہوں سب کچھ ہو لیکن اگر اولاد نہ ہو تو انسان ان کوٹھیوں کو دیکھ کر جلنے لگتا ہے۔ کہ میں نے بڑی محنت سے بڑی کوشش سے یہ عمارت تیار کی تھی جب کل میرا جنازہ اٹھے گا تو معلوم نہیں یہاں کون میرے دشمن میرے شریک آ کر آباد ہوں گے۔ اس کو خوشی ہوتی ہے ان کوٹھیوں کو دیکھ کر یا اس کا دل جلتا ہے؟ تو یہ خوشیاں دولت سے حاصل نہیں ہوتیں، یہ اس کے ذکر سے حاصل ہوا کرتی ہیں۔

تو فرمایا ! جو لوگ اس لئے مجھے یاد نہیں کرتے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، ہمارے پاس فرصت نہیں ہے، کیسے کام چھوڑ کر مسجد میں جائیں، کہاں تک مولوی صاحب کا انتظار کرتے رہیں، کہ ان کے پیچھے نماز پڑھ کر پھر آئیں، ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے، اتنے بے کار نہیں ہیں۔ ہماری تو مصروفیتوں کی کوئی حد نہیں ہے، اس لئے ہمیں فرصت نہیں ملتی۔ فرمایا تم اس لئے مجھے یاد نہیں کرتے کہ تمہارے پاس دولت کی فراوانی ہے اور دولت کی فراوانی حاصل کر کے تم خوش رہنا چاہتے ہو۔

ایں خیال است و محال است و جنون

خوش وہ نہیں ہوتا ہے جس کے پاس روپوں کے انبار ہوں۔ خوش وہ ہوا کرتا ہے جسے میں خوش کرتا ہوں۔

ہندوستانی سیٹھ:

یہاں ہندوستان میں ایک سیٹھ تھا۔ جس کی چونے کی کئی فیکٹریاں تھیں۔ کراچی میں، سکھر میں اور کئی مقامات پر پاکستان بننے کے بعد بھی اس کی کئی سیمنٹ کی فیکٹریاں اور کئی دوسرے کارخانے تھے۔ اس کی دولت کا کبھی ہم لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔ لیکن سیٹھ [illegible] دیکھئے کہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر کے ساتھ کیا کیا؟ اس کے مقدر میں یہ کیا

Marfat.com

کہ باجرہ کا آٹا اس میں گھی نہیں ڈال سکتا۔ اس میں وہ مکھن نہیں ملا سکتا۔ اس میں کوئی اور چیز آمیزش اور ملاوٹ نہیں کر سکتا تھا۔ پانی میں وہ ڈال کر اس میں تھوڑا سا نمک ڈال کر آگ پر رکھ کر اس کو سینک دے کر وہ کھاتا تھا، تو اس کو ہضم ہوتا تھا۔ اور اگر اس کے علاوہ اور کوئی چیز منہ میں ڈالتا تھا تو اس کو وہ پریشان کر دیتی تھی اور اس کو طرح طرح کی بیماریوں کی آماجگاہ بنا دیتی تھی۔

سب کچھ دے کر وہ محروم کر دے وہ اس بات پر قادر ہے، ان سے ہم لوگ اچھے ہیں، صحت ہے، دودھ پیتے ہیں، گوشت کھاتے ہیں، مرغ کھاتے ہیں، طرح طرح کی نعمتیں ہیں، ان گنت پھل ہیں، ابھی آموں کا موسم ختم ہوا ہے نئے پھل آ رہے ہیں۔ جو چیز بھی کھاتے ہیں وہ ہضم ہو جاتی ہے۔ ہم بہتر ہیں یا وہ ارب پتی لوگ جنہیں صرف دیکھنے اور ترپانے کے لئے مولائے کریم یہ چیزیں دیتا ہے۔ وہ دیکھ تو سکتے ہیں، ہاتھ نہیں لگا سکتے، منہ میں نہیں ڈال سکتے۔ تو کون خوش نصیب ہے ہمارے جیسے غریب لوگ یا وہ دولت مند لوگ، جن کو ان کا کھانا نصیب نہیں ہوتا۔

"ومَن اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃ ضنکا"

کبھی دولت آ جاتی ہے اور کاروبار ترقی کرتا ہے، کارخانوں پر کارخانے بنتے جا رہے ہیں۔ اولاد نافرمان اور نالائق ہو جاتی ہے۔ کبھی وہ شراب کے جرم میں چالان ہو رہی ہے، کبھی ہیروئن سمگل کر رہی ہے اور اس میں اس کو دھرا جا رہا ہے، کبھی کسی مصیبت میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی آفات اور بلیاتِ زمین و آسمان سے ہمیں بچائے تو ہم بچ سکتے ہیں ورنہ ہم پر تو ہر طرف سے بلیات کے تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ جس سے بچنے کی بجز اس کے اور کوئی سبیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ومَن اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃ ضنکا"

ہم اس کی زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتے ہیں۔ صبح سے شام کرنا اور شام سے صبح کرنا اس کے لئے دوبھر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ حالت ہوتی ہے جو میری یاد کے چراغ کو بجھا دیتا ہے اس دنیا میں اور حشر کے دن اور قیامت کے دن اس کی کیا حیثیت ہوگی۔

" ونحشر هم يوم القيامة أعمى. " اور قیامت کے دن جب ہم قبروں سے اٹھائیں گے، تو ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

جس نے میری یاد کو بھلایا، جس نے بھی میرے ذکر کی شمع کو گل کیا جس نے میری طرف سے منہ موڑا، جس نے دنیا کے پیچھے اپنی ساری عمرا کارت کر دی۔ ضائع کر دی۔ تو دنیا میں اس کا یہ حال ہے کہ خوشیاں اس کو نصیب ہی نہیں ہوتیں۔ راحت اس کے قریب بھی نہیں آتی اطمینان کا اس کو تصور تک بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ نعمتیں جو ہم اپنے بندوں کو عطا کرتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے نصیب نہیں ہوتیں جو میرے ذکر سے منہ موڑتے ہیں یہ دنیا کی بات ہے دنیا کی زندگی اچھی ہو یا بُری گزر جاتی ہے۔ وہ فنا پذیر ہے، وہ ختم ہو جانے والی ہے، انسان طرح طرح کی تکلیفوں میں بھی کانٹوں پر لیٹ کر بھی تو اس کو گزار سکتا ہے۔

بات تو کریں اگلی زندگی کی جس نے کبھی ختم ہونا ہی نہیں، وہ زندگی جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ جس کا کوئی انجام ہی نہیں ہے۔ اس زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو میں کیا سزا دوں گا۔

" ونحشر هم يوم القيامة أعمى. "

جب قیامت کے دن وہ قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس کو میں اندھا کر کے اٹھاؤں گا، اس کے دیکھنے کی قوت سلب کر لی جائے گی۔ ہر طرف سے اندھیرا ہی اندھیرا، اسے چاروں طرف سے تاریکی اندھیرے میں لئے ہوگی۔ کوئی چیز اسے دکھائی نہیں دے گی۔ ہاتھ سے ہاتھ نہیں سوجھتا ہوگا۔

" قَالَ ربِّ لم حشر تني اعمىٰ وقد كنت بَصِيْراً. "

جب اسے کہیں کچھ نظر نہیں آئے گا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ ہر طرف تاریکی ہی

Marfat.com

ریکی ہوگی۔کوئی چیز بھی نظر نہیں آئے گی۔تو وہ آنکھیں ملے گا۔میری تو آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں،میری بینائی تو بڑی تیز تھی،سب سے پہلے انتیسویں کا چاند میں دیکھا کرتا تھا۔آج مجھے کیا ہو گیا ہے،مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے،کوئی چیز نہیں دکھائی دے رہی ہے۔تو اللہ تعالی کی جناب میں عرض کرے گا۔

ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی . '' یا اللہ میری تو اچھی بھلی آنکھیں تھیں،آخر دم تک میری بینائی درست رہی تھی اور مجھے بڑی تیز بینائی تو نے عطا کی تھی۔

ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی . '' آج تم نے میری بینائی کیوں سلب کر لی ہے،آج میری دیکھنے والی آنکھوں کو تو نے دیکھنے سے کیوں محروم کر دیا ہے،آج مجھے کیوں نابینا کر کے اٹھایا گیا ہے۔یا رب العالمین اس کی کیا حکمت ہے:

دوسری سزا:

قیامت کے دن پہلی سزا تو یہ ہوگی کہ جب قبر سے اٹھے گا تو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔کوئی چیز اسے سجھے گی نہیں کوئی چیز اسے نظر نہیں آئے گی،تو وہ پوچھے گا

'' ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی . ''یا اللہ ایسا کیوں ہے؟ آج مجھے کیوں کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے؟ میری بڑی خوبصورت آنکھیں،میری بڑی تیز بینائی تھی۔میں تو باریک سے باریک چیز دور سے دیکھ لیتا تھا۔میں نے زندگی بھر کبھی عینک استعمال ہی نہیں کی تھی۔

'' ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی . '' یا اللہ تو نے مجھے کیوں اندھا بنا کر اٹھایا ہے قبر سے۔اللہ تعالی اس کا جواب ارشاد فرمائیں گے:

'' کذلک اتتک ایتنا فنسیتھا. '' اللہ اکبر! وہ دن یاد ہے تجھے جب میری آیتیں پڑھ پڑھ کر تجھے سنائی جاتی تھیں،تمہیں سمجھائی جاتی تھیں،ان آیات کے مطابق زندگی اس قالب میں ڈھالنے کی تمہیں تلقین کی جاتی تھی۔

'' کذلک اتتک ایتنا . ''میری آیتیں تیرے پاس آئیں،ہماری نشانیاں تیرے پاس

Marfat.com

آئیں، ہمارا کلام تجھے پڑھ کر سنایا گیا، تمہیں سمجھایا گیا اور اس کے اسرار بے نقاب کر کے تمہارے سامنے رکھے گئے۔ "فنسیتھا." اور تم نے ان میں سے کوئی بات بھی یاد نہ رکھی!

اللہ اکبر! ان میں سے کسی چیز کو تو نے قابل اعتبار نہ سمجھا ہر چیز تو نے بھلا دی۔ ہر چیز تو نے فراموش کر دی۔ صرف دنیا ہی کی طلب میں تو ہانپتا کانپتا وقت گزارتا رہا، اور زندگی کا اپنا ہر ہر سانس تو نے دولت کمانے میں صرف کر دیا۔ لیکن میری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں۔ میرے ذکر کی تجھے دعوت دی جاتی تھی، تو نے ان تمام چیزوں کو بھلا دیا، فراموش کر دیا۔

"کذالک الیوم تنسی." "اس وقت تو نے میری آیتوں کو بھلایا، آج میری رحمت نے تجھے فراموش کر دیا۔ اور جس کو خدا کی رحمت فراموش کر دے اس کو کہیں پناہ مل سکتی ہے؟ اس کی نجات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ اس کے لئے بھی کوئی ایسا مقام ہے جہاں اسے راحت واطمینان نصیب ہو سکے، تو جو آدمی اللہ تعالی کے ذکر سے منہ موڑتے ہیں، دنیا ان کی ایسے گزرتی ہے اور قیامت کے دن ان کا حشر یہ ہوگا۔ ہم ان کی ظاہری سج دھج کو دیکھتے ہیں۔ ان کی ظاہری برق رفتار کاروں کو اڑتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ہم ان کی بڑی بڑی کوٹھیوں کو دیکھتے ہیں۔ ہمارے منہ میں پانی آجایا کرتا ہے۔ خدا کی قسم! ان کا دل چیر کر دیکھیں تو اس دنیا ہی میں ان کے دلوں میں وہ قیامت برپا ہے کہ سکون نام کی کوئی چیز گویا ان کے حصے میں کبھی آئی ہی نہیں۔

Marfat.com

﴿بشر کی حقیقت﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم ۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْم ۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ.(المئومنون)

برادران اسلام! جب تک کسی چیز کی قدرو قیمت کا اندازہ نہ ہووہ نہ تو اسے صحیح طور پر استعمال کرسکتا ہےاور نہ صحیح طور پراس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ایک نادان اور ناواقف آدمی کے ہاتھ آپ ہیروں کی ایک لڑی دے دیں،اس کے نزدیک اس کی کوئی قدرو قیمت نہیں، یونہی اس کو ضائع کر دے گا یونہی اس کو پھینک دے گا۔ایک ناواقف آدمی کو آپ کستوری دے دیں اسے پتہ ہی نہیں اس کا مقصد کیا ہے؟اس کا فائدہ کیا ہے؟ نہ اسے صحیح طور پر استعمال کرسکتا ہے نہ اس سے فائدہ اٹھا سکے گا۔تو ضروری ہے کہ جب تک انسان کسی چیز کی صحیح طور پر قدرو قیمت نہیں پائے گا وہ نہ اس کو صحیح طور پر استعمال کر سکے گا نہ ہی اس سے فائدہ اٹھا سکے گا۔

اللہ تعالی نے یہ آیت ہمارے سامنے بطور آئینہ رکھا ہے۔جس میں اس نے ہمیں اپنے آپ کو پہچاننے کا سبق دیا ہے۔تم نے صحیح طور پر اپنے آپ کو پہچانا نہیں ہے،تم نے صحیح اپنی قدرو منزلت کو جانا نہیں ہے۔تمہیں نہیں معلوم کہ زندگی کتنی قیمتی ہے، تیرے سانس کتنے انمول ہیں اور جب تک تمہیں اپنی قدرومنزلت کا علم نہ ہوتم کو اپنی زندگی کی عزت وعظمت کا پتہ نہ ہو، جب تک کہ سانسوں کی جو حقیقت ہے اس سے آگاہ نہ ہو،تم اپنی زندگی کو صحیح طور پر صرف نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالی نے ہمیں یہ جو نعمت عظمٰی عطا فرمائی ہے اس کو پہچاننے کے لئے اس آیت کریمہ کا آئینہ ہمارے سامنے رکھا ہے تا کہ ہم اس میں غور کریں،اسکو سمجھیں اور اس کی قدرو قیمت کو پہچانیں۔تو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا

Marfat.com

اے میرے بندو! تم نے یہ کیا گمان کر رکھا ہے، تم نے یہ کیا سوچ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے فائدہ پیدا کیا ہے، پیدا کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے، تمہیں پیدا کرنے کی کوئی غرض و غایت نہیں ہے، کسی مقصد کی تکمیل کے لئے تمہاری تخلیق نہیں ہوئی یونہی ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے جس طرح بچے ریت کے گھروندے بناتے ہیں ان کے پیش نظر کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ بنانے کے بعد پاؤں کی ٹھوکر سے انہیں توڑ دیتے ہیں۔ نہ ان کو اپنی محنت کے ضائع ہونے کا ارمان ہوتا ہے، نہ اس گھروندے کے گرنے کا کوئی خوف ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ بنایا ہے، بے مقصد تخلیق کیا ہے تمہارے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کوئی غرض و غایت نہیں۔ جس انسان کو زندگی کی قدر و منزلت کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ یونہی اپنی زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو ضائع کرتا رہتا ہے یونہی برباد کرتا ہے اور اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کرتا پہلے بھی بارہا آپ کو یہ بتانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور مہربانیاں ان گنت ہیں، بے شمار ہیں، بڑی قیمتی ہیں، بڑی گراں بہا ہیں، بڑی بے بہا ہیں۔ لیکن جتنی بھی ہیں سب کا کوئی نہ کوئی بدل اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ اگر کسی انسان کی بڑی قیمتی بھینس ہو دس پندرہ سیر دودھ دیتی ہو۔ خوبصورت بھی ہو۔ ساری چیزیں ہوں۔ لیکن خدانخواستہ اگر کسی کی ایسے قیمتی بھینس مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اس سے بھی خوبصورت اس سے بھی زیادہ دودھ دینے والی بھینس عطا فرمائے ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟

اگر کسی کی کار کسی حادثہ کا شکار ہو جائے ضائع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس سے خوبصورت اس سے پائیدار، اس سے بہتر کار عطا فرما دے۔ یا کوئی اور چیز ہے۔ آپ نے کوئی مکان بنایا ہے وہ جل گیا ہے یا سیلاب آیا ہے وہ گر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس سے زیادہ خوبصورت محل عطا فرما دیتا ہے۔ جتنی بھی چیزیں ہیں اگر انسان کا اکلوتا بیٹا ہے۔ سب رشتوں سے عزیز اور قیمتی رشتہ ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے بھی خوبصورت اس سے

Marfat.com

بھی سعادت منداس سے بھی زیادہ نیک بخت بچہ عطا فرما دیتا ہے۔اس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں، یہ اس کی نعمتیں ہیں بڑی قیمتی نعمتیں ہیں۔ بڑی بیش بہا نعمتیں ہیں۔لیکن یہ جتنی نعمتیں ہیں ان کا معاوضہ ہوسکتا ہے، ان کا بدل ہوسکتا ہے۔البتہ ایک ایسی نعمت ہے جس کا کوئی بدلہ نہیں، جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے، جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے وہ کیا ہے؟ زندگی کا ہر سانس جو ایک مرتبہ آپ لے لیتے ہیں، پھر وہ کسی قیمت پر آپ پر لوٹایا نہیں جاتا۔ جو دن آپ نے گزار دیا اگر چاہیں کہ واپس آجائے آپ کڑوروں روپے بھی خرچ کر دیں تب بھی وہ دن واپس نہیں آئے گا۔زندگی کے یہ شب و روز زندگی کی یہ راتیں، یہ ایسی قیمتی نعمتیں ہیں، یہ ایسے بیش بہا متاع گراں ہے کہ جن کا بدل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی نہیں ہے۔نعم البدل تخلیق ہی نہیں کیا ہے، کہ جو سانس آپ لے لیں وہ لوٹ کر واپس نہیں آئے گا۔ جو دن تم گزار دو گے وہ دن واپس لوٹ کر نہیں آئے گا۔ جو رات تم بسر کرو گے تم کتنی ہی کوشش کرو، تم جتنی گراں قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ وہ رات واپس نہیں آئے گی۔ بڑی قیمتی نعمتیں ہیں بڑی بیش بہا ہیں۔ان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ پروردگار عالم نے ان کا بدل بنا دیا ہے ان کا معاوضہ بنا دیا ہے اگر وہ ضائع ہو جائے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے بہتر چیز عطا فرما دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ جو تمہیں زندگی عطا فرمائی ہے یہ زندگی کے دن اور راتیں جو تمہیں عطا فرمائی ہیں، یہ اتنی قیمتی ہیں اتنی گراں بہا ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل بنایا ہی نہیں۔ جو سانس ایک مرتبہ لے لیا لے لیا پھر دوبارہ واپس نہیں آئے گا۔ جو دن گزار لیا گزار لیا پھر آپ جتنے جتن کریں وہ رات اور دن بدل نہیں آئیں گے۔ زندگی ایسی قیمتی چیز ہے کہ اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے جو انسان اتنی قیمتی چیز کو بے دردی سے ضائع کرتا ہے صبح سے لے کر شام تک گزار لیتا ہے۔شام سے لے کر صبح تک گزار لیتا ہے۔اسے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کیونکر دن گذر گئے میں نے رات کیسے بسر کی ہے کسی مقصد کی طرف پیش قدمی نہیں کی ہے۔ تو اس انسان سے زیادہ کوئی کم عقل نہیں ہوسکتا اور کوئی ناشناس اور کم شکر انسان نہیں ہوسکتا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت کو رائیگاں کر دیا، ضائع کر دیا۔اس کی صحیح قدر و قیمت کو نہیں جانا تو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْن.

یونہی اپنا وقت ضائع کرنے والا، یونہی اپنے کاروبار میں دن اور راتیں بسر کرنے والا، یونہی دنیا کے تماشوں میں زندگی کو تماشا سمجھنے والا اور یونہی اس زندگی کو بے کار کرنے والا اور ضائع کرنے والا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں بے کار پیدا کیا گیا ہے۔ بس پیدا ہوئے، زندگی گزار دی اور مر گئے یہ بات نہیں ہے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک مقصد کے لئے۔ تم ایسے مسافر نہیں ہو جس کے سامنے منزل نہ ہو۔ تم ایک خاص منزل کے راہرو ہو۔ اگر اس راستے پر چلتے رہو گے تو ایک دن تمہیں یہ راستہ منزل تک پہنچا دے گا۔ اور جب دنیا سے تم رخصت ہو جاؤ گے تو تمہیں ارمان نہیں ہو گا اور اگر تم ادھر ادھر دھکے کھاتے رہو گے۔ حشر تو آئے گا جب آئے گا، میزان عدل رکھا جائے گا تو جب رکھا جائے گا، نیک اعمال تولے جائیں گے جب تولے جائیں گے لیکن جب اس دنیا سے چلنے کا وقت آئے گا تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ تو زندگی کی بازی ہار کر جا رہا ہے یا یہ بازی جیت کر جا رہا ہے تو ارشاد ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْن.

اے میرے بندے! اے انسان! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں یونہی پیدا کیا گیا ہے؟ بلکہ!

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم. (التین)

میں نے تجھے ساری مخلوق سے زیادہ خوبصورت پیدا کیا ہے چاند تیرے حسن کے مقابلے میں ماند ہے، کلیاں تیرے حسن کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، پھولوں کی مہک تیرے مقابلے میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی، موتی قیمتی ہیں لیکن تیرا اک بار آنکھ بھر کر دیکھنا اس کی جو قدر و قیمت ہے اس کے مقابلے میں کوہ نور کی بھی کوئی قدر نہیں ہے اور لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَم ساری مخلوق سے تجھے چن کر تیرے سر پر کرامت کا تاج سجایا ہے۔ تو ایسی چیز ہے جسے احسن تقویم بنایا گیا ہے جس کے سر پر کرامت کا تاج سجایا گیا ہو کیا وہ بے مقصود ہو سکتی ہے کیا وہ بے معنی ہو سکتی ہے فرمایا!

Marfat.com

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا.

تم کیا یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا فرمایا تمہارے پیدا کرنے کا کوئی مدعا نہیں ہے، تم آوارہ گرد مسافر ہو اور کسی منزل کی طرف رواں دواں نہیں ہو۔ بلکہ تمہاری ایک متعین منزل ہے تمہارا ایک مخصوص مقام ہے تمہارا ایک مقصد ہے جس پر زندگی کی تگ ودو کے بعد پہنچنا ہے۔ اگر تم اپنی زندگی کی قدر و قیمت نہیں پہچانو گے تو بازی ہار جاؤ گے منزل سے دور ہو جاؤ گے جو زندگی کا مدعا ہے وہ تمہیں حاصل نہیں ہو گا۔ تو اے میرے بندے دیکھ تو سہی میں نے اپنی ساری کائنات سے تجھے خوبصورت بنایا ہے۔ چاند بھی تیرے حسن کے سامنے ماند ہے سورج بھی تمہارے سامنے ہیچ ہے۔ ستاروں کی بھی تمہارے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ پھولوں کی مہک بھی تمہارے سامنے لاشی ہے۔ حسن میں اور صلاحیتوں میں تو بے مثال ہے۔ لاجواب ہے میں نے کرامت کا تاج تیرے سر پر سجایا ہے۔ ویسے تو میں نے بڑی بڑی چیزیں بے شمار پیدا کیں ہیں۔ اتنا بڑا اونٹ اتنا اونچا اور لمبا، تیرے چند سالوں کا بچہ اس کی ناک میں نکیل ڈال کر چلتا ہے دس پندرہ من بوجھ بھی اس پر لدا ہوتا ہے۔ اس اونٹ کی مجال نہیں ہوتی ہے کہ تیرے اس چھ سات سال کے بچے کی نافرمانی کرے۔ میں نے تجھے اتنی عزتیں عطا فرمائیں۔ میں نے جو تجھے اتنی شانیں عطا فرمائیں ہیں۔ وہ گھوڑا جس کی قوت اور تیز رفتاری اور توانائی کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ میں نے اسے اس لئے بنایا ہے کہ تو اس کی پیٹھ پر سوار ہو، باگ تیرے ہاتھ میں ہو گی تو چاہے گا تو وہ کھڑا ہو جائے گا۔ اور تو اشارہ کرے گا تو وہ چل پڑے گا اور تو اشارہ کرے گا تو وہ دوڑ پڑے گا۔ اور تو چاہے گا تو آہستہ چلے گا۔ ہر چیز کو میں نے تیرے تابع بنا دیا ہے تو جس چیز کو میں نے اتنی عزت دی کیا وہ بے مقصد ہو سکتی ہے۔ وہ چیز بے مقصد نہیں ہو سکتی۔ اور جو اپنے آپ کو اس طرح سمجھتے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو پہچانا ہی نہیں۔ انہیں اپنی قدر و قیمت و منزلت کا علم ہی نہیں اور ان کو اس علم پر آگاہی نہیں کہ مولائے کریم نے ان کو کیا عزت اور کیا سرفرازی عطا فرمائی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا.

اے انسانو! غفلت کی چادر تان کر سارا دن اور ساری رات سونے والو، فضول کاموں میں اپنا سارا دن برباد کرنے والو تم کیا کر رہے ہو۔ اس طرح تو بچے بھی نہیں کھیلا کرتے۔ ایسی قیمتی چیزوں کے ساتھ تو بچے بھی اس طرح نہیں کیا کرتے جس طرح تم اپنی زندگی کے قیمتی صبح و شام ضائع کر رہے ہو۔ خود سوچو ہم نے تمہیں بے مقصد اور بے غرض پیدا نہیں کیا ہے۔ تمہارے سامنے ایک منزل ہے تمہارے سامنے ایک مقصد ہے اس منزل تک رسائی حاصل کرنے میں ہی تمہاری کامیابی کا راز مضمر ہے تو ارشاد فرمایا:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا. جن کے ذہن اور دل کی تختی پر کوئی استاد کوئی مرشد کامل یہ سبق لکھ دے۔ وہ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کو ایسا استاد مل جائے جو ان کی منزل متعین کر دے کہ اے میرے شاگرد تو ادھر سے ادھر آوارہ گردی کے لئے نہیں آیا۔ تو نے ہر قدم منزل کی طرف اٹھانا ہے۔ تو نے ہر سانس لینا ہے تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے لینا ہے تو اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا. کیا تم یہ سوچ رہے ہو کہ تمہیں یونہی پیدا کر دیا گیا ہے۔ کوئی پتھروں کو پوجا رہا ہے کوئی آگ کے آگے جھک رہا ہے کوئی ستاروں کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہے، کوئی سورج کے سامنے سر جھکا رہا ہے، کوئی کسی کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے۔ اے انسان! یہ ساری کائنات تو تیری تابع ہے تجھے تو اس لئے بنایا گیا ہے کہ تیرا سر صرف میری جناب میں جھکے۔

دو لاکھ کا یا دس لاکھ کا گھوڑا ہو۔ وہ بھی جب کھانا کھائے گا، پانی پئے گا سر نیچے جھکائے گا تب اس کے منہ میں گھونٹ پانی کا جائے گا۔ شہباز تب کھانا کھائے گا جب سر نیچے جھکائے گا۔ شیر جو جنگل کا بادشاہ ہے جس کی ایک گرج سے سارا جنگل لرز اٹھتا ہے۔ اتنی صولت والا اور اتنے دبدبے والا شیر وہ بھی جب کوئی چیز کھائے گا تو اپنی گردن نیچے جھکائے گا۔ تب اس کے منہ میں لقمہ جائے گا تب وہ اپنا پیٹ بھر سکے گا۔ شہباز ہو، کوئی چیز ہو، جب بھی کھانا کھائے گی

Marfat.com

سر نیچے جھکائے گی۔ لیکن اے انسان! میں نے تیری اس طرح تخلیق کی ہے کہ ہر چیز اٹھ کر
تیرے منہ میں جاتی ہے۔ تجھے سر جھکانے کی ضرورت نہیں کہ تو سر نیچے کرے تب تیرے منہ میں
لقمہ آئے۔ سر نیچے کرے تب تیرے منہ میں پانی کا گھونٹ آئے۔ تیری گردن بلند رہے گی ہر
چیز تیرے منہ میں آئے گی۔ جھکنا نہیں پڑے گا۔ اگر تجھے جھکنا ہے تو میری جناب میں جھکنا
ہے۔ جو انسان اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے جو شخص اپنی منزل کا شناسا ہے۔ وہ جب اس دنیا سے
رخصت ہوتا ہے اسے کسی قسم کا ارمان نہیں ہوتا۔ اس کو ندا آ رہی ہوتی ہے۔

(يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِىْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً.)(الفجر)

اے! میری محبت میں: اے! میرے فراق میں: اور میرے ہجر میں رو رو کے پروانے کی طرح
اور ماہی بے آب کی طرح اپنی راتیں اور دن بسر کرنے والے یہ موت کا پیغام تیرے لئے فنا کا
پیغام نہیں ہے ہم تم کو اس رنگین دنیا سے نکال کر اس اندھیرے کالے گڑھے میں نہیں ڈالنا چاہتے
بلکہ کہتے ہیں۔

"اَلْمَوْتُ جَسْرٌ" "يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ"

موت تو ایک پُل ہے ایک طرف تو ہے اور دوسری طرف تیرا محبوب ہے اور جب تک
موت کے پل سے تو نہیں گزرے گا تجھے اپنے محبوب کی ملاقات نصیب نہیں ہوگی۔
تو ہمارے لئے موت فنا کا پیغام نہیں ہے ہمارے لئے موت وصالِ یار کا پیغام ہے۔ تو اللہ
تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ يَا اَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ اے نفس مطمئنہ جس نے میری [illegible]
میرے ذکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ سن اب ہجر کی رات ختم ہونے والی ہے۔ [illegible] راق کی منزل
انجام پذیر ہونے والی ہے تیری بے تابیاں، تیری بے چینیاں [illegible] یری اشکباریاں، تیری دیدہ
ریزیاں ان کی مدت ختم ہونے والی ہے۔ او [illegible] منزل انجام پذیر ہونے والی ہے اور محبوب
حقیقی اپنے جمال جہاں آرا سے [illegible] عانے والا ہے۔
اِرْجِعِىْ [illegible] ى رَبِّكِ۔ لوٹ آ! اپنے رب کی طرف۔ اگر آپ اس آیت مبارکہ پر غور

Marfat.com

فرمائیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا آ جا اپنے رب کی طرف بلکہ فرمایا اِرْجِعِی اِلٰی رَبِّکِ۔ لوٹ آ اپنے رب کی طرف اور لوٹنا کہاں ہوتا ہے جہاں پہلے انسان ہو اور وہاں سے چلا گیا ہو اور پھر واپس اس جگہ آئے گا۔ تو ہم کہیں گے کہ لوٹ آیا۔ اگر آپ بھیرہ کے رہنے والے ہیں اور کچھ مدت ملازمت کے لئے کاروبار کے لئے یا کسی اور کام کے لئے لاہور یا ملتان چلے گئے ہیں اور کچھ مدت کے بعد جب آپ بھیرہ واپس آتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ لوٹ آیا ہے۔ اصل جگہ اس کی بھیرہ تھی۔ باہر جانے کے بعد جہاں اس کا اصل ٹھکانہ تھا وہاں لوٹ آیا ہے۔

پہلی مرتبہ اگر لاہور جائیں پہلی مرتبہ اگر آدمی کراچی جائے تو یوں کہا جائے گا کہ فلاں آدمی کراچی آیا فلاں آدمی لاہور آیا لیکن یہ کوئی نہیں کہے گا کہ یہ لوٹ کر کراچی آیا۔ یہ لوٹ کر لاہور گیا۔ تو لوٹ آنا اس کو کہتے ہیں کہ جہاں سے آدمی گیا ہو وہاں سے پھر واپس آ جائے تو اس کو لوٹنا کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِرْجِعِی اِلٰی رَبِّکِ. جہاں سے گیا تھا اپنے رب کی جناب سے چند شب و روز گزارنے کے لئے۔ فرقت کے لمحے گزار لینے کے بعد اب پھر اس رب کے حضور لوٹ آ۔ کس طرح لوٹ آ، آپ نے تھانے دار کے پاس جانا ہے، ڈی سی سے ملاقات کرنی ہے، کسی اور مارشل لاء کے دفتر میں عدالت میں جانا ہو تو خواہ انسان بے گناہ ہی ہو پھر بھی دل میں دھڑکا سا لگا رہتا ہے نہ جانے تھانے دار ایسا ویسا ہے میری بے عزتی نہ کر دے کہیں مجھے جیل میں نہ ڈال دے۔ خوامخواہ انسان کے دل میں دھڑکا سا لگا رہتا ہے تو جب یہ کیفیت ہوتی ہے۔ کسی اعلیٰ افسر کے پاس جاتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے اس سے بڑا کوئی بادشاہ ہے، اس سے بڑا کوئی حاکم ہے، اس سے بڑا قوت والا اور زور والا ہے اس کی جناب میں لوٹ کر جانا ہے تو انسان گھبراتے نہیں۔ مولائے کریم اپنے بندے سے فرماتا ہے آ جا میرے پاس گھبرا نہیں۔ پریشان ہو کر نہیں، ڈرتے ہوئے نہیں بلکہ کس طرح رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اس طرح لوٹ آ! میں تجھ سے راضی تو مجھ سے راضی۔ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً لوٹ آ! اے میرے بندے لوٹ آ! لڑکھڑاتے ہوئے نہیں، پریشان

Marfat.com

ہوتے ہوئے نہیں، تیرے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں، تیرا دل تھر تھر کانپ رہا ہو، نہیں بلکہ اس طرح لوٹ آ! کہ تو مجھ سے راضی میں تجھ سے راضی۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سبحان اللہ! فصاحت و بلاغت کے سمندر جو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اہل نظر ہی اسے پہچان سکتے ہیں۔

ایک بزرگ قریب المرگ ہوئے تو حاشیہ نشین گھبرا کر کہنے لگے توبہ کرو، استغفار کرو، بڑا سخت دور آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا بھئی میں تو اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں غفور بھی ہے، رحیم بھی ہے۔ میں کوئی تھانے دار کے پاس جا رہا ہوں کہ ڈرتا ہوا جاؤں۔ میں تو اپنے پروردگار کے پاس جا رہا ہوں جو رحیم بھی ہے جو کریم بھی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کہ جب میرے بندے میرے پاس آتے ہیں تو کس طرح آتے ہیں وہ ڈرتے ہوئے نہیں آتے۔ بوکھلائے ہوئے نہیں آتے، روتے ہوئے نہیں آتے، بلکہ کس طرح آتے ہیں راضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً آجا میرے بندے! تو مجھ سے راضی میں تجھ سے راضی اس سے بڑھ کر اور کوئی انعام ہو سکتا ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کوئی اور کرم نوازی ہو سکتی ہے؟ لیکن یہ ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو اپنی زندگی کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔ کہتے ہیں شب قدر سال میں ایک بار ہوتی ہے۔ اور پتہ بھی نہیں چلتا غفلت میں گزر جاتی ہے۔

تو کسی نے خوب کہا:

ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

اگر تو نے اوقات کی قدر کو پہچان لیا تو ہر رات تیری لیلۃ القدر ہے تیری ہر رات شب قدر ہے۔ بندے کا کام تو قدم اٹھانا ہے اور منزل پر پہنچانا نہ ہمارے بس کی بات ہے نہ ہم میں یہ قوت اور طاقت ہے منزل پر پہنچانا اس کریم کی اپنی ذمہ داری ہے۔ قدم اٹھانا تیرا اور میرا کام ہے اور جو کہے کہ میں راہی ہوں میں مسافر ہوں اور قدم نہ اٹھائے اس کو کبھی منزل پر نہیں پہنچایا جاتا۔ قدم اٹھانا تیرا کام ہے اور منزل تک پہنچانا اس رب کریم کا کام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ.

اے میرے بندو! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی پیدا کر دیا۔ گپیں شروع کیں تو گپیں ہی ہانکتا رہا۔ حقہ ٹھنڈا ہوا تو پھر آگ جلائی تازہ تمباکو ڈالا حقہ بھی پیتے رہے اور گپیں بھی ہانکتے رہے۔ اسی حالت میں بارہ بجا دیئے۔ ہماری زندگی ایسی بے کار نہیں ہے یہ مہلت ایسی بے حقیقت نہیں ہے کہ تو اسے فضول پانی کیطرح زمین پر بکھیرتا جائے بلکہ اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے ایک ایک ساعت ایک ایک گھڑی قابل قدر ہے۔ وہ طالب علم جو اپنے وقت کی قدر کرتا ہے اور منزل پر پہنچنے کی سعی کرتا ہے وہ کامیابی کی منزل پر فائز ہوتا ہے۔ وہ عابد جو اپنا ہر ہر سانس اللہ تعالی کے ذکر میں قربان کرتا ہے اس کو محبوبیت کا تاج پہنایا جاتا ہے۔ غفلت کی نیند سونے والے بے کار باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنے والے زندگی کی ان قیمتی گھڑیوں کو ضائع کرنے والے یہاں بھی ناکام ہوتے ہیں اور اللہ تعالی معافی دے اگلے جہان میں [illegible] کی حالت قابل رحم ہوگی۔ تو مولائے کریم تم سے فرما رہا ہے اے میرے پیارے بندے! میں نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے سامنے تمام فرشتوں کو حکم [illegible]

(فَاسْجُدُوْا لِاٰدَمَ)

(بقرہ) کہ آدم علیہ السلام کے سامنے جھک جاؤ۔! آپ غور فرمائیں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں بے شمار چیزیں ہیں۔ بڑی بھی ہیں، معمولی بھی ہیں، زمین بھی ہے آسمان بھی لیکن جتنی چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"(اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ)" (یٰس) ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں بس کن کہتے ہیں اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ زمین کا یہ فرش۔ اندازہ بھی نہیں جس کی وسعت کا، صرف **کن** کا فیض ہے۔ یہ آسمان کا سائبان اور ان گنت ستارے یہ عرش اور کرسی اور یہ بلندیاں یہ جنت یہ بہاریں ساری کی ساری کیا ہیں۔ لفظ کن کا کرشمہ ہیں۔ لیکن اے انسان! کیا تجھے کن سے پیدا کیا گیا ہے؟ نہیں تجھے کن سے پیدا نہیں کیا گیا۔ عرش کو کن سے پیدا کیا، فرشتوں کو کن سے پیدا کیا، ہر چیز کو کن سے پیدا کیا لیکن اے مشتِ خاک اے انسان؟ تجھے کن سے پیدا نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں۔اے شیطان! میں نے جو تجھے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر۔بد بخت تجھ کو کس چیز نے روکا کہ تو نے اس کو سجدہ نہ کیا۔جس کو میں نے کن سے پیدا نہیں کیا بلکہ قدرت کے ہاتھوں سے پیدا کیا۔کائنات کی ہر چیز اور ہے لیکن اے انسان تو اور ہے تو قدرت کے دونوں ہاتھوں کی تخلیق کا شاہکار ہے۔اور شیطان بد بخت کس چیز نے تجھے منع کیا ہے کہ تو میرے اس بندے کو سجدہ نہ کرے۔جس بندے کو میں نے کن سے پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔یہ کلام حق ہے۔ہم لوگ اس کا معنیٰ سمجھتے نہیں۔معنیٰ کچھ اور ہوتا ہے۔ہمارے ذہن میں اس کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے۔بشر کس کو کہتے ہیں۔انسان کو بشر کہنے کی وجہ کیا ہے؟ بشر اس کو کہتے ہیں جس کو ہاتھ لگایا جائے۔تو چونکہ تیرے ابا جان کو تیرے رب نے اپنی قدرت کے ہاتھ لگا کر پیدا کیا ہے اس لئے بشر کہا ہے۔جہاں تیرا مقام ہے وہاں نہ جبریل کی رسائی ہے وہاں نہ میکائیل کی رسائی ہے۔نہ وہاں اسرافیل کی رسائی ہے۔جب بھی مقابلہ ہوا سب نے ہار کھائی ہے۔تجھ سے وہ واقعہ حضرت سلیمان کا جس کو سب جانتے ہیں۔جب آپ نے اپنے ہم محفلوں سے کہا جبکہ بلقیس آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہو چکی تھی۔فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت اٹھا کر میرے سامنے پیش کرے۔(قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ)(النمل) جن بھی آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تو قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ کسی عام جن نے نہیں کہا عفریت بہت توانا اور بہت طاقتوران کا سردار تھا،اس نے کہا کہ اگر چہ آپ شام میں ہیں اور سبا ملک یمن میں ہے اور ہزار ہا میل کی مسافت ہے،درمیان میں ہزار ہا صحرا ہیں،پہاڑ ہیں،جنگلات ہیں لیکن اگر آپ مجھے ارشاد فرمائیں اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ اس سے پیشتر کہ اپنی محفل برخاست کر کے کھڑے ہوں وہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔آپ نے فرمایا غلام ہو سلیمان کا اور اس معمولی سے کام کے لئے اتنی دیر،مجھے ایسے غلام کی خدمت کی ضرورت نہیں ہے اور تم میں سے کون ہے۔ایک غلام اٹھا جو آپ کا امتی تھا اور انسان تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

علم کا زیور عطا فرمایا تھا۔ اس نے عرض کی (قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ) (النمل)

آپ مجھے حکم دیجئے، آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے سبا کے ملک سے وہ تخت اٹھا کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں۔ عفریت جن نے کہا اتنے گھنٹے دیجئے وہ کام جو مہینے کی مسافت کا ہے آپ کی محفل برخاست کرنے سے پہلے آپ کے قدموں میں حاضر کر دیتا ہوں آپ کی غیرت سلیمانی برداشت نہ کر سکی کہ معمولی سا کام اتنی دیر میں۔

وہ چیزیں جو ہمارے سامنے پہاڑ اور کوہ ہمالیہ ہوا کرتی ہیں وہ اللہ کے مقبول بندوں کے سامنے ذرے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کبھی آپ ہرن پور کے اسٹیشن سے گزرے ہیں۔ تو ایک قبرستان وہاں ہے وہاں قبرستان میں ایک چھوٹا سا روضہ نظر آئے گا۔ وہاں پیر سیال کا ایک غلام آرام فرما رہا ہے۔ جو حضور غریب نواز خواجہ شمس العارفین کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک دفعہ سیال شریف جا رہے تھے گرمی کا موسم تھا سفر کرتے کرتے تھک گئے راستے میں ایک لوہار کی دوکان آ گئی آپ نے سوچا کہ یہاں سے پانی بھی پی لوں گا اور تھوڑا سا ستا بھی لوں گا۔ پھر تازہ دم ہو کر سفر شروع کروں گا۔ آپ اس کی دکان میں داخل ہوئے دیکھا وہاں ایک بڑا سا پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس پر ایک بزرگ بیٹھا ہوا ہے کسی نے بتایا کہ یہ شاہ صاحب ہیں ہمارے مہمان ہیں۔ ہمارے پیر ہیں۔ تو آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ سادات کرام جنہیں کسی استاد نے ٹھیک نہ کیا ہو ان کی نخوت اور ان کا انداز بھی کچھ اوپرا سا ہوتا ہے۔ ان کو بہت برا لگا کہ یہ کون آدمی ہیں کہ میرے ساتھ مل کر بیٹھ گیا۔ اس بزرگ نے کہا کہ تجھے علم نہیں کہ میں سید ہوں۔ یوں ہی آ کر میرے پاس بیٹھ گئے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ ناچیز بھی سید ہے وہ بزرگ کہنے لگا جو آدمی بھی آتا ہے اپنے آپ کو سید کہتا ہے، اگر تم سید ہو تو یہ جو آئرن پڑی ہے وہ اٹھا کر میرے سامنے لاؤ۔ پہلے تو آپ پر جھجک سی طاری ہو گئی۔ پھر آپ نے کہا پیر سیال پیر سیال، وہ بھاری بھرکم پتھر اڑ کر وہاں آپ کے قدموں میں آ گئی۔ پھر آپ نے کہا پیر پٹھان وہ آئرن اڑ کر اپنی جگہ چلی گئی۔ پھر آپ نے سفر جاری کیا اور سوچا کہ میں حضور غریب

Marfat.com

کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کروں گا۔ جب آپ سیال شریف پہنچے تو حضور پیر سیال خواجہ شمس العارفین نے جاتے ہی ارشاد فرمایا شاہ صاحب اتنی چھوٹی سی بات پر گھبرا گئے۔! خدا کی قسم اگر تم اس کو بھی اشارہ کرتے تو وہ بھی اٹھ کر تیرے قدموں میں حاضر ہو جاتا۔ جو باتیں ہمیں مشکل نظر آتی ہیں اللہ کے بندوں کے سامنے ان کی کیا حقیقت ہے ان کی کیا اہمیت ہوا کرتی ہے۔

قال عفريت مِن الجنّ اَنَا اٰتيک به قبل اَن تقوم مِن مقامک.

اس سے بیشتر کہ آپ اپنی محفل برخاست کر کے کھڑے ہوں میں تخت بلقیس اٹھا کر آپ کے قدموں میں حاضر کروں گا یہ سن کر غیرت سلیمانی برداشت نہ کر سکی ہو سلیمان کا غلام اور ہونے سے کام کے لئے اتنا بڑا وقت، کوئی اور ہے جو یہ کام کرے قَالَ الَّذِی عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ۔ وہ اٹھا جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ. اس سے بیشتر کہ آپ اپنی آنکھ بند کر کے کھولیں۔ ہزار ہا میل کی مسافت پر سینکڑوں پہرے داروں میں کمروں میں بند کیا ہوا جس پر قفل لگے ہوئے ہیں تالے لگے ہوئے ہیں۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں جاؤں گا بھی آؤں گا بھی۔ اس مقام سے تخت نکالوں گا بھی اور لا کر تیرے قدموں میں بھی رکھ دوں گا۔ لیکن دیر کتنی لگے گی آنکھیں بند کر کے کھولنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ ایک سیکنڈ سے بھی کم۔ آپ نے فرمایا یہ میری سلیمانی شان کے لائق ہے، سلیمان کا غلام ایسا ہونا چاہئے آپ نے آنکھ بند کی، آنکھ بند کر کے کھولی تو دیکھا کہ تخت آپ کے قدموں میں موجود تھا۔ تو میں عرض کر رہا تھا وہ تخت ہزار ہا میل کی مسافت سے لے کر آیا تھا۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی تھا یا نہیں تھا۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی ہو اس میں یہ طاقت ہے کہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں تخت بلقیس اٹھا کر لائے اور قدموں میں لا کر رکھ دے اور جو قرآن کا عالم ہو اور محمد عربی ﷺ کا غلام ہو اس کی شان کیا ہوگی:

نظرت الیٰ بلاد اللہ جمعا

کخردلۃ علیٰ حکم اتصال

Marfat.com

حضرت غوث اعظم جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کی ساری کائنا
طرف آنکھ بھر کر دیکھا تو مجھے اس طرح نظر آئی جس طرح ہتھیلی پر سرسوں کا دانہ نظر آتا ہے۔
کے لئے ہوتا ہے جس کے دل کی آنکھ بیدار ہوتی ہے، تو ہر چیز اس کی تابع فرمان ہوتی ہے۔
کہہ رہا تھا اے میرے بندو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بے کار پیدا کیا ہے
ہوئے، جوان ہوئے، بوڑھے ہوئے اور مر گئے۔ یہ نہیں بلکہ میں نے تمہیں اس لئے پیدا کیا
میں نے تمہیں اس لئے تخلیق کیا ہے کہ تم اللہ کے حضور حاضر ہوتا کہ اس کی رحمت کا سحاب کر
سایہ فگن ہو۔

(وآخر دعونا ان الحمد اللہ رب العلمین .)

Marfat.com

شاہین علماء کے لئے لائحہ عمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم. اللھم لک الحمد علی کبریائک ولک
شکر علی نعمائک وعلی حبیبک المصطفی ورسولک المرتضی
عبدک المجتبی الف الف صلوۃ وسلاما کما تحب و ترضی و علی آلہ
وصحبہ ومحبیہ الی یوم الدین.

عزیزان ارجمند! انسان کی گراں بہا متاع اس کی زندگی کے ماہ وسال اور روز وشب ہیں جس نے ان کی قدر و قیمت کو پہچانا اور ان سے مقدور بھر استفادہ کی کوشش کی اس کے دونوں عالم سنور جائیں گے اس دنیا میں بھی وہ عزت ووقار کی زندگی بسر کریگا اور روز محشر بھی اس کے سر پر رحمت ومغفرت کا تاج سجایا جائیگا اور جس نے ان لحات کی قدر نہ پہچانی اور ان کو ضائع کرتا رہا دونوں جہانوں میں وہ خائب وخاسر رہیں گے ہادی انس وجاں مرشد عقل ودل ونگاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات طیبات سے وقت کی قدر و قیمت کے بارے میں اپنی امت کو مختلف انداز میں متوجہ فرمایا ہے ایک بڑی ایمان افروز حدیث ہے رحمت عالم ﷺ اپنی امت کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

علامة اعراض اللہ تعالیٰ عن العبد اشتغالہ بما لا یعنیہ

اپنے بندے سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت کے پھر جانے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنا قیمتی وقت بے سود مشاغل میں برباد کرتا رہے۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ. کسی کے اسلام کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ وہ ایسے امور کو اپنی زندگی کے لائحہ عمل سے خارج کردے جو بے سود اور بے فائدہ ہوں۔ نیز سرور دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی غور طلب ہے۔

Marfat.com

اُطْلُبُوْ العلم من المهد الى اللحد: جب تم پنگھوڑے میں بچپنے کے ایا
رہے ہو اس وقت سے لیکر لحد میں لٹائے جانے تک حصول علم میں کوشاں رہو۔

جس امت کے ہادی برحق نے اپنے وقت کو ضائع کرنے سے روکا ہو اور انہیں گونا
مصروفیات سے فرصت کے ان لمحات کو پوری دانشمندی سے استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی
امت اگر زندگی کے ان لمحات کو ضائع کرتی ہے اور بڑی بے دردی سے اس کو لہو ولعب کی اور
آرام کی نذر کرتی ہے تو اس سے بڑی نادانی اور کیا ہو سکتی ہے یہاں میں حضرت فاروق اعظم
ایک بصیرت افروز ارشاد گرامی بھی اپنے عزیزان کی نذر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اگر عزیزان
ارشاد فاروقی کو اپنے دل میں جگہ دیں گے اور اس پر کاربند ہونے کے لئے دل سے کوشاں ر
گے تو جن بلندیوں اور رفعتوں پر وہ پہنچیں گے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

علامہ محمد آلوسی نے سورۃ الم نشرح کی آخری آیت "فاذا فرغت فانصب" کی تفسیر
کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظمؓ کا ایک دل افروز قول نقل کیا ہے جو ہم لوگوں کے لئے از بس
مفید ہے اسے پیش کرتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ اسے خوبصورت لکھ کر ایسی جگہ آویزاں
کریں جہاں آپ کی نگاہ اکثر پڑتی ہو آپ فرماتے ہیں۔" انى لا كره ان ارى احد ك
غافلا سبهله لا فى عمل دنياه لا فى عمل اخرته"(روح المعانی)

میں اس بات کو سخت ناپسند کرتا ہوں کہ میں تمہیں نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں نہ تم دنیا کا کوئی
کام کر رہے ہو اور نہ تم اپنی آخرت کو سنوار رہے ہو۔

آپ نے غافلا کے ساتھ سبھلا کا وزنی اور رعب دار لفظ استعمال فرمایا ہے اور خود ہی اس کی
تشریح بھی فرمادی ہے۔ یعنی بیکار نکما جسے نہ دنیا کی فکر نہ عاقبت کا اندیشہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے صبح سے شام
تک وقت ضائع کرتا رہتا ہے یہی فاروقی تربیت تھی جس کی برکت سے امت مسلمہ نے چند سالوں
میں مشرقی اور مغربی عالمی طاقتوں پر فتح حاصل کر لی تھی اور اپنی عظمت کے پرچم گاڑ دیئے تھے۔

جس بے دردی سے آج ہم اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں اور جس سنگدلی سے ہم اپنے

Marfat.com

ذاتی اور ملی فرائض کی ادائیگی میں کاہلی اور بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہیں انہیں دیکھ کر خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے فاضل نوجوانو! جتنا عرصہ آپ اس گہوارہ علم ودانش میں رہے ہیں اس ناچیز نے اور آپ کے اساتذہ کرام نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ وقت کی قدر و قیمت کا نقش صحیح طور پر آپ کے لوح قلب پر ثبت کریں اور آپ کو الوداع کہنے سے پہلے یہ ناچیز ایک بار پھر وہی سبق دہرانا چاہتا ہے اللہ کرے آپ کو اپنے آقا ﷺ کے کلمات طیبات اور حضرت فاروق اعظم کا یہ از حد قیمتی جملہ ہمیشہ یاد رہے اور اس کی روشنی میں آپ سفر حیات طے کرتے ہوئے جب اپنی منزل پر پہنچیں تو آپکے استقبال کے لئے آنے والے فرشتے آپ کے رب کی طرف سے یہ نوید جانفزا آپ کے گوش گزار کر رہے ہوں۔ یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی میں صرف زبانی اس نصیحت پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا بلکہ آپ کی خدمت میں ایک لائحہ عمل پیش کرتا ہوں جس پر آپ اگر صدق دل سے عمل پیرا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل آپ کو ان عظمتوں سے نوازے گا اور ان رفعتوں اور بلندیوں پر پہنچائے گا کہ آپ کو اپنی زندگی کے بارے میں قطعی کوئی ارمان نہیں رہے گا۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے فارغ التحصیل طلبہ زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ہیں۔

ا۔ تدریس

(الف) اسلامی عربی مدارس کے مدرسین (ب) کالجز میں لیکچررز

(ج) سکولز میں اساتذہ

2- مبلغین

(الف) مساجد میں خطیب (ب) عساکر پاکستان میں خطیب

Marfat.com

(ج) اندرون پاکستان۔(د) عوامی مبلغین

3۔ سرکاری اداروں میں ملازمین

4۔ نجی اداروں میں ملازمین

5۔ بیرون ملک

ہمارے فضلاء جو زندگی کے ان مختلف شعبوں میں متعین ہیں وہ اپنے فرائض منصبی کو انجام دے رہے ہیں لیکن ان کے وہ فرائض منصبی اتنے وسیع نہیں ہیں جو ان کے یومیہ چوبیس گھنٹوں کو احاطہ کئے ہوئے ہیں یقیناً فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد بھی ان کے پاس کافی وقت بچ جاتا ہے بجائے اس کے کہ وہ بیکار مشغلوں میں اسے برباد کریں میں چاہتا ہوں کہ ان کی زندگی کا ہر لحہ اس طرح صرف ہو کہ دین اسلام کی قدروں کو بلند کرنے کے لئے جس جہاد کا انہوں نے آغاز کیا۔اس میں مزید قوت اور وسعتیں پیدا ہوں اس کے لئے ہر شعبہ جات کے متعلقہ فضلاء کے لئے میں نے چند تجاویز مرتب کی ہیں اگر وہ ان کو درست سمجھیں گے اور ان پر عمل کرنے کے لئے کوشاں رہیں گے۔تو امت مسلمہ ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوگی اور زندگی کی محدود فرصت میں جادہ حیات پر ایسے نقوش ثبت کر سکیں گے جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے چراغ راہ ثابت ہوں گے۔

(الف) عربی مدراس کے لئے چند اہم ہدایات:

عربی مدارس کے اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ سبق پڑھانے سے پہلے اپنے متعلقہ اسباق کا خوب مطالعہ کریں اور اپنے طلبہ کو مطالعہ کے بغیر سبق پڑھانے کی عادت ترک کر دیں خود اچھی طرح سمجھیں پھر سمجھائیں جو مقام کوشش کے باوجود سمجھ میں نہ آئیں اس کے لئے اپنے اساتذہ کی طرف رجوع کریں اس میں قطعاً کوئی شرم محسوس نہ کریں ورنہ عمر بھر خود بھی جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے۔اور اپنے طلبہ کے سینوں میں بھی تحصیل علم کا شوق پیدا نہ کر سکیں گے اگر طالب علم کو سبق اچھی طرح سمجھ نہ آئے تو حصول علم سے اس کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے یا

Marfat.com

پھر وہ بھاگ جاتا ہے یا اپنی زندگی کے قیمتی ماہ وسال ضائع کر دیتا ہے نفس کتاب کو سمجھنے کے لئے اساتذہ کو چاہیے کہ شروح وحواشی کی طرف متوجہ ہوں اس طرح وہ اپنے اسباق کا مطالعہ بھی کوشش سے کرے گا اس میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہوگا اور جب نفس کتاب کو اچھی طرح سمجھ جائے گا تو اس فن کی دوسری کتب کا مطالعہ کرنے کی طرف متوجہ ہوگا کہ اس فن میں اس کو کچھ عرصہ کے بعد مہارت تامہ پیدا ہو جائے۔ مثلاً قدوری کے ساتھ جوہرہ۔ کنز الدقائق کے ساتھ بحرالرائق ہدایہ کے ساتھ فتح القدیر وغیرہ کے اہم مقامات کا بھی مطالعہ کرے۔ اسی طرح اصول فقہ کی نصابی درسی کتب اصول الشاشی۔ نورالانوار، حسامی۔ توضیح وتلویح کے ساتھ امام غزالی کی المستصفی۔ شوکانی کی ارشاد الفحول، حضرت شیخ محمد ابوزہرہ کی کتاب ''کتاب الفقہ'' کا مطالعہ کریں۔

فقہ اور اصول فقہ کے اساتذہ کے لئے اگر وہ آئمہ اربعہ اور دیگر آئمہ مجتہدین کے بارے میں حضرت شیخ محمد ابوزہرہ نے جو کتب لکھی ہیں ان کا دقت نظر سے مطالعہ کریں ان کے مطالعہ سے ان کے علم میں گہرائی نظر میں وسعت اور معلومات میں بیش بہا اضافہ ہوگا اور ان کو اصول فقہ کے قواعد وضوابط استنباط مسائل اور استخراج دلائل کے سلسلے میں بڑی بصیرت حاصل ہوگی نیز میرے استاد مکرم شیخ محمد مصطفیٰ الشبلی کی کتب کا مطالعہ از بس مفید ہوگا ان کی کتب مرکزی دارالعلوم کی لائبریری میں موجود ہیں۔ وہ اساتذہ جو نحو کے فن کو پڑھاتے ہیں ان کے لئے المفید لابن مالک مع شروح یعنی ابن عقیل اوضح المسالک کے اہم مباحث کا مطالعہ کریں۔

عربی ادب میں نصابی کتب کے علاوہ جرجی زیدان مسفلوطی محمود تیمور اور دیگر جدید ہم عصر ادیبوں کی کتب کا مطالعہ کریں جو لفظ جو دلکش فقرہ کوئی عمدہ شعر طوائف ادبیہ آپ کے مطالعہ میں آئیں انہیں ایک علیحدہ کاپی میں نقل کر کے محفوظ کرتے جائیں اور انہیں وقتاً فوقتاً دھراتے رہیں اس طرح آپ کے پاس عربی لغت کے الفاظ اور فصیح وبلیغ جملوں اور اچھے اشعار کا ایک قیمتی ذخیرہ جمع ہو جائے گا جب آپ خود کوئی مضمون لکھیں گے تو آپ کے لئے یہ سرمایہ بڑا کارآمد ہوگا عربی کا کوئی پیرا اگر پسند آئے تو اس کا اردو میں ترجمہ کریں اسی طرح اردو کا جو پیرا پسند آئے اس کو عربی

Marfat.com

میں منتقل کریں ابتداء میں غلطیاں سرزد ہوں گی لیکن اس کی پرواہ نہ کریں۔ اگر آپ یہ مشق جاری رکھیں گے تو کچھ عرصہ بعد آپ میں اس قدر استعداد پیدا ہو جائے گی کہ آپ اغلاط سے بچنے لگیں گے اور اگر کوئی غلطی سرزد ہوگئی تو آخر کار آپ خود اس کی اصلاح کر سکیں گے جن ادیبوں کے نام میں نے اوپر لکھے ہیں ان کی زیادہ کتب پڑھنے کی بجائے اگر آپ ایک کتاب کو دو دو تین تین بار پڑھیں گے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔

(ب) کالجوں میں لیکچرارز:

جو فضلا مختلف کالجوں میں لیکچررز مقرر ہیں ان پر لازمی ہے کہ نصابی کتب کا پہلے خود مطالعہ کریں اور پھر طلبہ کو پڑھائیں تاکہ طلبہ ان سے پوری طرح مستفید ہوں اور آپ کی علمیت سے متاثر ہوں۔ تبھی آپ اس اجنبی ماحول میں ایسے جواں تیار کر سکیں گے جو دل و جان سے اسلام کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہوں اور باطل کے نظریات سے ٹکر لینے کی ان میں جرات پیدا ہو۔

قرآنی موضوعات کے لئے تفسیر ضیاء القرآن کے ساتھ ساتھ تفسیر مظہری۔ روح المعانی اور المنار کا مطالعہ ازبس مفید ہوگا۔

علم حدیث کے لئے علوم السنۃ از مصطفیٰ الزرقا اور سنت خیر الانام کا دقت نظر سے مطالعہ کریں حجیت سنت کے بارے میں جو شکوک و شبہات ایک طبقہ کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں ان کتب کے مطالعہ سے بفضلہ تعالیٰ ان کا ازالہ ہو جائے گا۔ سیرت حلبیہ از زینی دحلان کا مطالعہ کریں۔ عمومی مطالعہ کے لئے ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی منتخب کتب شمس العرب تطلع الغرب کا مطالعہ بھی سودمند ہوگا۔ اردو ادب کے لئے مشہور ادیبوں کے علاوہ شورش کاشمیری کی شب جائے کہ من بودم اور جناب نسیم حجازی کے ناول بہت مفید ہوں گے نیز حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ کی کتب اردو فارسی کے مطالعہ کو اپنا فرض اولین سمجھیں ان کے ساتھ ساتھ انگریزی میں اپنی قابلیت بڑھانے کی طرف توجہ مبذول رکھیں۔

Marfat.com

ہائی سکولوں میں اساتذہ:

دارالعلوم کے وہ فضلاء جو ہائی سکولوں میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سبق پڑھانے سے پہلے ان اسباق کی خود تیاری کریں تاکہ آپ کا ہر شاگرد آپ کی علمیت سے متاثر ہو کر آپ کی ہر بات کو سمجھے اور وہ اس وقت آپ کے درس کی طرف متوجہ ہوگا جب اس کو وہ پوری طرح ذہن نشین کرے گا اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ پوری تیاری کے بعد انہیں پڑھانے کے لئے تشریف لائیں۔

بچوں کو انفرادی نگرانی اور تربیت اخلاق حسنہ کا جو سبق آپ پڑھائیں اپنے حسن عمل اور بے داغ کردار سے اس کی عظمت کا نقش ان کے لوح قلب پر آپ ثبت کریں کوئی ایسا اخلاقی درس نہ دیں آپ کا قول وعمل جس کی تردید کر رہا ہو۔ اگر فرصت ہو تو تربیتی مراکز قائم کریں جن میں آپ کے طلبہ اور آپ کے محلہ کے لڑکے آپ سے استفادہ کرسکیں جتنا وقت وہ آپ کے ساتھ گزاریں انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت اور عظمت کا نقش ثبت کریں۔

مبلغین

عساکر پاکستان میں خطباء:

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے جو فضلاء عساکر پاکستان میں نائب خطیب یا خطیب کے عہدوں پر متمکن ہوں انہیں چاہیے کہ منصبی ذمہ داروں کو حسن وخوبی اور بڑی مستعدی سے سرانجام دیں ان فرائض کی ادائیگی کے بعد فرصت کے جو لمحات آپ کو میسر ہوں یہ بڑی بے انصافی اور زیادتی ہوگی کہ آپ اپنے ان قیمتی لمحات کو ضائع کرتے رہیں آپ کو چاہیے کہ ان لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے علم وحکمت کے موتیوں سے اپنی جھولیاں بھرنے کے لئے محنت کریں قرآن کریم اور احادیث سرور دو عالم ﷺ کا بڑی دقت نظر سے مطالعہ کرنے کے لئے منظم پروگرام مرتب کریں اور طے شدہ

Marfat.com

پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسی محنت و کاوش کا مظاہرہ کریں جس کا آپ مختلف امتحانات کی تیاری کے وقت کیا کرتے تھے۔ وہ امتحانات محدود تھے ہر امتحان کے بعد آپ کو نئے امتحان دینے کا موقع میسر آتا تھا جس میں آپ پہلی غفلتوں کی تلافی بھی کرسکتے تھے لیکن اب آپ زندگی کی امتحان گاہ میں قدم رکھ چکے ہیں۔ یہ آخری امتحان ہے شائد اس کے بعد کسی دوسرے امتحان میں بیٹھنے کا آپ کو موقع نہ ملے صرف آپ کو نتیجہ سننا ہوگا اس کے لئے آخری امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کرنے کے لئے آپ کو انتہائی دلسوزی اور جگر کاری سے کام لینا ہوگا۔ اس میں کامیابی کے لئے آپ کو پیہم اور منظم جدو جہد کرنا ہوگی تب آپ کامیابی کا منہ دیکھ سکیں گے۔ اس کے لئے آپ کے سامنے آپ کے لئے لائحہ عمل کے چند خدوخال عرض کررہا ہوں اس میں آپ حسب حال تقاضائے وقت رنگ بھر سکتے ہیں اس میں اضافہ اور ردوبدل کرسکتے ہیں۔

ہمارے تمام علوم و معارف کا حقیقی منبع اور پہلا سرچشمہ قرآن کریم ہے جب تک اس کو اس یقین کے ساتھ نہ پڑھا جائے کہ یہ رب العالمین کا کلام بلاغت نظام ہے اس کو ساری اولاد آدم کے لئے تا روز حشر سراپا رشد و ہدایت بنا کر اپنے محبوب رسول اور اپنے برگزیدہ بندے رحمۃ للعالمین پر نازل فرمایا گیا ہے، اس وقت تک اس کتاب کے فہم کے دروازے نہیں کھلتے جو لوگ علم و حکمت کے اس بحر بے پیدا کنار سے مستفید ہونے کے آرزو مند ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ پوری سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کریں اس کے لطائف و معارف سے بہرور ہونے کے لئے تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر اس میں غور کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم قاری کے حسن طلب کے دامن کو اس کے معارف و لطائف سے یقیناً معمور کردے گا۔ تیسویں پارے سے تلاوت کا آغاز کریں کیونکہ اسی پارے میں اسلام کے گراں بہا بنیادی عقائد بڑی دلکش انداز میں بیان کئے گئے ہیں عقیدہ توحید، رسالت قیامت وغیرہ۔

مندرجہ ذیل کتب تفسیر کا مطالعہ بڑا سودمند ثابت ہوگا انشاء اللہ۔

(۱) تفسیر روح المعانی (۲) تفسیر روح البیان

Marfat.com

(۳) **تفسیر مظهری** (۴) **تفسیر عزیزی**

(۵) **تفسیر ضیاء القرآن .**

اس پارے کو ان تفاسیر کی اعانت کے ساتھ دو تین بار پڑھیں یہ بنیادی عقیدے آپ کے دل و دماغ میں رچ بس جائیں گے آپ کی سوچ بدل جائے گی آپ کے عمل میں عجیب قسم کی پاکیزگی اور دلربائی پیدا ہو جائے گی۔اس کے بعد سورہ الاحزاب. الفتح .الحجرات ۔کا انہی کتب تفسیر کی معیت میں مطالعہ کریں اگر اس ترتیب سے آپ مطالعہ کر لیں گے۔تو پھر حسب ضرورت باقی ماندہ سورتوں سے استفادہ کرنے کا طریقہ کار خود متعین کرنے کے قابل ہوں گے انشاء الله قرآن کریم کے بعد ہدایت کی روشنی آپ کو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ﷺ کے اسوہ حسنہ کے آفتاب عالمتاب کی کرنوں میں ملے گی اس کیلئے پہلے سنت کے مقام کو سمجھنا ہوگا نیز اس پرفتن دور میں محبت سنت کے خلاف شکوک وشبہات کے جو طوفان اٹھائے جا رہے ہیں ان سے نپٹنا ہوگا عقل کی آنکھ کو جب تک آفتاب نبوت کی روشنی میسر نہ آئے وہ کتاب الٰہی کے حسن و جمال کا ادراک کرنے سے قاصر رہتی ہے ان شکوک سے دستگاری حاصل کرنے کے لئے سنت خیر الانام کا مطالعہ بفضلہ تعالیٰ مفید رہے گا۔آخر تک اگر آپ اس نظم و ضبط کے ساتھ پہنچ جائیں تو آگے بڑھنے کے راستے بفضلہ تعالیٰ کھلے ملیں گے اور آپ کو بہت سے ایسے چراغ میسر آئیں گے جن کی روشنی میں آپ کو بے خوف وخطر آگے بڑھنے کا حوصلہ میسر آتا جائے گا۔

خطباء:

عساکر پاکستان کے لئے اس اہم منظم مطالعہ کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ وہ اپنے افسران کے ساتھ مکمل تعاون کریں اور ان سے قریبی رابطہ رکھیں مناسب مواقع پر ان کے گھر جا کر ان سے ملاقات کریں اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے لئے ان سے ہدایات لیں نیز ان کے بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم کی تعلیم اور دیگر دینی معلومات سے آگاہ کرنے کے لئے اپنی

Marfat.com

خدمات حسبۃ للہ تعالیٰ پیش کریں اگر آپ کی اس سعی سے افسران کی آئندہ نسل نظری اور عملی لحاظ سے اسلام سے وابستہ ہو جائے تو اس سے بڑھ کر ہماری اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

افسران کے علاوہ پاکستان فوج کے جوانوں کے ساتھ بھی آپ کے ذاتی مراسم ہونے چاہئیں تا کہ وہ کسی حجاب کے بغیر آپ سے استفادہ کر سکیں انہیں بھی قرآن کریم پڑھانے کا انتظام کریں حتی الوسع اختلافی مسائل سے اجتناب کریں اگر کسی گوشہ سے یہ فتنہ نمودار ہو تو بازاری گفتگو سے احتراز کریں اور الحکمۃ الحسنۃ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فتنہ کی سرکوبی کریں۔

مساجد کے خطباء:

ان حضرات کو مندرجہ بالا پروگرام کے مطابق کتاب وسنت اور دین اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے اپنی تقریر تیار کرنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کرنا چاہیے۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ سیرت ضیاء النبی۔ الترغیب والترہیب، ترجمان السنۃ خصوصا امام غزالی کی احیاء العلوم، داتا صاحب کی کشف المحجوب اور دیگر کتب تصوف۔

عوامی مبلغین:

بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے عوامی مبلغین مطالعہ کئے بغیر اور تیاری کئے بغیر منبر پر داد سخن دینے کے لئے تشریف فرما ہو جاتے ہیں، خود بھی پریشان ہوتے ہیں اپنے سامعین کو بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں اور مخالفین کو عقیدہ حقہ اہلسنت پر زبان طعن دراز کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے دار العلوم کے جو فضلاء عوامی جلسوں میں خطاب کے لئے تشریف لے جائیں اس کے لئے باقاعدہ تیاری کریں اپنے دلائل بے سروپا قصے کہانیوں سے نہ لیں بلکہ قرآن کریم کی آیات بینات اور سرور کائنات ﷺ کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اپنے سامعین کے قلوب واذہان کو ہدایت کی روشنی سے منور کریں ان کی معمولی سی غفلت سب کے لئے پریشانی کا باعث ہوگی قرآن کریم کی آیات سے استدلال کے لئے

Marfat.com

تفسیر روح المعانی، تفسیر مظہری، تفسیر ضیاء القرآن کا ضرور مطالعہ کریں اور کتب احادیث میں سے الترغیب والترھیب، ترجمان السنۃ احیاء العلوم۔ ریاض الصالحین۔ مشکوۃ شریف بمع شروع اشعۃ اللمعات اور مرقات کا مطالعہ کیا کریں۔

عصر حاضر کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم نے اپنے نصاب تعلیم میں تین مضامین کا اضافہ کیا ہے۔ انگریزی زبان معاشیات، سیاسیات، مقصد یہ ہے کہ ہمارے فضلاء انگریزی زبان میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے سکیں۔ جس کی اشد ضرورت ہے نیز عہد حاضر کے سیاسی نظاموں پر آگاہی حاصل کریں اور ان کا مقابلہ اسلامی نظام سیاست کے ساتھ کریں اور اسلامی نظام سیاست کی خوبیاں بیان کر کے اس کی برتری کو ثابت کریں اس طرح دارالعلوم کے طلبہ عصر حاضر کے جدید معاشی نظاموں سے آگاہ ہوں گے پھر اسلامی نظام معیشت کو پوری طرح سمجھنے اور اس کی برتری کا سکہ اپنے قارئین اور سامعین کے دلوں پر ثبت کریں گے اگر آپ صاحبان ان علوم کی طرف توجہ نہیں دیں گے تو اس میں ایک تو جو سالہا سال محنت ان مضامین کے سلسلہ میں آپ نے لی ہے وہ رائیگاں جائے گی نیز ان مضامین کو داخل نصاب کرنے کے جو مقاصد تھے وہ حاصل نہیں ہو سکیں گے اور یہ دونوں خسارے ناقابل برداشت ہیں آپ ان مضامین سے اپنا رابطہ قائم رکھیں اور مزید مطالعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کریں تا کہ اسلام کے ساتھ ان کا تقابل کر کے اسلام کی عظمت کو ثابت کر سکیں۔

اہلسنت جس انتشار کا شکار ہیں اور اس کے باعث جس زبوں حالی میں مبتلا ہیں وہ محتاج بیاں نہیں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ امید کی ایک کرن ہے جس سے اب امیدیں بندھ رہی ہیں کہ آپ اہلسنت کو رشتہ اتحاد میں پروئیں گے اس کا اولین قدم یہ ہے کہ آپ حضرات جو عرصہ دراز تک اس مادر علمی میں زیر تربیت رہے ہیں ایک زنجیر کی طرح مستحکم اور مضبوط رہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا تعلق اپنے مرکز سے برقرار رہے اعراس اور جو دیگر اہم تقریبات یہاں منعقد ہوتی ہیں ان میں آپ حضرات لازمی طور پر شرکت کریں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خط و

Marfat.com

کتابت، آمد و رفت کے ذریعہ ہر طرح کے تعاون سے آپ کی محبت کا یہ سلسلہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا اگر آپ یہاں سے جا کر اپنی ذات میں کھو گئے اور اپنے مرکز سے رابطہ کی اہمیت کو فراموش کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ محبت و پیار کے تعلقات کو پس پشت ڈال دیا تو پھر ملت اسلامیہ کو از حد مایوسی ہوگی اس لئے الوداعی کلمات میں اپنے عزیزوں سے بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مرکز سے اپنے رابطہ کو مستحکم کریں گے اور اپنے علمی بھائیوں کے ساتھ ہر طرح سے تعاون کر کے باہمی خلوص کے ان چراغوں کو ہمیشہ روشن رکھنے کی سعی جمیل کرتے رہیں گے۔

واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين .

Marfat.com

پانچواں باب

دین اسلام

Marfat.com

دین اسلام اور محبت رسول ﷺ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم الرحمن الرحیم.

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ. (آل عمران)

اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. (الفاتحة)

برادران اسلام! میں نے چند چیزیں آپ کے سامنے پیش کرنی ہیں، میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے حق کہنے اور تمہیں حق سننے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس پر ثابت قدم رہنے اور عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔"

فرمان باری تعالیٰ ہے:"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ دین اور محبوب ترین دین اور مقبول ومنظور مذہب کون سا ہے؟ وہ صرف اور صرف دین اسلام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کیا ہے؟ اسلام یہ ہے کہ (انسان) اللہ تعالیٰ کی توحید کا بھی اقرار کرے اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی ختم نبوت پر بھی ایمان لائے۔ اس کی کتابوں پر بھی ایمان لائے، نماز، روزہ پر بھی ایمان لائے، عدل و انصاف بھی کرے اور سچ بھی بولے۔ تو ان تمام چیزوں کا نام اسلام ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میں نماز پڑھوں گا، لیکن روزے مجھ سے نہیں رکھے جاتے تو پھر کتنی نمازیں پڑھے اوابین واشراق پڑھے نوافل وغیرہ بھی پڑھے اسی طرح تمام عبادات کرتا رہے تو بتاؤ! اس کا اسلام قبول ہوگا؟ ہرگز نہیں ہوگا اسی طرح کوئی کہے کہ میں روزے تو رکھوں گا لیکن مجھ سے نمازوں میں اوپر نیچے نہیں ہوا جا سکتا۔ تو کیا اس کا اسلام کامل ہوگا؟ ہرگز ہوگا۔ اسی طرح وہ نماز روزہ کرتا ہے لیکن زکوٰۃ دینے سے اس کا دل گھبر گھبر کھانے لگتا ہے تو کیا وہ مسلمان ہوگا؟ نہیں۔ ہرگز نہیں ہوگا اسلام لانے کے بعد نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ دینا، حج بیت اللہ کرنا، سچ بولنا اور حلال کھانا

Marfat.com

جب ہو جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں ہوں تو اسلام ہے، ورنہ کوئی اسلام نہیں۔

جب رحمتِ دوعالم حضور نبی کریم ﷺ نے اس فانی دنیا کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے رسائی حاصل فرمائی تو اس وقت بعض بدو اور جنگل میں رہنے والے قبائل نے آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہم نمازیں بھی پڑھیں گے روزے بھی رکھیں گے لیکن ہم سے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ تو کیا تمہیں معلوم ہے کہ خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جب تک تم نے ایک عِقال زکوٰۃ دینے سے بھی انکار کیا تو میں اس وقت تک تمہارے ساتھ جنگ کروں گا۔ اور تمہارا مقابلہ کروں گا۔ کیونکہ مسلمان اس وقت تک مسلمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک تمام فرائض اور احکام الٰہی کو نہ مانے، اسی طرح حضور ﷺ سے محبت کرنا ایمان کامل کی شرط اولین ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے تعلق پیدا کرنا جان ایمان ہے، جس کو آپ سے محبت نہیں، اور محبوب خدا سے عشق و پیار نصیب نہیں وہ کچھ اور تو ہو سکتا ہے لیکن مومن نہیں بن سکتا۔ مومن بننے کے لئے بنیادی اور اولین شرط حضور ﷺ کی محبت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا۔

”وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. (بخاری) ”قسم ہے اس ذاتِ عالی صفات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں میری محبت اپنے ماں باپ، بال بچے کی محبت سے زیادہ نہ ہو، تو حضور ﷺ کی محبت کا تقاضا کیا ہوا حضور ﷺ نے فرمایا۔

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ. (الترمذی)

جس طرح اسلام کا تقاضا ہے۔ انسان نماز بھی پڑھے روزہ رکھے، حج کرے، زکوٰۃ دے، حلال کھائے، سچ بولے اسی طرح اس کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہمیں حضور ﷺ سے محبت ہو۔ آپ کے اہلبیت سے محبت ہو۔ حضور پُر نور ﷺ کے صحابہ کرام سے بھی محبت ہو۔۔

Marfat.com

اولیاء اللہ سے بھی عشق ہو تب ہمارا دعویٰ محبت منظور و مقبول ہوگا۔ اور یہ تمام محبتیں اکٹھی ہوں گی تب ہمارا دعویٰ محبت سچا ہوگا۔ تو جس طرح اسلام کامل نہیں ہوتا جب تک اسلام کے تمام احکام پر عمل نہ ہو۔ اگر نماز چھوڑ دی جائے تو اسلام نامکمل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ سے محبت بھی تب ثابت ہوگی جب ان تمام سے محبت ہوگی۔

آج ہمارے عقیدے کی کمزوریاں ہیں اور ہمارے دلوں سے ایمان کا چراغ بجھ گیا ہے اور اسی لئے ایمان کی متاع گراں ہم سے لٹ گئی ہے کہ ہمیں ایک سے پیار ہے تو دوسرے سے بغض ہے یاد رکھو! عشق تب کامل ہوتا ہے جب ہمیں حضور نبی کریم ﷺ سے محبت ہو۔ اور آپ ﷺ کے صحابہ سے بھی پیار ہو اور اولیائے کرام کی عزت ہمارے دلوں میں موجود ہو۔ اور علماء کا ادب بھی ہو، جب یہ تمام چیزیں موجود ہوں گی تو محبت مصطفےٰ ﷺ ہمیں حاصل ہوگی۔ ورنہ کبھی بھی محمد عربی ﷺ کا عاشق نہیں کہلا سکتا۔ تو محبت کا ایک تقاضا ہوا کرتا ہے کہ جس چیز کا تعلق تیرے محبوب سے ہو جائے وہ بھی تجھے پیاری لگے گی۔ خواہ وہ درخت ہو، پانی ہو یا ریت کے ذرے ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ بھی عاشق کو پیارے لگتے ہیں۔ بلکہ محبوب کی گلی کے کتے ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ عاشق کو محبوب ہوا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مجنوں کتے کے پاؤں چوم رہا تھا۔ "مردم گفت ایں چہ بود گفت گاہے گاہے ایں سگے در کوئے لیلیٰ رفت بود۔" لوگوں نے پوچھا یہ کیا کر رہا ہے کہنے لگا یہ کتا کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی سے گزرتا ہے۔ اور کہہ رہا تھا عاشق کو محبوب کی گلی کے کتے بھی پیارے لگتے ہیں۔

حضور ﷺ کے ساتھ محبت ہمارا ایمان ہے بلکہ ایمان کی جان اور روح ہے۔ ہر وہ لفظ جس کو محمد عربی ﷺ سے نسبت ہے وہ ہمیں پیارا ہے، وہ درخت اور جانور جن پر ہمارے حبیب ﷺ کی نگاہ پڑ گئی وہ ہمیں پیارے ہیں بلکہ وہ گلیاں جہاں حضور پاک ﷺ کے قدم مبارک لگ گئے وہ گلیاں بھی عرش اعظم سے بالاتر ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ قرآن پاک فرماتا ہے، کیونکہ محبوب پاک کی شان رب کریم ہی جانتے ہیں۔ اس نے فرمایا:

Marfat.com

لَا اُقۡسِمُ بِھٰذَا الۡبَلَدِ وَاَنۡتَ حِلٌّ بِھٰذَا الۡبَلَدِ. (البلد)

اے محبوب پاک ﷺ تیرے شہر مکہ کی قسم! اس لئے نہیں کہ یہاں مسجد حرام ہے اس لئے نہیں کہ یہاں خانہ کعبہ ہے جہاں ایک نماز پڑھی جائے تو لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے اس لئے نہیں کہ یہاں چاہ زم زم ہے اس لئے نہیں کہ یہاں مقام ابراہیم ہے اس لئے نہیں کہ یہاں صفا و مروہ ہے مکہ میں رب قسم اٹھا رہا ہوں تو اس لئے کہ "اَنۡتَ حِلٌّ" بِھٰذَا الۡبَلَدِ "ہمیں تو ہر وہ چیز پیاری ہے جس چیز کی نسبت حضور ﷺ کے شہر سے ہو جائے۔

ایک بزرگ مدینہ منورہ میں رہتے تھے ہر وقت ذکر واذکار میں مشغول رہتے صبح و شام عبادت کیا کرتے، ایک دن وہ دکان سے دہی لے کر آئے، دہی کھٹی، اور ترش تھی۔ اس کی زبان سے نکل گیا مدینہ پاک کی دہی کھٹی ہے رات کو حضور پُر نور رحمت دو عالم ﷺ نے خواب میں زیارت کرائی اور فرمایا کہ اگر تو میرے شہر کی دہی کو کھٹا کہتا ہے تو اس کے بعد میرے شہر کو چھوڑ کر اور بلکہ نکل جا۔

لہٰذا ہمارے نزدیک تو حضور ﷺ کا عشق ہی ایمان ہے۔ جب عشق محمدی ﷺ نصیب ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بھی محبت ہو جاتی ہے، اہلِ بیت سے بھی اور وہ درخت جن کے نیچے حضور پاک ﷺ گزرے وہ ہمارے لئے آنکھ کا نور اور دل کا سرور بن جاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مکہ مکرمہ سے آرہے تھے۔ ایک درخت کے پاس سے گزرے تو سر نیچے جھکا لیا، غلام نے عرض کی اے شاہ فتی، شیر خدا آپ نے سر کیوں نیچے جھکایا کوئی ٹہنی زیادہ نیچے تو نہیں تھی۔ اور نہ کوئی اور رکاوٹ تھی۔ فرمایا کہ میں نے حضور پاک ﷺ کو یہاں سے اس طرح گزرتے دیکھا۔ اس لئے علی کی مجال نہیں کہ وہاں سے سر اونچا کر کے گزرے۔ جہاں سے میرے آقا محمد مصطفےٰ ﷺ سر نیچا کر کے گزرے ہوں۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ "اللہ اکبر" عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک انگریز لکھتا ہے کہ اگر دنیا میں ایک عمر اور پیدا ہو جاتا تو ساری دنیا

Marfat.com

میں اسلام کا پرچم لہرا رہا ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود قمیض پر سولہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ آج تو اگر کہیں پر چھ ماہ پٹواری رہ لے تو تیرے پاس کتنی بھینسیں ہو جاتی ہیں۔ اور تمام رقبہ زمین اپنے نام الاٹ کر لیتا ہے۔ اور دوستوں کی تیرے پاس کمی نہیں رہتی۔ تیرا یہ حال ہو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرے ابن خلیفة الرّسول پر جس کی دس سال کی خلافت عالم شباب پر لیکن قمیض ہے کہ سولہ پیوند لگے ہوئے ہوں۔ اگر ان کے دل میں دین کی عظمت نہ ہوتی تو وہ کیوں نہ دل میں کہتے کہ ہم بہترین لباس زیب تن کریں۔ تو کیا یہ پاک ہستیاں نہیں کر سکتیں تھیں؟

ایک دفعہ قحط پڑ گیا۔ گندم کی روٹی کھانی چھوڑ دی اور گھی بھی کھانا اپنے لئے آپ نے ممنوع قرار دیا تھا۔ اور جو کی روٹی سارا سال کھایا کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ گندم کی روٹی کیوں نہیں کھاتے۔ آپ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ قیامت کے دن اگر حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ میری مسند پر بیٹھ کر خود بہترین روٹی کھاتا تھا اور لوگوں کو عام روٹی بھی میسر نہ تھی۔ تو میں کیا جواب دوں گا۔ اب بتاؤ ایسی ہستی بھی کسی کے حقوق پامال کر سکتی ہے۔ اگر تو چار دن پٹواری ہو جائے تو مربعوں کے مربعے الاٹ کرا لے۔ لیکن آپ اتنے سال خلافت کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کے گھر میں کفن کے لئے بھی کوئی چیز نہ تھی۔ ان کا مقصد حیات صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا تھا۔ خلافت کا زمانہ ہے، صبح کی نماز پڑھ کر تشریف لا رہے ہیں کہ جھاڑو دینے والا مدینے کی گلیوں میں جھاڑو دے رہا ہے۔ جب آپ نزدیک سے گزرے تو آپ نے چادر مبارک اپنے چہرے پر رکھ لی۔ جھاڑو دینے والا بھی حضور ﷺ کا غلام تھا۔ اس نے کہا۔ لَا تَفْعَلْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ هٰکَذَا۔ اس غبار سے بچنے کے لئے اپنے منہ پر کپڑا رکھ رہے ہو کیا آپ نے سنا نہیں غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ شِفَاءُ الْجُذَامِ۔ (مدینہ کا غبار کوڑھ کے مرض کے لئے شفاء ہے) تو میں عرض کر رہا تھا کہ محبت اس وقت تک نامکمل اور خام ہے جب تک محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر شے پیاری نہ ہو جائے۔ کیونکہ جب محبت آ جاتی ہے تو بندے تو بندے رہے محبوب کی گلیوں کے کتے بھی پیارے لگتے ہیں۔ وہ لباس اور وہ پانی کا قطرہ بھی پیارا لگتا ہے جو کہ محبوب کے جسم سے لگ جائے۔

Marfat.com

حدیبیہ کے مقام پر جب حضور ﷺ اپنے چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ کرام کو ساتھ لے کر پہنچے تو مکہ والوں نے یہ سمجھا کہ یہ مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کفار نے مجلسِ مشاورت قائم کی کہ ان کی طرف کوئی وفد بھیجا جائے جو جا کر ان سے یہ کہے کہ جب تک جسموں میں جان ہے۔ ہم مکہ مکرمہ میں آپ کو قدم رکھنے نہیں دیں گے چنانچہ مسعود ثقفی کو کفار نے بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان کی غلط فہمی ہے جا کر ان سے کہہ دو کہ ہم مکہ پر چڑھائی کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہمارا مقصد تمہیں غلام اور اسیر بنانا ہے بلکہ ہم تو خدا کا گھر دیکھنے آئے ہیں۔ ہمارا حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ کی زیارت کے لئے جو آتا ہے تم کسی کو نہیں روکتے بلکہ اس کی ضیافت کرتے ہو اور ہم بھی طواف کا شوق لے کر آئے ہیں۔ وہ آدمی کئی دن حدیبیہ میں رہا جب واپس جانے لگا تو پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جا کر ان سے کہہ دو کہ ہم جنگ کی نیت سے نہیں آئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا گھر دیکھنے آئے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر دیکھے ہوئے کافی دیر ہوگئی ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر اس کی دیواریں اور حجر اسود دیکھنے آئے ہیں۔ چنانچہ اس نے واپس جا کر مکہ والوں کو کہا اے مکہ والو! تم نے مجھے مبصرانہ جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ تو میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم اس ذات سے جنگ کا ارادہ ترک کر دو۔ اہلِ مکہ نے جذبہ میں آکر کہا کہ اے بنی ثقیف کے سردار تو ہمیں جنگ سے باز رہنے کے لئے کیوں کہتا ہے۔ کیا ہمارے بازو شل ہو گئے ہیں کیا مکہ کی ماؤں نے بہادر بیٹے جننے چھوڑ دیئے ہیں۔ کیا کسی میدان میں ہماری پسپائی ہوتی ہے۔ کیا تو بزدل ہو گیا ہے تجھے یہ مناسب نہ تھا۔ اس نے کہا کہ جذبات میں نہ آؤ میں کئی بادشاہوں کے پاس گیا ہوں ان کی جبروت و طاقت کا پورا پورا مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن جو عشق میں نے غلامانِ مصطفیٰ کا اپنے آقا نبی پاک ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے۔ وہ نہ میں نے ایران میں دیکھا ہے اور نہ ہی روم میں پایا۔ جو جانثاری کا جذبہ میں نے ان میں پایا ہے، کسی قوم میں نہیں پایا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو قطرہ پانی کا حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کے ساتھ لگ جاتا ہے صحابہ کرام اسے نیچے نہیں گرنے دیتے۔

Marfat.com

سنو اور غور سے سنو! حضور ﷺ کو اپنے جیسا کہنے والو! ایک جہاں دیدہ شخص بیان کر رہا ہے کہ نبی پاک ﷺ وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام وہ پانی جو آقائے نامدار ﷺ کے جسم سے لگ جاتا ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے اس طرح گرتے ہیں جس طرح پروانے شمع پر گرتے ہیں اور پھر اس کو جسم پر مل لیتے ہیں۔ اگر حضور ﷺ کوئی حکم فرماتے ہیں تو سارا لشکر اس کام کو کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو جن کے جانثاروں میں اس قدر جذبہ فدائیت ہے، اپنے آقا کا احترام عقیدت اور حکم بجالانے کا اتنا جذبہ ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا تمہارے بس سے باہر ہے بلکہ سارا مشرق و مغرب مل کر مقابلہ کرے تو بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ایک کافر، صحابہ کرامؓ کی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت دیکھ کر کہے کہ صحابہ کو جو محبت اپنے آقا و مولیٰ سے ہے وہ محبت پروانے کو شمع سے بھی نہیں۔ اور پھر آج کوئی خبیث (شیعہ) یہ کہے کہ وہ تو منافق تھے:۔ (اصحاب ثلاثہ) العیاذ باللہ! تو پھر میں کہتا ہوں کہ آج کے اس خبیث سے اس وقت کے کافر کی نگاہ زیادہ نکتہ شناس تھی اور پھر جس کے ایمان کو چشم آفتاب نے دیکھا۔ جس کے ایمان کی گواہی ستاروں نے دی اور اس سے بڑھ کر جس کے ایمان کی گواہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے دی اور اللہ کے محبوب نے قیامت تک انہیں اپنے ساتھ ملا لیا۔ تو اتنے حقائق کے بعد اگر ان کے ایمان میں شک کریں تو یہ میری اور تیری بھول ہے۔ ان کے ایمان میں شک نہیں ہے۔ تو جس چیز کے ساتھ محبوب کا تعلق ہو جاتا ہے وہی چیز عاشق کے لئے پیاری ہو جاتی ہے بلکہ جس زمین پر محبوب کے قدم لگ جائیں وہ خاک بھی پیاری ہو جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى) (البقرہ)

مقام حیرت ہے کہ کھڑے ہونے کی جگہ مصلےٰ بنانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ تو آپ ہی بتائیں نماز پڑھتے وقت اس جگہ پر ماتھا، ہاتھ، رخسار اور ناک لگیں گے یا نہیں۔

مقام عربی میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پاؤں کی تلیاں لگتی ہوں اور مصلی نماز پڑھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ تو نماز پڑھنے کی جگہ پر ماتھا بھی لگتا ہے اور ناک بھی۔ تو فرمایا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

Marfat.com

اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی. یہ خانہ کعبہ ہے، بابرکت جگہ ہے۔ اس کی شان بڑی بلند ہے کہ یہاں ایک نماز پڑھی جائے تو لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ فرمایا واقعی ان کا بڑا مقام ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کون سی چیز پیاری اور ہمارے لئے قابل احترام ہے۔ وہ جگہ جہاں میرے ابراہیم کی ایڑیاں لگی ہیں۔

ذرا دیکھو تو فرمایا! ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی''

جہاں میرے ابراہیم کھڑے تھے۔ جہاں انہوں نے قیام کیا تھا۔ وہاں میرے سجدے کے لئے کھڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے مقبول بندے کی شان کتنی ارفع و اعلیٰ ہے۔

کتنا خوش نصیب ہے وہ جسے مالک الملک نے حج کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.

Marfat.com

﴿موت کی حقیقت﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرُ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً وَّهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ. (الملک)

برادران اسلام! میں نے آپ کے سامنے ایک سورۃ الملک کی آیت تلاوت کی ہے قبل اس کے کہ میں آیت کی تشریح کروں مناسب یہ ہے کہ میں پہلے اس سورۃ کا تعارف کرادوں۔ جس رب قدوس نے اس سورۃ پاک کو نازل فرمایا۔ اس کی جناب میں اس سورۃ پاک کی کیا شان ہے، کیا مقام ومرتبہ ہے، جب اس کا تعارف ہوجائے گا تو اس کے بعد آپ آسانی سے اس میں بیان کردہ مضامین کی اہمیت کا احساس کرسکیں گے۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِیِّ خِبَاءَهٗ عَلٰی قَبْرٍ وَ هُوَلَا یَدْرِیْ اَنَّهٗ قَبْرٌ فَاِذَا هُنَاکَ مَوْتٌ تَقْرَءُ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ.

(اخرجه الترمذی)

آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی آدمی سفر پر روانہ ہوتا ہے تو وہ چند ضروری چیزیں اپنے ساتھ لے لیتا ہے، تاکہ کام آئیں۔ اور عرب کا خطہ آپ کو معلوم ہے وسیع وعریض ریگستان اور لق ودق صحرا سے عبارت ہے۔ تو جب آپ سفر پر روانہ ہوتے تو ایک چوبداری اپنے ساتھ رکھ لیتے۔ اور جب تھک جاتے تو گرمی کے اس موسم میں اس کے سائے میں بیٹھ کر آرام کر لیتے۔ کیونکہ وہاں قریب کوئی درخت نہ کوئی بستیاں تھیں، نہ آبادیاں نہ سرائیں تھیں، نہ مہمان خانے، سینکڑوں میل ریگستان ہی ریگستان ہوا کرتے تھے۔ اس لئے سفر میں چوبداری کا ہونا بہت لازمی تھا۔ ایک صحابی سفر پر روانہ

Marfat.com

ہوئے تو جب گرمی شدید اور دھوپ تیز ہوگئی تو سفر کرنا ممکن نہ رہا۔ انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور چوبداری اتاردی اس کی چوبیں زمین میں گاڑیں، اور رسیاں باندھیں وہ خیمہ تن گیا۔ آپ نے جب آرام کرنے کے لئے خیمے کے اندر قدم رکھا تو آواز آئی۔ تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ یعنی کوئی شخص اس آیہ کریمہ کی تلاوت کررہا تھا۔ وہ چھوٹی سی چوبداری تھی۔ آواز لگاتار آرہی تھی کوئی یکے بعد دیگرے آیات تلاوت کررہا تھا۔ ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری، تیسری کے بعد چوتھی، میرے لئے حیرت کی بات تھی کہ قاری کون ہے؟ تلاوت کرنے والا کون ہے؟ اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا اس چھوٹی سی چوبداری میں پڑھنے والے کا نام ونشان نہ تھا۔ حیرت سے باہر آیا دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔ لیکن کسی آدمی کا سراغ تک نہ مل سکا۔ لیکن آواز برابر آرہی تھی۔ تلاوت ہو رہی تھی۔ یہاں تک اس شخص نے سورۃ مکمل پڑھ لی۔ یہ حیران ہوگئے کہ کیا ماجرا ہے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ دل میں پریشانی ہوگئی، مضطرب ہوگئے، جب دل میں یہ خیال آیا کہ جب واپس جاؤں گا تو آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ جو میرے ساتھ گزر رہی ہے عرض کروں گا۔ حضور ﷺ کرم فرمائیں گے۔ اس پریشانی کا ازالہ فرمائیں گے۔ اس راز سے پردہ اٹھائیں گے۔ میرا دل مطمئن ہوجائے گا۔ انہیں اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں غلط فہمی تو نہیں تھی کہ ہمارے نبی کا علم کم ہے۔ انہیں تو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ وہ یہ حیران دور دراز جنگل کی باتیں کیسے بتائیں گے۔ بلکہ وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ کوئی مسئلہ ہو، کوئی الجھن ہو، کوئی پریشانی ہو، بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کی دیر ہے وہ خود بخود اس کا علاج فرمائیں گے۔ اس خیال سے دل کو اطمینان ہوا۔ جب ٹھنڈک ہوئی تو اسے اکھیڑا، باندھا اور سواری پر رکھ دیا۔

چند روز کے بعد اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد لوٹے، مدینہ پاک میں پہنچے تو اپنے گھر نہیں گئے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ کے غلام کو سفر میں عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، جس سے آج تک کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا۔ سارا ماجرا عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com

(ھِیَ الْمُنْجِیَةُ ھِیَ الْمُجَادِلَه)(الترمذی) کہ جہاں تم نے اپنے خیمہ نصب کیا تھا۔ وہاں کسی مرد خدا کی قبر تھی، وہاں کوئی مرد خدا آرام فرما رہا تھا۔ وہ پڑھ رہا تھا تم اسے سن رہے تھے اور یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کو بچالیتی ہے۔"ھِیَ الْمُنْجِیَةُ" یہ اپنے قاری کو بچالیتی ہے۔"ھِیَ الْمُجَادِلَه" یہ اپنے پروردگار کے ساتھ جھگڑتی ہے کہ اے مولائے کریم بے شک یہ بندہ گنہگار ہے، اس سے خطائیں ہوئی ہیں، اس سے قصور ہوئے ہیں۔ لیکن جب تک یہ زندہ رہا میری تلاوت کرتا رہا۔ یا تو اپنے کلام سے نکال دے، اور میں تیرے کلام کا حصہ ہوں تو میرے پڑھنے والے کو بخش دے۔"ھِیَ الْمُجَادِلَه" یہ جھگڑتی ہے، اپنے رب کے ساتھ کہ یا رب العلمین یہ بندہ جب تک زندہ رہا ہے، میری تلاوت کرتا رہا ہے، یا مجھے اپنی کتاب سے نکال دے یا اسے بخش دے۔ جھگڑ کر اسے عذاب سے بچا کر اور مغفرت الٰہی کا حق دار بنا کر چھوڑتی ہے۔ تو یہ وہ برکتوں والی سورت ہے کہ اپنے قاری کو جنت میں داخل کرتی ہے۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ جو بندے اپنی زندگی اللہ کی یاد میں بسر کرتے ہیں جب وہ قبروں میں جاتے ہیں تو وہاں بھی زندہ رہتے ہیں۔ وہاں بھی قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ مردہ حقیقت میں وہ ہوتا ہے جس کا دل مردہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ زندہ ہی کیوں نہ ہو، مردہ کون ہوتا ہے؟ جس کے دل کو ذکر الٰہی کی لذت نصیب نہیں ہوتی۔ کہ دنیا کے جنجالوں سے اپنے آپ کو نکال کر اپنے آپ کو آزاد کر کے خلوت میں کسی گوشے میں بیٹھ کر اپنے وقت کو اس کی یاد میں بسر کرے۔ ایسے لوگ تو زندہ بھی مردہ ہیں، جو کھاتے ہیں، پیتے ہیں، چلتے ہیں، پھرتے ہیں، ہنگامہ آرائی کرتے ہیں۔ لیکن ان کو زندہ نہیں کہا جاتا، یہ مردہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تروتازگی جس انسان کی زندگی میں پیدا نہیں ہوا کرتی وہ مردہ ہی ہے۔ زندہ نہیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ کی یاد نصیب ہوگی، جس نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بسر کردی وہ جہاں کہیں بھی ہو زندہ ہے۔ وہ قبر میں چلا جائے زندہ ہے۔ حشر میں پہنچ جائے تب بھی زندہ ہے۔ ہاں تو رب کو یاد کرنے والے کبھی مرا نہیں کرتے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اچھے آدمی کے ساتھ بیٹھیں گے تو اچھے ہو جائیں گے۔ اور اگر برے آدمی کے ساتھ بیٹھیں گے تو برے ہو جائیں گے۔

Marfat.com

اگر عالم آدمی کے پاس بیٹھیں گے تو آپ کی اصلاح ہو جائے گی۔ بدعقیدت کے پاس جائیں گے تو عقیدہ شک میں مبتلا ہو جائے گا۔ ہمیشہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ پانی آگ پر رکھتے ہیں تو وہ گرم ہو جاتا ہے اس میں برف ڈالتے ہیں تو وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جب یہ جمادات اور حیوانات صحبت سے اثر قبول کرتے ہیں تو انسان یہ اثر کیسے قبول نہ کرے۔

حدیث قدسی ہے: حضور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِىْ '' کہ جو میرا ذکر کر رہا ہوتا ہے وہ بند کمرے میں بیٹھا ہو یا جنگل کے گوشے میں ''اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِىْ '' میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں جہاں میرا بندہ ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ میں اس کے پاس بیٹھا ہوا ہوتا ہوں جہاں وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ تو جس کو اللہ کی صحبت نصیب ہو جس کو اللہ رب العزت کی ہم نشینی نصیب ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی برکت اس میں نمودار ہوگی یا نہیں؟ تو اس لئے مردہ وہی ہے کہ جس کا دل مردہ ہے۔ اور جس نے اپنی زندگی اللہ کی یاد میں بسر کر دی یہاں بھی وہ زندہ ہے قبر میں بھی اور حشر میں بھی وہ زندہ ہے موت اس کے پاس نہیں آسکتی۔ یہ اس سورۃ کا مختصر تعارف تھا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ (اُحِبُّ اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ السُّوْرَةُ فِىْ قَلْبِ كُلِّ رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ مِنْ اُمَّتِىْ۔) (الترمذی)

میں اس کو پسند کرتا ہوں مجھے یہ بات بہت پیاری اور محبوب لگتی ہے کہ میری امت کا ہر فرد خواہ مرد ہو یا عورت ہو اس سورۃ کا حافظ ہو اس کے دل کی تختی پر یہ سورۃ نقش ہو جس چیز کو حضور ﷺ پسند کریں۔ جس چیز سے حضور ﷺ محبت کریں وہ آپ کو پسند ہے یا کہ نہیں۔ یہ کوئی اتنی لمبی سورت نہیں کہ جو یاد کرنا مشکل ہو اس کی کل تیس آیتیں ہیں۔ کمزور سے کمزور حافظہ والا انسان بھی ایک دن میں ایک ایک آیت ضرور یاد کر سکتا ہے۔ اگر آپ ایک دن میں ایک آیت یاد کریں تو ایک ماہ میں اسے یاد کرلیں گے۔ یا نہیں؟ تو جب آپ اسے حفظ کرلیں گے۔ تو حضور ﷺ کے دل کو خوشی ہوگی یا نہیں۔ یہ سودا سستا ہے یا مہنگا؟ یہ سودا منافع والا ہے یا نقصان والا؟ فرمایا میں

Marfat.com

اس بات کو دوست رکھتا ہوں، اس بات کو بڑا پسند کرتا ہوں، مجھے اس بات سے بہت محبت ہے۔

"اُحِبُّ اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ السُّوْرَةُ فِيْ قَلْبِ كُلِّ رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ مِنْ اُمَّتِيْ"

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ یہ سورت میری امت کے ہر مرد اور ہر عورت کے دل پر نقش ہو۔

اب آپ کو احساس ہو گیا ہوگا کہ بڑی عجیب اور شان والی سورت ہے کہ حضور ﷺ نے ان الفاظ میں اس کا تعارف فرمایا اس کی شان میں اور بھی بہت سی احادیث مذکور ہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۔ برکتوں والی ہے وہ ذات کہ جس کے دستِ قدرت میں ساری بادشاہیاں ہیں۔ یہ ترجمہ میں نے کیا اور آپ نے سنا تو جہاں تک میرا ناقص خیال ہے اس طرح ہم نے ترجمہ کا حق ادا نہیں کیا۔ اس لئے میں آپ سے تھوڑی سی تفصیل کی اجازت چاہتا ہوں۔

تبارک، البرکۃ سے ہے اور برکت عربی میں کس کو کہتے ہیں؟ غور سے سننے والی بات ہے۔ البرکۃ. الزیادۃ وَالنماء ۔ کوئی چیز تھوڑی ہو پھر بڑھ جائے تو کہتے ہیں کہ بڑی برکت ہوگئی۔ اب ذرا سوچئے! ہم کہتے ہیں کہ اللہ بڑی برکت والا ہے تو کیا وہاں پہلے کوئی چیز تھوڑی تھی۔ اس میں برکت آئی تو وہ زیادہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت ہے جس میں پہلے تو کمی تھی، پہلے وہ تھوڑی تھی پھر اس میں برکت آئی۔ اور برکت کی وجہ سے بڑھ گئی۔ کیا خدا کی کسی چیز میں کمی ہے۔ کیا پہلے خدا کا علم تھوڑا تھا۔ پھر اس علم میں برکت آئی اور وہ ہر چیز پر محیط ہو گیا یا پہلے ہی اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اس کے علم میں زیادتی نہیں آئی۔ وہ پہلے ہی کامل ہے وہ پہلے ہی مکمل ہے۔ بلندیاں ہوں یا پستیاں ہوں ظاہر ہو یا باطن ہو ہر چیز کو وہ جانتا ہے۔ اور برکت کہتے ہیں اور بڑھ جانے کو۔ اللہ کا علم ایسا نہیں کہ پہلے تھوڑا سا تھا، پھر اس میں برکت آئی۔ اس طرح اس کی قدرت ہے، حکومت ہے، کبریائی ہے۔ اس کی صفت میں کوئی کمی نہیں ہے کوئی کمزوری نہیں ہے کوئی کوتاہی نہیں ہے تو پھر تبارک کا کیا معنی ہے۔

تو علمائے کرام فرماتے ہیں۔ مِنْ حَيْثُ اِفَادَتُهُ الْخَيْرُ عَلٰى خَلْقِهٖ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بندے جو سراسر محتاج ہیں۔ سراسر ضعیف ہیں۔ سراسر کمزور ہیں اور نادار ہیں ان کی کمیوں کو پورا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ساری بادشاہیاں اسی کے دست قدرت ہیں، ہوائیں اس کے قبضہ میں ہیں، چاہے تو رک جائیں، چاہے تو چلنے لگیں، چاہے تو آہستہ چلیں، چاہے تو آندھی بن جائیں۔ بلندیاں پستیاں اس کی، انسان اس کے حیوان اس کے، ستارے گھاس آفتاب مہتاب عرش کرسی اس کی بڑی برکت والی ہے۔ وہ ذات جس کے دست قدرت میں ساری بادشاہیاں ہیں۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر"۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ کسی کے سر پر شاہی تاج سجادے تو اس کے ہاتھ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ کسی گداگر کے سر پر شہنشاہی کا ہاتھ رکھ دے تو اسے کوئی ٹوک نہیں سکتا۔ کسی فقیر بے نوا کو تخت شاہی پر بٹھا دے تو اس کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ کسی جاہل کے سینے میں علوم کا سمندر موجزن کر دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔" وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر"۔ "جس بندے پر جو انعام جس وقت چاہے وہ کر سکتا ہے اور اس کی قدرت اور اختیار پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتا۔ یہ ڈی سی صاحب ہیں یہاں تک ان کا اختیار ہے، جب آگے بڑھیں تو ہائی کورٹ میں رٹ ہو جائے گی یا نہیں۔ یہ جج صاحب ہیں اگر حد سے بڑھیں گے تو ان کا فیصلہ کینسل ہو جائے گا یا نہیں؟ ہر ایک کی حدود ہیں جہاں آ کر وہ رک جاتے ہیں۔ لیکن رب کریم" وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" "جو چاہے کر دے تو اس کی رحمت اور اس کے فضل و کرم سے کوئی چیز بعید نہیں۔ کوئی دنیا کی ایسی طاقت نہیں جو اس کے فیصلے کو بدل سکے، جو اس کے فیصلے کی مزاحمت کر سکے۔ (اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً.)(الملک).

یہ درس جو میں نے آپ کے لئے منتخب کیا ہے یہ دوسری آیت ہے جو میرا مدعا ہے جسے میں نے اب تلاوت کیا ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور حمد و ثنا کا خطبہ بیان کیا گیا کہ وہ بڑی برکتوں والا ہے اس کے دستِ قدرت میں ساری بادشاہیاں ہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں مستقل طور پر ایک چیز بیان کی گئی ہے کہ وہ

Marfat.com

ہے جس نے زندگی کو بھی پیدا کیا اور موت کو بھی پیدا کیا۔ یہ موت وحیات کا تسلسل اور یہ موت و حیات کا چکر فنا و بقا کا چکر، اس کو برقرار رکھنے والا کون ہے۔ وہ ہے رب العالمین۔ اگر ایک مالی بوٹا لگاتا ہے اور اس پر پھول کھلتا ہے۔ کوئی اس کو نوچتا ہے تو مالی کو تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اتنی محنت سے پودا لگایا ہے اور تم اکھیڑ رہے ہو۔ تم اس کی ٹہنی توڑ رہے ہو۔ تم اس کے پھول مسل رہے ہو تم نے میری محنت کی قدر نہیں کی۔ تو ایک مالی بوٹا لگاتا ہے، ایک کمہار ایک پیالہ بناتا ہے تو کوئی اس کے پیالے کو روند ڈالے تو اسے دکھ ہوتا ہے یا نہیں؟ تو جب ایک کاریگر کو اس کی بنائی ہوئی چیز کو تکلیف پہنچنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ تو حیرت کی بات ہے کہ مولائے کریم بنانے والا اور حضرت انسان کو بنانے والا۔ ایسا عمدہ شاہکار جس کی مثال نہیں، جس کی کوئی نظیر نہیں۔ ایک موت کا جھونکا آتا ہے اس کو بہا کر لے جاتا ہے اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ تو اللہ تعالیٰ کو اس کی بقا کا اہتمام کرنا چاہئے تھا کہ یہ گلاب کا جو کھلا ہوا پھول ہے جس کی رنگت آنکھوں کو تروتازگی بخشتی ہے یہ کبھی افسردہ نہ ہو۔ یہ کبھی پژمردہ نہ ہو یہ سدا بہار رہے تو اللہ تعالیٰ نے فنا و بقا کا یہ جو تسلسل قائم کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

تو فرمایا: "لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ "ہم تمہیں آزمانا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے کون تم میں سے برے کام کرتا ہے ہم نے جو نعمتیں تم کو عطا کی ہیں۔ ہم نے جو انعامات تم کو عطا فرمائے ہیں۔ تمہیں صحت دی ہے، تمہیں آنکھیں دی ہیں، تمہیں بولنے والی زبان دی ہے۔ آپ دیکھتے نہیں۔ بے چارے گونگے چاند کی طرح ان کا چہرہ ہوتا ہے۔ خوبصورت اور لمبا قد ہوتا ہے لیکن قوت گویائی اللہ تعالیٰ سلب کر لیتا ہے تو وہ اپنے دل کی بات بتا سکتے ہیں یا نہیں؟ کوئی اشاروں سے سمجھے نہ سمجھے گویائی اس کی عطا ہے۔ زبان دی، قوت گویائی عطا کی۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے موت اور زندگی کا تسلسل اس لئے قائم کیا ہے کہ ہم تمہیں آزمانا چاہتے ہیں۔ ہم تمہارا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ تمہاری آزمائش کرنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کون میری نعمتوں کی قدر کرتا ہے میری نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے اور پھر اس پر شکر بجالاتا

Marfat.com

ہے۔ اور کون وہ ہے کہ جس نے کبھی یاد نہیں کیا۔ اسے اس کے مالک نے کن کن قیمتی انعامات سے سرفراز فرمایا ہے۔ نہ اس نے اس نعمت کی قدر کی نہ اس نعمت کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کا تسلسل قائم فرما کر تمہاری آزمائش کا اہتمام کیا ہے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ فرعون کون بنتا ہے اور ابراہیم کون بنتا ہے۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ابولہب اور ابوجہل کون بنتا ہے اور ابوبکر و عمر کون بنتا ہے۔

"لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔" آپ یقین جانئے ہم جو یہاں بھیجے گئے ہیں کھانے پینے کے لئے اور سونے جاگنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ تصور کیجئے ہم کمرۂ امتحان ہال میں بیٹھے ہیں۔ اس زندگی کے وسیع و عریض ہال میں امتحانات کے سوالات کے جوابات دے رہے ہیں۔ ان کا حل کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ کب نکلے گا جب ہم اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔ جنہوں نے سکول و کالجز کا امتحان دینا ہوتا ہے وہ ساری ساری رات پڑھتے ہیں۔ سارا سارا دن سبق یاد کرتے رہتے ہیں۔ تو جس کا امتحان اللہ تعالیٰ نے لینا ہو اور جس کو ایک امتحان کے بعد دوسری بار امتحان دینے کی مہلت نہ ملتی ہو تو اس امتحان کے لئے انسان کو تیار رہنا چاہئے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔"

ہم تم کو آزما رہے ہیں، ہم تمہاری صبحوں کو بھی دیکھتے ہیں اور تمہاری شاموں کو بھی دیکھتے ہیں۔ ہم تمہارے دلوں کو بھی دیکھتے ہیں، تمہارے ظاہر کو بھی دیکھتے ہیں، ہم تمہاری جلوتوں کو بھی دیکھتے ہیں، تمہاری خلوتوں کو بھی دیکھتے ہیں، جو تم سوچتے ہو اس کو بھی جانتے ہیں، جو تم کرتے ہو اس کو بھی جانتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ کون ہماری بندگی کے راستے پر چلتا ہے اور کون نافرمانی اور سرکشی کو اپنا شعار بناتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَاد" تیرا رب تجھے تاڑ رہا ہے تو اس سے چھپ نہیں سکتا۔ تو اس سے مخفی نہیں ہو سکتا۔ تو گھر میں ہو یا بال بچوں میں بیٹھا ہو، دکان اور دفتر میں ہو یا کرسی عدالت پر ہو، زندگی کے کسی گوشے میں ہو۔

Marfat.com

ایک شخص زمیندار تھا اس کا ایک باغ تھا وہ باغ کی سیر کو گیا چونکہ عرب میں زمین تھوڑی ہوتی تھی۔ اس لئے وہ باغ کے اردگرد اونچی دیوار بنا دیا کرتے تھے۔ تا کہ ان پودوں کی حفاظت ہو سکے تا کہ کوئی جانور یا ظالم ان کو خراب نہ کر جائے۔ وہاں گیا وہاں اس کے مالی کی بیوی موجود تھی۔ شیطان نے ورغلایا اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے کہا جاؤ باغ کے دروازے بند کر آؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی مالک نے پوچھا تمام دروازے بند کر آئی ہے؟ اس اللہ کی بندی نے کہا اور تو میں سارے دروازے بند کر آئی ہوں لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا، اس نے کہا وہ کون سا دروازہ ہے؟ کہنے لگی جو بندے اور اس کے رب کے درمیان کھلا ہے، وہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ تو اس نے توبہ کی اور ارادے سے باز آیا۔ تو جب انسان کا یہ عقیدہ پختہ ہو جائے اور یہ تصور پختہ ہو جائے یہ مراقبہ پختہ ہو جائے کہ میں جہاں بیٹھا ہوں۔ جو بھی بات کر رہا ہوں جو بھی سوچ رہا ہوں جو بھی کر رہا ہوں میرا رب اسے دیکھ رہا ہے۔ سن رہا ہے تو ناممکن ہے کہ اس شخص کا کوئی قدم نافرمانی کے راستے پر اٹھے۔ اپنی زندگی کو اتنا ناکارہ نہ سمجھو۔ ہر آنے والے وقت اور لمحے میں توبہ کا خیال کر کے گناہ کرتے چلے جاؤ کہ اس دفعہ تو نہیں آئندہ رمضان میں توبہ کروں گا، روزے رکھوں گا، کیا اعتماد ہے کیا بھروسہ ہے، زندگی کے ان ایام کا یہ تو بلبلہ ہے پانی کا، ناتواں، ناپائیدار اور فانی چیز پر اتنا بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا اس میں راز کیا ہے۔ ''لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً'' تا کہ ہم تمہیں آزمائیں تم میں سے کون ہمارا شکر گزار ہے۔

(وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.)

Marfat.com

﴿بیتاب جذبے﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر گرامی مرتبت! دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے عہد جدید کے دس سالہ عرصہ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ یہاں اس قسم کا اجلاس منعقد ہے جس میں متعدد اضلاع کے اہل دل شرفاء، اہل نظر رؤساء اور دیگر جلیل القدر ہستیاں یہاں تشریف فرما ہیں جنہوں نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود یہاں قدم رنجہ فرمایا ہے ایسے مواقع روز بروز کب نصیب ہوتے ہیں اگر اس نادر اجتماع میں، میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرنے میں بخل، سے یا ناروا انکساری سے کام لوں تو میری یہ کم فہمی ہوگی اس لئے چند لمحے سمع خراشی کی اجازت چاہتا ہوں۔

اسلام ہماری روح میں بسا ہوا ہے اور ہمارے رگ وپے میں سمایا ہوا ہے۔ ہمیں اس سے جدا کرنے کی کوششیں اغیار نے بھی کیں اور اپنوں نے بھی، لیکن دونوں کو منہ کی کھانا پڑی۔ آج سے چند صدیاں پیشتر خاندان مغلیہ کے ایک نامور تاجدار اکبر اعظم نے اسلام کو مٹا کر دین الٰہی کو فروغ دینے کے لئے جو سعی بلیغ کی اس کے لئے اپنی شخصی وجاہت شاہی اختیارات، اور ملکی خزانے کو جس شدومد اور جوش وخروش سے استعمال کیا اس سے تاریخ کا ایک ابتدائی طالبعلم بھی اچھی طرح آگاہ ہے لیکن اس کا حشر کیا ہوا حضرت مجدد کے فقر غیور کی ایک نگاہ عتاب آمیز نے اس کے پرخچے اڑا دیئے اکبر کا شاید ابھی کفن بھی نہ میلا ہوا ہوگا کہ اس کا لخت جگر جہانگیر اسلامی سطوت وجلال کے آگے سر جھکا چکا تھا۔

بیسوی صدی کے آغاز میں ایک اور کوشش کی گئی۔ خلافت آل عثمان کا آفتاب ڈوب رہا تھا سارا ملک داخلی انتشار کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ عربی صوبوں میں عرب قومیت کا عفریت پھنکار رہا تھا باہمی حسد وعناد کا کوہ آتش فشاں پھٹنے لگا تھا ادھر یورپ کا حسن نوخیز قیامت ڈھا رہا تھا علم وفن کی

Marfat.com

مشاطگی نے اس کو رشک قمر بنا دیا تھا۔ جو اپنی رعنائی اور بے باکی سے دلوں کو مسخر، نگاہوں کو مسحور ا
دماغوں کو مرعوب کر رہا تھا۔ مصطفےٰ کمال نے ترکوں کے زوال وانحطاط کی ساری ذمہ داری اسلا
پر عائد کر دی اور اپنی بقاء کا راز اس میں مضمر جانا کہ وہ اپنی قوم کو دین اسلام سے کلیۃً الگ کر
اسلامی شعائر کو ختم کرنے کے لئے منظم کوشش کیں۔ صرف عربی رسم الخط ہی نہ بدلا بلکہ نما
اور اذان بھی ترکی زبان میں کہنے کی پابندی عائد کر دی۔ برسوں ایسا ہوتا رہا لیکن کوئی قوم کتنی د
تک اپنی فطرت سے برسرپیکار رہ سکتی ہے ایک نہ ایک دن اسے اپنی فطرت کے سنگین تقاضوں کے
سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑتے ہیں سالہا سال بعد جب اذان پھر عربی کے پیارے کلمات میں دی
گئی۔ تو ترک قوم کے ہر مرد و زن اور پیر و جوان کی آنکھوں سے فرط مسرت اور جوش عقیدت سے
آنسوؤں کے دریا رواں ہو گئے آج پھر اسلام ترکی میں پوری شد و مد سے اپنے مقام کو حاصل
کر رہا ہے اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہمارے صدر محترم نے جب اتحاد ممالک اسلامیہ کو دعوت
دی تو اس دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے ترک ہی تھے۔

یہ حقائق اس بات کی تصدیق کے لئے کافی ہیں کہ اسلام اور ہم یک جاں ہیں ان کو جدا
کرنے کی ہر کوشش ناکام و نامراد ہوگی دوسری بات جو اس حقیقت سے بھی زیادہ عیاں ہے وہ یہ
ہے کہ اسلام ایک عظیم قوت ہے اور اس کے ناقابل تردید اثرات ہم ہمیشہ محسوس کرتے رہے ہیں
اور کر رہے۔ ذرا غور فرمائیے! مغربی پاکستان میں نسلی اور لسانی لحاظ سے کتنی قومیں بستی ہیں لیکن
بایں ہمہ اس خطہ پاک میں بسنے والے کئی قومیں نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔

اسلام کی قوت کے بغیر اور کونسی قوت ہے جو ان تمام واضح اختلافات پر غالب آ رہی ہے
ابھی چند سال ہوئے بڑی شان و طمطراق سے فلک شگاف نعروں کی گونج میں مصر اور شام کا وفاق
قائم ہوا تھا لیکن وہ کتنا عرصہ باقی رہ سکا؟ بڑی مشکل سے دو سال گزرے تھے کہ شام نے اس اتحاد
کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ کیوں؟ ان میں اتحاد و توافق کی متعدد وجوہ موجود تھیں ان دونوں
ملکوں کی زبان ایک تھی رہنے سہنے کے اطوار یکساں۔ سرحدیں بھی ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں

Marfat.com

روہ وفاق کیوں قائم نہ رہ سکا اس لئے کہ اسکی بنیاد اسلام نہیں تھا بلکہ عرب قومیت کا جذبہ تھا جسے
ال عبدالناصر اور اس کے ہمنواؤں نے اتحاد و یکجہتی کی مضبوط ترین بنیاد سمجھا ہوا تھا تجربہ نے بتا دیا
کہ اسلام کی قوت تمام دوسری قوتوں سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ نے ہمیں
زمائش میں لا کھڑا کیا تو آپ کو معلوم ہے کہ الجزائر سے لے کر انڈونیشیا تک سارا عالم اسلام
پ کے لئے سربکف کھڑا ہو گیا تھا اس نازک دور میں جبکہ قوم، وطن اور زبان کے عفریت انسانی
حدت کے دامن کو بڑی بے دردی سے تار تار کر رہے ہیں ہمیں اسلام کا دور دراز ممالک میں بسنے
الے مختلف زبانیں بولنے والوں اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والوں کو اخوت و محبت کے رشتہ
میں پرو دینا کیا اسلام کی قوت قاہرہ کا ناقابل تردید ثبوت نہیں؟ یقیناً ہے۔

تیسری بات جو ان پہلی دو باتوں سے بھی زیادہ واضح اور روشن ہے اور بسا اوقات اس
کے باعث ہم پہلی دو باتوں کو بھی شک وشبہ کی نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں وجہ یہ ہے کہ ہمارا اسلام
سے کوئی گہرا تعلق نہیں ہمیں اپنے معاشرہ میں اخلاقی روایات بہت کم نظر آتی ہیں جن کی طرف
اسلام بلاتا ہے ہمارے انفرادی اور اجتماعی کردار کا دامن ان داغوں سے آلودہ ہے جس سے اسلام
نے سختی سے روکا ہے آخر فکر و عمل میں یہ تضاد کیوں؟

اگر اسلام واقعی ہمارے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے تو ہم اس پر عمل پیرا کیوں نہیں؟ اگر اسلام
واقعی ایک قوت ہے تو ہم اس کا اثر کیوں محسوس نہیں کرتے؟ ہم جب اپنی حالت زار کا مشاہدہ کرتے
ہیں تو ہمیں اپنی عقیدت کے محلات لرزتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ممکن ہے اس صورت حال کی
اور وجوہات بھی ہوں لیکن احقر کے نزدیک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی دلفریب تعلیمات کو
صحیح طور پر سمجھتے نہیں اگر ہم انہیں سمجھ لیں تو پھر ممکن نہیں کہ ہم ان سے روتابی کر سکیں۔

اس نہ سمجھنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے عوام پر یا علماء پر؟ اس کا جواب آپ جو چاہیں
دے سکتے ہیں چاہیں تو عوام کو بے حسی، بے دینی کے تیروں سے گھائل کریں اور ساری ذمہ داری
ان پر ڈال دیں اور چاہیں تو علماء کرام پر کیچڑ اچھالیں اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے انہیں

Marfat.com

کردہ اور نا کردہ تمام گناہوں کا ذمہ دار قرار دے دیں آپ آزاد ہیں لیکن کسی ایک کو مورد خطر بنانا حقیقت شناسی سے بعید ہوگا حقیقت یوں ہے کہ دونوں ذمہ دار ہیں علماء بھی اور عوام بھی۔ اسلام کو صحیح سمجھنے میں علماء نے ہماری پوری طرح مدد نہیں کی اور ہم نے صحیح عالم تیار کرنے میں اپنا فرض پوری طرح ادا نہیں کیا۔

ہماری آنکھوں کے سامنے علم دین کا طالب، تنگ و تاریک کمروں کی گھٹی گھٹی فضا میں سسکتا رہا روکھے سوکھے ٹکڑوں پر گذر اوقات کرتا رہا بوسیدہ چیتھڑوں سے اپنے زار نحیف جسم کو ڈھانپنے کی ناکام کوشش کرتا رہا لیکن ہمارے دلوں میں اس کے لئے ہمدردی کے جذبات کم۔ بہت کم اور حقارت ونفرت کے جذبات زیادہ، بہت زیادہ اٹھتے رہے ہم نے حضور نبی رحمت علیہ کے مصلے کے لئے اپنے بچوں کو تیار کرنا ہے۔

یہ تو اسلام کی صداقت کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ ان نامساعد حالات کے باوجود اسلام کا چراغ فروزاں رہا یہ تو اسلام کا اعجاز رہا ہے کہ وہ مس خام کو کندن بناتا رہا خاک کے ذروں کو تابانی خورشید عطا فرماتا رہا اور قطروں کو سمندر کی وسعتیں بخشتا رہا اور اس بے توجہی کے طویل عرصہ میں بھی انہیں تنگ و تاریک حجروں کی گھٹی گھٹی فضا میں ایسے پھول کھلتے رہے جنہوں نے اپنی مہک سے ایک عالم کو معطر کیا انہیں ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پر پڑھنے اور پڑھانے والے اتنے باہمت ثابت ہوئے کہ مخالف کے تند و تیز طوفانوں کے باوجود انہوں نے پرچم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

یہ گومگو کا عالم یہ فطری انتشار اور ذہنی اضطراب جس سے ہم دوچار ہیں ہماری ترقی اور خوشحالی کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑا ہے ہمیں ہر قیمت پر تذبذب کی اس کیفیت کو ختم کرنا چاہئے ورنہ ہماری تعمیری قوتوں اور صلاحیتوں کو بے یقینی کا گھن کھا جائے گا تذبذب کے عالم میں اگر ہم ایک قدم آگے بڑھیں گے تو دو قدم پیچھے ہٹ جائیں گے اور ہماری برق رفتاری کے باوجود منزل دور چلی جائیگی اس لئے یا تو ہمیں اسلام سے کلیۃً قطع تعلق کرنا چاہئے یا شرح صدر کے ساتھ اسے پوری طرح اپنانا چاہئے پہلا طریقہ حد درجہ خطرناک بھی ہے اور ہماری فطرت کے منافی بھی ہے

Marfat.com

اگر ہم اس طریقہ کو اپنانا چاہیں گے تو بھی زیادہ دیر اپنا نہیں سکیں گے اگر کوئی وقتی جوش و ولولہ ہمیں اس راستہ سے گامزن بھی کر دے تو میں تاریخی حقائق کی روشنی میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ چند قدم اٹھانے کے بعد ہمیں اپنی غلطی کا تلخ احساس بیتاب کر دے گا اور ہم واپس لوٹنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ تنازع للبقاء کی جو جنگ شدت سے لڑی جا رہی ہے اس میں اپنی برتریت اور افادیت اور اہلیت ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم بڑی خوشی، اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ اسلام کو اپنا ضابطہ حیات بنالیں اور اس کو پوری سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ قبول کر لیں یقین جانئے اس طرح ہم اپنی فطرت سے برسر پیکار ہو کر اپنی کوششوں کو رائیگاں نہیں بنائیں گے بلکہ اپنی فطرت سے مکمل ہم آہنگی اختیار کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں بڑھتے چلیں جائیں گے۔ اسلام کو اپنانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو اپنانے سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی ایماندارانہ اور مخلصانہ کوشش کریں۔ ان ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری علوم اسلامیہ کی تعلیم و ترویج ہے میں یہ نہیں کہتا کہ ملت کا ہر فرد معتبر عالم ہو ہر شخص کے لئے اسلام کے بنیادی عقائد اور روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل کا جان لینا ہی کافی ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ ملت میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو علوم اسلامیہ سے صرف اتنا ہی آشنا نہ ہو بلکہ اسے اس بحر ذخار میں غواصی کرنا اور اس کی تہہ سے ان صدفوں کو نکالنا بھی جانتا ہو جن کی گود دریائے درشہوار سے آباد ہو۔ سمندر کی موجیں ساحل پر کھڑے ہونے والوں کے پاس تو صرف سیپیں اور گھونگے لے کر آتی ہیں موتی تو ان کی جھولی میں ڈالے جاتے ہیں جو غوطہ لگا کر انہیں نکال لانے کی ہمت رکھتے ہوں۔ علوم اسلامیہ میں تبحر پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ گروہ علوم حاضرہ سے بھی آشنا ہو تا کہ وہ اپنے زمانے کے مزاج سمجھ سکے اور ان مشکلات سے آگاہ ہو جن کو اس نے حل کرنا ہے۔

معزز سامعین! یہ دارالعلوم جس کو آج آپ کے قدوم میمنت لزوم کا شرف حاصل ہو رہا ہے جس کے پہلے جلسہ تقسیم انعامات میں آپ جیسی ہستیاں تشریف فرما ہیں جن کا علم و فضل کردار کی

Marfat.com

پاکیزگی سیرت کی پختگی اور عزائم کی بلندی سارے ملک کے لئے باعث صد نازش ہے۔ یہ دارالعلوم اسی مقاصد کے لئے کوشاں ہیں آج سے تیس سال پہلے اپنے رب کریم کی توفیق سے میں نے اس دارالعلوم کے نصاب کا ایک خاکہ تیار کیا تھا۔ جس میں مذکورہ بالا ضروریات کو پورا کرنے کی سعی کی تھی اس میں علوم اسلامیہ کے علاوہ عصری علوم میں سے فلسفہ جدیدہ سیاسیات اور معاشیات کو داخل نصاب کیا تھا اور بی۔اے تک انگریزی زبان کی تعلیم لازمی قرار دی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت پر مکمل بھروسہ اپنے مقاصد کی برتری اور افادیت پر محکم یقین اور اپنے شوق فراواں کی بے چینیوں اور بیتابیوں کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہ تھا دارالعلوم کے لئے کوئی موضوع عمارت نہ تھی نہ کوئی قطعہ زمین جس پر ایک مثالی درس گاہ کی عمارت کی تعمیر کرنے کا خواب ہی دیکھا جا سکتا اور نہ ظاہری وسائل تھے اور نہ دل کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتا تھا۔ میں نے اپنے کئی احباب کی خدمت میں جب یہ نصاب پیش کیا تو بعض نے اسے درخور اعتناء ہی نہ سمجھا اور بعض نے ازراہ مروت ودل جوئی یہ کہا کہ نصاب تو اچھا ہے لیکن ہے ناقابل عمل تم بے دینی کی پھیلتی ہوئی فضا میں ایسے بچے کہاں سے لوگے یہ کتابیں کہاں سے دستیاب ہوں گی اور انہیں پڑھائے گا کون؟ اس کے علاوہ تمہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس پر خرچ بھی اٹھے گا ہم تمہیں بھی جانتے ہیں اور بزرگوں کو بھی اور ان کے مریدوں کو بھی وہ تو سب تقریبا تھرڈ کلاس لوگ ہیں یعنی (غریب) اور پھر مانگنے کے فن میں تم محض کورے ہو میرے مشفق ناصحین کے اندیشے بالکل بجا تھے ان کی نظر میری بے سامانیوں میری خامیوں اور کوتاہیوں پر بھی میرے احباب کی نارسائیاں ان کے سامنے تھیں۔ لیکن میرا دل مجھے کہہ رہا تھا کہ اپنی تہی ودامانی کی طرف نہ دیکھ بلکہ اپنے مالک کے بے انداز خزانوں کی طرف دیکھ تمہارے پاس اگر ذرائع کا فقدان ہے تو اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں تیرے وسائل تو بیشک محدود ہیں لیکن تیرے رب کی عنایات تو بے پایاں ہیں آج تقریبا دس سال گزرنے کے بعد جب روز اول کی بے سروسامانی کا تصور کرتا ہوں اور پھر اپنے رب جلیل کی بے انداز نوازشات کا مشاہدہ کرتا ہوں تو جبین نیاز اظہار

Marfat.com

تشکر کے لئے بیساختہ اس کے حضور میں جھک جاتی ہے۔

صدر معظم اور معزز حاضرین! میں اس طویل سمع خراشی کے لئے معذرت خواہ ہوں آخر میں یہ توقع ظاہر کرتا ہوں کہ آپ ہماری رہنمائی فرماتے رہیں گے ہماری فروگزاشتوں پر متنبہ فرماتے رہے گے اور ہمیں اپنے فرائض کی ادائیگی کی ترغیب بناتے رہیں گے۔ اور مجھے کامل بھروسہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو آپ کے مربیانہ فرائض ہیں ان کی یاددہانی کی ہمیں ضرورت نہیں پڑے گی۔

آخر میں بصدق دل، بصد ادب واحترام آپ تمام جلیل القدر اور عظیم المرتبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ سب نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہاں قدم رنجہ فرما کر انتہائی عزت بخشی ہمارے دل کی دھڑکنوں کو قریب سے سنا ہماری آشفتہ مزاجی کا منظر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا ہماری منزل کی دوری اور راہ کی دشواری کا اندازہ ہمارے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو کر لگایا۔

صدر محتشم! یہ ناچیز خود بھی سراپا تشکر ہے اور اس دار العلوم کے دیگر اساتذہ بھی آپ کی کرم فرمائی کے سپاس گذار ہیں اور آپ کے یہ بچے اپنے خیابان محبت کے شگفتہ پھول، عقیدت کے گلدانوں میں رکھ کر معصوم جذبات کے شبنمی موتیوں سے سجا کر بصد ادب واحترام پیش کرتے ہیں قبول فرمائیے۔ اے مولا کریم! اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل ہم سب کو اپنا اپنا فرض پہچاننے اور اس کو کما حقہ ادا کرنے کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔

Marfat.com

اُمتِ مسلمہ کے لئے دوراندیشی

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی شفیع المذنبین وخاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم .بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِن تَنصُرُوا اللّٰہَ یَنصُرکُم وَیُثَبِّت اَقدَامَکُم

باوفا ساتھیواور عزیزان جان فضلاء! آج اس خصوصی محفل میں آپ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھنا چاہتا ہوں اور وہ کسک جو میں عرصہ دراز سے شدت سے محسوس کر رہا ہوں اسے آپ کے سامنے بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اگر میرے مجروح دل پر کوئی مرہم رکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ میری اداس اور غمزدہ روح کو کوئی نوید راحت سنا سکتا ہے تو آگے بڑھے اور ایسا کر دکھائے اور اگر میں اس اجتماع میں کسی کی توجہ اور ہمدردی مبذول نہ کرا سکوں تو پھر اپنی حرماں نصیبی پر جی بھر کر آنسو بہا سکوں۔

کوئی قافلہ منزل کے بغیر قافلہ کہلانے کا حق نہیں رکھتا اسی طرح کسی تعین مقصد کے بغیر کوئی قوم اپنے آپ کو قوم نہیں کہلا سکتی اور جب تک قوم کے دل میں اپنے مقصد سے جنون کی حد تک عشق نہ ہو تو وہ نہ کوئی معرکہ سر کر سکتی ہے اور نہ نا مساعد حالات اور مخالف لہروں کا مقابلہ کر کے اپنی کامیابی اور ناموری کے جھنڈے گاڑ سکتی ہے۔ اسی طرح کوئی فرد خواہ وہ مالی، علمی اور فکری اعتبار سے کتنا عظیم کیوں نہ ہو، تعین مقصد اور اس کے حصول کے لئے مردانہ وار جدوجہد کے بغیر نہ اپنی خودی کی صحیح نشوونما کر سکتا ہے اور نہ عروس گیتی کو سنوارنے میں کوئی حصہ لے سکتا ہے اور نہ ہی اپنے خالق کی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کر سکتا ہے۔ جن سے اس کریم نے اس کو مالا مال کیا ہے۔

میں نے جب اپنے گردوپیش پر نظر ڈالی تو مجھے بڑا روح فرسا اور دل خراش منظر دکھائی دیا۔ میں نے دیکھا کہ اسلامی تمدن وثقافت کے جو چراغ نور افشانی کر رہے ہیں۔ تہذیب مغرب

Marfat.com

اور وہ رنگین پھول جو گلشن اسلام میں کھل کھل کر نور و نکہت برسا رہے ہیں۔ مادیت کی باد صرصر انہیں افسردہ پژمردہ کرتی چلی جا رہی ہے۔ اب تک مغرب کے سرمایہ داری نظام نے اسلامی چمن کو جی بھر کر لوٹا اور دولت کے غلط اور ظالمانہ تقسیم کے باعث ملت کو از حد امیر اور از حد غریب طبقوں میں بانٹ کر اس کی وحدت پر کلہاڑا چلایا۔ حسن و خوبی کے جو آثار کیپٹلزم کی یلغار سے بچ گئے انہیں اب سوشلزم ملیامیٹ کر دینا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور قرآن کریم کے متعلق جو غیر متزلزل عقیدہ راسخ تھا اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتا ہے۔ یہ تو بیرونی خطرات تھے جنہوں نے ملت اسلامیہ کو چاروں طرف سے نرغہ میں لے لیا تھا۔ اگر اندرونی حالات تسلی بخش ہوتے فکر اور عمل کی وحدت برقرار ہوتی تو ان خطرات کا منہ پھیر دینا کوئی مشکل بات نہ تھی۔ لیکن داخلی طور پر حالات از حد تشویشناک تھے اور ہر لحظہ ان کی خرابی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جذبہ ایمان کی وہ جولانیاں جن کے سامنے اسلام کی بلندیاں پیچ اور سرد پڑتی جا رہی تھیں۔ دینی غیرت و حمیت جس کے باعث اپنی ایک اسیر بہن کی فریاد پر ہم نے سارے سندھ کو روند ڈالا تھا، روبہ تنزل تھی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے بے پناہ عشق جس کے طفیل ہم نے باطل کو ہر میدان میں رسوا کن شکست دی تھی۔ اب ماند پڑتا جا رہا تھا۔ اس اجتماعی و انفرادی بے حسی اور افسردگی نے طالع آزما مغربی لیڈروں کو کھل کر کھیلنے کی اجازت دے دی جس کا جی چاہتا اپنی دکان سجا کر بیٹھ جاتا۔ اپنی چرب زبانی اور ابلیسی ہتھکنڈوں سے دن دیہاڑے متاع ایمان پر ڈاکہ زنی کرتا۔

ستم یہ کہ قانون اس کی پشت پناہی کرتا اور اگر کوئی غیرت مند باطل کی سینہ زوری پر احتجاج کرتا تو حکومت احتجاج کرنے والے کو فتنہ و فساد کہتی، گویا ظلم قانون کی نظر میں جرم نہ تھا، لیکن اس ظلم کے انسداد کی کوشش جرم تھی۔ ختم نبوت کا عقیدہ امت اسلامیہ کا اجماعی عقیدہ ہے جس مسیلمہ کذاب نے کسی زمانے میں نبوت کا دعوی کیا۔ وہ مسلمانوں کی آتش غیظ و غضب میں بھسم ہو کر رہ گیا۔ لیکن جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اس اجماعی عقیدہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ تو ملت

Marfat.com

نے اس شدید ردعمل کا مظاہرہ نہ کیا۔ جس کا یہ مستحق تھا۔ حالانکہ راج پال کی ہرزہ سرائی سے مرزا قادیانی کی ہرزہ سرائی لاکھ درجہ زیادہ سنگین اور مہلک نتائج کی حامل تھی۔ راج پال کی طرح اس فتنہ شوریدہ کے سرکو دبانے کے لئے اسلام کسی غازی علم الدین شہید کا انتظار کرتا ہے۔ لیکن کوئی مرد میدان آگے نہ بڑھا۔ اس فتنہ کو برطانوی استعمار نے ہی جنم دیا اور اسی کا ہی یہ خود کاشتہ پودا تھا۔ اور اس نے اپنے تمام وسائل اس کی آبیاری کے لئے وقف کر دیئے۔ جب علماء حق نے اس مہلک تحریک کے سنگین نتائج پر صدائے احتجاج بلند کی تو قوم کے سیاسی راہبروں نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ یہ فرقہ باطلہ یوں پھلا پھولا کہ آج اس کی تخریبی سرگرمیاں سارے پاکستان کے لئے شدید خطرہ بنی ہوئی ہیں اور موجودہ حالات کے پیش نظر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ صبح فردا کیا ہونے والا ہے۔

ایک اور گروہ ہے جو ملت اسلامیہ کی فکری اور نظریاتی یک جہتی کو درہم برہم کر رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شمع اسلام کے اولین پروانوں پر جھوٹے الزام لگا رہے ہیں جن نفوس قدسیہ نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اپنے خون ناب سے اس کو سینچا اپنے زریں کارناموں سے اسلام کو چار چاند لگائے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے سربکف، کفن بدوش باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے اور قیصر وکسریٰ کی وسیع مملکتوں پر اسلام کا پرچم لہرایا اس کور باطن گروہ کا کام رات دن ان پاکبازوں پر الزام تراشی ہے جن کے نام سے اسلام کی عظمت اور سرور دو عالم ﷺ رحمۃ للعالمین کی روایتیں وابستہ ہیں۔ ہماری بے خبری اور جہالت کے باعث یہ فتنہ بھی طاعون اور ہیضہ کی طرح تیزی سے پھیل رہا ہے۔ جو آیات منافقین کے حق میں اتری تھیں، برسر عام انہیں صحابہ کرام پر چسپاں کیا جا رہا ہے۔

ان کے علاوہ ایک اور فتنہ بھی معروف کار ہے جس کے پیش نظر تقدس نبوت اور احترام رسالت کے عقیدہ سے مسلمانوں کو مجروح کرنا، ان کے سارے مذاکرے ان کے سارے مواعظ، ان کی ساری تصنیفات اس ایک امر پر مرتکز ہوگئی ہیں کہ نبی کو اس کے مقام رفیع سے نیچے اتار کر ایک عام انسان کے دوش بدوش کھڑا کر دیا جائے، ان کی روش نے فتنہ انکار سنت کو جنم دیا ہے وہ کسی کافر کو تو

Marfat.com

مسلمان کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔البتہ مشرک سازی کی مہم چلانے میں یہ بڑے بے باک ہیں وہ تمام آیتیں جو مشرکین عرب کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کو غلامان مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء پر منطبق کرتے ہیں اور ہر اس خوش نصیب کو جسے عشق حبیب کبریا ﷺ کی دولت سرمدی ارزانی ہوئی ہے اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا اپنے موحد ہونے کے لئے شرط اول قرار دیتے ہیں۔

یہ سارے فرقے امت محمدیہ ﷺ کے سواد اعظم سے نکلے تھے۔فتنہ پردازوں نے اسی ایوان رفیع الشان سے اینٹیں اکھاڑ اکھاڑ کر نئے گھرانے تعمیر کر لئے۔ابھی مزید ہدم وتخریب کا سلسلہ جاری ہے۔فتنہ وفساد برپا کرنے والے دلیر بھی ہیں اور عیار بھی،منظم بھی ہیں اور موقع شناس بھی،انہوں نے جب اہل سنت کو مدہوش پایا تو ان کی مدہوشی اور غفلت سے فائدہ اٹھایا،بڑی چابک دستی اور ہنر مندی سے اس کی صفوں میں مزید انتشار پھیلاتے رہے۔بڑی مہارت اور عیاری سے اپنے آپ کو متحد اور منظم کرتے رہے۔ملکی صنعتوں پر چھا گئے،بڑے بڑے عہدوں کو ہتھیالیا۔کاروبار پر قبضہ جمایا،تعلیمی اداروں میں اپنی اجارہ داری قائم کی اور صحافت کے میدان میں تمام کلیدی مراکز پر اپنا تسلط جمالیا۔وہ ہر لحہ نہایت عقلمندی سے اپنے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف رہے۔دنیاوی مناصب اور مفادات کے حصول میں ان کی جماعت نے چونکہ ان کا ساتھ دیا تھا اس لئے وہ اپنی جماعت کی مالی حالت کو مستحکم بنانے کے لئے دل کھول کر چندے دیتے رہے۔

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے اکابر نے ظلمت کدہ ہند کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی شمعیں فروزاں کیں۔ہر شہر،ہر قصبہ اور ہر ایک دیہات سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی صدائے دلنواز بلند ہونے لگی۔**اللہ اکبر** کے نعرہ مستانہ سے صحرا،جنگل اور پہاڑ گونج اٹھے۔جن کے بزرگوں نے نو سال تک ہندوستان کی اسلامی مملکت کی سرپرستی کی اور جب بھی اور جہاں بھی الحاد اور بے دینی نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو وہ حضرت احمد سرہندی بن کر نمودار ہوئے باطل کے خس وخاشاک پر بجلی بن کر گرے اور اسے خاک سیاہ کر دیا۔جن کے غیور اور بہادر علماء و صلحاء نے 1857ء کے جہاد آزادی کی قیادت کی اور سینکڑوں کی تعداد میں درختوں کے تنوں کے

Marfat.com

ساتھ باندھ کر گولی سے اڑا دیئے گئے۔ صدہا جلاوطن کر دیئے گئے اور ان کی کثیر تعداد جیلوں میں ٹھونس دی گئی۔ وہ جہاد جس نے انگریز کے استعمار کی بنیادوں کو لرزا دیا تھا۔ اس کی قیادت شمع رسالت کے پروانے درس محبت کے دیوانے حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمائی اور اس کی سزا میں انہیں جزائر انڈیمان جلاوطن کر دیا گیا اور وہیں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ پھر آپ کے اکابر نے ہی قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا پوری ہمت اور دیانت سے ساتھ دیا اور اپنے ایمان کی قوت سے انگریز ہندو اور قوم پرست مولویوں کے عزائم مذمومہ کو ناکامی اور رسوائی سے دوچار کیا۔

اس عظیم نجیب اور سعید سواد اعظم کا یہ حال دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو روتا میں دیکھتا کہ صنعتیں دن بدن ان کے قبضہ سے نکلتی جارہی ہیں ان کے جوانوں پر اعلیٰ ملازمتوں کے دروازے اس ہوشیاری سے بند کئے جارہے ہیں۔ کہ اس محرومی کا کسی کو شعور تک نہیں اور جب تک پانی سر سے نہ گزر جائے گا شاید ہم اس شعور سے محروم رہیں گے۔ ہمارے نوجوانوں میں بے روزگاری بڑھی چلی جارہی ہے اور بے روزگاری اور غربت کے باعث سینکڑوں دوسرے عیوب تیزی سے ان میں سرایت کرتے جارہے ہیں۔

ان کے گنتی کے چند سکول اور کالجز ہیں وہ بھی قومی شعور سے بے بہرہ اور بیگانہ ہیں۔ ان کے دینی تعلیمی ادارے کسمپرسی کے عالم میں ہیں اور جمود نے ان کو ہر قسم کی تگ و دو سے محروم کر دیا ہے۔ اور میدان صحافت سے تو گویا کسی منظم سازش کے تحت انہیں نکال دیا گیا ہو۔

یہ حوصلہ شکن حالات اور سنگین مسائل تھے جو مجھے چاروں طرف سر اٹھاتے ہوئے نظر آئے ہیں۔ یہ تصور کر کے کانپ گیا کہ اگر یہ صورتحال کچھ عرصہ جاری رہی تو معاملہ ہمیشہ کے لئے تلپٹ ہو جائے گا۔ یہ سواد اعظم جس کا میں ایک ادنیٰ فرد ہوں جس کی محبت میرے رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے جس کے دینی عقائد کی حقانیت پر میرا پختہ یقین اور پکا ایمان ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے دین کو جزوی طور پر قبول نہیں بلکہ کلی طور پر قبول کیا ہے جن کے سینوں میں نور توحید درخشاں ہے۔ جن کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں ہے۔ جن کی روح صحابہ، اہل

Marfat.com

بیت، اولیائے ملت اور علماء ربانیین کی الفت سے سرشار ہے۔ وہ اگر خائب و محروم ہو کر زندہ رہنے پر مجبور کر دی جائے گی تو پھر کیا ہوگا؟

میں یہ تصور کر کے لرز جاتا تھا، مجھے یہ احساس کچھ کرنے پر مجبور کر دیتا۔ اگر میرا بس چلتا تو ایسا صور پھونکتا اور بار بار پھونکتا تاکہ سارے سونے والے سنی جاگ اٹھتے۔ اور اگر کوئی سونا چاہتا تو اس کے لئے سونا ناممکن بنا دیتا۔ اگر میرے مقدور میں ہوتا تو میں ایسی دلدوز چیخ مارتا کہ پتھروں میں شگاف ہو جاتے اور احساس زیاں سے سب بے چین و بے قرار ہو جاتے۔ طوفان بن کر آتا اور فتنہ و فساد کے شعلوں کو بھسم کر کے رکھ دیتا۔ نسیم سحر بن کر چلتا۔ خوابیدہ غنچوں کو جگاتا۔ دل گرفتہ عنادل کو گدگداتا اور انہیں حیات آفریں نغموں پر مجبور کر دیتا۔ لیکن میں ایک ذرہ بے مقدار ایسا نہ کر سکتا تھا

میں نے سوچا کہ ملت سے اپنی محبت کا اظہار کیسے کروں۔ اپنی وفاداری کا حق کیسے ادا کروں۔ مجھے اس کے ساتھ جو عشق ہے۔ اس عشق کی لاج کیسے رکھوں۔ میں نے خیال کیا کہ میں اکیلا کچھ نہیں کر سکتا، ان بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے اس ناسازگار ماحول کو سازگار بنانے کے لئے مجھے چند جانباز غیرت مند جفاکش اور باہمت ساتھیوں کی ضرورت محسوس ہوئی ایسے جوانمرد ساتھی جو باطل کی گوشمالی کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔ جن کا علم سمندر کی طرح بیکراں اور جن کی عتاب آلود نگاہوں سے ان سارے ابلیسی نظاموں میں ہلچل مچ جائے جو تن آسان نہ ہوں۔ بلکہ جفاکش ہوں۔ بے حس نہ ہوں۔ بلکہ پرلے درجے کے حساس ہوں۔ ضمیر فروش نہ ہوں۔ بکاؤ مال نہ ہوں۔ بلکہ مسند فقر و درویشی پر بیٹھ کر دولت قارون پر تھوکنا بھی گوارا نہ کریں۔

آج میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے کتنے ایسے جوانمرد ہیں جو میری توقعات پر پورا اترنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ میں سے کون ہے جو ساحل کی عافیت سے دل برداشتہ اور موجوں اور گردابوں سے الجھنے پر آمادہ ہیں۔ کتنے ایسے درویش ہیں جو نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کا شوق رکھتے ہیں۔ کون کون ہیں جو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسوہ مبارکہ کو اپنانے کے آرزومند ہیں۔ میں کبھی بھی تعداد کی کثرت کا قائل نہیں رہا۔ آج بھی میرے نزدیک

Marfat.com

تعداد کی کثرت ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ سب میری اس فریاد پر توجہ کریں گے۔ میری اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ میرے مجروح دل پر مرہم رکھیں گے۔ ان امنڈ کر آنے والے تند و تیز طوفانوں میں شمع اسلام کے لئے فانوس کا کام دیں گے۔ لیکن اگر آپ سب ایسا نہ کرسکیں صرف آپ کے اس گروہ سے چند دیوانے مجھے میسر آجائیں تو میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب کہوں گا۔ مجھے خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے والوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے پیمان وفا باندھ کر توڑ دینے والوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے روباہ صفت، مصلحت کیش احباب کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو مردان پاکباز کی ضرورت ہے۔ مجھے ہمت و عزم کی چٹانوں کی ضرورت ہے۔ مجھے اس دردمند اور طبع بے نیاز کی ضرورت ہے جو روئے حبیب ﷺ کے بغیر کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی شرک خیال کرتا ہے جس کے نزدیک اپنے محبوب پاک ﷺ کے نام پر مٹ جانا حیات جاوید سے زیادہ عزیز ہے جس کی سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ نقش پائے حبیب کبریا ﷺ پر اپنی متاع حیات لٹا دے۔ اگر آج آپ میں سے کوئی ساتھی اس جہاد میں شرکت سے معذرت کر دے تو اسے معذور سمجھوں گا

لیکن اس قافلہ عشاق میں نام لکھانے کے بعد اگر کوئی رفیق سفر بے رخی اور سرد مہری کا برتاؤ کرے گا تو وہ ایک ناقابل عفو جرم ہوگا۔

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

Marfat.com

چھٹا باب

تصوّف

Marfat.com

عزم وتوکل

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم
من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْم
فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْن (آل عمران)

برادرانِ اسلام! آپ جانتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے عرب اس قابل بھی نہ تھے کہ ان کے پڑوس کی دو بڑی حکومتیں مغرب میں روم کی حکومت اور مشرق میں کسریٰ کی حکومت ان کو غلام بنانا بھی پسند کرتیں۔"

یہ اتنے بیکار، اتنے نکمے اور اتنے گرے ہوئے تھے کہ کسی کا آقا بننا یا کسی کا سردار بننا یا کسی کا حاکم بننا تو بہت دور کی بات ہے، بیرونی حکومتیں اتنا بھی گوارا نہیں کرتیں تھیں کہ ان کو اپنا غلام بنائیں۔ اس لئے اتنی دو عظیم مملکتیں ہوتے ہوئے کسی نے اس خطہ پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اپنا زیر نگیں کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اپنے جاہلی نظام اور اپنی طبیعت کے اُجڈ پن کی وجہ سے اس قابل بھی نہ تھے کہ ان شائستہ حکومتوں کے غلام بن سکیں۔ ان کی حکایتیں آپ بیسوں مرتبہ سنتے ہیں، سن چکے ہیں، پڑھتے رہے ہیں اور پڑھ چکے ہیں۔ لیکن چند ہی سالوں میں سارا نقشہ ہی بدل گیا۔

وہ کون سی چیز تھی جس نے ان کو سارے عالم انسانی کا امام اور پیشوا بنا دیا۔ جہاں وہ جاتے تھے ظلم و جہالت کی تاریکیاں چھٹ جاتی تھیں۔ علم اور معرفت کے چراغ روشن ہو جاتے تھے۔ اگر غور کیا جائے تو دو چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہمیں نظر نہیں آتی۔

قرآن اور صاحب قرآن:

ایک قرآن کریم اور دوسرا صاحب قرآن ﷺ یہ دونوں چیزیں تھیں۔ جو ان میں ظہور پذیر ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ کوئی تیسرا فرد ایسا نہیں تھا کہ جس کا ان میں اضافہ ہوا ہو۔ اور اس نے انہیں اس پستی سے اٹھا کر بلندیوں تک پہنچا دیا ہو۔

Marfat.com

قرآن کریم کا معجزہ تھا اور صاحب قرآن کی نگاہ فیض کا اثر تھا جس نے بدوؤں، ان جاہلوں کو، ان اجڈوں کو زمانے کا پیشوا اور رہنما بنا دیا اور اسلام کے خلاف جو انہوں نے جو کوششیں اور لڑائیاں کیں اور جو انہوں نے جنگیں کیں۔ جس طرح کے وسائل ان کے پاس موجود تھے۔ تمام کے تمام انہوں نے استعمال کیے۔ لیکن وہ اپنی سکیم میں کامیاب نہ ہو سکے۔

تو بات سوچنے کی یہ ہے کہ وہی قرآن، جس نے عرب کے جاہل، گنوار، اجڈ، اور بدوؤں کو معرفت کے آسمان کا آفتاب اور مہتاب بنا دیا۔ کیا وجہ ہے؟ آج وہی قرآن ہم پڑھتے ہیں۔ آج وہی قرآن ہمارے بچے یاد کرتے ہیں۔ آج وہی قرآن ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں چھپتا ہے۔ ہم پڑھتے ہیں، سنتے ہیں، لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں آتا کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

جہاں تک میں نے غور کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم پہلے تو قرآن کو سمجھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ صرف آیتیں پڑھ لیتے ہیں اس کا مفہوم کیا ہے؟ اس طرف توجہ نہیں دیتے اور اگر کبھی توجہ دی بھی ہے تو گہرائیوں میں کبھی اترنے کی ہم نے جرات اور ہمت تک نہیں کی۔ جن گہرائیوں میں حقائق و معارف کے وہ گوہر ہائے شاہوار موجود ہیں۔ جو صحابہ کرام نے اپنے دل میں بسائے۔ اسی قرآن کریم کی ایک آیت میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس آیت کا مطالعہ کرنے کے بعد جہاں تک میں اس کی حقیقت سمجھ سکا ہوں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اگر آپ بھی اس پر غور کریں گے تو یقیناً آپ بھی اپنے دل میں تبدیلی اور انقلاب محسوس کریں گے۔

انسان میں بے شمار صلاحیتیں پوشیدہ ہیں: اس انسان میں مولائے کریم نے اتنی صلاحیتیں اور استعدادیں رکھ دی ہیں کہ اگر ان کی صحیح طور پر نشوونما ہو جائے تو فرشتے بھی اس کی گردِ راہ کو بوسہ دیں، آپ نے کبھی غور فرمایا ہے کہ بوہڑ کا درخت، اس کا بیج کتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ سوئی کے نکے کے برابر اس کا بیج ہوتا ہے۔ اب اس بیج میں اتنا بڑا تنا، اور اتنی بے شمار شاخیں، بے شمار پتے اور

Marfat.com

معلوم نہیں کیا کیا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سوئی کے نکے کے برابر بیج میں جو سرسوں کے بیج سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ اتنے بڑے درخت کو جس کا سایہ دو دو "بیگے" زمین کو ڈھانپ لیا کرتا ہے بند کر رکھا ہے۔

اگر بیج نہ ہوتا تو کیا وہ بوہڑ کا درخت پیدا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں جب بیج بویا جاتا ہے تو اس سے تنا نکلتا ہے۔ جڑیں پھوٹتی ہیں، تنے سے ٹہنیاں پھیلتی ہیں اور ٹہنیوں سے پتے نکلتے ہیں۔ اور اس کا پھیلاؤ کئی کئی "بیگے" زمین کو اپنے سائے میں لے لیا کرتا ہے۔

یہ سب کچھ کس چیز میں سمٹا ہوتا ہے؟ اس چھوٹے سے بیج میں جو سوئی کے نکے کے برابر ہوتا ہے تو جس قدرت والے نے اس چھوٹے سے بیج میں ایک اتنے بڑے درخت کو سمو دیا ہے کہ جس کو دیکھ کر ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اتنا بڑا تنا اتنی بڑی شاخیں اور بے شمار پتے اس چھوٹے سے بیج میں سموئے ہوئے ہیں۔ اسی قدرت والے نے اس پیکر خاکی میں بے شمار صلاحیتیں اور استعدادیں ودیعت فرما دی ہیں۔

جس بیج کو صحیح زمین مل گئی، صحیح پانی مل گیا، صحیح نگہداشت مل گئی وہ چند سالوں میں پھیل کر اتنا بڑا درخت بن جاتا ہے۔ جس کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

اسی طرح انسان کو بھی اگر صحیح تربیت مل جائے، اس کی تعلیم کا صحیح بندوبست ہو جائے، صحیح طور پر اس کی روحانی و وجدانی کیفیات کی نشوونما ہو جائے تو فرشتے بھی اس کے سامنے دم بخود ہوتے ہیں۔ اور اگر انسان کی تربیت صحیح نہ ہو تو اس کی صلاحیتیں بروئے کار نہیں لائی جا سکتیں۔ ان صلاحیتوں کو کمزور کرنے والی کیا چیز ہے؟ وہ ہے ارادے کی کمزوری، ارادہ کیا، کہ میں پہلے یہ کام کروں گا پھر راستے میں کوئی رکاوٹ اور تکلیف آ گئی۔ تو اس کو چھوڑ دیا اور دوسرا کام شروع کر دیا۔ پھر وہاں کوئی رکاوٹ آ گئی دل برداشتہ ہو گیا اس کو بھی ترک کر دیا تو اپنا سارا وقت اپنی ساری توتیں اس میں برباد کر کے چلا جاتا ہے۔ زندگی بھی ساری ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی جھولی میں نتیجے کے طور پر کوئی چیز اسے میسر نہیں آتی۔

Marfat.com

تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں کامیاب زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ آپ اس آیت مبارکہ میں غور کریں، صحابہ کرام تو اہل زبان تھے۔ وہ تو زبان کی خوبیوں اور گہرائیوں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ کی پاک زبان اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو تلاوت کرتی تھی تو مسلمان ہی نہیں کافروں پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اور وہ بھی مجبور ہو کر سجدہ ریز ہو جایا کرتے تھے۔

کلام عربی کی فصاحت و بلاغت اور قرآنی الفاظ میں جو گہرائیاں اور وسعتیں ہیں صحابہ کرام وہ ان کو حضور پاک ﷺ کی زبان پاک سے سنا کرتے تھے۔ ان کو اپناتے تھے ان کو سمجھتے تھے اور ان پر عمل پیرا ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن ہم تساہل سے گزر جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم نے ایک قرآن شریف ختم کر لیا۔ رمضان شریف میں دس قرآن شریف کے ختم کر لئے اور یہ کر لیا، وہ کر لیا اور جو قرآن کریم کی معدن اور حقیقت ہے اس تک پہنچنے کی ہم بہت کم کوشش کیا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس انقلاب سے دوچار نہیں ہوتے۔ جو قرآن کریم کا خاصہ ہے جس نے بھی قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھا ہے وہ ضرور اس انقلاب سے روشناس ہوا ہے۔

عزم کا صحیح مفہوم:

”فاذا عزمت“ تو ہم اس کا ترجمہ یوں کر دیتے ہیں کہ جب تو ارادہ کرے جب تو نیت کرے۔ عزم کا یہ معنی نہیں ہے عربی میں ”عزم“ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے بارے میں پوری طرح غور کرنا، سوچ بچار کرنا، تأمل کرنا، تفکر کرنا، تدبّر کرنا، اس پر مرتب ہونے والے آثار و نتائج کا پوری طرح جائزہ لینا اور جائزہ لینے کے بعد پھر کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرنا یہ ساری چیزیں ملحوظ رکھنے کے بعد جب کوئی انسان کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو عربی میں ”عزم“ کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بس شروع کر دیا ادھر منہ کر لیا اور دکان کھول لی۔ اس کو عزم کہہ دیا گیا۔ کوئی کام شروع کر دیا تو اس کو عزم کہہ دیا۔

عزم، کہتے ہیں جس چیز کو کرنا چاہتے ہو اس پر پوری طرح غور کرو، اس پر پوری طرح تدبر

Marfat.com

کرو، اس پر مرتب ہونے والے نتائج کا پوری طرح جائزہ لو اور دیکھو کہ وہ نتائج جو محنت تم کر رہے ہو، ان کا صلہ ہوں گے یا نہیں اور اگر یہ نتائج مرتب ہوں گے تو کیا تم ان کے متحمل ہو سکتے ہو؟ جب تمام چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد انسان کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ کمر ہمت باندھتا ہے اس کو عربی میں "عزم" کہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔"فاذا عزمت"

اے میرے بندے! جو عقل میں نے تجھے عطا فرمائی ہے جو دماغ کا روشن چراغ میں نے تجھے ارزانی فرمایا ہے اس سے پوری طرح کام لینے کے بعد، اس مسئلہ کے نشیب وفراز کا پوری طرح جائزہ لینے اور اس پر مرتب ہونے والے آثار ونتائج کا پوری طرح تجزیہ کرنے کے بعد جب تم اس کا ارادہ کرو تو اسے عزم کہیں گے۔

"فاذا عزمت" جب تم عزم کر لو، جب تم پختہ نیت کر لو، جب تم پختہ ارادہ کر لو تو اس کو "عزم" کہتے ہیں۔ جب تک اس کے طلئے عزم کی کیفیت پیدا نہیں ہوگی تم اس کو سرانجام نہیں دے سکو گے۔ کون سا کام ایسا ہے جس کے راستے میں رکاوٹیں نہ ہوں؟ کون سا راستہ ہے جس میں پھول کی پتیاں ہی بکھری ہوئی ہوں اور کانٹا کوئی نہ ہو؟ کوئی راستہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جہاں میں کانٹے نہ ہوں، جہاں دشوار گزار پہاڑ نہ ہوں، جہاں ہولناک گرداب نہ آئیں، جہاں طوفان برپا نہ ہوں، جہاں مخالفوں کے پتھروں کی بارش نہیں ہوتی، زندگی ہے ہی آلام کا نام، اس کو کہتے ہیں دار المحن یہ مصیبتوں کا گھر ہے یہ آلام کا گھر ہے۔

تو جب تک انسان اتنا پختہ ارادہ نہیں کرتا، جب تک اپنی سوچ سے اپنی خداداد عقل سے کام لے کر اس کے نتائج پر غور نہیں کر لیتا، جب تک ہر قسم کے انجام سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہیں ہو جاتا اس کے ارادے کو اس وقت تک عزم نہیں کہا جا سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس کی جگہ واذا اردت واذا هويت۔ واذا هممت" کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ فرماتا ہے، فاذا عزمت، جبکہ تو عزم کر لے۔

Marfat.com

عزم کس کو کہتے ہیں؟ جوش میں آ کر کوئی کام کرنا اس کو عزم نہیں کہتے۔ کسی کے کہنے پر منزل کی طرف رخ کر کے چل پڑنا اس کو عزم نہیں کہتے۔ ''عزم کہتے ہیں'' سوچ سمجھ کر، عقل خدا داد سے پوری طرح کام لے کر، اس کے عواقب ونتائج سے پوری طرح آگاہی حاصل کرنے کے بعد کمرِ ہمت باندھ کر اس کی طرف قدم اٹھانا اس کو ''عزم'' کہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومن کی زندگی کمزور ارادوں سے عبارت نہیں ہوتی کہ کوئی چلے، اس کی طرف چلنا ہے اس راستے پر کوئی پہاڑ آ گیا، کوئی گھاٹی آ گئی، کوئی دلدل آ گیا، کوئی کیچڑ آ گیا، کوئی اور طرح کی تکلیف آ گئی تو کسی اور طرف چل نکلے۔ سارا وقت اسی طرح گزر گیا۔ یہ مومن کی زندگی نہیں ہے۔ مومن کی زندگی اس قسم کے کمزور ارادوں سے مبرا ہوا کرتی ہے۔ مومن جب قدم اٹھاتا ہے تو عزم کر کے قدم اٹھاتا ہے۔ پختہ ارادہ کر کے قدم اٹھاتا ہے وہ کسی تکلیف کو خاطر میں نہیں لاتا۔ بلکہ وہ پوری طرح تیاری کر کے، پوری طرح اپنا عزمِ مصمم کرنے کے بعد منزل متعین کرتا ہے، منزل متعین کرنے کے بعد پھر عواقب ونتائج سے بے نیاز ہو کر جب اس کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ منزل چل کر اس کے قدموں میں حاضر ہوتی ہے۔ تو فرمایا ''فاذا عزمت'' جب تو عزم کرے، یعنی جب تو کام کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔ انسان کتنا ہی پختہ ارادے والا ہو اور کتنی ہی سوچ بچار رکھتا ہو۔ انسان کتنا ہی دور رس ذہن کا مالک کیوں نہ ہو۔ اس کے وسائل محدود، اس کا علم بھی محدود، اس کے اسباب بھی محدود، اس کی ساری چیزیں محدود ہیں۔ یہ پیکر خاکی کائنات کی وسعتوں اور گہرائیوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتا ہے؟ وہ ان سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتا ہے؟ تو اس کے لئے ایک اور طریقہ بتایا کہ پہلے عزم کرو، پختہ ارادہ کر لو پختہ نیت باندھ لو اور اس کے بعد کیا کرو؟

''توکّل علی اللہ'' اپنے رب پر بھروسہ کر لو! سمجھو کہ میں پار اتر جاؤں گا۔ اللہ پر بھروسہ کرو کہ وہ میری مدد فرمائے گا۔ جہاں میری طاقتیں جواب دے جائیں گی، چراغ عقل بجھ جائے گا جہاں میرا حوصلہ ہمت ہار دے گا وہاں میرا رب میری دستگیری فرمائے گا۔ جہاں تمام وسائل

Marfat.com

ساتھ چھوڑ جائیں گے، جہاں تمام دوست آنکھیں پھیر لیں گے، جہاں مصائب و آلام میرے لئے محاصرہ تنگ کر دیں گے، اس وقت میرا ایک رب ہے جس کو میں نے اپنا مالک اور اپنا خالق تسلیم کیا ہوا ہے اس کی نُصرت آئے گی اور میری مدد اور دستگیری کرے گی۔

تو پہلے کیا ہے، ''عزم'' اس کے بعد کیا ہے ''توکل'' عزم کے بعد جب انسان اپنے رب پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اپنے بندے کی دستگیری کرتی ہے، اپنے بندے کا ہاتھ پکڑتی ہے اور منزل کو اس کے قریب کر دیتی ہے۔

فرمایا ''فاذا عزمت فتو کل علی اللہ'' جب تم پختہ ارادہ کر لو، جب تم عزم صمیم کر لو ''عزم'' کا معنی میں نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ سوچ کے بعد تدبر، غور اور فکر کرنے کے بعد جب تم کسی نتیجے پر پہنچ کر کام کے لئے کمرِ ہمت باندھتے ہو تو اس کو کیا کہتے ہیں۔۔۔؟ عربی میں ''عزم'' کہتے ہیں۔ شعر ہے

ارادے باندھتا ہوں جوڑتا ہوں توڑ دیتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے

اسی دلدل میں ساری عمرِ برباد کر دینا یہ مومن کا شیوہ نہیں ہوا کرتا وہ پہلے سوچتا ہے اس پر غور و فکر کرتا ہے اس پر مرتب ہونے والے آثار و نتائج اور انجام کو پوری طرح دیکھتا ہے، دیکھنے کے بعد ان کے حق ہونے کا اور ان کے مفید ہونے کا جب اس کو یقین ہوتا ہے تو پھر وہ کسی تکلیف کو، کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندے! عزم تو نے کیا ہے، پختہ ارادہ تو نے کیا ہے، تم خواہ کتنے ہی پکے ارادے کر لو، ان گردش ایام کا ان حادثاتِ زمانہ کا تم تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے آؤ تم میری قوتوں پر اعتماد کرو۔ جہاں تمہارے قدم تھک جائیں گے وہاں میری مدد تمہاری دستگیری فرمائے گی اور راستے کی مشکلیں خود بخود آسان ہو جائیں گی۔

''ان اللہ یحب المتو کلین۔'' فرمایا کہ ہم توکل کرنے والوں سے پیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

سبحان اللہ! ہم ان سے محبت کرتے ہیں وہ ہمارے محبوب ہوا کرتے ہیں تو توکل کا یہ معنی نہیں کہ عزم کئے بغیر کہیں کہ ہم توکل کرتے ہیں۔ پہلے عزم کرو اس کے بعد توکل کرو۔ جب توکل صحیح ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے شامل حال ہو جائے گی۔ وہ تمہاری دستگیری بھی کرے گا، وہ تمہاری رہنمائی بھی کرے گا۔ وہ تمہارے راستے کی مشکلات اور رکاوٹوں کو دور فرمادے گا۔

یہ قرآن کریم کے کلمات تھے عربی شعراء نے بھی اس مضمون کو بیان کیا ہے بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے لیکن

؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

کہاں قرآن پاک کا اعجاز اور اس کا اسلوب بیان۔۔۔۔!

عربی شعراء نے بھی اس کو بیان فرمایا ہے اس میں بھی بڑی قوت ہے اس میں بھی بڑی جامعیت ہے۔ لیکن قرآن کریم کے اسلوب میں اور عرب کے فصیح و بلیغ شاعروں کے بیان میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

"اِذَا هَمَّ اَلْقٰى عَزْمَةً بَيْنَ عَيْنَيْهِ
وَنَكَّبَ عَنْ جَمِيْعِ الْعَوَاقِبِ جَانِبًا"

کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے تو عزم کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنالیتا ہے۔ نہ اس عزم کی دائیں طرف دیکھتا ہے، نہ بائیں طرف دیکھتا ہے نہ اوپر دیکھتا ہے نہ نیچے دیکھتا ہے اُس پر نظریں جمائے رکھتا ہے۔

"ونكب عن ذكر العواقب جانبا" جو راستے کی مشکلات ہیں، جو تکلیفیں ہیں، جن امتحانوں سے اسے دوچار ہونا ہے ان کی پرواہ نہیں کرتا وہ اپنی منزل کی محبت میں اس طرح وارفتہ ہوتا ہے کہ ان مشکلوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

بڑا ہی اچھا شعر ہے بڑا ہی اعلیٰ قسم کا شعر ہے لیکن کہاں قرآن کا حسن بیان اور کہاں ان شاعروں کی فصاحت بلاغت کا معیار؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''فاذا عزمت فتوکل علی اللہ'' جب پختہ ارادہ کرلو تو تنہا تم خواہ کچھ ہو، رستم زمانہ ہو، خواہ وقت کے ارسطو ہو، اپنے زمانے کے سکندر ہو، کچھ بھی تم بنتے رہو۔ جب تک میری طرف سے تمہاری دستگیری نہیں ہوگی تو تم منزل حاصل نہیں کرسکو گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حقیقت و جامعیت کے ساتھ اپنے بندوں کو یہ پیغام سنایا۔

''فاذا عزمت فتوکل علی اللہ'' خواہ تم طالب علم ہو، خواہ تم تاجر ہو، خواہ تم زمیندار ہو، خواہ تم سپاہی ہو، خواہ تم فاتح ہو، خواہ زندگی کے کسی شعبے میں بھی اپنی کوششوں کو صرف کرنے والے ہو تو جب تک ان دو چیزوں کو اپنا زادِ راہ نہیں بناتے نہ کامیابی نصیب ہوگی اور نہ ہی تمہیں سرخروئی کا تاج پہنایا جائے گا انہی کو کامیابی نصیب ہوتی ہے اور انہی کے سر پر سرخروئی کا تاج سجایا جاتا ہے جن میں ایک عزم کی صفت پائی جاتی ہے۔ اور دوسری اللہ تعالیٰ پر توکل کی صفت پائی جاتی ہے۔

حضور ﷺ کی ساری زندگی، صحابہ کرام کی ساری زندگیاں، کامل مسلمانوں کی ساری زندگیاں ان ہی دو باتوں سے عبارت تھیں، عزم اور توکل۔ جہاں عزم ہے اور توکل ہے وہاں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیکرِ عزم تھے:

حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کو تخت خلافت پر مسلمانوں نے متمکن کیا تو چند دنوں میں ہی ارتداد کا فتنہ اس زور سے اٹھا کہ ہر قبیلے میں نبی اور رسول پیدا ہونے لگا۔ مرد تو مرد رہے عورتوں نے بھی دعویٰ شروع کردیا کہ ہم بھی نبیہ ہیں، ہم پر بھی وحی نازل ہوتی ہے، ہمیں بھی مسندِ نبوت پر فائز کیا گیا ہے، ایک طوفان آگیا ایک آندھی چل گئی جس کو دیکھو وہ اپنے قبیلے کے لئے نبوت کا دعویٰ کررہا ہے۔ بہت ساری دنیا کو اپنے پیچھے چلائے ہوئے ہیں۔ تو جب یہ اطلاعات مدینہ منورہ پہنچیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس مشاورت طلب کی، جلیل القدر صحابہؓ کو مشورے کے لئے بلایا۔

Marfat.com

بعض لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا کہ ہم زکوۃ نہیں دیتے۔ آپ نے مشورہ لیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حالات یہ ہیں، بعض صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ جو منکرین زکوۃ نہیں دیتے وہ کلمہ تو پڑھتے ہیں، نماز تو پڑھتے ہیں، حج تو کرتے ہیں، اگر ہم ان سے اس وقت جنگ کریں گے تو حالات بڑے نازک ہیں کیونکہ ہر قبیلے سے ایک نبی پیدا ہو گیا ہے۔ یہ چند لوگ بھی ہمارے مخالف ہو جائیں گے۔ سارا عرب ہمارے مخالف اٹھ کھڑا ہو گا۔ ہم تو تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ پہلے ان نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کے ساتھ مقابلہ کیا جائے، ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد منکرین زکوۃ کے ساتھ دو دو ہاتھ کریں گے۔ یہ تو دوسرے صحابہ کرام کی رائے تھی۔ خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا رائے تھی؟ وہ صدیق جس کو خود نبی کریم ﷺ نے اپنے مصلے پر کھڑا کیا تھا۔

''مروا بابی بکر فلیصل بالناس'' حکم دو ابو بکرؓ کو وہ میرے مصلے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سترہ نمازیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں حضور ﷺ کے مصلے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو پڑھائیں۔ آپ امام بنے اور سارے مسلمانوں نے آپ کے مقتدی بن کر آپ کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔

تو جس کو حضور ﷺ نے اپنی امت کی امامت کے لئے چنا تھا اس صدیق نے کیا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہ کہتے ہو کہ دشمن کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ ہماری تعداد بہت کم ہے اور اگر ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی تو دشمن ہم پر ہلہ بول دے گا اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ اے میرے دوستو! کان کھول کر سن لو وہ رسی کہ جس کے ساتھ اونٹ کے پاؤں باندھے جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ حضور ﷺ کے زمانہ تک وہ زکوۃ کے طور پر ادا کرتے تھے اور اب اگر وہ بھی دینے سے انکار کریں گے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلا بھی ان کے ساتھ جنگ کرے گا۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میری لاش جنگل کے چیتے اور بھیڑیے باہر گھسیٹ کر لے جائیں اور نوچ کر پارہ پارہ کر دیں۔ اپنے ساتھ تو میں یہ سلوک برداشت کر سکتا ہوں لیکن محمد مصطفیٰ

Marfat.com

ﷺ کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ آج حج کا انکار کر دیں گے، کل نماز کا انکار کر دیں گے تم یہی کہو گے کہ کلمہ تو پڑھتے ہیں۔ جو حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک عقال دیتا تھا۔ ایک رسی دیتا تھا جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا تھا اگر کوئی وہ بھی دینے سے انکار کر دے گا تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے تو پھر ابو بکرؓ اکیلا اس کا مقابلہ کرے گا۔ میں تو یہ برداشت کر سکتا ہوں کہ جنگل کے بھیڑیے، چیتے آئیں اور ابو بکرؓ کی لاش کو گھسیٹتے پھریں اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ لیکن ابو بکر جب تک زندہ ہے وہ دینِ محمدی کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ۔ ان اللہ یحب المتوکلین. اسی عزم کا نتیجہ تھا اسی توکل کا نتیجہ تھا کہ وہ سارے فتنے جو آپ کے مختصر سے دور میں پیدا ہوئے ختم ہو گئے۔ آپ صرف دو سال چار مہینے اور چند دن تخت خلافت پر متمکن رہے۔ اس قلیل سی مدت میں جو آنکھ جھپکتے ہوئے گزر جاتی ہے۔ اس مرد خدا نے جس کو ''عزم'' کا سبق بھی اس کے آقا ﷺ نے پڑھایا تھا اور ''توکل'' کا سبق بھی اس کے مرشد کامل ﷺ نے اسے یاد کرایا تھا۔ اس مرد کامل نے دو سال چار مہینے اور چند دن کی قلیل مدت میں جتنے فتنے تھے سب مٹا کر رکھ دیئے۔ نہ کوئی جھوٹا نبی باقی رہا، نہ کوئی زکوٰۃ کا انکار کرنے والا باقی رہا، جہاں جہاں اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا وہاں سارے کے سارے صدق دل سے نظام مصطفےٰ ﷺ کو قبول کر رہے تھے اور اس پر عمل کر رہے تھے۔ یہ کس کا نتیجہ تھا؟ ''فاذا عزمت فتوکل عَلَی اللّٰہ۔'' جب انسان عزم کرے تو اپنے رب پر توکل بھی کرے، جب عزم بھی ہو اور اپنے رب پر توکل بھی ہو تو کائنات کی ہر چیز اس کے آگے سر جھکا دیتی ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں جو صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے سنیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سنیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنیں، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سنیں، کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام نے سنیں اور ان کے دل میں نقش ہو گئیں۔ انہی کی بنیادوں پر وہ کائنات کو فتح کرتے چلے گئے۔ جہاں جہاں تک ان کے قدم پہنچے وہاں وہاں اسلام پہنچا۔ جہاں جہاں یہ نور ہدایت جگمگایا وہاں وہاں توحید کا پرچم لہرایا۔ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی اسلام ہمیں خوابوں میں زندگی بسر کرنے کے لئے

Marfat.com

لوریاں نہیں دیتا۔ وہ تو ہمیں جگاتا ہے، وہ تو ہمیں حقائق سے آگاہ کرتا ہے، وہ تو ہمیں ان کلیات و جزئیات اور قواعد وضوابط سے آگاہ کرتا ہے، جن پر کہ انسان کی کامیابی کا دارومدار اور انحصار ہے۔ تو آپ بھی اپنی زندگی میں ان دو چیزوں کو داخل کیجئے، پہلے خوب غور کیجئے کہ جس منزل کے لئے آپ احرام باندھ رہے ہیں کیا وہ منزل اس قابل ہے کہ جس کے لئے آپ جان جوکھوں میں ڈال سکیں؟ کیا وہ منزل اس قابل ہے کہ آپ ہر چیلنج کو قبول کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ اگر آپ غور وفکر کے بعد اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ ہاں یہ منزل اس قابل ہے

سبحان اللہ.

طارق بن زیاد اور توکل:

طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ جب اندلس کے کنارے پہنچے اور کشتیاں جلا دیں۔ تو انہوں نے ایک شعر کہا۔ میں آپ کی خدمت میں وہ شعر عرض کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

”وَلَسْنَا نُبَالِیْ کَیْفَ سَالَتْ نُفُوْسُنَا

اِذَا نَحْنُ اَدْرَکْنَا الَّذِیْ کَانَ اَجْدَرَا“

ہمارا جو مقصد ہے وہ ہمیں مل جائے اس مقصد کو پانے کے لئے اگر خون کے دریا بہہ جائیں تو ہم اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ مقصد ملنا چاہئے منزل تک رسائی ہونی چاہئے۔ وہ چیز جو اس قابل ہے کہ اسے ایک بندہ مومن حاصل کرے اور اسے حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو طرح طرح کے جور و جفا کا ہدف بنائے۔ اگر ہم اس منزل کو پالیں تو ہمیں اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کہ کتنے جوان قربان ہوئے، کتنی رنگ رنگیلی جوانیاں قربان ہوئیں، کتنے بچے یتیم ہوئے، ہم اس بات کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین کا جھنڈا بلند رہے۔ محمد مصطفی ﷺ کے لائے ہوئے نظام کا پرچم لہراتا رہے، اس کے لئے اگر ہمیں اپنے خون کے دریا بھی بہانے پڑیں تو ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے یہی ہمارے لئے سعادت ہے۔ یہی وہ عزم ثابت تھا، یہی وہ توکل علی اللہ کی صفت تھی جس نے طارق کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کیا اور

Marfat.com

آٹھ نوسو سال تک مسلمانوں کا ہلالی پرچم صلیب کی دنیا میں لہراتا رہا اور اس کو اپنی برکتوں سے مالا مال کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآنی تعلیمات کو سمجھنے اور ان کو اپنے دل میں جگہ دینے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.

Marfat.com

تقویٰ کی حقیقت

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہِ الکریم اَمّا بَعد فاعوذُباللہ السمیع العلیم.من الشیطان الرَّجِیم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۔ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوتوا الکتابَ مِنْ قبلِکُم وَاِیّاکُم اَن اتقوا اللّٰہ ۔

برادران اسلام! یہ وہ عظیم جلسہ ہے جس میں شمولیت کی مجھے بھی سعادت حاصل ہوئی ہے اور آپ کو بھی، میں چاہتا ہوں کہ اس مبارک موقع پر ایک اہم چیز کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروں جس کا ذکر اس آیہ طیبہ میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

''وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِین اوتوا الکتابَ '' لام تاکید کا قدتا کید کا اور وصّینا صیغہ جمع متکلم فعل ماضی یہ تمام علامات اس حکم کی عظمت پر دلالت کر رہی ہیں، جو بیان ہونے والا ہے، فرمایا: لوگ جو آپ سے پہلے تھے مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت داؤدؑ وغیرہ اور کتاب مثلاً تورات، زبور، انجیل وغیرہ۔ ان تمام انبیاء کو بھی اس کا حکم دیا اور تمام کتب میں بھی اس کا ذکر کیا۔ ساتھ ہی امت مصطفیٰ ﷺ کو بھی حکم دیا۔ یہ حکم کتنا اہم ہے جب سے انسانیت کی تخلیق ہوئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ حکم فرمایا جا رہا ہے۔ یہ حکم کسی ایک امت کے ساتھ خاص نہیں، کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام اور اب تک جوں کا توں قائم ہے۔ حکم کیا فرمایا:

''اَنِ اتقوا اللّٰہ '' اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یہ حکم پہلی امتوں کو بھی دیا اور امت مصطفیٰ ﷺ کو بھی دیا۔ اس بات کا تذکرہ صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی بار مختلف طریقوں سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''الٓمّ ۔ ذٰلِکَ الکِتَابُ لَاریب فِیہ ھدیً لّلمُتّقین ''(البقرہ)

قرآن مجید سے صرف متقی ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

یہ کتاب ہدایت جو میں نے اپنے حبیب پر نازل فرمائی ہے۔ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ ساری

Marfat.com

کائنات اس سے فائدہ اٹھائے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے، جو پرہیز گار ہے، جو متقی ہے، جو متقی نہ ہو اس سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کہ سورج چڑھا ہوا ہو، بے شک اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا ہو لیکن اندھے کو اس سے فیض نہیں ملتا۔ قرآن کریم کے فیض کا سرچشمہ جاری ہے۔ لیکن پھر بھی انہیں ہدایت نہیں ہوتی۔ وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔

آج کی اس نشست میں پہلی بات یہ بیان کرنی ہے کہ جس چیز کا حکم اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو بھی دیا اور ہم کو بھی اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میری کتاب ان لوگوں کی رہنمائی کرے گی جو متقی اور پرہیز گار ہیں۔ جن کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اَکْرَمکم عنداللّٰہ اتقاکم (الحجرات) تم میں سے میرے نزدیک باعزت وہ ہے جو متقی ہے۔ میرے نزدیک عزت والا وہ نہیں جس کے پاس کاریں، کوٹھیاں، دولت، اور مربعے وغیرہ ہوں۔ بلکہ میرے نزدیک عزت والا وہ ہے جو متقی ہے، جو پرہیز گار ہے۔ وہ کیا چیز ہے جسے تقویٰ کہتے ہیں۔

تقویٰ کی تعریف:

علماء کرام نے تقویٰ کے متعلق بے شمار تصریحات پیش کی ہیں۔ لیکن میں تمہارے سامنے ایک عام اور سادہ سی تصریح پیش کرتا ہوں امید ہے کہ آپ کے دل میں بیٹھ جائے گی۔ ''جس جگہ پر تمہارے رب نے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے تو اس جگہ سے غائب نہ ہو اور جس جگہ تیرے رب نے جانے سے منع کیا ہے تو اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔'' اس کا نام تقویٰ ہے۔ گویا سارا دین، عبادات، شریعت اور، اخلاق تقویٰ کے ضمن میں اللہ نے ذکر فرما دیئے ہر وہ جگہ جہاں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے تو وہاں سے غیر حاضر نہ ہو۔ مولائے کریم نے حکم دیا کہ صبح کا وقت ہو موذن اذان دے رہا ہو۔ تو اپنے بستر کو چھوڑ کر اپنی نیند کو قربان کر کے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جا۔ یاد رکھو! حاضری صرف فوج، سکول اور دفتر وغیرہ میں نہیں لگتی۔ بلکہ جس وقت نماز کی صفیں کھڑی ہوتی ہیں۔ امام

Marfat.com

مصلئے امامت پر پہنچ جاتا ہے۔اللہ پاک بھی اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ کون آدمی اس محلہ سے غیر حاضر ہے۔اور کون حاضر ہے؟ تقویٰ یہ ہے کہ جس جگہ پر حاضر ہونے کا تیرے رب نے حکم دیا ہے تو اس جگہ سے غیر حاضر نہ ہو۔جس وقت تیرے کانوں میں "حی علی الصلوة" کی صدائے دلنواز گونجے تو اسی وقت اپنی دوکان کو اپنی مجلس کو اپنے کاموں کو چھوڑ کر اگر تو اپنے رب کی یاد میں مشغول ہو گیا۔یعنی نماز میں شریک ہو گیا تو تو متقی ہے۔تو اس جگہ حاضر ہے جس جگہ تیرے رب نے تجھے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔لیکن اگر تو اپنے کام کاج میں لگا رہا، ٹی وی دیکھتا رہا، حقہ پیتا رہا، ادھر اذانیں ہوتی رہیں اور تجھے کوئی پرواہ نہ ہوئی۔تو ٹس سے مس نہ ہوا۔اگر ان حالات میں تیرے احساس کی حس بیدار نہ ہوئی، تو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی اللہ تو ارشاد فرماتا ہے۔ ھدًی لّلمتقین۔یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف ہے۔

اور جس جگہ اللہ تعالیٰ نے جانے سے منع فرمایا ہے اس جگہ پر تو قدم نہ رکھے تو اس کا نام تقویٰ ہے۔تقویٰ کے اس پہلو کے لحاظ سے ہمیں ہر اس چیز سے بچنا ہو گا، جس کے سرانجام دینے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ رشوت لینے سے منع فرماتا ہے، ہمیں اس سے اجتناب کرنا ہو گا بری محافل و مجالس، قحبہ خانوں، اور عیاشی کی محفلوں سے گریز اختیار کرنا ہو گا۔سینما گھروں اور اخلاق بگاڑنے والے پروگراموں سے دور رہنا ہو گا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔شیطان کے نقش قدم پر نہ چلا کرو۔وہ تمہیں فاحش اور بری چیزوں کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے۔

تقویٰ کی یہ تعریف اگر ذہن نشین رہے تو انسان اللہ کے تمام فرامین اور احکامات پر عمل پیرا رہتا ہے، وہ نماز سے غیر حاضر نہیں ہوتا، رمضان مقدس میں روزہ کے حکم سے کنارہ کش نہیں ہوتا۔اپنے مال سے مسکینوں اور غریبوں کا حصہ نکالنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے رشوت لینے سے منع فرمایا ہے وہ ان سے اجتناب کرتا ہے۔اگر زبان سے ان ساری چیزوں کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس

Marfat.com

کے عمل نے اس کی گواہی نہ دی بلکہ وہ تذبذب کا شکار ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں اگر رشوت لینا چھوڑ دوں تو اپنے بال بچوں کا پیٹ کیسے بھروں گا۔ بینک میں جو لاکھوں روپیہ ہے اگر اس پر سود نہ لوں تو غریب ہو جاؤں گا، میرے بچے بھوکے مر جائیں گے، میرے مکان کا کرایہ پورا نہیں ہوگا۔ جب ان مجبوریوں کو دیکھ کر ہم تقویٰ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تو یاد رکھیں تقویٰ کی برکتوں سے ہم کبھی بھی مالا مال نہیں ہو سکتے۔ ہم کہتے تو رہتے ہیں کہ تقویٰ بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن ہمارے ذہنوں میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال رکھا ہے کہ اگر تجھے تقویٰ کا بخار چڑھ گیا تو زندگی کی ساری بہاریں، یہ عیش وعشرت ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ تیرے مقدر میں بھوک اور غربت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

آج ہم نے غیر جانبدار ہو کر اس چیز پر غور کرنا ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ہمیں تقویٰ کا جو حکم دیا ہے، وہ انسان کے لئے باعث برکت ہے، یا تقویٰ اختیار کرنے سے دنیا کی ذلت اور خجالت اٹھانا پڑے گی۔ کیا اس کو اختیار کرنے سے انسان دنیا سے محروم ہو جاتا ہے۔ یا وہ اس کی سرمدی نعمتوں سے مالا مال ہوتا ہے۔ یہ جو صبح شام ہمارے ذہن میں پراگندگی رہتی ہے کہ اگر ہم نے تقویٰ اختیار کیا تو ہم بھوکے ہو جائیں گے۔ بچے کی شادی کرنا ہے، زیور بھی بنانا ہے، شریک کی بارات بھی آنی ہے، اگر روٹی اچھی نہ دی تو ناک کٹ جائے گی، کیا یہ سارے وسوسے صحیح ہیں یا یہ محض شیطان کی فتنہ سامانی ہے۔

تو دوستو! سب سے پہلے ایک مسلمان کے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو راستہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے وہ راستہ ذلت کی طرف نہیں لے جاتا، پستی کی طرف نہیں لے جاتا، بلکہ وہ حقیقی کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر ہمارے ایمان کی شمع روشن ہے تو بغیر کسی تشریح کے ہمارا یہ دعویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سرخرو رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، اگر آدمی کسی رئیس کے سائے کے نیچے آ جائے، اس کی تکلیف کو رئیس اپنی تکلیف سمجھتا ہے، اگر اس کی کوئی بے عزتی کرے تو اس کو اپنی بے عزتی سمجھتا ہے۔ کیا ایسا نہیں؟ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اگر اس کا حقیقی بھائی بھی اس پر

Marfat.com

دست درازی کرے تو وہ اس کو برداشت نہیں کرتا۔ جب غیرت مند رئیس اپنے سایے کے نیچے بیٹھنے والے کی بے عزتی برداشت نہیں کرتا تو تم کیا سمجھتے ہو جو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے کیا وہ کبھی ذلیل ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں یاد رکھو! جو اس کی پناہ میں آجائے دنیا اس کے قدموں پر گرتی ہے۔ جس نے معمولی دنیادار کے پاس پناہ لے رکھی ہو۔ وہ اس کی عزت کا، اس کی ہر چیز کا محافظ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک معمولی سے آدمی کا یہ کام ہے۔ تو وہ واحد وقہار اس کی ہر چیز کا محافظ نہیں ہوگا؟

دوستو! یہ بات تو تب سوچی جا سکتی ہے، جب رب کی ذات کمزور ہو اور دنیادار طاقت ور ہوں۔ لیکن یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے، وہ قہار ہے، وہ علیم وخبیر ہے، وہ علی کل شیءٍ قدیر ہے۔ جو اس کے دامن عافیت میں پناہ لیتا ہے وہ کبھی بھی محروم نہیں رہتا بلکہ ساری دنیا کی نعمتیں اس کے قدموں میں آجاتی ہیں، ضرورت صرف یہ ہے کہ انسان حقیقی طور پر رب کی پناہ میں آجائے۔

یہ وہم جو ہمارے ذہنوں میں ہے کہ غلط طریقے سے اگر دولت نہ کمائی تو ہم غریب ہو جائیں گے۔ یہ کیا ہے؟ یہ شیطان کا وسوسہ ہے۔ حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ خداوند قدوس نے سورۃ بقرہ کی ابتدائی چند آیتیں جن میں اسلام کے نظام حیات کا منشور بیان کیا گیا ہے۔ بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔ اولئک هم المفلحون (البقرہ۔ ۵) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں جو اس منشور کی پابندی کرتے ہیں۔ ہم سادہ الفاظ میں اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ وہ کامیاب ہیں حالانکہ یہ ترجمہ ان الفاظ کا حق ادا نہیں کرتا۔ لغت عرب میں کامیابی کے لئے بہت سے الفاظ ہیں مثلاً فائزون، ناجحون، وغیرہ فلاح کا معنی بھی کامیابی ہے لیکن فلاح سے مراد ایسی خاص کامیابی ہے جو ادھوری نہ ہو۔ بلکہ لغت عرب میں فلاح سے مراد ایسی کامیابی ہے جو کامل ہو۔ اس لحاظ سے جو نماز پڑھے، روزے رکھے، اپنے رزق سے زکوٰۃ ادا کرے جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں ان پر ایمان رکھے۔ قیامت پر ایمان لائے اس کے لئے اللہ نے بشارت دی ہے۔

Marfat.com

''اولئک ھم المفلحون'' ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ افراد اس قرآنی منشور پر عمل پیرا ہوں گے ان کے سر پر کامیابی کا جو تاج سجایا جائے گا وہ کامیابی تمام نہیں ہوگی بلکہ وہ کامیابی ایسی ہوگی جو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں انسان کو کامیاب دے گی۔ یہ نہیں کہ تم نمازیں پڑھو گے، زکوٰۃ دو گے تو قیامت کے دن تو حوریں تمہارا استقبال کریں گی۔ لیکن یہ دنیا ذلیل ہو کر گزارنا ہوگی۔ قیامت کے دن مولائے پاک کی رحمت کا سحاب کرم تم پر برسے گا لیکن یہ دنیا دھکے کھا کر گزارنا ہوگی، محروم ہو کر گزارنا ہوگی، جوتے کھا کر گزارنا ہوگی۔ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے میرے حکم کے مطابق عمل کیا تو اس دنیا میں ہماری رحمتیں اور مہربانیاں تمہارے مقدر میں ہوں گی۔ اور قیامت کے دن بھی تم سرخرو ہو گے۔ فرمایا ''اولئک ھم المفلحون'' یہ لوگ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں کامیاب ہوں گے۔

اب میں تم کو دو تین آیتیں سناتا ہوں تاکہ تم پر واضح ہو جائے کہ جو باتیں میں نے تمہیں سنائی ہیں۔ وہ اپنی طرف سے نہیں کہیں بلکہ قرآن حکیم سنایا ہے۔ اب نصِ قطعی ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''من یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب''

جو مجھ سے ڈرتا ہے اور میرے حکم کی تعمیل کرتا ہے جس بات سے میں نے منع کیا ہے وہ نہیں کرتا، جو تقویٰ کو اپنا شعار، بنا لیتا ہے، اگر تکلیفوں کے طوفان امنڈ آئیں اور مصیبتوں کی آندھیاں جائیں اس کے ساتھی اس کو چھوڑ دیں۔ انسان ایسے گھمبیر چکروں میں پھنس جائے کہ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ ہو تو جو آدمی تقویٰ کو اختیار کرتا ہے۔

''یجعل لہ مخرجاً'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کی سلامتی کا راستہ خود بخود پیدا کر دیتا ہوں۔ یجعل لہ مخرجاً کے الفاظ کتنے ہی معنی خیز ہیں۔ اگر کسی نے تقویٰ اختیار کیا تو اس کے نتیجہ میں ظاہری طور پر مصیبتوں اور تکلیفوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بچ نکلنے کے سارے راستے بند ہو گئے۔ امید کی ساری کرنیں ناپید ہو گئیں۔ اس کے ساتھیوں نے اسے چھوڑ دیا

Marfat.com

خداوند قدوس فرماتا ہے جس نے ہمارے کہنے پر تقویٰ اختیار کیا۔اس مشکل گھڑی میں ہم نے اسے نہیں چھوڑا۔اس کی کامیابی کے راستے ہم خود بخود پیدا کریں گے۔غور فرمائیں۔حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔سینکڑوں مرتبہ آپ نے یہ واقعہ سنا ہوگا۔پڑھا بھی ہوگا۔زلیخا ان کو سات کمروں میں لے گئی کنڈیاں لگا کر تالے بھی لگا دیئے اور کہا ھیت لک تو میری خواہش کو پورا کر تو میری طرف نظر اٹھا کر تو دیکھ۔میں کتنی خوبصورت ہوں مجھ میں کتنی جاذبیت ہے۔آپ نے فرمایا۔''معاذاللہ''اور کوئی نہیں دیکھ رہا لیکن میرا رب تو دیکھ رہا ہے اے زلیخا تیرا یہ خیال غلط ہے عالم تنہائی ہے زلیخا دھمکی دے رہی ہے کہ اگر تو نے میری بات نہ مانی یاد رکھ میں مصر کی شہزادی ہوں۔میں تمہیں وہ سزا دوں گی جو تمہیں یاد رہے گی۔میں تم پر ایسی تہمت لگاؤں گی کہ گلی گلی تجھ کو رسوا ہونا پڑے گا۔تیری عزت خاک میں مل جائے گی۔

حضرت یوسفؑ ان سات کمروں میں اکیلے ہیں کوئی ظاہری مددگار بھی نہیں ہے کوئی آپ کے لئے نجات کی راہ نہیں ہے۔ادھر زلیخا دھمکی بھی دے رہی ہے۔حضرت یوسف کو یہ یقین بھی ہے کہ جو بات وہ کہہ رہی ہے اس کے کر گزرنے پر وہ قادر بھی ہے۔آپ نے فرمایا۔بے شک دنیا مجھے مجرم کہے لیکن جس کا میں بندہ ہوں اس کے سامنے میرا دامن پاک ہونا چاہئے۔اگر وہ مجھے مجرم نہ کہے تو باقی دنیا کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔اس نے جب دست درازی کی کوشش کی تو آپ وہاں سے بھاگے۔فوراً خیال آیا کہ دروازے بند ہیں اور تالے لگے ہوئے ہیں۔فوراً تائید ربانی نے ساتھ دیا اور ذہن نے گواہی دی اے یوسف بھاگنا تیرا کام ہے دروازے کھولنے میرا کام ہے جو تیرا کام ہے وہ تو کر جو میرا کام ہے وہ میں کروں گا۔جس وقت آپ بھاگتے گئے تو تالے خود بخود کھلتے گئے اور آپ اپنی عصمت کو بچا کر باہر نکل آئے۔آپ خود اندازہ لگائیں اس واقعہ کو ہزاروں سال گزر گئے لیکن یوسف کی پاک دامنی کی گواہی لوگ اب بھی دیتے ہیں۔یہی مطلب ہے اس فرمان خداوندی کا۔یجعل لہ مخرجا۔بے شک زلیخا نے بہت بڑا فریب کیا تھا۔سازش کا گہرا جال بچھایا تھا۔لیکن اس پھانسی میں وہ پھنستے ہیں جن کا تعلق اپنے رب سے نہیں ہوتا۔اور جن

Marfat.com

کا تعلق اپنے رب کے ساتھ ہوان کے بارے میں ارشاد ہے۔" یجعل لہٗ مخرجا "اللہ خود ان کے لئے نجات کے راستے بنا دیتا ہے انسان کو چاہئے کہ مصیبتوں میں یہی چیز پیش نظر رکھے۔ اگر وہ مصیبت میں گرفتار ہو جائے، رشوت کے بغیر کام نہ چل رہا ہو، جھوٹی گواہی کے بغیر حالات کے سنوارنے کا امکان نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صرف اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کی رضا جوئی کے لئے ان چیزوں کو نظر انداز کر دے، جب بندہ اللہ کی رضا کے لئے ان چیزوں کو نظر انداز کر دے گا تو اللہ تعالیٰ خود اس کی کامیابی کے راستے پیدا کر دے گا۔ کیونکہ یہ اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ وعدہ ہے اور اللہ کے سارے وعدے سچے ہیں۔ اگر تو نے تقویٰ کو اپنا شعار بنا لیا اس امتحان کی گھڑی میں بھی تو ثابت قدم رہا تو وہ اللہ جو کارساز ہے وہ مشکل ترین حالات میں بھی تیرے لئے کامیابی کے راستے پیدا کر دے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے۔ یجعل لہٗ مخرجاً۔ ویرزقہ من حیث لا یَحتسِبُ. جس وقت انسان کوئی غلط کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو شیطان اس کام کو مزین کر کے انسان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے میں سُود اس لئے لیتا ہوں کہ میرا فلاں کام ہو جائے۔ حرام اس لئے کھاتا ہوں کہ میرا گزارہ نہیں ہوتا۔ میں نے بچوں کی شادی کرنی ہے۔ زیورات تیار کروانے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر میں غلط ذرائع اختیار نہیں کروں گا تو میری یہ مشکلات کس طرح حل ہوں گی۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔ تو میرے اوپر توکل کر۔ اگر تو تقویٰ اختیار کرے گا۔" یرزقہ من حیث لا یحتسب " خدا تجھے اس جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے تجھے توقع ہی نہیں۔ تو اپنے رب پر بھروسہ کر کے تو دیکھ اس پر یقین کر کے تو دیکھ، اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے یا نہیں۔ یاد رکھو اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کرنا تو اور کون مائی کا لال ہے جو وعدہ پورا کرے گا۔ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا۔ من یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجاً۔ جو تقویٰ اختیار کرے گا اُس کی مصیبتیں اللہ تعالیٰ دور کرے گا اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جس کا اسے تصور بھی نہیں۔ یہ کس کا حکم ہے کہو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ آیت میں نے کہاں سے تلاوت کی ہے کہو قرآن کریم سے۔ تو معلوم ہوا یہ اس خالق

Marfat.com

کریم کا ارشاد ہے جس کی ہر بات اٹل اور جس کا یہ ہر وعدہ سچا ہے گویا جو شخص تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ دو وعدے فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مصیبتوں کے کتنے ہی گھنے بادل کیوں نہ آجائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے خلاصی کے راستے خود بخود پیدا کر دے گا۔ اور دوسرا وعدہ یہ فرمایا کہ اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے توقع تک نہ تھی۔

تقویٰ کے دو فائدوں کا تذکرہ تو میں نے پہلے ہی کر دیا اب میں تمہارے سامنے ایک آیت طیبہ سے تقویٰ کے نتیجے میں حاصل ہونے والی برکات کا تذکرہ کرتا ہوں۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔ **يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقاناً ويُكفر عنكم سيئا تكم ويغفر لكم والله ذو الفضلِ العظِيم (الانفال)**

جو تقویٰ اختیار کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتا ہے اور نافرمانی پر کمربستہ نہیں ہوتا بلکہ ہر حالت میں تقویٰ پر ثابت قدم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کے ساتھ تین وعدے کئے ہیں۔

پہلا وعدہ:

يجعل لكم فرقاناً ۔ اللہ تعالیٰ اسے فرقان کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ فرقان کسے کہتے ہیں؟ فرقان کا مادہ اشتقاق **فرق يفرق** ہے جس کا معنی ہے "جدا جدا کرنا" جب دو ملی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کیا جائے اسے عربی میں فرق کہتے ہیں۔ لیکن لغت عرب میں جب فرقان کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے حق اور باطل کو علیحدہ علیحدہ کرنا۔ جھوٹ اور سچ واضح کرنا۔ سیاہ اور سفید کو جدا جدا کرنا۔ اس لفظی تحقیق کے بعد اب آپ غور فرمائیں۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔ **يجعل لكم فرقاناً** ۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے، اگر تم میرے محبوب کی سنت پر عمل پیرا ہو گے تو بڑے بڑے شیطان، ابلیس، عیار اور مکار ڈاکو تمہارے ایمان کی دولت کو لوٹنے کے لئے دن رات کوشش کر رہے ہیں۔ اور ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ بڑے بڑے زیرک سن کر ڈگمگا جاتے ہیں۔

Marfat.com

﴿توبہ کی حقیقت﴾

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم.

يا ايها الذين امنو توبوا الى الله توبة نصوحاً.

برادران اسلام! توبہ کسے کہتے ہیں؟ صرف زبان سے استغفار کہہ دینے کو استغفار نہیں کہتے۔ توبہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اپنے کیے پر شرم محسوس ہو کہ وہ تو میرا خدا ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا۔ جس نے مجھے پالا۔ آنکھیں دیں۔ ہاتھ پاؤں سے نوازا۔ علم جیسی دولت عطا کی۔ جاگیروں اور کارخانوں کا مالک بنایا۔ میں نے اس رب کی نافرمانی کی۔ مجھ سے بڑی غلطی سرزد ہوئی۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا جیسا میں کر بیٹھا ہوں۔ تو جس وقت انسان کا دل نادم وشرمسار ہو تو سمجھو توبہ کا دروازہ کھل گیا۔

توبہ کا پہلا درجہ:

توبہ کا پہلا درجہ ہے مغفرت۔ مغفرت کا مطلب ہے گناہوں پر پردہ ڈال کر لوگوں کی نظروں سے چھپا دینا۔ جس وقت انسان عجز و نیاز کے ساتھ سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو پہلی مہربانی ہوتی ہے مغفرت کی۔ آپ اپنے معاشرے میں متعدد ایسے لوگ دیکھتے ہیں جن کی ابتدائی زندگی اللہ کی نافرمانی اور شیطان کی فرمانبرداری میں گزری، جب اس نے خلوص نیت سے توبہ کی تو اس رحمٰن و رحیم خدا نے ان کی توبہ کو شرف قبولیت بخشا۔ ان کے گناہوں کو ڈھانپ دیا۔ اب لوگ ان کی تکریم کرتے ہیں۔ عزت واحترام سے پکارتے ہیں۔ کسی کو اس کا ماضی یاد نہیں رہتا۔ یہ کتنا بدکردار، خطاکار اور روسیاہ تھا کیونکہ رحمتِ خداوندی نے اس کے گناہوں کو یوں ڈھانپ دیا ہے کہ لوگوں کو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ وہی چور اب حاجی صاحب، میاں صاحب اور صوفی صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

Marfat.com

دوسرا درجہ:

توبہ کا دوسرا درجہ ہے تکفیر سیئات۔ تکفیر سیئات کا مطلب ہے نامۂ اعمال سے گناہوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینا۔ جب دل میں مزید رقت پیدا ہو، خجالت و ندامت کا احساس شدید سے شدید تر ہو جائے تو دوسری مہربانی ہوتی ہے تکفیر کی۔ سیئات حضور اکرم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے۔ قیامت کے روز ایک آدمی حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا۔ خداوندِ قدوس اسے جنت میں جانے کا حکم دیں گے۔ فرشتے عرض کریں گے یا باری تعالیٰ آج تو یوم حساب ہے، تمام نیکیاں اور برائیاں ترازوئے عدل پر تولی جائیں گی۔ یا اللہ ہم نے تو اس شخص کے گناہ لکھ لکھ کر اتنے دفاتر سیاہ کر دیئے ہیں، کیا اس کا کوئی محاسبہ نہیں ہوگا۔؟ تو مولائے کریم ارشاد فرمائیں گے، بیشک آج یوم الدین ہے، عدل کرنے کا دن ہے، اگر تمہارے پاس اس کے گناہوں کا کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو۔ فرشتوں کا خیال تھا کہ اس کے نامۂ اعمال کے پہلے صفحے پر ہی جو بدکاریاں درج ہیں صرف وہی اسے جہنم رسید کرنے کے لئے کافی ہوں گی۔ چنانچہ پہلا صفحہ کھولیں گے تو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ دوسرا کھولیں گے تو وہ صاف، تیسرا کھولیں گے تو وہ بھی بے داغ، پوری کتاب پر برائی کا نام و نشان تک نہیں ہوگا۔ فرشتے عرض کریں گے، یا اللہ ہم نے لکھا تو بہت کچھ تھا لیکن اس میں تو کچھ بھی نہیں۔ وہ رحمٰن و رحیم خدا فرمائے گا۔ اے فرشتو! میں نے ان سب گناہوں کو عفو کے پانی سے دھو دیا ہے، اب تمہیں ان کا نام و نشان نہیں مل سکتا۔

تیسرا درجہ:

توبہ کا بالاترین درجہ یہ ہے (رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا) انسان اتنا شرمسار ہو کہ اپنے گناہ کا عذر بھی نہ کر سکے۔ اس کی زبان گنگ ہو جائے جب ندامت کا احساس حد درجہ کو پہنچتا ہے تو اس کی شانِ رحمت کی ایک اور جلوہ طرازی ہوتی ہے، وہ کیا ہے۔

Marfat.com

يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ (الفرقان.) جتنی غلطیاں، برائیاں اور خطائیں ہوں سب نیکیوں میں تبدیل کردی جاتی ہیں۔ اتنا کریم اور رحمان و رحیم رب کوئی اور بھی ہوسکتا ہے؟ تو گناہ کرے اور نوافل کا ثواب پائے۔ تو بدکاری کرے اور عمرے کا ثواب تیرے نامۂ اعمال میں لکھا پائے۔ تو اس سے مانگ کر تو دیکھ۔ پھر تجھے اس کی شانِ کریمی کا پتہ چلے کہ وہ کتنا غفور الرحیم ہے؟

الحُبّ للّٰہ:

قیامت کا دن ہوگا۔ تمام مخلوق صف در صف کھڑی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش جلال پر تشریف فرما ہوں گے۔ اور ارشاد ہوگا اين المتحابون فِيّ۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے صفیں چیرتے ہوئے آگے آجائیں گے۔

پیر اور مرید میں محبت بھی اللہ کی رضا کے لئے ہونی چاہئے۔ اگر خدانخواستہ محبت دنیا کے لئے ہے، پیر محض اس لئے پیری کرتا ہے کہ لوگ اس کے ہاتھ چومیں، اسے شرینی دیں، مختلف قسم کے تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔ اسکی شہرت ہو اس کی عظمت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجے۔ تو میں کہوں گا کہ وہ پیر نہیں بلکہ شیطان ہے جو لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہا ہے کیونکہ جس نے اپنے رب کو رازق نہ جانا بلکہ اپنے مرید کو رازق مان لیا وہ پیر کیسے ہوسکتا ہے۔ کیا اس رب کے خزانے کم ہوگئے ہیں؟ یا اس کے ہاتھ دے دے کر تھک گئے ہیں کہ ہم کسی اور سے مانگیں۔ نہیں۔ بلکہ ہم اسی سے مانگیں گے کیونکہ! وہ غنی بھی ہے اور کریم بھی۔

بخشش نہ کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ پاس کچھ نہ ہو کہ جب ہوگا ہی نہیں تو وہ دے گا کیا؟ دوسری یہ کہ ہو تو سہی لیکن کنجوس اور بخیل ہو۔ لیکن ہمارا رب غنی بھی ہے اور کریم بھی۔ اس کے در کا سوالی کبھی خالی نہیں جاتا۔ پھر فرمایا اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيَّ جو میری رضا کے لئے مل جل کے بیٹھتے تھے وہ کہاں ہیں؟ وہ بھی آگے آجائیں۔ آج ہم بھی یہاں اپنے رب کو راضی کرنے بیٹھے ہیں۔ اگر کوئی کسی اور ارادے سے بیٹھا ہے تو اپنے دل سے یہ غلط خیال نکال دے۔

Marfat.com

پھر فرمایا اَیۡنَ الۡمُتَزَاوِرُوۡنَ فِیَّ وہ کہاں ہیں جو مجھے خوش کرنے کے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے۔'' آج آپ سب اپنے کاروبار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے یہاں آئے ہیں۔ کس لئے؟ اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمارے اس تعلق کو قبول فرمائے۔ ہمارا یہ تعلق ریاکاری اور دنیاداری کے لئے نہ ہو بلکہ رب کے لئے ہو۔ پھر تو اس کا نتیجہ وہی ہے جو اللہ کے محبوب نے ارشاد فرمایا: اگر ہم بھی اس زمرے میں شمار ہو جائیں تو سمجھو ہماری بگڑی بن گئی۔

حضرات! میں یہ باتیں صرف تقریر کے شوق میں نہیں کر رہا۔ بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ میرا فرض ادا ہو جائے تاکہ قیامت کے دن مجھے خدا، محبوب خدا اور آپ کے ان مرشدوں کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے۔ مجھ جیسے نالائق اور نکمے انسان کو یہ عزت عطا کی گئی ہے۔ تو میرا یہ فرض ہے کہ اس کا پیغام آپ کے کانوں تک پہنچاؤں، تاکہ آپ یہ نہ کہیں کہ ہمیں بتایا کسی نے نہیں تھا۔ ہمیں حقیقت سے کسی نے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنا فرض ادا کرنے کی ہمت دے اور اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے نیک بندوں میں شامل کرے، جن کا دل اس کے ذکر سے آباد ہے۔

موسم خزاں میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں، شاخیں خشک ہو جاتی ہیں۔ اور جب شاخیں خشک ہو جاتی ہیں تو نہ کہیں کونپل دکھائی دیتی ہے نہ کلی۔ اس خزاں رسیدہ موسم میں ایک ٹہنی سرسبز ہو تو کتنی سُندر دکھائی دیتی ہے۔ اگر پورا محلہ غافل ہو اور ایک شخص یادِ الٰہی میں مصروف ہو تو یوں سمجھو جیسے خزاں رسیدہ گلشن میں ایک سرسبز شاخ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں خشک ٹہنیوں میں سے نہ کرے، بلکہ سرسبز شاخوں میں سے کرے!

پیر اور مرید ہونے کے ناطے میری اور آپ کی کامیابی مشترک ہے قیامت کے دن اگر آپ سرخرو ہوں گے تو میں بھی سرخرو ہوں گا۔ خدانخواستہ اگر آپ کا مواخذہ ہو گیا تو میرے لئے شرمساری کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اگر زیادہ نہ ہو سکے تو نماز قضا نہ ہونے دیں۔ اس میں سُستی اور کوتاہی نہ کریں۔ آپ کے بیوی بچے اور بچیاں سب نمازیں پڑھیں۔ جب ہم اس دنیا سے کوچ

Marfat.com

کر جائیں گے، ہماری جائیداد، بنک بیلنس اور دیگر تمام متروکہ سامان پسماندگان سنبھال لیں گے۔صرف وہی بچے ہمارے کام آئیں گے جنہیں خدا کا گھر دکھا جائیں گے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تک انسان زندہ ہوتا ہے تو اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔کلمہ پڑھتا ہے تو اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔درود شریف پڑھتا ہے تو اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔غرض معمولی سے معمولی نیکی کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے۔لیکن جب حیاتِ مستعار کا وقت پورا کر کے عازمِ ملک بقا ہو جاتا ہے، تو اس کے اعمال کی کتاب بند ہو جاتی ہے۔ لیکن تین عمل ایسے ہیں کہ اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

ایک یہ کہ کسی کو کوئی علم سکھا گیا۔ جب تک وہ شمع جلتی رہے گی اس سے آگے چراغ روشن ہوتے رہیں گے اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ یہ نہیں کہ بڑی بڑی کتابیں پڑھا جائے بلکہ کسی کو ایک کلمہ بھی یاد کرایا تو جب تک وہ کلمہ پڑھتا رہے گا، اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں درج کیا جائے گا۔

دوسرا کوئی نیکی کا کام کر گیا۔ مسجد یا مدرسہ تعمیر کروا گیا۔ کنواں کھدوا گیا۔ نلکا لگوا گیا یا کوئی اور کارِ خیر کر گیا۔ جب تک اس کا وجود برقرار رہے گا، اس سے فائدہ اٹھانے والے کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

تیسرا (وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْ لَہٗ) نیک اولاد چھوڑ گیا جو اس کے لئے دعا گو ہو کہ، یا اللہ میرے باپ کو بخش دے۔ میری ماں پر رحم کر، یا اللہ میرے ماں باپ کی قبروں کو روشن کر دے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما۔ اور کوئی دعا یاد نہ ہو تو نماز پڑھتے ہوئے کہے گا۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ ''یا اللہ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے تمام امت مسلمہ کو بخش دے'' وہی اولاد یہ دعا مانگے گی جو نماز ادا کرے گی اور جو نماز کے قریب ہی نہ جائے اس بے چارے نے اپنے ماں باپ کے لئے کیا دعا مانگنی ہے۔ اس

Marfat.com

میں ہمارا ہی فائدہ ہے کہ اپنی اولاد کو نماز کا عادی بنائیں کہ کوئی شیطان انہیں اس راہ سے نہ روک سکے تاکہ جب اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ان کی دعاؤں سے مولائے کریم ہمارے گناہ بخش دے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیے۔

کوئی تھانیدار بلا بھیجے تو لوگ پاؤں میں جوتی بھی نہیں پہنتے۔ بھاگے جاتے ہیں کہ تھانیدار صاحب نے بلایا ہے، دیر ہو گئی تو کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔ اگر موذن بلائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ آجاؤ نماز کی طرف، احساس ہی نہیں ہوتا کہ کس کی ندا آرہی ہے کون بلا رہا ہے۔

انسان ناراض اس سے ہو جس سے ناراض ہو کر گزارا ہو سکے تو جس کے بغیر گزارا ممکن ہی نہ ہو اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہی بہتر ہے۔ اس لئے میں ہمیشہ اس موقع پر آپ لوگوں کو تلقین کرتا ہوں کہ کلمہ شریف کا ذکر کیا کرو۔ زیادہ نہ ہو سکے تو چوبیس گھنٹوں میں صرف پندرہ منٹ۔ صبح یا شام کے وقت جب پیٹ بھرا ہوا نہ ہو۔ کسی گوشے میں بیٹھ کر، یوں نہیں کہ لوگوں کو تکلیف ہو کوئی نماز پڑھ رہا ہو، تو اس میں خلل ڈالیں۔ یہ سبق ہمیں استاد نے نہیں پڑھایا۔ اس طریقے سے ذکر کرو کہ کسی کے لئے تکلیف اور اذیت کا باعث نہ ہو۔

تختی پر جو لکھا ہو پہلے اس کو مٹایا جاتا ہے۔ پھر اس پر کوئی نئی عبارت لکھی جاتی ہے۔ پہلے بھی لکھا ہو اس پر اور پھر لکھتے جائیں تو نہ پہلی عبارت سمجھی جائے گی نہ دوسری۔ لہٰذا پہلے دل کی تختی صاف کرنے کا حکم ہے۔ کہو لَا اِلٰـهَ۔ میرا کوئی مطلوب کوئی مقصود اور کوئی معبود نہیں، پھر اِلَّا اللّٰه کی ضرب اپنے دل پر لگاؤ مگر اللہ، وہی خالق ہے وہی رازق ہے وہی پروردگار ہے۔ وہی معبود ہے اور وہی مطلوب و مقصود ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين.

Marfat.com

پیر اور مرید کا تعلق

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

برادران طریقت! میں عام طور پر آپکو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہوں کہ پیر اور مرید کا آپس میں کیا تعلق ہے اور عرس شریف پر حاضری کا مقصد کیا ہے؟ یہ ایک ایسی چیز نہیں جو ایک یا دو دفعہ بیان کر کے میں یہ سمجھوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے جب تک جسم میں جان ہے زبان میں قوت گویائی ہے جب تک میرا اور آپ کا یہ تعلق قائم ہے میں یہ بات آپکی خدمت میں پیش کرتا رہوں گا کیونکہ اس دربار کا ایک ادنی خادم اور خاکروب کش ہونے کی حیثیت سے میری یہ ذمہ داری ہے کہ اس تعلق کی اہمیت آپ پر واضح کرتا رہوں اور یہ بتاؤں کہ آپ کرایہ خرچ کر کے دنیا کے کاروبار چھوڑ کر اور دیگر معروفیات ترک کر کے یہاں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے نہیں آتے بلکہ آپ کا یہاں تشریف لانا با مقصد ہے اور انشاءاللہ العزیز آپ کی تشریف آوری اس مادی دنیا کی کلفتوں عالم برزخ کی دشواریوں اور قیامت کی ہنگامہ خیز گھڑیوں میں آپ کے لئے کامیابی سرفرازی اور سرخروئی کا باعث ہوگی۔

برادرانِ عزیز! آپ نے سارنگی دیکھی ہوگی۔ اس کی تاریں بے جان ہوتی ہیں۔ ان میں روح نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ان میں زندگی کی علامات موجود نہیں ہوتیں، لیکن جب کوئی ماہرِ مضراب ان خاموش اور بے جان تاروں کو چھیڑتا ہے تو انہیں بے روح تاروں سے سُریلی صدائیں نکلتی ہیں، رنگ برنگ کے نغمے پھوٹتے ہیں، اور سوز و ساز کے رنگین چشمے اُبلتے ہیں۔

پیر کا تعلق اپنے مرید سے یہ ہے کہ وہ اس کے دل کی خفتہ تاروں کو یوں چھیڑے کہ اس کے خاموش اور غافل دل سے لا اله الا الله محمد رسول الله کی صدائے دلنواز بلند ہو۔ یہ ہے پیر اور مرید کا اصل تعلق اور یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک اہم

Marfat.com

ذریعہ ہے۔

میں نے قرآن مجید کی ایک آیت آپ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ میں جب اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے بڑا لطف آتا ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں خدائے بزرگ و برتر کی بے پایاں رحمت کا ذکر بڑی عمدگی سے کیا گیا ہے وہی لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں جو غور و فکر اور تدبر سے کام لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ ۔اے میرے بندو! نہ ہو جاؤ ان بدنصیب کم بخت محروم لوگوں کی طرح جنہوں نے میری یاد کی شمع گل کر دی۔ غفلت کی چادر تان کر سوئے رہے اور چند روزہ حیات مستعار ضائع کر کے چلے گئے۔ اے میرے بندو! تم ان میں سے نہ ہو جانا۔ تم میری مخلوق بھی ہو اور میرے محبوب کے غلام بھی ہو تم سے میرا دوہرا تعلق ہے خداوند قدوس کا اپنی مخلوق سے دو قسم کا تعلق ہے۔ ایک تعلق عامہ۔ دوسرا تعلق خاصہ۔

تعلق عامہ:

وہ کائنات کی ہر چیز کا رب ہے۔ مومن کا بھی اور کافر کا بھی۔ نیک کا بھی اور بد کا بھی۔ ماننے والے کا بھی اور نہ ماننے والے کا بھی۔ فرش کا بھی اور عرش کا بھی۔ ربوبیت کا یہ تعلق پوری کائنات کے ذرّے ذرّے سے قائم ہے۔ اگر یہ تعلق نہ ہو تو دنیا کی کوئی چیز موجود نہ رہے کیونکہ رب العالمین ہونے کی حیثیت سے وہ ہر کسی کو رزق دیتا ہے، چیونٹی کو بھی اور پتنگے کو بھی۔ مسلم کو بھی اور مشرک کو بھی۔ عابد کو بھی اور فاسق کو بھی۔ یہ تعلق اس کی ربوبیت عامہ کا ہے جو کائنات کی ہر چھوٹی بڑی اور اچھی بُری چیز کے ساتھ قائم ہے، کیونکہ وہ ہر چیز کا رب ہے، ہر چیز کا پالنہار اور ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

تعلق خاصہ:

ایک وہ تعلق ہے جو خصوصی ہے، وہ تعلق ہے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے اس کے محبوب

Marfat.com

ﷺ کے دامن کو تھام لیا۔ اس کی غلامی کا طوق اپنے گلے کی زینت بنالیا اور اس کی دعوت کو قبول کرلیا۔ اس تعلق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آیت کی ابتدا میں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ نہیں فرمایا کہ اے لوگو! بلکہ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے وہ خوش نصیب لوگو جنہوں نے میرے محبوب کا کلمہ پڑھا۔ میرے محبوب کی صداقت کی گواہی دی۔ میرے محبوب کی صداقت پر یقین کا اظہار کیا۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ تم ان بدنصیبوں میں سے نہ ہوجانا جنہوں نے مجھ کو بھلا دیا۔ یہ حکم اتنے محبت بھرے دل نشین انداز میں دیا تو ساتھ ہی اس کی حکمت بھی بیان کردی فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اگر تم نے مجھے بھلا دیا تو تمہیں اپنی خیر خواہی بھول جائے گی۔ تم خود فراموش ہوجاؤ گے اور جو خود فراموش ہوا اس بے چارے کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ جس راستہ پر گامزن ہے وہ اسے کامیابی کی طرف لے جارہا ہے یا تباہی و بربادی کی طرف۔ وہ تو سمجھتا ہے کہ منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے، فائدے کی تجارت کررہا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا ہر اٹھنے والا قدم اسے ناکامی و نامرادی اور ذلت و رسوائی کی طرف لے جارہا ہے۔ صرف وہی خود شناس ہوتا ہے جو خدا شناس ہو۔

تاریخ انسانی اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے یادِ خدا کی شمع فروزاں کرکے زندگی بسر کی۔ اور جنہوں نے یہ چراغ گل کردیا۔ بڑے زیرک و دانا، صاحب اقتدار، ذی اختیار اور حکمران اور سیاستدان ہونے کے باوجود ذلیل و رسوا ہوئے۔

فرعون کی مثال:

فرعون کو دیکھئے اس نے اپنے رب ذوالجلال کو فراموش کیا۔ مصر جیسی عظیم مملکت کا بادشاہ تھا۔ بڑے جاہ و جلال کا مالک تھا۔ ملک کے تمام دانشور اس کے اشارۂ ابرو پر سرِ تسلیم خم کرتے تھے۔ اس کے باوجود سمندر کی لہروں نے اس کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ ابھی جاؤں گا اور موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر لے آؤں گا، اور اپنا غلام بنالوں گا۔ لیکن قدرت اس کی نادانی پر خنداں تھی اور وہ قادر مطلق کہہ رہا تھا، او نادان!

Marfat.com

انہوں نے مجھے یاد کیا، میرے ذکر کی شمع روشن کی، سمندر کی لہریں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، لیکن جس نے میری یاد سے انحراف کیا۔ میرے ذکر سے منہ پھیرا، جب ان موجزن لہروں میں پھنسے گا اس وقت تجھے پتہ چلے گا کہ تیری حقیقت کیا ہے۔ انجام کار چشمِ فلک نے فرعون اور اس کے لشکرِ جرار کو سمندر کی طلاطم خیز موجوں میں نیست و نابود ہوتے ہوئے دیکھا۔

نمرود کی مثال:

ایک طرف نمرود ہے جو مطلق العنان حاکم ہے جس کی زبان سے نکلا ہر لفظ ایک اٹل قانون کی حیثیت رکھتا ہے جسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ دوسری طرف ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے پاس حکومت ہے نہ اقتدار، شاہی لشکر ہے نہ خزانے، دونوں کا ٹکراؤ ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ نمرود نے اپنے رب کی یاد سے منہ پھیر لیا۔ جس نے اسے پیدا کیا۔ خزانوں کا مالک بنایا اتنے اختیارات اور بادشاہی دی۔ اور خلیل جس کے پاس ایک اپنی جان کے سوا کچھ بھی نہیں، اس نے اپنے رب کی یاد کو قلب و جگر میں بسایا۔ دونوں کی زندگیاں دیکھ کر موازنہ کرو کون کامیاب ہے ،اور کون ناکام؟ خدا کو یاد کرنے والا کامران ہے یا خدا کو جھٹلانے والا؟ جو خدا کو یاد کرتا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ جس وقت اسے منجنیق میں رکھ کر آتش کدہ نمرود میں پھینکا جاتا ہے تو بھڑکی ہوئی آگ گلزار بن جاتی ہے۔ دہکتے ہوئے انگارے گلاب کے پھول بن جاتے ہیں۔ اور نمرود جسے اپنی بادشاہی، وسیع اختیارات، اور طاقت کا نشہ تھا، اس کا انجام کیا ہوا؟

اللہ تعالیٰ بڑا حلیم ہے۔ وہ جلد غصے میں نہیں آتا۔ وہ بندے کو مہلت دیتا ہے کہ سوچو، غور کرو، اپنے گناہوں پر اشکِ ندامت بہاؤ، مجھ سے معافی مانگو، تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ اگر ایسا حلیم خدا نہ ہوتا تو دنیا کب کی اجڑ چکی ہوتی۔

حضرات، اگر بیٹا ہو ایک اور ہو نافرمان تو اس کے لئے گھر کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ اس کا حلم و کرم ہے، یہ اس کی رحمت ہے کہ ہزاروں گناہ کر کے بھی سچے دل سے اس کے در پر آ جائیں تو وہ دروازے بند نہیں کرتا۔ اس کی رحمت کے دروازے ہر وقت

Marfat.com

کھلے ہیں رات ہو یا دن، صبح ہو یا شام، جس وقت جی چاہے اس کی جناب میں جبینِ نیاز جھکاؤ پھر اس کی رحمت کی کرشمہ سازیاں دیکھو۔ لیکن جس وقت بندے کی نافرمانیاں حد کو پہنچ جاتی ہیں اس کی سرکشیوں کی انتہا ہو جاتی ہے تو پھر اس کا قانون مکافات عمل حرکت میں آتا ہے۔ پھر انسان کو اپنی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنا حقیر و ناچیز تھا، کمزور و ضعیف تھا اور عاجز و بے بس تھا۔

جب نمرود کے غرور و تکبر اور سرکشی و نافرمانی کی حد ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک لنگڑے مچھر کو حکم دیا کہ اس نے میری یاد سے منہ پھیر لیا ہے۔ اس خناس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، میرے خلیل کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کا دماغ درست کر۔ وہ لنگڑا مچھر اس کے نتھنوں میں گھسا، اوپر دماغ میں جا کر آرہ چلانا شروع کیا تو نمرود کے سارے نشے ہرن ہو گئے۔ بڑے حاذق حکیم اور دانا طبیب بلائے۔ بڑی دوائیاں استعمال کیں، لیکن

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وہ بیماری تو تھی نہیں کہ جس کا علاج ہو سکتا، وہ تو خدا کا عذاب تھا اور خدا کے عذاب کو کون ٹال سکتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ خدا کے بھیجے ہوئے عذاب کے سامنے بند باندھ سکے۔ اتفاقاً اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو اسے قدرے افاقہ محسوس ہوا۔ یوں اس نے سر پر جوتے لگوانے شروع کئے۔ آٹھ دس جوتے لگتے تو وہ سپاہی اپنا کام بند کر دیتا۔ نمرود کو آرام آجاتا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد پھر وہ اپنا کام شروع کرتا، پھر وہ چلاتا کہ میرے سر پر جوتے برساؤ۔ یوں مولائے کریم نے دنیا کو بتا دیا کہ اس کی یاد کی شمع بجھانے والوں کا انجام یہ ہوتا ہے۔

یہ دو مثالیں اشارۃً پیش کی گئی ہیں۔ میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا مجھے آج تک کوئی ذی نفس ایسا نظر نہیں آیا کہ جس نے اپنے رب کو بھلا دیا ہو، اور پھر وہ کامیاب ہوا ہو۔ چند روز کی شان و شوکت اور صولت و دبدبہ اور چیز ہے، اصل چیز تو انجام ہے۔ کامیابی کا تاج انہیں کے سر پر رکھا گیا جنہوں نے اپنے رب کی یاد کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنایا خواہ اس سلسلے میں ان کی جان چلی گئی۔ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اس کی پاداش میں ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ لیکن کامیابی کا

Marfat.com

تاج ان کے سر پر ہی سجا اور یوں سجا کہ قیامت تک چمکتا رہے گا۔

ذاکر کا مقام:

لوگ کہتے ہیں عجیب بات ہے جنگل میں بیٹھا ایک فقیر ہے۔ دریا کے کنارے پر محوِ عبادت ایک درویش ہے، لیکن اسے نہ سردی کی پرواہ ہے نہ گرمی کی فکر اُسے نہ بھوک ستاتی ہے نہ پیاس۔ حضور ﷺ نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا۔ فرماتے ہیں، حدیث قدسی ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں تو جس کو اپنے رب کی مصاحبت اور رفاقت نصیب ہوگئی اسے بھوک کیا ستائے گی اسے گرمی یا سردی کیا کچھ کہے گی؟ مرشد حقیقی کا فرض یہی ہے کہ اپنے مرید کے دل کی ساکت اور خاموش تاروں کو یوں چھیڑے کہ سوتے ہوئے بھی اس کے دل سے لا الہ الا اللہ کی صدا بلند ہوتی رہے۔

عُرس شریف پر حاضری کا مقصد :

اگر کوئی مُرید سال کے بعد اپنے پیر کے پاس آئے، ہاتھ چومے، شرینی دے، تعویز لے اور چلا جائے۔ جیسا غافل دل لے کر آئے ویسا غافل دل لے کر واپس لوٹ جائے تو اس کی مثال اس بدنصیب کی سی ہے جو آبِ حیات کے چشمے پر پہنچ کر بھی پیاسا ہی واپس لوٹ جائے۔ یہاں آنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم خلوصِ نیت کے ساتھ دل کی گہرائی سے خداوند قدوس کے دربار میں جبینِ نیاز جھکا کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.

Marfat.com

﴿پیمانِ سرفروشی﴾

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم.

برادرانِ اسلام! بیعت کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کے فوائد اور اثرات کیا ہیں؟ یہ کب، کیوں اور کیسے شروع ہوئی؟

اسلام کا یہ حصارِ بلند جسے خالقِ ارض و سماء نے قیامت تک تمام دنیاء انسانیت کے لئے ایک پناہ گاہ بنایا۔ جس کی آغوشِ حفاظت میں آکر انسان شیطان کی غارت گریوں نفس کی شبخونیوں ظالموں کی ستم رسانیوں اور ذلت و رسوائی کی تمام لعنتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس قلعہ کی بنیادیں اگر ریت کے ڈھیروں پر اٹھائی جاتیں۔ تو آج تک انقلاب زمانہ کی تیز و تند آندھیاں اس کے آخری نشانات کو بھی نیست و نابود کر چکی ہوتیں۔ آخر وہ کیا بنیاد ہے کہ جس پر یہ قلعہ تعمیر کیا گیا ہے۔ جسے گرانے کے لئے ابلیسی قوتیں بار ہا سر جوڑ جوڑ کر اٹھیں اور ہمیشہ سر پھوڑ پھوڑ کر رہ گئیں۔ جس نے ابتلاء و آزمائش کے تمام خوفناک طوفانوں کو دعوت مبارزت دی۔ جس نے ترکشِ ظلم و طغیان کے آخری تیر تک کو للکارا۔ جس نے ہلاکت و بربادی کی بجلیوں کو پکارا۔ لیکن جسے ہر طوفان نے نئی قوت دی اور جسے ہر آزمائش نے نئی توانائی بخشی۔ ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ وہ بنیاد کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو رسول ﷺ بنا کر پیغام ہدایت پہنچانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ تو اس کے پاس اپنے قوی و قادر رب کی قوت کے بغیر کوئی قوت نہ تھی۔ اپنے غنی و حمید رب کے زمین و آسمان کے غیبی خزانوں کے بغیر کوئی دولت نہ تھی۔ تنہا مکہ کی گلیوں میں، فاران کی چوٹیوں پر، اور بطحا کی وادیوں میں دعوت دیتا ہے کہ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا کہ! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہو نجات پا جاؤ گے۔ اس آواز پر پہلے صرف ایک خاتون خدیجہؓ ایک مرد (حضرت صدیق اکبرؓ) اور ایک کم سن بچہ (حضرت علی مرتضیٰؓ) لبیک کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ سارا مکہ خون

Marfat.com

کا پیاسا ہو جاتا ہے۔کانٹے اور پتھر، تیر و سنان، خنجر و شمشیر سب ہی اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ پہنچانے کے لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔مگر اس کے پاس مدافعت کے لئے حق کی قوت کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں۔اور اپنا ہم خیال بنانے کے لئے حق کی دلکشی کے بغیر کوئی دولت نہیں۔

اگر کسی دولت مند کو نبی بنایا ہوتا۔تو وہ اپنی فوج کی قہرمانیوں سے اس دعوت کی دھاک دلوں پر بٹھا دیتا۔کفار کا ایک اعتراض یہ بھی تو تھا کہ ایک بے یار و مددگار کو رسول ﷺ بنانے سے کیا فائدہ؟ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ بھیجنا ہی تھا تو کسی صاحب ثروت و سطوت کو منتخب کیا ہوتا تا کہ کوئی اس کی طرف متوجہ بھی ہوتا۔

وَقَالُوْ الَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ (الزخرف)

کفار بولے۔یہ قرآن مکہ و طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔

تو جواب میں ارشاد فرمایا: أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ۔(الزخرف) کیا تیرے رب کی رحمت وہ تقسیم کرتے ہیں۔دوسری جگہ فرمایا۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۔(الانعام)

اللہ تعالیٰ بہت اچھا جانتا ہے۔اس دل کو جہاں اسے رسالت کا نور رکھنا ہوتا ہے۔اس میں حکمت یہ تھی۔کہ لوگ حق کو صرف حق سمجھ کر قبول کریں۔کوئی خوف یا کوئی لالچ اسلام کو قبول کرنے کا محرک نہ ہو۔ورنہ ان مقاصدِ جلیلہ کی تکمیل نہ ہو سکتی تھی۔جن کے باعث قرآن نازل فرمایا گیا تھا۔اور بادِ مخالف کا کوئی بھی جھونکا اس چراغ کو گل کر سکتا تھا۔جس کے مقدر میں ظلمت کدۂ دنیا کو بقعۂ نور بنانا رقم تھا۔

اسلام دینِ توحید ہے۔صرف ایک خدا کی بندگی۔صرف ایک رسول ﷺ کی اطاعت اور صرف ایک کتاب مجید کی پابندی۔ یہاں دورنگی کی گنجائش نہیں۔ جب تک دل اور دماغ فکر اور تخیل۔قول اور عمل۔صورت اور شکل سب مل کر نہ کہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اس وقت تک صرف زبان کے کلمے کا اعتبار نہیں۔

Marfat.com

زباں نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہاں ایسے لوگوں کی گنجائش نہیں۔ جن کے ماتھوں پر سجدوں کی کثرت سے گڑھے پڑے ہوں لیکن حبِ سیم وزر انہیں زکوٰۃ دینے کی اجازت نہ دے۔ جو ہمیشہ روزہ رکھیں۔ لیکن جن کی زبان جھوٹ اور غیبت سے آلودہ ہو۔ یہاں تو ایک بات ہے، سیدھی اور دوٹوک کہ اگر اس دین میں داخل ہونا ہے تو نماز پڑھنا ہوگی۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے اس کا حصہ نکالنا ہوگا۔ سچ بولنا ہوگا۔ حلال کھانا ہوگا۔ سود، شراب، جُوا اور دیگر حرام اشیاء سے کلیتہً اجتناب کرنا ہوگا۔ اور مزید برآں یہ کہ اگر کوئی نگاہِ بد چمنِ اسلام کی طرف اٹھی۔ تو اس کی حفاظت کے لئے بلا تامل سر بکف میدان میں آنا ہوگا۔ اگر ہمت ہے تو بسم اللہ ورنہ دوسرا راستہ اختیار کرو۔ کوئی جبر نہیں۔ کوئی تشدد نہیں۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ)

دین کے اختیار کرنے میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ حق باطل سے نکھر کر واضح ہو گیا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا (الکہف)

فرمایئے! یہ حق اللہ کی طرف سے ہے، جو چاہے ایمان لائے، اور جو چاہے کفر کرے۔ ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ یہ ہے وہ دین جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے اور بزرگ ترین رسول ﷺ نے ہر خورد و کلاں ہر قوی و ضعیف۔ ہر امیر و فقیر اور ہر مرد و زن کو بلایا۔ یہ ہے وہ بارِ امانت جسے اٹھانے کی ہمت آسمانوں کو، زمین کو اور پہاڑوں کو نہ ہو سکی

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ والجبالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (الاحزاب)

لیکن جن خوش نصیبوں نے اس دعوت کو جس کو نہ کسی لشکر کی حمایت حاصل تھی۔ اور نہ کسی دولت مند کی دولت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ صرف اس کی دلربا حقانیت اور روح افزا صداقت کی وجہ سے

Marfat.com

تسلیم کرنے پر اظہار رضامندی کیا۔ انہیں بتایا گیا۔ کہ اس حلقۂ جاں فروشاں میں داخل ہونے سے پہلے بیعت کرنی ہوگی۔ اس وقت سے آج تک ہر داخل ہونے والے کو بیعت کرنی پڑتی ہے۔

اب دیکھنا ہے کہ بیعت کے معنی اور اس کا مفہوم کیا ہے؟ لفظ بیعت بَاعَ یَبِیْعُ بَیْعاً کے مادہ سے ماخوذ ہے۔ اور بیع کہتے ہیں، کسی چیز کو اپنی خوشی اور رضا سے اس کی قیمت کے عوض فروخت کر دینا۔ تو بیعت کا مفہوم یہ ہوا۔ کہ اپنی خوشی اور رضا سے بغیر تشدّد اور اکراہ اپنا مال، اپنی جان، اپنی آبرو، اپنے افکار اور اپنے ارادے اپنے مالکِ حقیقی اپنے رب جلّ وعلا کی رضا کے عوض فروخت کر دینا۔ اس کے بعد اپنا کچھ نہیں رہتا، سب اسی کا ہو جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کے حصارِ محکم کی بنیاد خوشی اور رضا سے حق کو حق سمجھ کر اسے قبول کرنا ہے۔ اب ذرا اس نورانی زمانہ کی طرف چلیں۔ جب نورِ مجسّم ﷺ نور افشاں اور ضیاء فگن تھے۔ اور جب یہ بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تا کہ بیعت کی حقیقت اور اجاگر ہو جائے۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ کر سیکھ لیں۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے مرشد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر کیسے بیعت کی۔

ہجرت سے پہلے کا ذکر ہے۔ حج کا موسم ہے۔ عرب کے گوشہ گوشہ سے لوگ حجِ بیت اللہ کو آئے ہوئے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے باہر دور دور تک وادیوں میں ان کے خیمے نصب ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ اٹھتے ہیں اور ریگستانِ عرب کی چلچلاتی دھوپ میں خیمہ خیمہ جا کر اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن لوگوں کی بے رخی اور احسان ناشناسی کا یہ عالم ہے کہ کوئی بات سننا تک گوارا نہیں کرتا۔ خضرِ آبِ حیات لئے ہر ایک کے پاس جاتے ہیں، اور کوئی پیتا نہیں۔ مسیحا اپنے لب ہائے جان بخش سے حیات نوازی فرماتے ہیں۔ اور مریض ہیں کہ پہچانتے ہی نہیں۔ خفتہ بخت انسانیت کا سہاگ خود چل کر اس کے پاس آیا ہے۔ لیکن انسان ہے کہ آغوشِ نحوست میں لپٹے رہنے پر بضد ہے۔ دور وادی کے ایک کونے میں یثرب سے آئے ہوئے چند لوگ معروف گفتگو ہیں۔ ان کے قریب پہنچ کر رحمت عالم ﷺ اپنے من موہنے انداز سے یوں گویا ہوتے ہیں۔ مَنْ اَنْتُمْ؟ تم کون ہو؟ قَالُوْا اَنفر "مِنَ الْخَزْرِجِ" کہنے لگے ہم

Marfat.com

قبیلہ خزرج کے چند آدمی ہیں۔ اَفَلا تَجلِسُونَ اُکَلِّمُکُمْ قَالُوْ ابَلٰی. کیا تم بیٹھتے نہیں۔ تا کہ تم سے ایک بات کرلوں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں بیٹھ جاتے ہیں، آپ فرمائیے۔

چنانچہ وہ بیٹھ گئے۔ تو حضور ﷺ نے ان کو اللہ کی طرف بلایا۔ اسلام کی دعوت دی۔ اور اپنی بے حد شیریں اور بے حد میٹھی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ جو ان کے دلوں کی گہرائیوں میں اتر گئی، اور ان کی روحوں کو مخمور بنا گئی۔ چنانچہ آئندہ سال پھر حاضر ہونے کا وعدہ کر کے وہ یثرب لوٹ گئے۔ ان کی تعداد چھ تھی۔ ایک سال کے بعد اس موسم میں بارہ آدمی آئے اور انہوں نے دست ہدایت بخش نبوی ﷺ پر بیعت کی۔ حضرت عبادہؓ بن الصامت نے جو ان سعادت مندانِ ازلی میں سے ایک تھے۔ اس بیعت کا ذکر یوں فرمایا:

قَالَ بَایَعْنا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ لَیْلَۃَ الْعقبَۃِ الْاُوْلٰی اَنْ لاَ نشرک باللّٰہ شیئًا وَلا نسرق ولا نزنی ولاَ نقتل اولادنا ولا ناتی ببھتان نفتریہ من بَین ایدینا وارجلنا ولا نعصیہ فانہ معروف فان و فیتم فلکم الجنۃ فان عصیتم من ذالک شیئا فا مرکم الی اللّٰہ ان شاءَ عذب وان شاءَ غفر .(صحیحین)

ہم نے عقبۃ الاولیٰ کی رات کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان امور پر بیعت کی۔

(۱) ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے۔

(۲) ہم چوری نہیں کریں گے۔

(۳) ہم زنا نہیں کریں گے۔

(۴) ہم اپنی اولاد کو (بھوک کے خوف یا کسی اور وجہ سے) قتل نہیں کریں گے

(۵) اور ہم کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے۔

(۶) اور ہم حضور ﷺ کے ہر ارشاد اور ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں گے (کیونکہ حضور ﷺ کا ہر حکم معروف ہے۔

اس کے بعد نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا۔ اور اس عہد پر

Marfat.com

ثابت قدم رہے۔تو تمہارے لئے جنت ہے۔اور اگر کسی شرط کو توڑا۔تو پھر تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔اگر چاہے تو سزا دے۔اور چاہے تو بخش دے۔تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام بیعت العقبۃ الاولیٰ ہے۔

سرزمین یثرب (جسے آج کل مدینۃ الرسول ﷺ کہتے ہیں) کے یہ جوان بخت فرزند جب لوٹے۔تو ایمان کی نورانی شمع بھی اپنے ساتھ لائے۔جس کی تجلیوں اور تابانیوں سے یثرب کی تاریک فضا میں روشنی پھیلنے لگی۔ان کی درخواست پر نبی کریم ﷺ نے حضرت مصعب ؓ کو ان کی تعلیم اور اسلام کی تبلیغ کے لئے بھیج دیا۔مصعب ؓ ماں باپ کا لاڈلا بیٹا تھا۔ناز ونزاکت کا پتلا، راحت وآرام کا پروردہ جو اپنی خوش پوشی اور لطافتِ طبع میں ضرب المثل تھا۔ اپنے آقا کا ارشاد سن کر ہر چیز کو پائے حقارت سے ٹھکراتا ہوا یثرب پہنچا۔اپنے اس جسم پر جس پر کبھی ابریشم کی تار بھی بار ہوتی تھی، اُون کا موٹا سا کھردرا کمبل ڈالے اس سرزمین کی اصلاح میں شب وروز مشغول ہو گیا۔جسے قسامِ ازل نے اسلام کی چمن بندی کے لئے چن لیا تھا۔

اس طرح تھوڑی سی مدت میں اللہ کا نام لینے والوں اور اس کے حبیب ﷺ کی غلامی پر فخر کرنے والوں کی ایک کافی جمعیت ہو گئی۔کفار مکہ کے دردناک مظالم، اپنے مسلمان بھائیوں کی روح فرسا مصائب وتکالیف اور اپنے محبوب مرشد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشکلات وآلام کی انہیں اطلاع پہنچتی رہتی تھی۔انہوں نے بہت برداشت کیا تھا۔اب ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔اور ان کی قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔چنانچہ انہوں نے طے کر لیا۔کہ اس مہرِ منیر ﷺ سے درخواست کی جائے کہ وہ اب مکہ کی بجائے افقِ یثرب سے جلوہ فگن ہو چنانچہ ستر آدمیوں کا وفد اس غرض کے لئے مکہ بھیجا جاتا ہے۔جو وہاں پہنچ کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں شرف نیاز حاصل کرتا ہے۔حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ آج آدھی رات کو تمہاری ملاقات کے لئے تمہاری قیام گاہ میں آؤں گا۔اور وہاں تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

رات کو اپنے چچا عباس جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کو ہمراہ لے کر نبی کریم ﷺ

Marfat.com

انصار کے خیموں کا رخ کرتے ہیں، اور وہاں پہنچ کر یہ گفتگو ہوتی ہے۔ جو حضرت جابرؓ سے امام احمدؒ بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے:

فَقُلْنَا عَلٰی مَا نُبَایِعُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُبَایِعُوْنِیْ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی النَّشَاطِ وَالْکَسَلِ وَالنَّفَقَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَعَلَی الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْکَرِ . وَاَنْ تَقُوْلُوْا فِی اللّٰہِ وَلَا تَخَافُوْا فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ عَلٰی اَنْ تَنْصُرُوْنِیْ فَتَمْنَعُوْنِیْ . اِذَا قَدِمْتُ عَلَیْکُمْ مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْہُ اَنْفُسَکُمْ وَاَزْوَاجَکُمْ وَاَبْنَاءَکُمْ وَلَکُمُ الْجَنَّۃُ فَقُمْنَا اِلَیْہِ۔

پھر ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہم کس چیز پر حضور ﷺ کی بیعت کریں۔ فرمایا ان امور پر میری بیعت کرو:

(۱) جوش ونشاط کا عالم ہو یا افسردگی اور کسلمندی کی کیفیت ہر حالت میں میری اطاعت کرو گے۔

(۲) تنگ دستی ہو یا خوش حالی، فقر وفاقہ کی شدت ہو، یا دولت کی فراوانی، اللہ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرو گے۔

(۳) لوگوں کو نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔

(۴) حق کہتے ہوئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہیں ہو گے۔

(۵) اور میری مدد کرو گے۔ اور جب میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ تو میری حفاظت کرو گے۔ ہر اس چیز سے جس سے تم اپنی جانوں کی، بیویوں کی اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اور اگر تم نے ایسا کیا۔ تو جنت تمہاری ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں، کہ ہم اٹھے تاکہ بیعت کر لیں۔ لیکن عباس بن عبادۃ (ایک انصاری) جھٹ بول اٹھے:

یَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ هَلْ تَدْرُوْنَ عَلٰی مَا تُبَایِعُوْنَ هٰذَا الرَّجُلَ . قَالُوْا نَعَمْ

Marfat.com

قَالَ اِنَّکُمْ تُبَایِعُوْنَ عَلٰی حَرْبِ الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ مِنَ النَّاسِ فَاِنْ کُنْتُمْ تَرَوْنَ اِنَّکُمْ اِذَا انْهَکَتْ اَمْوَالَهُمْ مُصِیْبَةٌ وَاَشْرَافُکُمْ قَتْلاً اَسْلَمْتُمُوْهُ فَمِنَ الْاٰنَ فَهُوَ وَاللّٰهِ اِنْ فَعَلْتُمْ خِزْیُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ . وَاِنْ کُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّکُمْ وَافُوْنَ لَهٗ لِمَا دَعَوْتُمُوْهُ اِلَیْهِ عَلٰی نَهْکَةِ الْاَمْوَالِ وَقَتْلِ الْاَشْرَافِ . فَخُذُوْهُ فَهُوَ اللّٰهِ خَیْرُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ.

"اے قبیلہ خزرج کے گروہ۔ کیا اس جلیل القدر ہستی سے بیعت کرنے کے انجام پر غور کیا ہے؟ اس سے بیعت کرنے کے بعد سرخ و سیاہ تمام انسانوں سے جنگ کرنی پڑے گی۔ اگر تمہارا خیال ہو۔ کہ جب تمہارے اموال مصیبت سے ختم ہونے لگیں گے۔ اور تمہارے سردارانِ قوم کو قتل اور جنگ فنا کے گھاٹ اتارنے لگے۔ تو تم اس ذاتِ پاک ﷺ کو اس کے دشمنوں کے سپرد کر دو گے۔ تو آج ہی اس بیعت کے قریب نہ پھٹکو۔ اگر تم نے ایسا کیا۔ تو بخدا دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے۔ اور اگر تمہیں یقین ہے کہ تم اپنے مال و دولت کی بربادی اور اپنے بہادروں اور سرداروں کی ہلاکت کے باوجود اس بیعت پر ثابت قدم رہو گے۔ تو بسم اللہ! اس ذاتِ پاک ﷺ کو اپنے ہاں لے چلو۔ ربِّ ذوالجلال کی قسم! یہ دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔"

حضرت عباس ؓ نے کتنی دور اندیشی اور کتنی پتہ کی بات کہی۔ کس جرأت سے حقائق کے ہولناک چہرہ سے نقاب الٹا۔ بھیانک مستقبل کی کس طرح صحیح تصویر کشی کی۔ کہ صرف ایک شخص سے محبت کرنے کا انجام ساری دنیا سے عداوت تھی۔ اس جرم عشق کی سزا یہ تھی کہ اپنی دولت اپنی ثروت لٹتی ہوئی دیکھ کر خاموش رہنا ضروری تھا۔ اور اپنے نوجوان فرزندوں اور بہادر عزیزوں کو خاک و خون میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہوئے دیکھ کر سجدۂ شکر ادا کرنا شرطِ اخلاص تھی۔ کیا یہ سودا سود مند تھا۔ اور کیا یہ تجارت نفع بخش تھی؟ بے شک یہ بہت غور طلب بات تھی۔ لیکن خاندانِ خزرج کے بلند اقبال فرزند یہ پہلے طے کر کے آئے تھے۔ انہوں

Marfat.com

نے جان و مال، دل و دماغ نثار ابروئے جاناں کرنے کا عزم کرنے کے بعد ادھر کا رخ کیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنے زُوحوں کا قلعہ بنانے کے بعد دعوت دینے آئے تھے۔ حضرت عباسؓ کی بات سن کر سب بیک زبان پکار اٹھے۔

فَاِنَّا نَاخُذُهٗ عَلٰے مُصِیْبَۃِ الْاَ مْوَالِ وَقَتْلِ الْاَ شْرَافِ .

ہاں ہم حضور ﷺ کو لے جاتے ہیں۔ خواہ ہمارے اموال برباد ہو جائیں اور خواہ ہمارے سرداروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ گویا وہ کہہ رہے تھے

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

عاشق مسکین سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن ایک چیز اس کے بس کی نہیں۔ اس سے ہجر کے صدمے اور جدائی کی بے تابیاں برداشت نہیں ہو سکتیں۔ وہ فراق کے تصور سے ہی بے چین ہو جاتا ہے۔ جب یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ تو حضرت ابوالہیثم بن التیہان کچھ سوچ کر تڑپ اٹھے۔ اور تاب ضبط نہ لا کر عرض کرنے لگے:

یَارَسُوْلَ اللّٰہ ! فَھَلْ عسیت اِنْ فَعَلْنَا ذلک ثم اظھر ک اللّٰہ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰی قَوْمِکَ وَتَدَ عنا . قَالَ فتبسّم رَسُوْلَ اللّٰہ صَلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم ثُمَّ قَالَ اَنَا مِنْکُمْ وَاَنْتُمْ مِنِّی.

اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم اس بیعت پر ثابت قدم رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو سب پر غالب کر دے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ہمیں چھوڑ جائیں۔

یہ سن کر لب جاں بخش مصطفےٰ ﷺ پر ہلکی سی دلنواز مسکراہٹ آ گئی۔ اور پھر فرمایا۔ اے میرے جانثار انصار، میں تمہارا ہوں۔ اور تم میرے ہو۔ یہ الفاظ سن کر انصار کے کیف و مستی کا کیا عالم ہوا ہوگا۔ یہ ان کے دل جانیں۔ یا ان کا رحیم و کریم رب جس نے اپنے کرم سے ان

Marfat.com

کو اس بے نظیر عزت اور اس بے مثل نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ اپنا دستِ مبارک پھیلائیں چنانچہ نبی کریم ﷺ نے دستِ مبارک پھیلایا۔ اور ان تمام نے ان شرطوں پر بیعت کی۔ جن کا ذکر قبل ازیں گزر چکا ہے۔ شمع اسلام کے ان پروانوں سے ان سخت شرائط پر بیعت کرنے کا اس وقت مطالبہ کیا۔ جب کہ حضور ﷺ ابھی مکہ میں تھے اور طائف کے اوباشوں نے جو پتھروں کی بارش کی تھی۔ ان نورانی پنڈلیوں پر ان زخموں کے نشان ابھی تازہ تھے۔ جب کہ اسلام انتہائی بے بسی اور بے کسی کے دور سے گزر رہا تھا۔ کیا کوئی شخص جسے عقل سے دور کا بھی واسطہ ہو کہہ سکتا ہے۔ کہ صحابہ ؓ نے کسی کے خوف سے یا کسی لالچ سے اس دین کو قبول کیا تھا۔

اس تفصیل کے بعد بیعت کا مفہوم واضح ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ بیعت پیمانِ سرفروشی ہے۔ اور عہد جانبازی ہے۔ اور جو بیعت کا مفہوم اس کے علاوہ کچھ اور سمجھتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اور انہیں اس غلطی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آیئے ذرا حال کی بلندیوں سے ماضی کے دامن میں چھپی ہوئی اس دنیا کو تو دیکھیں۔ جہاں یہ سرفروشی کا عہد اور جانثاری کا پیمان کرنے والے رہا کرتے ہیں۔ کچھ ہمیں بھی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اس بات کی کہاں تک لاج رکھی۔ اور اپنے قول کا کہاں تک احترام کیا۔ مشرکین مکہ، بدر اور احد کے میدانوں میں دیکھ چکے تھے، کہ ان کی خارگذار شمشیریں، زہر میں بجھے ہوئے تیر اور جگر دوز نیزے ان مٹھی بھر نہتے مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکے اب وہ ایک خوفناک سازش کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ مدینہ کے یہودی انہیں اپنی امداد کا یقین دلا چکے تھے۔ عرب کے دوسرے قبائل کو وہ لات و ہبل کی عزت کی قسمیں دے کر مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہے تھے۔ جب عرب قبائل اپنے بتوں کی ناموس پر کٹ مرنے کی قسمیں کھا کر قریش کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور یہود کا بھی پیغام آ گیا۔ کہ تم باہر سے مدینہ پر حملہ کرو۔ ہم پیچھے سے مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپ دیں گے۔ تو یہ ٹڈی دل چمنِ اسلام کو برباد کر

Marfat.com

دینے کے عزم سے طوفان کی سی تندی اور تیزی کے ساتھ روانہ ہوا۔

مشرکین کی اس متفقہ یلغار کو روکنے کے لئے مدینہ طیبہ کے ارد گرد خندق کھودنے کی تجویز کی گئی۔ اللہ اللہ! وہ بھی کیا سہانا منظر تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی دم بخود ہو جاتے تھے۔ سردی کا موسم بلا کی سردی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے تیز جھونکے فراٹے بھرتے ہوئے اِدھر اُدھر نکل جاتے تھے۔ اور قدسیوں کا ایک گروہ ہاتھ میں کدالیں لئے مدینہ کی پتھریلی زمین میں خندق کھود رہا تھا۔ کئی دن سے فاقہ تھا۔ مسلسل جان گسل کام کے باوجود جذب و مستی کی کیفیت طاری تھی۔ اللہ کے نام کو بلند کرنے کا ولولہ، حق کی حفاظت کا جوش اور اپنے مرشد کی ناموس پر کٹ مرنے کی بے چین تمنائیں اور اس بیعت یعنی پیمانِ سرفروشی کا پاس یوں بے خود کئے۔ کہ نہ بھوک ستاتی تھی، اور نہ تھکاوٹ کا احساس تھا۔ یہ تسلیم و رضا کے پیکر تکالیف و مصائب کے ہجوم میں صرف مسکرانا جانتے تھے۔ ان صبر و سکون کی چٹانوں نے تو خطرات کے طوفانوں کو صرف للکارنا سیکھا تھا۔ اور ان کی تسلی کے لئے یہ کیا کم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ اور ان کا ہادی ﷺ ان کی طرح ہاتھ میں کدال لئے ہوئے اس کے ساتھ خندق کھود رہا تھا۔ درختوں کا پتہ پتہ اور زمین کا ذرہ ذرہ اس منظر کو دیکھ کر اشھد ان محمدًا رسول اللہ کا نعرہ لگا رہا تھا۔

چشمِ فلک پیر نے کئی شہنشاہ اور کئی پُر ہیبت سپہ سالار دیکھے ہیں۔ اس خاکدان میں تربیتِ اخلاق کے ان گنت معلم پیدا ہوئے ہیں۔ یہ فضا سحر بیان مقررین کی ساحرانہ تقریروں سے معمور ہے۔ انسانیت نے مساوات دعوت کے بے شمار ثنا خوان اور بندہ و آقا، حاکم و محکوم اور امیر و فقیر کے امتیازاتِ باطلہ کو مٹانے والے لاتعداد مدعی دیکھے ہیں۔ لیکن اس نبی امی فداہ ابی و امی ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔ کیا کسی نے ایسی ہستی بھی دیکھی جو سلطانِ عالم ہونے کے باوجود بھوک کے باعث پیٹ پر پتھر باندھے ہو۔ جو اپنی فوج کا محبوب سپہ سالار ہونے کے باوجود اپنے سپاہیوں کے ساتھ ملکر خندق کھود رہا ہو۔ کیا کسی کان نے ایسی آواز بھی

Marfat.com

سنی۔ جس میں کوثر و سلسبیل کی مٹھاس گھل کر آئی ہو۔ کیا اس کے بغیر اس جیسا کوئی مساوات و حریت کا حامی پیدا ہوا جس کا ہر قول اور ہر عمل ان غیر طبعی امتیازات کے خرمن پر بجلی بن کر کوندی ہو۔ اور انہیں راکھ کا ڈھیر بنا گیا ہو۔ ہاں اے چشم فلک! دیکھ! اور بار بار دیکھ۔ تجھے اس کملی والے ﷺ کی نظیر نہیں ملے گی۔ اے مؤرخ کی دُوربین نگاہ تاریخ عالم کی بار بار ورق گردانی کر۔ تجھے اس رسول عربی ﷺ کا مثیل نہیں ملے گا۔ کڑاکے کی سردی پڑ رہی ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور پاکبازوں کا یہ گروہ خندق کھود رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ یہ دلفریب منظر دیکھ کر فرماتے ہیں:

اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اپنے فضل و کرم سے انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔ یہ دل آویز اور رسیلی آواز سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور سب مل کر اپنا عہد جانبازی بلند آواز سے یوں دہرانے لگتے ہیں۔ کہ فضا میں تھرتھری آجاتی ہے۔

ہم وہ وفا شعار جانباز ہیں۔ جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ مبارک پر زندگی کی آخری سانس پر جہاد کرنے کی بیعت کی۔

دامان نگاہ تنگ گل حسن تو بسیار ۔۔۔!
گلچیں تواز تنگئی داماں گلہ دارد ۔۔۔!

کہیں میری مائیں اور بہنیں یہ خیال نہ کریں۔ کہ یہ پابندیاں اور یہ شرطیں فقط مردوں کے لئے ہیں۔ اور ہم تو بغیر کسی قید و شرط کے اُمتِ محمد ﷺ میں داخل ہو سکتی ہیں۔ نہیں یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالےٰ کا پاک رسول ﷺ مردوں اور عورتوں دونوں کو برابر طور پر ہدایت کا پیغام دینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جس طرح یہ بیعت ہر مرد سے اسلام قبول کرتے وقت لی جاتی تھی۔ اس طرح عورتوں سے بھی لی جاتی تھی۔ جیسے اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ

Marfat.com

جَمَعَ بین نِساءِ الْاَ نصارِ فِیْ بَیْتٍ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیْنَا عُمَرَ بِنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَامَ عَلَی الْبَابِ فَسَلَّمَ عَلَیْنَا فَرَدَدْنَا عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَیْکُنَّ قَالَتْ فَقُلْنَا مَرْحَباً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَ بِرَسُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ اَتُبَایِعْنَ اَنْ لَا تُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا تَسْرِقْنَ وَلَا تَزْنِیْنَ قَالَتْ قُلْنَا نَعَمْ. فَمَدَّ یَدَہٗ مِنْ خَارِجِ الْبَیْتِ وَمَدَدْنَا اَیْدِیَنَا مِنْ دَاخِلِ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِشْھَدْ.

''حضرت ام عطیہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو انصار کی تمام عورتوں کو ایک مکان میں جمع کیا پھر ہماری طرف حضرت فاروق اعظمؓ کو بھیجا۔ آپؓ دروازے پر آ کر کھڑے ہوئے اور ہمیں سلام کہا۔ ہم سب نے اس سلام کا جواب دیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے مدینہ کی خواتین! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ تو ہم سب عورتوں نے کہا۔ اللہ کے رسول علیہ السلام کو بھی مرحبا اور اسؓ کے قاصدؓ کو بھی مرحبا! پھر حضرت عمر نے پوچھا کیا تم ان شرائط پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بیعت کرتی ہو۔

(۱) اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانوگی اور اس کو کسی کا شریک نہیں بناؤ گی۔

(۲) چوری نہیں کروگی۔

(۳) اور بدکاری نہیں کروگی۔

ہم سب نے کہا ہم ان شرائط پر بیعت کرنے کے لئے بسروچشم حاضر ہیں۔ پھر آپؓ نے اپنا ہاتھ گھر کے باہر سے بڑھایا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے بڑھائے اور بیعت کی۔ پھر فاروق اعظمؓ نے کہا اے ہمارے رب! اس بیعت پر تو گواہ ہے۔

عورتوں کی بیعت کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہایت وضاحت سے فرمایا ہے جس کے بعد کسی شبہ تک کی گنجائش نہیں رہتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

یا اَیُّھا النبیُّ اِذَا جاءَ کَ الْمُؤ مِناتُ یُبَا یِعْنَکَ علٰی اَنْ لاَ یُشْرِکْنَ بِاللّٰه وَلاَ یَسْرِقْنَ وَلاَ یَزْنِیْنَ وَلاَ یَقْتُلْنَ اَولاَ دَھُنَّ وَلاَ یَاتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَفْتَرِیْنَهٗ. بَیْنَ اَیْدِ یْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلاَ یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَا یِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰه اِنَّ اللّٰه غَفُوْرٌ رَّحِیْم. (ممتحنه) اے نبی کریم! جب مومن عورتیں (ان شرطوں پر) بیعت کرنے کے لئے آئیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔

(۲) چوری نہیں کریں گی۔

(۳) بدکاری نہیں کریں گی۔

(۴) اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

(۵) کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گی۔

(۶) اور کسی نیک کام میں آپ ؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

اگر ان شرائط پر وہ بیعت کرنے پر رضامند ہوں تو ان کو شرف بیعت بخشئے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش اور مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشنے والا اور بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ آیۂ کریمہ کے اس حصہ پر وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰه اِنَّ اللّٰه غَفُوْرٌ رَّحِیْم. وہ لوگ بھی غور فرمائیں جو نبی کریم ﷺ سے توسل کرنے والوں کو مشرک اور معلوم نہیں کیا کیا کہہ جانے کے عادی ہیں۔ کیا یہ آیت پاک شاہد نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دستِ دعا اٹھانے سے۔ ''اجابت از درحق بہر استقبال می آید۔ کہ مقبولیت بارگاہِ الٰہی سے استقبال کرنے کو آتی ہے۔ ان کی مغفرت طلبی سے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کا عذاب حرام کر دیا جاتا ہے۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور فردوس کی ابدی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ کچھ سوچو تو جس کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی درخواست سے آخرت کا عذاب الیم ٹل سکتا ہے۔ آتشِ جہنم سرد ہو سکتی ہے۔ تو کیا اگر اس کے ہاتھ اٹھیں تو یہ دنیا کی مصیبتیں نہیں ٹل

Marfat.com

سکتیں۔ جس کے قلب رحمت پناہ سے نکلی ہوئی دعا سے اللہ تعالیٰ جنت کی نعیم مقیم بخش دیتا ہے۔ کیا اگر وہ بارگاہِ ذوالجلال والاکرام میں کسی دنیاوی نعمت کے لئے التجا کرے تو کیا وہ التجا مقبول نہیں ہوگی۔ اس کے دامانِ رحمت میں پناہ لینے سے ضرور مصائب کی ڈراؤنی گھٹائیں چھٹ جائیں گی اور یقیناً ابر ہوگا۔

وہی رب جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بنایا

اے رضا کارانِ جند اللہ! اے نیاز مندان خواجگان چشت اہل بہشت! اس تفصیل سے میرا مقصد یہ ہے کہ بیعت کی حقیقت اور اس کی ماہیت آپ کے ذہن نشین کرا دوں۔ یہ بیعت جو آج ہم اپنے پیر و مرشد کے ہاتھ پر کرتے ہیں یہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔ یہ وہی بیعت ہے جو صحابہؓ نے دستِ ہدایت بخش مصطفوی ﷺ پر کی تھی۔ یعنی اس کی وہی شرطیں ہیں، اس کی وہی قیود ہیں اور اس کی وہی ذمہ داریاں ہیں۔ بیعت کرنے کے بعد انسان اپنا سب کچھ فروخت کر دیتا ہے۔ اور اب اسے یہ اختیار نہیں رہتا کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے مال یا جان میں تصرف کر سکے اب اس کی نگاہ کی حرکت، دل کے ارادے اور دماغ کے تفکرات سب اپنے مالک حقیقی کی رضا کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں یہ شرف بخشا جائے، بلند اقبال ہیں وہ لوگ جنہیں یہ سعادت نصیب ہو۔ لیکن مجھے نہایت افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ ہم میں بہت سے لوگ بیعت کرتے ہیں لیکن اس نعمتِ عظمیٰ اور شرفِ جلیل کی قدر نہیں کرتے۔ اور بدقسمتی سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس غلط فہمی میں ہیں کہ کسی کے ساتھ بیعت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اب نماز روزہ کی پابندی سے بھی آزاد ہو گئے۔ اگر کوئی شخص اپنے ساتھ بیعت کرنے والوں کو ایسا کہتا ہے۔ تو سن لو! کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر کوئی مرید ایسا سمجھتا ہے۔ تو سن لو! کہ وہ ناسمجھ ہے۔ خاتم الانبیاء ﷺ سے بڑا کوئی پیر نہیں اور صحابہ کرام سے زیادہ مخلص کوئی مرید نہیں۔ نہ حضور ﷺ نے ایسا کہا اور نہ صحابہ کرام نے ایسا سمجھا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نورِ نظر لختِ جگر

Marfat.com

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت فرمائی تھی۔

"اے میری لختِ جگر! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن سب لوگ تو اپنے ساتھ نیک عمل لے کر آئیں اور تُو یہ کہتی ہوئی آئے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہوں۔"

اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اے اس کے رسول ﷺ کے غلامو! اور اے اس مردِ باخدا کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والو! اگر دنیا و آخرت کی کامرانی اور فلاح چاہتے ہو تو اس بیعت کا مطلب سمجھو۔ اسے ایک کھیل اور ایک بے جان رسم نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاؤ اور اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں کوشاں رہو۔ اس کی رحمت کے خزانے اپنا منہ کھول دیں گے اور اس کی نوازشیں تم پر سایہ فگن رہیں گی۔ اور اگر بیعت کر کے اس کو توڑ دیا اور اس پر ثابت قدم نہ رہے یعنی بیعت کرنے کے بعد بھی نفس کے غلام اور شیطان کے فرمانبردار بنے رہے تو سن لو اللہ تعالےٰ کا عذاب بہت دردناک ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا. (الفتح)

اے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ! جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جس نے اس بیعت کو توڑ دیا تو اس کا وبال اس کے نفس پر ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا تو اسے اللہ تعالیٰ بہت جلد اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اپنے مال اور جان کو ایسا پاک بنا سکیں کہ اس کی بارگاہِ اقدس میں قبول ہو۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

Marfat.com

﴿رنگ باری تعالیٰ﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبغۃ اللہ ومن احسنُ مِنَ اللہِ صبغۃ ونحن لہ عٰبدون (البقرہ)

(ہم پر) اللہ کا رنگ (چڑھا ہے) اور کس کا رنگ خوبصورت ہے اللہ کے رنگ سے ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں۔

برادران اسلام! بڑے عرصے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نصیب ہوا تو آپ کے سامنے اس کتاب مقدس کی چند آیتیں جو مولائے کریم نے اپنے محبوب محمد مصطفے ﷺ پر نازل فرمائی اور اس واسطے نازل فرمائی "الٓر کتاب انزلنٰہُ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الیٰ النور" (اے میرے محبوب ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے۔ اس واسطے نہیں کہ آپ کسی کو نفع نہ پہنچا سکیں۔ بلکہ اس واسطے بھیجی لتخرج الناس من الظلمٰت الیٰ النور تا کہ میرے بندے جو اندھیروں میں دھکے کھا رہے ہیں۔

اے آفتاب حقیقت! ان کا بازو پکڑ کر انہیں کفر وشرک کے اندھیروں سے میرے توحید کے انوار میں پہنچا دے۔

مجھے پتہ چلا ہے کہ یہاں کچھ پابندیاں ہیں کہ جمعہ سے پہلے تو تقریر ہو سکتی ہے۔ جمعہ کے بعد نہیں ہو سکتی۔ مجھے ان لوگوں کی مجبوری کا احترام ہے جن کی یہ ذمہ داری ہے۔ انتظار بھی برقرار ہے لیکن یہ فیصلہ کرنے سے پہلے ان کو یہ تو سوچنا چاہیے تھا کہ حق پر پابندی لگانی چاہیے یا ناحق پر پابندی لگانی چاہیے۔ جو صحیح بات کریں ان پر پابندی لگانی چاہیے یا جو غلط راہوں پر چل رہے ہوں ان پر پابندی لگانی چاہیے۔ لیکن جیسے کسی کی مرضی

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

Marfat.com

جو تمہاری مرضی تم کرو بہر حال ہم تمہارے قانون کا احترام کرتے ہیں۔اور جو کچھ ہم نے عرض کرنا ہے۔مختصر وقت میں، بہت ہی جلدی اور بہت ہی تھوڑا تمہاری خدمت میں عرض کرنا ہے۔صرف اتنی گزارش ضرور کریں گے کہ دل کا پیالہ سیدھا رکھ کر بیٹھنا کہ خدا کی رحمت کی جو بارش برس رہی ہے۔اسکے قطرے تمہارے اس دل کے پیالے میں پڑیں۔پھسل کر باہر نہ گر پڑیں۔

عرض ہے۔میں نے پہلے پارے کی ایک چھوٹی سی آیت پڑھی۔میرا اپنا یہ ایمان ہے۔خدا کی قسم! قرآن کریم کا ایک لفظ بھی اگر انسان اپنے دل میں ڈال لے تو کفر و شرک اور ساری گمراہیوں کے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔یہ اپنی اپنی سمجھ کی اور فہم کی بات ہے۔بہر حال میں نے پہلے پارے کی ایک چھوٹی سی آیت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔اور نہایت ہی مختصر میں نے آپ کے سامنے اسی کے متعلق عرض کرنا ہے۔اور مجھے اپنے رب کی رحمت پر یہ یقین ہے اگر آپ نے سمجھنے کی کوشش کی تو سارے شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔

شان نزول:

جس وقت نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔وہاں مشرک لوگ بھی تھے جو مکہ کے مشرکین کی طرح بتوں کی پوجا کرتے تھے۔یہودیوں کی بھی کافی تعداد تھی اور چند گروہ عیسائیوں کے بھی تھے۔یہودیوں کا یہ رسم و رواج تھا کہ جس وقت ان کے گھر میں کوئی بچہ یا بچی پیدا ہوتی تو چند دن کے بعد پیلا سا رنگ گھولتے اس پیلے رنگ کے ساتھ نہلاتے اور یہ سمجھ لیتے کہ اس پر یہودیت کا رنگ چڑھ گیا۔اور عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے قدوم میمنت لزوم کے ساتھ اس یثرب کی نگری کو سرفراز فرمایا۔

یثرب کسے کہتے ہیں؟ یثرب کہتے ہیں تنگی کو۔یثرب کہتے ہیں پریشانی کو۔یثرب کہتے ہیں مشکل کو۔لیکن جب اللہ کے محبوب نے اس نگری میں قدم رکھا جہاں تنگی ہی تنگی تھی۔جہاں پر پریشانی ہی پریشانی تھی۔جہاں بیماریوں کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔وہاں قدم رنجا فرمانے کے بعد یثرب، یثرب نہ رہا بلکہ وہ مدینہ پاک بن گیا۔جب حضور نے وہاں قدم رنجہ فرمایا تو یثرب کو

Marfat.com

مدینہ طیبہ بنادیا۔

ایسے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل امین یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔اے میرے محبوب یہ یہودی تو اپنے آپ کو بڑا دانا اور دانش مند سمجھ رہے ہیں۔ان نادانوں کو اے میرے محبوب یہ بات تو سمجھا دے کہ جو رنگ تم اپنی اولاد پر چڑھاتے ہو۔جس رنگ پر تم غرور اور فخر کرتے ہو یہ تو کچا رنگ ہے۔یہ تو اترنے والا رنگ ہے۔پانی سے دھویں تو یہ رنگ ضائع ہو جاتا ہے۔دھوپ میں پڑا رہے تو اس کی آب وتاب ختم ہو جاتی ہے۔کچھ وقت گزر جائے تو پھر اس کی یہ شان وشوکت نہیں رہتی۔تو دانا لوگ کچے اور پھیکے رنگوں پر ناز اور فخر نہیں کرتے۔ارے رنگ چڑھانا ہے تو وہ چڑھاؤ جو چڑھ جائے تو پھر قیامت تک اترے نہیں۔وہ کون سا رنگ ہے؟"صبغة الله "وہ اللہ کا رنگ ہے۔جس پر 'لا اله الا الله کا رنگ چڑھ گیا وہ پھر کبھی قیامت تک اترتا نہیں۔اگر رنگ چڑھانے کا آپ کو شوق ہو تو ایسا رنگ کیا چڑھانا جو کچا اور پھیکا ہو۔جسے پانی کے ایک گلاس کے ساتھ دھوئیں تو اس کا نام ونشان مٹ جائے۔اگر دھوپ میں رکھیں تو اس کی آب وتاب ختم ہو جائے۔حضور ﷺ کی زبان پاک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو فرمایا کہ اگر رنگ چڑھانا ہے تو اپنی اولاد پر تو بڑے شوق سے رنگ چڑھاؤ۔ضرور رنگ چڑھاؤ۔لیکن کچا اور پھیکا رنگ نہ چڑھاؤ، وہ رنگ چڑھاؤ جو چڑھ جائے تو قیامت تک ہر لحظہ دوبالا ہی ہوتا جائے اور وہ کیا ہے؟صبغة الله اللہ کا رنگ ہے۔

اب عرض یہ ہے کہ ایک مٹکا رنگ کا بھرا پڑا ہو۔چادر بھی خوب دھلی ہوئی ہو،صاف ستھری ہو۔اس مٹکے کے پاس لاکر رکھ دیں تو صبح سے لے کر شام تک وہ چادر پڑی رہے۔اس پر رنگ چڑھ جائے گا؟ ساری رات پڑی رہے تو رنگ چڑھ جائے گا؟ پورا ہفتہ پڑی رہے تو رنگ چڑھ جائے گا؟ میں کہتا ہوں صدیاں بھی گزر جائیں اس چادر پر رنگ نہیں چڑھے گا۔مٹکا بھرا ہوا ہے رنگ کے ساتھ چادر صاف ستھری ہے کوئی اس میں میل نہیں ہے۔اس میں کوئی چکنائی نہیں۔کوئی اس پر داغ نہیں۔کوئی اس پر نشان نہیں۔وہ اس قابل ہے کہ اس پر رنگ چڑھے۔لیکن صبح سے شام

Marfat.com

تک، پورا ہفتہ، پورا مہینہ، صدیاں بھی گزر جائیں تو رنگ نہیں چڑھے گا۔ کب چڑھتا ہے؟ جب کوئی رنگریز مہربانی کر کے اس چادر کو لے کر اس مٹکے میں ڈبو دے تب رنگ چڑھتا ہے تیری ظاہری چادر پر تو رنگ چڑھتا ہے جب کوئی رنگریز مہربانی کرے۔ تو دل کے آئینے پر تب رنگ چڑھتا ہے جب محمد مصطفیٰ ﷺ مہربانی کر دیں۔ اگر یہ ظاہری رنگ بغیر رنگریز کے نہیں چڑھتا تو لا الہ الا اللہ کا رنگ بھی بغیر محمد رسول اللہ کے نہیں چڑھتا۔ میرے دوستو اگر رنگ خود چڑھتا تو ابوبکر صدیقؓ پر خود ہی چڑھ جاتا۔ اگر تجھ اور مجھ پر یہ رنگ خود چڑھ سکتا تو حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، اہل بیت پر خود چڑھ جاتا۔ وہ رنگ تب ہی چڑھا جب کالی کملی والے نے نظر فرمائی۔ یہ وہ رنگ ہے جو پکا رنگ ہے۔ جس کی آب و تاب میں ہر لحظہ اضافہ ہی ہوتا ہے۔ جس کی چمک دمک بڑھتی ہی جاتی ہے، اور یہ رنگ اس وقت تک نہیں چڑھتا جب تک محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظر کرم نہ ہو۔ بات سمجھ آ گئی؟

مجھے آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ نے اپنے کسی کپڑے پر رنگ چڑھانا ہو۔ یہ بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں کئی رنگریزوں کی دکانیں ہونگی پوچھتے ہونگے کون عمدہ رنگ چڑھانے والا ہے۔ ایسا نہ ہو کپڑا بڑا مہنگا ہے۔ بڑی مشکل سے ایک چادر خریدی ہے۔ دھبوں والا رنگ نہ چڑھا دے کچا اور پھیکا نہ چڑھا دے، کوشش کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں کہ ایسے رنگریز سے اپنی چادر پر رنگ چڑھوائیں جس کا رنگ کچا اور پھیکا نہ ہو۔ اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ نہ ہو۔ بلکہ ایک جیسا رنگ ہو اور پکا رنگ ہو آپ ایسا کرتے ہیں یا کہ نہیں؟ اب آپ مجھے یہ بتائیں۔ ایمان سے بتائیں۔ دل سے پوچھ کر بتائیں قبر کو سامنے رکھ کر بتائیں اور حشر کے میدان کو سامنے رکھ کر اور اس وقت کو یاد کر کے از روئے انصاف بتائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری کائنات میں سے ایک محمد ﷺ کو چنا اور حکم دیا اے میرے محبوب ﷺ جا اور میرے بندوں پر میری توحید کا رنگ چڑھا اللہ پاک نے جس ہستی کو منتخب کیا وہ کیا کچا رنگ چڑھانے کے لئے آئی یا پکا رنگ چڑھانے کے لئے آئی؟ وہ داغ دھبوں والا یا ایک جیسا رنگ چڑھانے کے لئے یا پکا رنگ چڑھانے کیلئے وہ

Marfat.com

ظاہر اور باطن کو رنگنے کے لئے آئی یا صرف ظاہر کو رنگنے کے لئے اور باطن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ آپ بطن کو بھی رنگنے کے لئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالی نے چنایا حضور خود آئے؟ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کا تاج پہنا کر اور رحمتہ اللعالمین کی خلعت زیب تن فرما کر بھیجا، کیا حضور ﷺ خود آئے یا حضور ﷺ کو مکے والوں نے مقرر کیا؟ کیا حضور ﷺ کو کسی گورنر نے یا کسی ایران کے بادشاہ نے بھیجا؟ کہیں نا اس نے بھیجا جو زمین کا بھی بادشاہ اور آسمانوں کا بھی بادشاہ ہے جو بلندیوں کا بھی بادشاہ ہے اور پستیوں کا بھی بادشاہ جو فرش کا بادشاہ ہے اور عرش کا بھی بادشاہ۔ اس ذات پاک نے، اس احکم الحاکمین نے اپنے محبوب کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا کر اپنی ساری کائنات کی سوئی ہوئی قسمت کو جگانے کے لئے بھیجا؟

اب بتائیں وہ جو آیا رنگنے کے لئے توحید کا رنگ چڑھانے کیلئے ہدایت کے نور کے ساتھ ظاہر و باطن کو منور کرنے کیلئے ارے جن لوگوں کے دلوں پر اس ذات پاک نے رنگ چڑھایا ہوگا داغ دھبوں والا چڑھایا ہوگا یا ایک جیسا رنگ چڑھایا ہوگا؟ کچا چڑھایا ہوگا یا پکا۔ پھر کہیں نا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر ہاتھ رکھ کر پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان کے ایمان میں کوئی شک نہیں۔ جن لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالا کہیں نا ان کا دل بھی روشن، ان کا سینہ بھی روشن، ان کا باطن بھی روشن، ان کا ظاہر بھی روشن بلکہ جس جس جگہ پر ان کے قدم لگ جائیں وہاں بھی روشنی کے سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگ جاتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو کلمہ کس نے پڑھایا؟ صحابہ کرام کو اسلام کے رنگ میں کس نے رنگا؟ صحابہ کرام پر توحید کی رونق کس نے چڑھائی؟ کہیں نا! محمد مصطفےٰ ﷺ نے چڑھائی۔ اس کالی کملی والے ﷺ نے جس کو رنگا اس کا ظاہر بھی رنگ دیا اسکا باطن بھی رنگ دیا جو اس پر اعتراض کرتا ہے وہ اس پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ اس رنگریز پر اعتراض کرتا ہے۔ جسے اللہ پاک نے اپنی توحید کا رنگ چڑھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ یہ اعتراض ابو بکرؓ پر نہیں یہ اعتراض عمرؓ پر نہیں یہ اعتراض عثمانؓ پر

Marfat.com

نہیں یہ اعتراض حیدر کرارؓ پر نہیں بلکہ یہ اعتراض تو ان کے استاد پر ہے انہوں نے تو اپنی جان بھی پیش کی اپنا سر بھی پیش کیا اپنے گھر بھی چھوڑے اپنا وطن بھی چھوڑا سب کچھ چھوڑ کر ساری چیزیں اپنے آقا ﷺ کے قدموں پر قربان کر دیں۔ پھر بھی اگر ان کے دلوں پر ایمان کا رنگ نہیں چڑھا تو پھر انکا قصور ہے یا رنگریز کا؟ کہیں نا رنگریز تو ہر عیب سے پاک ہے وہ رنگریز جس نے توحید کا رنگ ابوبکرؓ پر چڑھایا جس نے توحید کا رنگ عمرؓ پر چڑھایا جس نے توحید کا رنگ ذوالنورینؓ پر چڑھایا جس نے توحید کا رنگ علی المرتضیٰؓ پر چڑھایا کہیں نا اس جیسا رنگریز اللہ پاک نے پیدا کیا ہی نہیں۔ کیا جس کو بھی اس کملی والے ﷺ کی نظر کرم نصیب ہوگئی اس کا ظاہر و باطن چمک اٹھا۔ ارے لوگوں نے تو آزمایا تم اور میں اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں؟ اور ان پاک ہستیوں پر ہمیں شک اور شبہ ہے جن کے ایمان کی گواہی رب کریم نے عرش سے دی۔ تجھے اور مجھے کبھی اسلام پر چلنے سے چند پیسوں کا نقصان ہو تو ہم چل کر پرے ہو جائیں اگر اسلام کے لئے کسی چیز کی ضرورت پڑے تو اس وقت روٹی، کپڑا اور مکان والا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور لا الہ الا اللہ والا پلڑا ہلکا ہو جاتا ہے ایسی بات ہے یا نہیں؟ ایسی ہی بات ہے لیکن جنہیں محمد مصطفےٰ ﷺ نے رنگا ان کے لئے انگارے دہکائے جاتے ہیں آگ جلائی جاتی ہے اور اس پر غلام حضرت بلالؓ کو پکڑ کر بٹھا دیا جاتا ہے ان دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔ لیکن کیا محمد مصطفےٰ ﷺ کا چڑھایا ہوا رنگ اترا؟ کیا آپؓ نے انکار کیا؟ آپؓ کا جسم جل گیا چربی پگھل گئی اور وہ دہکتے ہوئے انگارے بھسم گئے لیکن!

ے یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

کہیں نا۔ جو کلمہ مصطفےٰ ﷺ نے پڑھایا وہ سبق بھولنے والا نہیں۔

میں کیا عرض کروں؟ ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اگر پھل میٹھا، شیریں، خوشبو دار اور تازہ ہو تو اس کا درخت بھی اچھا۔ لیکن اگر پھل کھٹا، داغ دار، مضرِ صحت ہو تو اس درخت کی کوئی حیثیت نہیں اسکو کوئی وقعت دینے کو تیار نہیں۔ دین اسلام کا درخت کون ہے؟

Marfat.com

کہیں نا! محمد مصطفےٰ ﷺ اور اس درخت کا پھل کون؟ حضور ﷺ کے صحابہ کرام جوان پھلوں پر اعتراض کرتا ہے وہ شجر نبوت پر اعتراض کرتا ہے وہ ان پھلوں پر اعتراض نہیں کرتا اور شجر نبوت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مثل کلمۃ طیبہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء یہ جو میرا پاک درخت ہے نا اس کی جڑیں تحت الثریٰ تک ہیں۔ اور شاخیں آسمان تک ہیں تو تی اکلہا کل حین باذن ربہا۔ ارے دوسرے دنیا کے باغوں پر سال کے بعد ایک بار پھل لگتا ہے۔ لیکن میرے محبوب کے لگائے ہوئے درخت پر بارہ مہینے پھل لگتا ہے

؎ یہ نغمہ نہیں ہے فصل گل ولالہ کا پابند بہار ہو کے خزاں لا الہ الا اللہ

اس درخت پر خزاں کبھی آئی ہی نہیں۔ یہاں ہمیشہ بہار ہی بہار ہے یہاں ہمیشہ پھول ہی کھلتے ہیں اس درخت پر ہمیشہ کلیاں ہی مسکراتی رہی ہیں۔ یہاں نور اور عشق کی ہوائیں اور مہکتی ہیں اور ہر وقت مشام جان کو معطر کرتی ہیں۔

تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ رنگ چڑھاؤ تو چڑھاؤ اللہ کا رنگ اور رنگ نہیں چڑھ سکتا جب تک رنگریز کی نظر کرم نہ ہو۔ وہ رنگ ریز کون ہے؟ کہیں نا! محمد رسول اللہ ﷺ۔ کلمہ صرف یہ ہی نہیں لا الہ الا اللہ جو صرف یہی پڑھتا رہا اگلا حصہ جس نے نہ پڑھا تو وہ مسلمان ہو کر نہیں مرے گا۔ قیامت کے دن امت محمدیہ ﷺ میں اس کا حشر نہیں ہوگا۔ امت محمدیہ میں شمار اس وقت ہوگا جب یہ بھی پڑھے لا الہ الا اللہ اور یہ بھی پڑھے محمد رسول اللہ۔ یا اللہ تیرا رنگ بھی برحق ہے۔ تیرا رنگریز بھی برحق ہے۔ جس کا دونوں پر ایمان ہے اسی کی کشتی ہی ساحل پر پہنچے گی۔ جس نے آدھا یاد کیا اس کا خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کو رنگریز بنا کر بھیجا یا نہیں؟ تم خود فیصلہ کرو چھوڑو راویوں کی باتوں کو، چھوڑو مولویوں کی باتوں کو، چھوڑو پیروں کی باتوں کو، چھوڑو ذاکروں کی باتوں کو، چھوڑو دوسروں کی باتوں کو۔ خود فیصلہ کرو کہ نبی ﷺ نے جس پر رنگ چڑھایا کچا چڑھایا یا پکا چڑھایا۔ بس لمبے چوڑے وعظ کی ضرورت نہیں۔ میرا ایمان تو یہ ہے۔ جس

Marfat.com

جگہ پر نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک لگ گئے وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جھڑیوں کی برسات ہوگئی۔ تو جس ذات پاک کی گود میں نورانی سر مبارک اور چہرہ مبارک لیٹا ہو اس گود کی شان اور عظمت کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے۔ رات کا وقت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ مبارک ہے حضور قدم رنجہ فرما ہیں۔ آرام فرما ہیں۔ رات اندھیری ہے۔ چاند طلوع نہیں ہوا۔ ستارے چمک دمک رہے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دل میں خیال آیا پوچھنے لگیں!

یارسول اللہ ﷺ! یہ تو فرمائیں کہ جتنے آسمان کے ستارے ہیں آپ کے غلاموں میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی اتنی نیکیاں ہوں؟ تو حضور ﷺ نے جواب دیا اور سچا جواب دیا غلط جواب دینا، اٹکل پچو سے جواب دینا اللہ کے نبی کی شان نہیں۔ سچا نبی تو اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر، دریافت کر کے جواب دیتا ہے۔ اس کی بات میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اگر انہیں کوئی شک ہوتا تو فرماتے۔ اے عائشہ! تو نے کیسا سوال کیا، لوگوں کی وہ نیکیاں جو میری سامنے ہوئیں سو وہ میں جانتا ہوں وہ گھروں میں بھی نیکیاں کرتے ہیں۔ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں سفر میں ذکر اذکار کرتے ہیں ساری نیکیوں کا مجھے کیا پتہ کہ کس کی کتنی نیکیاں ہیں؟ کس کی کتنی ہیں۔ یہ آسمان کے ان گنت ستارے جنہیں آج تک کوئی فلکیات کا جاننے والا شمار نہیں کرسکا۔ مجھے ان کا اندازہ نہیں میں کیسے اس سوال کا جواب دوں؟ تو حضور ﷺ اگر نہ جانتے ہوتے تو آپ یہ ارشاد فرماتے کہ عائشہ ایسی باتیں نہیں پوچھتے۔ حضور ﷺ منع فرما دیتے لیکن حضور ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ حضور نے جواب ارشاد فرمایا۔ اے عائشہؓ میرے غلاموں میں ایک ایسا آدمی ہے جس کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آقا کو اپنے غلاموں کی نیکیوں کا بھی علم ہے۔ اور آسمان کے ان گنت بے شمار ستاروں کا بھی علم ہے۔ بے قرار ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ وہ کون نیک بخت اور سعادتمند ہے جس کی اتنی نیکیاں ہیں۔ جتنے آسمان کے ستارے ہیں۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا وہ میرا فاروق ہے۔ عمر فاروقؓ کی وہ ذات ہے

Marfat.com

جس کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں رات گزر گئی۔ صبح وہ بات حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کسی کے سامنے کی بات چلتی چلتی سارے شہر میں مشہور ہو گئی۔ یہ اطلاع حضرت عمرؓ کو بھی پہنچ گئی کہ یہ بات ام المومنین سے پوچھی اور آقا دو عالم ﷺ نے یہ جواب دیا۔ اگر حضرت عمرؓ کا ایمان ظاہر تو کچھ ہوتا اور باطن کچھ ہوتا۔ ایسے آدمی کی نیکی کا بھی کوئی اعتبار ہے جس کی نیکیوں کا گواہ محمد ﷺ ہو گیا اس کی نیکیوں کا ہر کسی کو اعتراض کرنے کا حق پہنچتا ہے؟ اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اس کا محمد مصطفےٰ ﷺ کی نبوت پر ایمان ہی نہیں۔ حضور ﷺ کو اللہ کا رسول مانا ہی نہیں حضور ﷺ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالا ہی نہیں۔ حضرت عمرؓ سے عرض کی گئی کہ ام المومنینؓ نے یہ سوال کیا ہے اور حضور ﷺ نے کرم فرماتے ہوئے یہ جواب دیا ہے ملاحظہ فرماؤ اگر اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ ہم غریبوں یتیموں کے کسی عمل کو اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ قبول فرمائے تو ہماری خوشی کی کوئی حد ہوتی ہے۔ کوئی عمل کوئی سجدہ کوئی ایک ختم قرآن کا کوئی تسبیح کوئی ایک درود پاک۔ اگر اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ فرمادے کہ یہ منظور ہے، یہ قبول ہے۔ تو ہماری خوشی کی کوئی حد ہوتی ہے۔ جس کی ساری عمر کی نیکیوں پر زبان نبوت فرمادے کہ اس کے سارے عمل منظور و قبول ہیں۔ اور سب کا یہ مقام ہے اور ان کی تعداد اتنی ہے جتنے آسمان کے ستارے ہیں حضرت عمرؓ جتنا ناز کریں اتنا ہی تھوڑا ہے جتنا خوشی کا اظہار کریں خوشی کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

تھوڑی دیر تو خوشی ہوئی، مسرت کے جذبات ظاہر ہوئے۔ چند لمحے گزرے تو ایک سوال ذہن میں آیا حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے۔ پوچھا میرا یار صدیقؓ کہاں ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔ گلی گلی پھر رہے ہیں۔ اور بازار بازار پھر رہے ہیں۔ جہاں جہاں آپ کی نشستیں تھیں وہاں وہاں آپؓ کو تلاش کر رہے ہیں۔ تلاش بسیار کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو اللہ کے محبوب کا یار مل گیا۔

عرض کی میں نے آپ کو بڑا تلاش کیا بڑا آپ کو ڈھونڈا ہے۔ گھر گیا ہوں فلاں جگہ گیا ہوں۔ فلاں جگہ گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا کام ہے کیا حکم ہے بتائیں نا۔ عرض کیا

Marfat.com

ایک سودا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اگر مہربانی فرمائیں تو میرے ساتھ سودا کر لیں۔ آپ نے پوچھا بتائیں کیا سودا کرنے کے لئے آئے ہو۔ کہا آپ ﷺ نے سن لیا ہوگا کہ تمام مسلمانوں کی ماں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے ہمارے اور سارے جہان کے آقا سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کے سارے غلاموں میں سے کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے!

حضور ﷺ نے کیا جواب دیا؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی حضور کا فرمان سن چکے تھے۔ آپ نے فرمایا عمرؓ مجھے پتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا میرے عمرؓ کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں عمرؓ تجھے لاکھ لاکھ مبارک ہو۔ کہ تیرے متعلق حضور ﷺ نے گواہی دی۔ عرض کی خیر مبارک۔ لیکن میری ساری بات تو سن لیں۔ فرمایا میں آپ سے سودا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ پوچھا کیا سودا کرنے کے لیے آئے ہو۔ عرض کی قبلہ ایسا کریں وہ میری بے شمار اور ان گنت نیکیاں جن کی گواہی محمد مصطفیٰ ﷺ نے دی۔ اے ابوبکر صدیق وہ ساری نیکیاں آپ لے لیں اور ہجرت کی وہ رات مجھے دے دیں۔ یا اللہ کبھی بے قدروں کے حوالے نہ کرنا یا اللہ کسی قدر شناس کے ساتھ ہمارا رابطہ قائم ہو۔ عرض کرنے لگے میرے ساتھ یہ سودا کریں۔ عمر کی ساری نیکیاں پہلی بھی اور پچھلی بھی جو میں نے ابھی کرنی ہیں۔ وہ ساری نیکیاں آپ لیں لیں۔ ایک وہ غار والی رات مجھے دے دیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے عمر! یہ سودا بڑا مہنگا ہے۔

صحابی کی عظمت:

سنو اپنے آقا کی شان۔ کوئی ہو غوث، قطب، محدث، کوئی ہو ایک جگہ کھڑے ہو کر رات بسر کرنے والا۔ تمام علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی محمد ﷺ کے چہرے کی زیارت کی اسکی شان تک نہ کوئی ولی پہنچے۔ نہ کوئی قطب پہنچے۔ نہ کوئی غوث پہنچے نہ کوئی قطب الاقطاب پہنچے نہ کوئی عالم پہنچے۔ نہ کوئی محدث پہنچے۔ ارے جس کی طرف ایک بار آنکھ بھر کر دیکھ لینے سے انسان کو بلندیاں نصیب ہوں تو جس کی گود میں اس کا سر مبارک پڑا

Marfat.com

رہے اور حضرت ابو بکرؓ اس کی زیارت کر رہے ہیں ان کی شان کا اندازا کون لگا سکتا ہے۔

"صبغة الله " اللہ کا رنگ " و من احسن من الله صبغة"

خدا کے رنگ سے زیادہ حسین اور کوئی رنگ نہیں۔ اللہ کا رنگ پکا رنگ، اللہ کا رنگ نہ اترنے والا، اللہ کا رنگ نہ پھیکا پڑنے والا، اللہ کا رنگ جس پر چڑھ جائے دن بدن اس پر اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

میں صحابہ کرام کا ایک واقعہ سنا کر وقت کم ہے۔ آپ سے معذرت چاہوں گا۔ اور عرض کروں گا۔ اگر زندگی کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو محمد عربی ﷺ کے غلاموں کے قدموں سے نہ اٹھو، حضور ﷺ کے غلاموں کا دامن مضبوطی سے پکڑلو۔ جو انسان کبھی ادھر اور کبھی ادھر ہو وہ منزل مقصود پر کبھی نہیں پہنچتا۔

حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ:

ابتدائے نبوت کا دور ہے حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو کفار نے حضور ﷺ کے خلاف ایشو بنایا اور جو بھی مسلمان ہوتا۔ اسے طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچانی شروع کر دیتے۔ ان لوگوں میں سے جو مشرف با اسلام ہوئے۔ دو آدمیوں کا واقعہ سنیئے۔ ایک خاوند ہے اور دوسری بیوی۔ خاوند کا نام یاسرؓ ہے اور بیوی کا نام سمیہؓ ہے۔ وہ غلام ہے اور یہ لونڈی۔ نہ کسی اچھے گھرانے میں پیدائش ہوئی ہے۔ نہ کسی اچھے ماحول میں نشو ونما پائی ہے۔ نہ کسی استاد سے سبق لیا ہے۔ اگر سبق لیا تو ایک محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار سے کلمہ شریف کا سبق لیا اور کوئی سبق نہیں لیا۔

وہ مالک جس کے وہ غلام تھے اسے جب پتا چلا کہ یہ تو اپنا مذہب چھوڑ کر، اپنے بتوں کو چھوڑ کر، اپنے معبودان باطلہ کو چھوڑ کر محمد ﷺ کے رب کے بندے بن گئے ہیں۔ ان کے غصے کی کوئی حد نہ رہی۔ بڑا سمجھایا بڑی منتیں کیں بڑے لالچ دیئے۔ جب کوئی فائدہ نہ ہوا تو ڈرانا شروع کر دیا۔ اس سے بھی جب بات نہ بنی تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ اگر تم اس دین کو چھوڑ کر اپنے پرانے آباؤ اجداد کے جھوٹے مذہب کی طرف نہ آئے تو یاد رکھو! فلاں دن اور مکے کے فلاں

Marfat.com

چوراہے پر ہم تم کو پھانسی دے دیں گے اور تمھاری زندگی کا چراغ بجھا دیں گے۔

لیکن جن پر مصطفیٰ ﷺ نے رنگ چڑھایا وہ نہیں اترتا۔ موت کے لاکھوں سمندر کیوں نہ ہوں۔ موت ان سے ڈرتی ہے۔ وہ بھلا موت سے ڈرتے ہیں؟ جس راہ سے محمد عربی ﷺ کے غلام گزر جائیں موت وہ راستہ چھوڑ دیتی ہے۔ موت ان کے لیے ہے جو یار سے دور رہتے ہیں لیکن جنہوں نے یار کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالا ہے موت سے انہیں کیسے ڈرایا جاسکتا ہے۔

مقررہ تاریخ آئی لیکن وہ اپنے عزم پر، اپنے ایمان پر، اپنے یقین پر محکم ہیں۔ پکے ہیں انہوں نے کہا یہ تو ایک جان ہے کروڑوں جانیں ہوں تو وہ بھی نام محمد ﷺ پر قربان ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہان فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

جب کفار نے آخری چیلنج کیا۔ کہ ہوش کرو ابھی زندگی کے بڑے ارمان ہیں۔ اور تمھیں زندہ رہنا چاہیے۔ ابھی معافی مانگو اور اپنے پرانے مذہب کی طرف آجاؤ۔ ہم بھی اس بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تم غلام ہو ہم تجھے آزاد کر دیں گے۔ تمھیں بری کر دیں گے۔ اور تمھاری ساری ضروریات پوری کر دیں گے۔ ان کا جواب سن کر حضرت سمیہؓ نے بڑے سکون کے ساتھ، بڑی ہی مسرت کے ساتھ۔ بڑی ہی خوشی کے ساتھ کہا کہ جان جاسکتی ہے۔ لیکن محمد ﷺ کا دامن نہیں چھوٹ سکتا۔ یہ آخری فیصلہ ہے۔ محمد ﷺ کے غلام جب فیصلہ کرتے ہیں۔ تو انہیں کوئی تذبذب اور ہچکچاہٹ نہیں ہوتی آپ نے فرمایا جان قربان ہوسکتی ہے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہوسکتے ہیں لیکن دین محمد ﷺ سے انکار نہیں ہوسکتا۔

جب انہوں نے انکار کیا تو ابو جہل نے نیزا مارا جوان کے ناف کے نیچے لگا اور پار نکل گیا۔ غش کھا کر زمین پر گر پڑیں اور اپنی جان اپنے رب کے حوالے کر دی یہ عورتوں کو عزت ہے کہ اسلام کی راہ میں شہادت کی نعمت سب سے پہلے اگر کسی نے حاصل کی تو وہ عورت نے کی۔ حضرت سمیہ امت محمدیہ کی سب سے پہلی شہید ہیں جنہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ لاکھوں لاکھ رحمتیں ہوں اس حضرت

Marfat.com

سمیہ پر جس نے عورتوں کی شان اور مقام کو بلند کیا نیزا پار ہو گیا ہے خون کے فوارے بہہ رہے ہیں لاش تڑپ رہی ہے۔

حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اب حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت یاسر کو سامنے لایا گیا دو مست اونٹ لائے گئے اور حضرت یاسر کو کہا کہ دیکھ تیری بیوی کا کیا حشر ہوا۔ اس نے نافرمانی کی جس کی اسے یہ سزا ملی ہے۔ اب بھی تیرے لیے وقت ہے کہ اگر تو باز آجائے اور اپنے نبی کے دین کو چھوڑ کر پرانا دین اختیار کر لے تو اب بھی تجھے معافی دی جا سکتی ہے۔ اور ہم تجھے آزاد کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا جس کلمے پر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے جان دی ہے۔ یاسر رضی اللہ عنہ کی جان بھی اس کلمے پر قربان ہے۔ اس کلمے والے پر قربان، اس کے نام پر قربان، اس کے دین پہ قربان، اس کی آن پر قربان، اسکی شان پر قربان، میرے دوستو! جان کی قیمت تب ہی لگتی ہے جب یار کے دربار میں منظور ہو جائے۔ کیا ہے یہ جان سانس آیا نہ آیا۔ تو اگر یہ یار کے قدموں میں قربان ہو جائے۔ اس سے بڑی اور کوئی قیمت نہیں ہے۔ حضرت یاسر اپنی بیوی کو تڑپتا دیکھ رہے ہیں۔ خون کے فوارے بہہ رہے ہیں۔ زمین اس خون کے رنگ سے لال رنگ ہو رہی ہے۔ اور پوچھا جا رہا ہے اب بتا تیرا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا! جو کچھ ہوتا ہے ہو جائے۔ لیکن میں دامن مصطفیٰ ﷺ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اے روٹی کپڑے اور مکان کے جھوٹے وعدوں کیلئے اپنے دلدار کا منہ چھوڑنے والے۔ اپنے رحمۃ اللعالمین کا منہ چھوڑنے والے اور یہ دعویٰ کرنے والے کہ میں مومن ہوں اور جنہوں نے جانیں قربان کیں ان کا ایمان اندر سے کچھ اور باہر کچھ ہے یہ تیری اپنی مرضی ہے یہ تیری اپنی سوچ ہے۔ یہ تیری اپنی سمجھ ہے۔ یہ تیرا اپنا فیصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا جان دی جا سکتی ہے، سر کٹایا جا سکتا ہے، جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے جا سکتے ہیں۔ لیکن محمد ﷺ سے رشتہ عشق ٹوٹ نہیں سکتا۔ وہ دو مست اونٹ لائے۔ ایک اونٹ کا رخ مشرق کی طرف اور دوسرے کا رخ مغرب کی طرف کر دیا۔ اور کہا۔ دیکھ اور سوچ لے۔ اب ہم تجھے سزا دینے لگے ہیں۔ دونوں

Marfat.com

مست اونٹ ہیں۔ تیری ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ باندھ دی جائے گی۔ دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دی جائے گی۔ ایک کو اس طرف دوڑادیا جائے گا۔ دوسرے کو اُس طرف دوڑادیا جائے گا۔ اور تیرے جسم کے جسطرح ٹکڑے ہوں گے اُن کا تو خود اندازہ کر لے۔ اگر تجھے یہ منظور ہے تو ٹھیک ہے۔ اور تو اس انجام سے بچنا چاہتا ہے۔ اب بھی توبہ کرلے اور معافی مانگ لے اور اپنے پرانے مذہب کی طرف آجا۔ ہم تجھے رہا کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ جان عزیز ہے ہی اس لیے کہ نام مصطفیٰ ﷺ پر قربان ہو جائے۔ مجھے نہ ڈراو۔ مجھے دھمکیاں نہ دو۔ بھائیو! ہمیں تو اسی رنگ میں رنگا گیا ہے۔ توحید کے رنگ میں جو رنگنے والا ہے۔ وہ رنگتا ہے تو اندر بھی رنگ دیتا ہے اور باہر سے بھی۔

تماشہ گیر اکٹھے ہیں مکے کے لوگوں کی بھیڑ ہے۔ وہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہے۔ ایک ٹانگ ایک اونٹ کے ساتھ باندھ دی گئی۔ اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دی گئی۔ ایک کو مشرق کی طرف ڈنڈا مار کر بھگا دیا اور دوسرے کو مغرب کی طرف ڈنڈا مار کر بھگا دیا۔ چرچر کرتی ہوئی لاش ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی۔ اور ہر قطرہ خون سے آواز آئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اب کہو! جسے کملی والے نے اللہ کی توحید کے رنگ میں رنگا تو کچا نہیں رنگا۔ جس پر نظر کرم ہو گئی۔ اس کا دل بھی پاک۔ اس کا دماغ بھی۔ اس کی نیت بھی پاک۔ اس کا دماغ بھی پاک اس کی فکر بھی پاک۔ اس کا عمل بھی پاک۔ اس کے ارادے بھی پاک۔ اس کی زندگی بھی پاک۔ اس کی موت بھی پاک۔

صبغة الله و من احسن من الله صبغة۔ اللہ کا رنگ۔ اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہے۔ جیسا سمیہؓ کا ایمان ہے تمھیں اور مجھے بھی نصیب ہو۔ یاسرؓ کا ایمان تمہیں اور مجھے بھی نصیب ہو۔ اللہ پاک سے دعا مانگو یا اللہ! رنگریز جسے کائنات پر اپنے توحید کے رنگنے کے لیے تو نے مبعوث فرمایا۔ اے رب العالمین! اس کی نظر کرم سے ہمیں محروم نہ رکھ۔ اس کے

Marfat.com

فیض سے محروم نہ رکھ۔ جس نے اس وقت کے لوگوں کو اپنی رحمت سے فیض یاب کیا۔ ہم پر اپنی رحمت کی نظر فرما۔ اس گفتگو سے مقصود تمہیں سمجھانا ہے کہ اللہ پاک کا رنگ سارے رنگوں سے خوبصورت ہے۔ سارے رنگوں سے پکا رنگ سارے رنگوں سے شوخ رنگ۔ ٹھیک ہے۔ اور رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ جب تک رنگریز مہربانی نہ کرے اور توحید کا رنگ چڑھانے کے لیے اللہ پاک نے اپنی مخلوق میں سے کس ذات پاک کو منتخب کیا؟ کہو محمد رسول اللہ ﷺ کو اور جس پر کملی والے نے رنگ چڑھایا پکا رنگ چڑھایا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ سب اس کے تربیت یافتہ ہیں ان سب پر توحید کا خالص رنگ ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش صحابہ ہیں۔ جس کو بھی حضور ﷺ کی نگاہ کرم نصیب ہوگئی۔ اس کی دنیا بھی سنور گئی۔ اس کی قبر بھی روشن ہوگئی اور اس کی عقبیٰ بھی منور ہوگئی۔

صبغة اللہ۔ ان نادان لوگوں کی طرف نہ جاو جنہوں نے حضرت امام حسینؓ کا پیغام بھلا دیا۔ جب حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنھا نے اپنا سارا کنبہ شہید کرایا اور شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھوائے تو اس وقت یزیدیوں نے کوفے کے میدان سے جلوس نکالا۔ جس نے جلوس نکالا؟ وہ قاتل تھے حضرت امام حسین کے۔ تمھارے علاقہ میں بھی قتل ہوتے رہتے ہیں۔ اور پولیس والے تفتیش کرتے ہیں یا کہ نہیں۔ جس گھر سے ٹوکہ مل جائے جس کے ساتھ مقتول کا خون لگا ہوا ہو۔ جس گھر سے اس کے کپڑے کا ٹکڑا مل جائے۔ جس گھر سے اس کی سواری مل جائے۔ جس گھر سے اسکا نیزہ مل جائے۔ اس کے چور یا قاتل ہونے میں کوئی شک وشبہ ہوتا ہے؟ نہیں ہوتا۔ تو جس کے گھروں سے چودہ سال بعد بھی گھوڑے نکل رہے ہیں۔ چادریں نکل رہی ہیں۔ نیزے نکل رہے ہیں۔ اور تیر نکل رہے ہیں۔ ان کے قاتل ہونے میں کوئی شک ہے۔ تو جلوس کس نے نکالا تھا۔ حضرت امام پاک، آپ کے ساتھیوں، آپ کے فرزندوں، آپ کے بچوں، آپ کے نور نگاہوں اور گلستان نبوت کے مہکتے ہوئے پھولوں کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھا کر کوفے کے بازار میں کس نے گھمایا تھا، کہیں۔ جنہوں نے قتل کیا تھا۔

Marfat.com

سیدہ زینبؓ حضرت امام زین العابدینؓ بیمار اور دوسری گھر کی خواتین کو لے جایا جا رہا ہے۔ وہ جلوس جب کوفے کے بازار سے گزرا تو کوفے والوں نے پیٹنا شروع کر دیا۔ رونا شروع کر دیا۔ حضرت سیدہ زینب نے پوچھا۔ علیٰ من تبکونَ؟ ارے آنسو بہانے والے لگر مجھو اعلیٰ من تبکون کیوں رو رہے ہو؟ کیوں بال بکھیرے ہوئے ہو۔ کیوں اپنا حلیہ بگاڑ رکھا ہے؟ کیوں یہ ماتم شروع کیا ہوا ہے۔ کیا تمھیں کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ کیا تمھیں دکھ ہوا ہے۔ کہنے لگے جناب آپ کے خاندان کو جو تکلیف پہنچی ہے۔ جو مصیبت آئی ہے۔ جو آزمائش آئی ہے۔ اسکی وجہ سے ہمارے دل کباب ہو گئے ہیں۔ ہمارے سینے چھلنی ہو گئے ہیں۔ ہماری آنکھوں سے خون کے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپ کا دکھ دیکھ کر آپ کی پریشانی دیکھ کر۔ اس شیر خدا کی لاڈلی نے فرمایا فمن قتلنا اے مکر مجھ کے آنسو بہانے والو! اگر تم ہماری اس مصیبت پر رو رہے ہو تو یہ قیامت ہم پر برپا کس نے کی ہے؟ ہمیں تیر کس نے مارے ہیں۔ علی اکبرؓ کو شہید کس نے کیا ہے؟ عباسؓ کے ہاتھ کس نے کاٹے ہیں اور میرے بھائی حسینؓ کے جسم پر زخم کس نے لگائے ہیں۔ ہمیں زخموں سے چور چور کر کے پھر ان زخموں پر نمک پاشی کرتے ہو۔ فرمایا علیٰ من تبکون؟ کس پر رو رہے ہو؟ کہنے لگے۔ تمہاری تکلیف پر۔ فرمایا فمن قتلنا؟ اگر تمہارے دلوں میں ہماری اتنی محبت ہے۔ تو ہمارا قاتل کون ہے۔ قاتل وہی ہیں۔ جنہیں حضرت زینبؓ قاتل فرما چکی ہیں۔

جن کے گھروں میں اگر آج چوری ہو تو کھرے (نشان قدم) تلاش کرتے ہو یا نہیں؟ اور اگر جس گھر سے کھرا مل جائے وہ چور ہے کہ نہیں؟ تو اگر تم امام حسینؓ کے قاتلوں کا کھرا چاہتے ہو۔ اگر جائے مکہ شریف تو ہم مجرم۔ اگر جائے مدینہ شریف تو ہم مجرم۔ اگر جائے طائف تو ہم مجرم۔ لیکن جب وہ کھرا کوفے کے اندر جاتا ہے تو کون مجرم؟ حضرت زینبؓ جب قیامت کے دن قبر سے اٹھیں گی۔ آپؓ کی سواری جنت کی طرف جانے لگے گی تو اہل حشر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو گا کہ حشر میں کھڑے ہونے والو سب اپنی آنکھیں جھکا لو۔ میرے محبوب کی صاحبزادی کی سواری آ رہی ہے۔ جن کی سواری گزرتے وقت فرشتے آنکھیں جھکا لیں گے۔ ولی آنکھیں جھکا

Marfat.com

دیں۔ غوث آنکھیں جھکا دیں۔ نبی آنکھیں جھکا دیں۔ سارے کاملین آنکھیں جھکا دیں۔ اور تو منبر پر بیٹھ کر ان کا روکھا نام لے تو قیامت کے دن کیا منہ دکھائے گا۔

یاد رکھو! صبغة اللہ اللہ کا رنگ۔ ومن احسن من اللہ صبغة خدا کے رنگ سے زیادہ کوئی خوبصورت رنگ نہیں اور چڑھانے والا کون ہے؟ محمد مصطفیٰ ﷺ۔ جس انسان پر اس نبی کریم کی نظر رحمت ہو جائے اس جیسا ایمان کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اور اگر ابو بکرؓ کو ایمان نصیب ہوا تو محمد ﷺ کے دروازے پر آنے سے عمرؓ کو ایمان نصیب ہوا۔ حضور کے در اقدس پر حاضر ہونے سے۔ (پھر تو اور میں اس دروازے کو چھوڑ کر خود ہی لینا چاہیں تو سب کچھ لے سکتے ہیں) یہ راہ مقصود ہے۔ جو اس راہ سے گزر کے آئے گا وہی مقصود پائے گا۔ جو دوسری راہوں سے گزر کر آئے گا تو پولیس پکڑ کر کہے گی۔ یہ چور ہیں یہ جنت الفردوس میں نئے راستے سے داخل ہو رہے ہیں۔ حضور کیا ہیں؟ دین کے رنگریز۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے رنگریز ہمارا ایمان ہے جس پر کملی والے نے رنگ چڑھایا پکا رنگ چڑھایا۔ صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار جن کو حضور ﷺ کی غلامی نصیب ہوئی۔ حضورؐ کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر کلمہ شہادت پڑھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ ان کا اندر بھی روشن۔ ان کا باہر بھی روشن۔ ان کا دل بھی روشن۔ ان کا سینہ بھی روشن۔ انکا سب کچھ روشن۔ ان کی زندگی بھی روشن۔ ان کی موت بھی روشن۔ آؤ قرآن کو سمجھیں جسے ریشم کے غلافوں میں لپیٹ کر ہم نے الماریوں میں رکھ دیا ہے۔ یہ تو گویا تبرک کے لئے آیا ہے۔ پڑھنے کے لئے نہیں آیا۔ اللہ کی کتاب تو پڑھے تو سمجھے پتہ چلے کہ خدا کیا کہتا ہے؟ تجھے پتہ چلے کہ اللہ پاک اپنے محبوب کی کیسے شان بیان فرماتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عظمت کا کیسے ذکر کرتا ہے۔ یہ وہ نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی ایسے ہے کہ جس وقت تو زبان پر اس کا تلفظ کرے گا۔ تو دو دفعہ چومے گا۔ تب وہ نام ادا ہوگا۔ دو بوسے دے گا۔ تب وہ مبارک نام ادا ہوگا۔ تیرا دل کرے یا نہ کرے مالک نے بنا ہی ایسے دیا ہے۔ یا تو میرے محبوب کا نام نہ لو یا نام لو تو دو بار چومو تب وہ نام ادا ہوگا۔ کیا نام ہے؟ سیدنا و مولانا محمد ﷺ۔ پہلا میم کہا تو زبان کو بوسہ دیا۔ دوسرا میم کہا تو

Marfat.com

زبان کو بوسہ دیا۔ یہ ہماری کتابوں میں بھی ہے کہ حضور کا نام سن کر انگوٹھوں کو تو چومنا مستحب ہے۔ ہم فرض نہیں کہتے۔ واجب نہیں کہتے۔ سنت مؤکدہ نہیں کہتے۔ نہ ہی نزاع کا باعث بنانا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہم اسے مستحب کہتے ہیں۔ اگر ایسا کرے گا۔ تو اللہ کا رسول خوش ہوگا۔ تو تیرا دل کرے یا نہ کرے اللہ پاک نے اپنا کام کرا دیا۔ نام تب ادا ہوگا۔ جب دو بوسے دے گا۔ اور اگر دو بوسے نہیں دے گا۔ تو نام ادا نہیں ہوگا۔ اور نام نہ لیا تو آپ کے غلاموں میں نہیں کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کا سبق سکھائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شان اور عظمت کا یقین عطا فرمائے۔ صحابہ کرام کا مقام۔ حضور کے اہل بیت کا مقام۔ اولیائے امت کا مقام اور علمائے ملت کے مقام عظیم کو پہچاننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

ساتواں باب

متفرق

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید

الحمد لله نحمده و نستعينهٗ و نصلّی و نسلّم علی سید نا و مولينا محمد سيّد الابرار وعلى آله الاطهار واصحابه الاخيار. لاسيما الامام الهمام ابى عبدالله الحسين رئيس الاحرار وعلى اتباعه اجمعين.

برادران اسلام: صحت مند ذہن ایسے لوگوں کا گرویدہ ہوتا ہے جو پاک باز اور پارسا ہوتے ہیں۔ جن کی زندگی ایک اعلیٰ مقصد کے لئے وقف ہوتی ہے، جن کا وجود منبع خیرات و برکات ہوتا ہے، جن کا دامن انانیت، خودغرضی، حرص وغیرہ رذائل سے پاک ہوتا ہے، جو زندگی کے افق پر مہر و ماہ بن کر نمودار ہوتے ہیں ان کی حیات مستعار کی ہر گھڑی بنی نوع انسان کی خیر خواہی میں گزرتی ہے اور جب وہ یہاں سے رخصت ہوتے ہیں، تو اپنے پیچھے بطور یادگار ایسے نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ جو آنے والی نسلوں کے لئے مینارۂ نور کا کام دیتے ہیں۔

لیکن جب ذہن میں فتور، نگاہ میں کجی اور سوچ میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ لوگ اس کی دلچسپی بلکہ عقیدت کا مرکز بن جاتے ہیں جو تکبر و غرور کا پیکر ہوتے ہیں، جنہیں ہوس اقتدار اتنا اندھا کر دیتی ہے کہ وہ عدل وانساف کی قدروں کو پامال کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ قوم کی غیرت و حریت کو بھی داؤ پر لگانے سے باز نہیں آتے۔ جور و ستم کا ایک طوفان بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ اور جہاں سے گزرتے ہیں تباہی و بربادی مچاتے چلے جاتے ہیں۔ فتنہ خارجیت کئی صدیوں تک امت کے خرمن امن و عافیت پر بجلی بن کر گرتا رہا۔ اپنی فتنہ انگیزیوں سے جنگ وجدال اور قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ آخرکار علمی محاذ پر علماء ربانیین نے انہیں شکست دی۔ اور میدان جنگ میں مجاہدین اسلام کی شمشیر خاراشگاف نے اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب وہی فتنہ پھر پر پرزے نکال رہا ہے۔ بلکہ عصرِ حاضر میں ان کے پیرو اپنے پیشروؤں سے دو قدم آگے ہیں۔ پہلے خارجی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی ذریت طاہرہ کے مخالف تھے تو ساتھ ہی یزید اور اس کے ہم مشرب دوسرے لوگوں سے بھی انہیں شدید عداوت تھی۔ لیکن آج کے

Marfat.com

خارجی یزید کو خلیفہ برحق، مجاہد اسلام، ملت کا بطل جلیل ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اس کے پس پردہ اہل بیت کرام خصوصاً امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کو گھٹانے کا جذبہ کارفرما ہے۔

یہ تحریک اپنے نتائج و عواقب کے اعتبار سے ازحد خطرناک ہے۔ آج تک تو یہ کیفیت ہے کہ جب بھی کوئی جابر اور ظالم حاکم ہم پر مسلط ہو جاتا ہے۔ تو حالات کی نامساعدت کی پرواہ کئے بغیر اسوہ شبیری کی یاد تازہ کر کے نتائج سے بے نیاز ہو کر ہم اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتے ہیں اور کشتیاں جلا کر میدان جہاد میں کود پڑتے ہیں۔ فیلسوف اسلام علامہ اقبال نے اپنی قوم کو جو معاشی لحاظ سے مفلس و قلاش، علمی لحاظ سے پسماندہ اور سیاسی لحاظ سے منتشر و درماندہ تھی۔ انگریز کی غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے للکارا تو انہوں نے سیدنا امام حسین ہی کا کردار پیش کیا فرماتے ہیں۔

موسیٰ و فرعون و شبیرؓ و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید

موسیٰ اور فرعون، شبیرؓ اور یزید یہ دو قوتیں ہیں جو کشمکش حیات میں نمایاں ہوتی ہیں۔

زندہ حق از قوت شبیریؓ است
باطل آخر داغ حسرت میری است

بقائے حق کا راز قوت شبیری میں مضمر ہے اور باطل کے مقدر میں حسرت و ناکامی کی موت ہے۔

اس حقیقت کے بیان کے بعد کہ کارگاہ حیات میں یہ ساری بزم آرائیاں اور رنگینیاں قوت شبیری کے ممنون احسان ہیں۔ اقبال اب آپ کے زندہ جاوید کارنامے کا ذکر کرتے ہیں۔

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر جام ریخت

Marfat.com

خلافت نے جب قرآن سے اپنا رشتہ توڑ لیا اور حریت و آزادی کے جام میں زہر گھول دیا۔

خاست آں سر جلوہ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

خیر الامم کا سرتاج اٹھا، مینہ برسانے والے ابر رحمت کی مانند۔

بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہا کارید و رفت

یہ بادل کربلا کی زمین پر برسا اور چلا گیا۔ اس نے ویرانے میں گل لالہ کو کاشت کیا اور چلا گیا۔

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خونِ او چمن ایجاد کرد

اپنا سر دے کر آپ نے قیامت تک جبر و استبداد کی جڑ کاٹ دی اور آپ کے خونِ ناب کی موج نے چمن ایجاد کر دیا۔

اپنے سارے خاندان کی اور اپنی قربانی دے کر آپ نے ملتِ اسلامیہ کو یہ درس دیا۔

ماسوی اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

اللہ تعالیٰ کے سوا مسلمان کسی کا غلام نہیں ہے۔ کسی فرعون کے سامنے اس کا سر نہیں جھک سکتا۔

حق و صداقت کے ایسے نڈر علمبردار، شرف انسانی کے بہادر پاسبان اور حریت فکر کے بے باک مجاہد حسینؓ کی زندگی اور آپ کے حیات آفریں کردار کو اگر یہ لوگ اپنی قوم کے نوجوانوں کی نگاہ میں مشکوک بنا دیں گے تو بے سروسامانی کے عالم میں حق کی شمع پر پروانہ وار جل مرنے کا جذبہ ان کے دلوں میں کیونکر پیدا ہوگا۔ اگر یزید ہی خلیفہ راشد ہے تو پھر اس بے ثمر بحث کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیجئے۔ کہ اسلام کا نظام سیاست، حق کی بالادستی، اہلِ حق کی سرفرازی، عدل، حریت

Marfat.com

، مساوات جیسی عالی اقدار کا نقیب ہے جس اسلام میں یزید خلیفہ راشد، ابن زیاد، شمر، سنان بن انس اور خولی جیسے لوگ خلافت کے دست و بازو ہوں گے۔ اس اسلام سے انسانیت کے مقدر کو وابستہ کرنا انتہا درجہ کی ابلہی ہے لیکن یہ وہ اسلام نہیں جو اللہ تعالیٰ کا محبوب نبی رحمت ﷺ لے کر تشریف لائے تھے۔ ان کے فیضِ تربیت نے صحابہ کرام جیسی پاک نہاد جماعت پیدا کی، اس نے انسانی تاریخ کو خلفاء اربعہ جیسے عادل حاکم عطا فرمائے۔

اگر یہ لوگ اپنے اس مذموم مقصد میں بدقسمتی سے کامیاب ہو جاتے ہیں، اپنی تحریر و تقریر سے سیدنا حسین ؓ کے کردار کو گہنا دیتے ہیں۔ اور یزید جیسے شخص کو ملت کا ہیرو ثابت کرنے کی مہم سر کر لیتے ہیں تو اس پر جو خطرناک بلکہ تباہ کن اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، ان کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ملت کی تاریخ کے معتبر مصادر کی طرف رجوع کیا جائے اور جو بات پایہ ثبوت کو پہنچے قوم کے سامنے اسے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ جو لوگ صدق دل سے تلاش حق میں سرگرداں ہیں ان کی دل جمعی کا سامان ہو جائے۔

پہلے ہم ان صاحبان کے ممدوح یزید کے شخصی کردار کا جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ ذاتی طور پر یہ شخص کن خوبیوں اور صفات کا حامل تھا۔ پھر یہ دیکھیں گے کہ اس نے اپنے دور اقتدار میں جو سنہری کارنامے انجام دیے ان کی حقیقت کیا تھی۔ پھر اس کے ان محامد اور خصائل حمیدہ پر تبصرہ کریں گے۔ جن کو اس کے مداح بڑے جوش و خروش سے پیش کرتے رہتے ہیں۔ آخر میں دیکھیں گے کہ اکابر امت کا یزید کے بارے میں کیا نظریہ تھا، وہ اس کی ستم کشیوں کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ پھر یہ فیصلہ کرنے میں آپ کو زیادہ وقت نہ ہوگی کہ یہ شخص آفریں و نفریں میں سے کس کا مستحق ہے۔

شخصی کردار:

سب سے پہلے ہم زیاد بن سمیہ کی رائے پیش کرتے ہیں۔ جو یزید اور اس کے خاندان کا دل و جان سے وفادار تھا۔ جس نے اور جس کے بیٹوں نے یزید کے لئے صرف تن من دھن ہی قربان

Marfat.com

نہیں کیا بلکہ اپنی شہرت اور اپنا دین وایمان بھی اس پر نثار کردیا۔ ایسے وفادار اور جانثار شخص کی رائے پر دشمنی، جانب داری اور، تعصب وغیرہ کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے یزید کے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہوگا۔ حزم واحتیاط کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا ہوگا۔ مورخ شہیر ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یزید کے بارے میں زیاد کی جو رائے ہے وہ آپ کو معلوم ہو جائے گی۔

لَمّا اَرادَ مُعَاوِيَةُ اَنْ يُبَايَعَ لِيزيد كتب اِلٰى زيَاد يستشيرهٗ.....شَاوَر زِيَاد عبيد بن كعب النميرى واخبره ان امير المومنين كَتَبَ اِلٰى يزعم اَنَّهٗ قد عَزَمَ علٰى بيعة يزيد وهو يتخوف نفرة النا س وَيَرْجُوْا مطابقتهم وعلاقة امر الاسلام وضمانه عظيم. ويزيد صاحب رسلة و تهاون مع قد اُولِعَ به من الصيد فَالْقِ امير المومنين مود يا عَنّى فاخبُره عن فعلاتِ يزيد وَقُلْ لهٗ رويد ک بالا مرولا تعجل فِانَّ دَرْكًا في تا خيرٍ خيرٌ من تعجيلٍ عا قبتهُ الفوت۔ تاریخ طبری ص ۱۶۹۔ ج:۶

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (آئندہ خانہ جنگی کے خوف سے) جب یہ ارادہ کیا کہ لوگ یزید کی بیعت کرلیں تو آپ نے زیاد کی طرف لکھا کہ اس بارے میں اس کی کیا رائے ہے۔ زیاد نے اپنے ہمراز عبید بن کعب النمیری سے مشورہ کیا اور اسے بتایا کہ امیر المومنین نے اس کی طرف لکھا ہے کہ یزید کے لئے خلافت کی بیعت لینے کا عزم کر چکے ہیں۔ ساتھ ہی انہیں یہ خوف بھی ہے کہ لوگ اس اقدام کو مبادا نفرت کی نگاہ سے دیکھیں، ان کی آرزو ہے کہ لوگ اس کی بیعت پر متفق ہو جائیں۔ زیاد نے عبید سے کہا یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس کا تعلق اسلام سے ہے یہ بات اور اس کی ضمانت بڑی عظیم ذمہ داری ہے۔ یزید لاابالی مزاج کا مالک ہے غفلت اور تہاون اس کا شعار ہے، اس کے علاوہ شکار کا بڑا دلدادہ ہے۔ تم جاؤ امیر المومنین سے ملاقات کرو۔ اور میری طرف سے ان کو یہ پیغام دو۔ اور یزید کی کارستانیوں سے بھی انہیں خبردار کرو اور عرض کرو کہ آپ اس معاملہ میں صبر سے کام لیں۔ اور جلد بازی نہ کریں۔ کیونکہ اگر گوہر مقصود تاخیر سے

Marfat.com

حاصل ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انسان جلد بازی سے کام لے اور مقصد کو ضائع کر بیٹھے۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ ''الکامل'' میں بعینہ انہی الفاظ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ گویا زیاد جیسے وفادار کے نزدیک بھی یزید کا کردار ناپسندیدہ اور داغدار ہے لیکن بعد میں یہ طے پایا کہ حضرت امیر معاویہ کو یزید کے صحیح حالات سے آگاہ نہ کیا جائے بلکہ خود یزید کو سمجھایا جائے کہ وہ غلط کاریوں سے باز آئے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو یزید کے اطوار کا پوری طرح علم نہ تھا اور ان کے گورنر اور اعیان مملکت میں یہ جرات مفقود تھی کہ وہ اس کے حالات سے آپ کو پوری طرح مطلع کریں۔

اور سنئے! امیر المومنین حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی مجلس میں ایک روز یزید کا ذکر چھڑ گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا: قال امیر المومنین یزید ۔یعنی امیر المومنین یزید نے یہ کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز غصہ سے بولے: تم یزید (جیسے نابکار) کو امیر المومنین کہہ رہے ہو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو بیس درّے لگائے جائیں۔

(تہذیب التہذیب ص ۳۶۱ ۔ج ۱۱)

سب جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز خاندان بنی اُمیہ کے ایک فرد تھے۔ لیکن یزید کے بارے میں آپ یہ سننا گوارا نہ کر سکے کہ اسے کوئی شخص امیر المومنین کے معزز لقب سے یاد کرے۔ بلکہ آپ نے ایسا کہنے والے سے ناراضگی کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ اسے بیس کوڑوں کی سزا دی۔ تاکہ آئندہ کوئی شخص اسے امیر المومنین کہنے کی جرات نہ کر سکے۔ کیا تیرہ سو سال بعد آنے والے یہ محققین یزید کے کردار و سیرت کو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز سے بہتر جانتے ہیں۔ جب آپ اس کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتے تو پھر ہمیں یا کسی اور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ایسے شخص کو امیر المومنین یا خلیفہ راشد کے القاب سے ملقب کر کے ان عزت و حرمت والے القاب کی تذلیل کرے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں اپنے نوجوان، بچوں، بھائیوں اور عزیزوں کے بکھرے ہوئے لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر جو

Marfat.com

آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس سے بھی اس مصنوعی خلیفہ راشد کی سیرت وکردار پر روشنی پڑتی ہے۔

آپ نے فرمایا: یاایھا الناس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال من رای سلطانا جائراً مُستحلًا لِحُرم اللّٰہ. نَاکِثاً لِعَھْدِ اللّٰہ مخالِفًا لسنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یعمل فی عباد اللّٰہ بالاثم والعدوان . فَلَمْ یُغَیِّر علیہ بفعل ولا قول کان حقًا علی اللّٰہ تعالٰی اَنْ یُدْ خِلَہٗ مَدْ خِلَہٗ اَلَا وانَّ ھٰؤلآء قد لَزِموا طاعۃ الشیطان و ترکوا طاعۃ الرحمٰن واظھر واالفسادو عطلو االحد ودوا ستا ثروا بِالْفئی و اَحلُّوا حرام اللّٰہ وحرّموا حَلالَہٗ واَنَا اَحَقُّ مَن غَیَّر.

(تاریخ طبری ص ۲۲۹۔ ج ۶۔ تاریخ کامل ص ۴۸۔ ج ۴)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرنے والا ہے، اللہ تعالےٰ کے عہد کو توڑنے والا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا برتاؤ کرتا ہے پھر وہ دیکھنے والا اپنے عمل یا قول سے اس کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتا، تو قیامت کے دن اس شخص کو بھی جہنم کے اس طبقہ میں داخل کیا جائے گا۔ جہاں وہ ظالم سلطان داخل ہوگا۔ اے لوگو! کان کھول کر سن لو۔ انہوں نے (یزید اور اس کے حواریوں نے) شیطان کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے، فساد برپا کر دیا ہے، حدود اسلام کو معطل کر دیا ہے، فئی کا مال خود ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام اور اس کے حرام کو حلال کر دیا ہے۔ مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں ایسے ظالم سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کروں۔

اس خطبہ میں یزید کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کی وجہ آپ نے بڑی تفصیل سے بیان فرما دی۔ امام حسینؓ جیسی ہستی کی زبان پر کبھی جھوٹ نہیں آسکتا۔ خصوصاً زندگی کے آخری لحوں میں جب آپ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے والے ہیں۔ ذرا غور فرمایئے اور اس منظر کا تصور کیجئے کہ شیعان کوفہ صدہا خطوط اور قاصد بھیج کر بڑی منت وسماجت سے حضرت کو اپنے ہاں بلاتے

Marfat.com

ہیں۔لیکن جب ابن زیاد کا کوڑا ان کی پیٹھ پر برسنے کے لئے ہوا میں لہراتا ہے، تو اپنی بیعت کو توڑ دیتے ہیں۔نہ صرف آپ کی امداد کرنے سے دستکش ہوتے ہیں بلکہ آپ کے مدمقابل خم ٹھونک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔جب اپنے شیعہ کی طوطا چشمی کا یہ ہولناک منظر آپ نے دیکھا ہوگا تو آپ کے قلب مبارک پر کیا گزری ہوگی۔آپ کو صاف نظر آرہا تھا کہ اب جام شہادت پیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔اس دنیا کو چھوڑنے سے پہلے اور خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں پیش ہونے سے پہلے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے یزید اور اس کے امراء حکومت پر جھوٹا بہتان لگایا ہو گا۔کسی نازک سے نازک مقام پر حق وصداقت کا دامن چھوڑ دینا شانِ حسینؓ سے بہت ہی بعید ہے۔بلکہ آپ نے اس وقت اپنے جہاد کی جو وجوہات بیان کی ہیں وہ حق وصداقت کی ترجمانی ہے۔خود ہی انصاف فرمایئے کہ جس شخص کے بارے میں امام عالی مقام کی یہ رائے ہو اس کو خلیفہ راشد اور امیر المومنین کہنے کی جرأت وہی لوگ کر سکتے ہیں۔جو حضرت امام کے مقامِ رفیع سے بے خبر ہیں۔

ایک اور شہادت سماعت فرمایئے:

یہ شاہد حضرت عبداللہؓ ہیں۔ان کے والد ماجد کا نام حنظلہؓ ہے جو شہید اُحد اور غسیل ملائکہ ہیں۔ایسے نامور باپ کا بیٹا ہونا ان کے لئے کوئی کم شرف نہیں، لیکن اپنی ذاتی خوبیوں اور زہدو تقویٰ کی وجہ سے وہ راہب کے لقب سے ملقب تھے۔دنیا اور امور دنیا سے ان کی دلچسپی برائے نام تھی۔زیادہ وقت خلوت میں ذکرِ الٰہی کرتے گزر جاتا۔یہ حضرت عبداللہ اہل مدینہ کے ایک وفد کے ساتھ یزید کی ملاقات کے لئے گئے۔وہاں کئی دنوں تک اس وفد نے قیام کیا انہوں نے اس شخص کی صبح وشام کے معمولات پر آگاہی حاصل کی۔اور جب واپس آئے تو اہل مدینہ کو یزید کے احوال واطوار سے آگاہ کیا۔اہل مدینہ اس کے فسق وفجور کے حالات کو سن کر حیران رہ گئے چنانچہ تمام اہل مدینہ نے ایسے فاسق شخص کی بیعت کو توڑ دیا۔اس وفد نے یزید کے حالات کے بارے میں اہل مدینہ کو جو بتایا اسے ملاحظہ فرمایئے۔

Marfat.com

”قالو ا قد منامن عند رجل لیس له دین یشرب الخمر ویضرب بالطنا بین و یعزف عنده القیان ویلعب بالکلاب ویُسمر عندہٗ الحراب وھم اللصوص واِنّا نُشھد کم اِنّا قد خَلَعْناہ۔“

(تاریخ طبری ص۴۔ج۔۸۔تاریخ کامل ص ۱۰۳۔ج ۴)

ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں، جو شراب پیتا ہے، طنبورے بجاتا ہے، لونڈیاں اس کے سامنے گاتی ہیں، کتوں کے ساتھ کھیلتا ہے، رات گئے تک چور اُچکے لوگ اس کے پاس بیٹھ کر داستان سرائی کرتے ہیں۔ اور اے اہلِ مدینہ ہم تمہیں گواہ بناتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کی بیعت کا قلادہ گردن سے اتار کر پھینک دیا ہے۔ اس وفد کے ایک رکن حضرت زبیرؓ کے فرزند منذر تھے۔ یہ اس وفد کے ساتھ واپس نہیں آئے بلکہ دمشق سے کوفہ گئے۔ وہاں سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ یزید کے بارے میں ان کی رائے بھی ملاحظہ ہو:

اِنَّ یزید واللّٰہ لقد اجازنی بمائۃ الف درھم واِنَّہٗ لا یَمْنَعُنِی ماصَنَع اِلَیَّ ان اُخْبِرَ کُمْ خبرہٗ واُصَدِقَ فکُمْ عنہٗ واللّٰہ اِنَّہ یشربُ الخمر واللّٰہ لَیَسْکَرَ حتی یُضیع الصَّلٰوۃَ وعابہ بمثل ماعابہ اصحابُہٗ الذین کانوامعہٗ. (تاریخ کامل ص ۱۰۴۔ج ۴۔ تاریخ طبری ص ۴۔ج ۷)

بخدا یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم کا عطیہ دیا ہے، لیکن یہ عطیہ مجھے یہ کہنے سے نہیں روک سکتا کہ تمہیں اس کے بارے میں سچی سچی بات بتاؤں۔ وہ شرابی ہے، وہ اتنی شراب پیتا ہے کہ نشہ کی وجہ سے نماز ترک ہو جاتی ہے وفد کے دوسرے ارکان نے یزید کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا۔ انہوں نے حرف بحرف اس کی تصدیق کر دی۔“

اس موقع پر یزید کے مداح یہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں نے حضرت سیدنا علیؓ کے فرزند محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس جہاد میں شرکت کی دعوت دی لیکن آپ نے اسے قبول نہ کیا اور جب اس وفد کے ارکان نے یزید کے ناشائستہ اخلاق و کردار کے بارے میں کہا

Marfat.com

تو آپ نے جواب دیا کہ میں بھی یزید کے پاس رہا ہوں میں نے کبھی اسے شراب پیتے نہیں دیکھا۔ یہ صاحبان حضرت محمد بن حنفیہ ؓ کا یہ قول لے کر یزید کی پاک دامنی اور پارسائی ثابت کرنے کے لئے رطب اللسان ہو جاتے ہیں۔ کاش کہ وہ یہ سوچتے کہ آپ جیسی ہستی کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ شراب پیتا یا دیگر قبیح حرکات کرتا۔ آپ کی موجودگی میں اس کا ایسا نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ آپ کی غیر موجودگی میں ان حرکات سے اپنے آپ کو آلودہ نہیں کرتا ہوگا۔ بڑے بڑے رند اور میخوار وقتی ضروریات کے مطابق زاہد و متقی بن جایا کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس متعدد شواہد موجود ہیں جو اس کی کرتوتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات ضرور ذہن نشین کر لیجئے:

اہلِ مدینہ کو کس چیز نے یزید کی بیعت توڑنے پر برانگیختہ کیا؟ یہ حادثہ کربلا کے خونی سانحہ کے بعد پیش آیا جس میں یزیدی فوج نے حقوق نبوت، حقوق قرابت، ایمان و مروت الغرض جملہ حقوق کو پس پشت ڈال کر گلستانِ رسالت کو بھاڑ کر دیا۔ اہلِ مدینہ کو اس بارے میں قطعاً کوئی غلط فہمی نہ تھی کہ یزید ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ظالمانہ بلکہ اس سے بھی بدتر سلوک کرے گا۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ یزید کی سلطنت اسلامی قلمرو کے بیشتر صوبوں میں مستحکم ہو چکی ہے۔ مدینہ طیبہ کی تنہا ایک بستی اس کا کامیاب مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، فوج، اسلحہ اور دیگر وسائل کی اس کے ہاں بڑی افراط تھی۔ مدینہ طیبہ کے سارے پیر و جوان مل کر بھی اس کے لشکر کا عشر عشیر بھی نہیں بن سکتے۔ وہ اس جہاد کے انجام کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اس لئے یہ کہنا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے کہ حضرت عبداللہ نے خود خلیفہ بننے کے لئے اور مسندِ اقتدار پر قابض ہونے کے لئے ایسا کیا تھا۔ ان کی طاقت اور یزید کی قوت میں توازن نام کی کوئی چیز نہ تھی اس لئے ایک غیر جانبدار مبصر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام کے سیاسی نظام اور نظریہ خلافت کے تقدس کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ جرات مندانہ اقدام کیا تھا۔ سانحہ کربلا کے بعد وہ دنیا کو پھر یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ محمد ﷺ کے غلام ایسے شخص کو اسلامی مملکت کے سربراہ اور خلیفۃ المسلمین تسلیم کرنے کے لئے

Marfat.com

ہرگز تیار نہیں جس میں مندرجہ بالا اُمور پائے جاتے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ قلت تعداد، اسلحہ اور دیگر وسائل کے فقدان کے باوجود اہل مدینہ اپنے قائد کے ساتھ میدانِ جہاد میں مردانہ وار کود پڑے۔ دین حنیف کے ان مٹھی بھر پاسبانوں نے جس جرات، حوصلہ اور جانثاری سے یزید کے لشکر جرار کا مقابلہ کیا اس نے بدر وحنین کی یاد تازہ کردی۔ حضرت عبداللہ بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے، گھمسان کا رَن پڑ رہا تھا۔ آپ نے اپنے جواں سال بچوں کو للکارا کہ آؤ نظامِ مصطفےٰ کے ناموس کی حفاظت کے لئے جانیں لڑادو۔ سر کٹادو۔ سعادت مند بچے اپنے مجاہد باپ کی للکار پر ایک ایک کر کے آگے بڑھے۔ عقاب کی طرح دشمن پر جھپٹے اور جامِ شہادت نوش کر کے خلد بریں کو سدھارتے رہے۔ یکے بعد دیگرے آپ کے ساتوں بچوں نے اپنے سروں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ عین اس وقت جب ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گر رہے تھے، اس مجاہد کی شانِ ایثار دیدنی تھی۔ ہاتھوں میں تلوار تھی کہ جو بجلی کی سی تیزی کے ساتھ چل رہی تھی۔ خود فرطِ جوش سے یہ رجز پڑھ رہے تھے اور مجاہدین کے دلوں کو گرما رہے تھے

بُعدًا لِمَنْ رَامَ الْفَسَادَ وَطَغٰی وَجَانَبَ الْحَقَّ وَ آیَاتِ الْھُدٰی لَا یُبْعِدُ الرَّحْمٰنُ اِلَّا مَنْ عَصٰی (تاریخ کامل ص ۱۱۷۔ ج ۴)

"وہ شخص برباد ہوجائے جس نے فساد کا قصد کیا اور سرکشی کی، جس نے حق کو اور ہدایت کی آیتوں کو نظرانداز کردیا۔ خداوند رحمٰن اسی کو ہلاک کرتا ہے جو سرکش ہوتا ہے۔"

یہ رجز پڑھتے پڑھتے انہوں نے اپنی جان، جاں آفریں کے حوالے کردی۔

اس رجز کے الفاظ سے بھی جو مرنے سے پہلے ان کی زبان سے گونجے یزید کے بارے میں ان کے پہلے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایک صحابی دارالآخرت کی طرف سفر کرتے وقت جو بات کہتا ہے اس میں تصنع، ریاکاری اور جھوٹ کی آمیزش نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے۔ آپ کا یہ رجز یزید کے بارے میں آپ کے سابقہ خیالات کی تائید کرتا ہے۔

آخر میں یزید کے بارے میں علامہ ابنِ کثیر کی رائے پیش کرتا ہوں جو انہوں نے یزید کی

Marfat.com

مدح اور قدح میں مذکور جملہ اقوال و آثار کے بنظرِ غائر مطالعہ کرنے بعد اپنی تاریخ میں رقم کی ہے۔ یزید کے مداح بھی یہ حوالہ پیش کرتے ہیں، لیکن اس کی ابتدائی چند سطریں نقل کر کے رہ جاتے ہیں۔ میں پورا حوالہ لکھ رہا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے حقیقتِ حال واضح ہو جائے گی۔

وقد جان یزید فیه خصال محمودة من الکرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الرائ فی الملک وکان ذاجمال . حُسْنَ المعاشرة وکان فیه ایضاً اقبال علی الشهوات و ترک بعض الصلوٰة فی بعض الاوقات واما تتهافی غالب الاوقات .

(البدایه والنهایة ص ۲۳۰۔ ج ۸)

"یزید میں چند عمدہ صفات بھی تھیں۔ سخاوت، حلم، فصاحت، شعر گوئی، شجاعت، ملکی امور میں حسن رائے۔ وہ خوش شکل تھا۔ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس میں یہ عیوب بھی تھے۔ وہ شہوات نفسانی کا گرویدہ تھا، بعض دفعہ نماز بھی نہیں پڑھا کرتا تھا۔ اور جب نماز پڑھا کرتا، تو اکثر وقت گزر جانے کے بعد۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۵ پر علامہ ابنِ کثیر یزید کے بارے میں لکھتے ہیں:

قد رُوی اَنَّ یزید کان قد اشتهر بالمعازف و شُرْبِ الخمر والغنا . والصید و اتخاذ الغلمان والقیان والکلاب والنطاح بین الکباش والر باب والقر و د مامن یوم الایصبح فیه مخمورًا.

(البدایة والنهایة ص ۲۳۵۔ ج ۸)

"یعنی یزید ان باتوں میں بڑی شہرت کا مالک تھا۔ گانا بجانا، میخواری، غنا، شکار، لونڈے اور لونڈیاں رکھنا، کتے پالنا، مینڈھوں، ریچھوں اور بندروں کے درمیان کشتی کرانا۔ وہ جب صبح کو بیدار ہوتا تو شراب کے نشے میں مست ہوتا۔"

یہ ہے یزید جس کے بارے میں بادشاہ سے زیادہ بادشاہ کے وفادار زیاد کی رائے اور

Marfat.com

دیگر حضرات کی آرا، آپ پڑھ آئے ہیں۔ان اقوال کے آئینے میں یزید کی داغ دار سیرت کے خدوخال آپ بآسانی دیکھ سکتے ہیں۔ایسے شخص کی مدح وستائش میں آج کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ پمفلٹ شائع کئے جارہے ہیں۔تقریریں کی جارہی ہے اور قیامت بالائے قیامت یہ ہے کہ اس کو ایک ایسی شخصیت پر فضیلت دینے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔جس کا نام حسین رضی اللہ عنہ ہے فداہ ابی وامی جس کا ذکر پاک سن کر مردہ دل زندہ ہوجاتے ہیں۔جس کی داستانِ جہاد کے مطالعہ سے مردہ حوصلے اور افسردہ ولولے جوان ہوجاتے ہیں اور باطل سے ٹکر لینے کی آرزو بے چین کردیتی ہے۔وہ امام حسینؓ جس کے بارے میں محبوب رب العالمین ﷺ نے فرمایا:

عن اُسامہ بن زید عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اِنّہ یاخذہ والحَسنین ویقول اللّٰھُمّ اِنّی احبُّھما فا حبّھما.

اسامہ بن زید کہتے ہیں حضور ﷺ حسن وحسین کو گلے لگا لیتے اور پھر یہ دعا فرماتے اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں،تو بھی ان سے محبت فرما۔

قال النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ھمار یحا نتای من الدنیا . (باب المناقب بخاری۔ص۵۳ج۱)

"آپ نے فرمایا:اس دنیا کے باغ سے یہ میرے دو پھول ہیں۔"

ترمذی کی کثیر احادیث میں سے صرف ایک حدیث سماعت فرمایئے:

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الحَسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنۃ.

"کہ حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔رضی اللہ تعالٰی عنہما۔"

یہ تو ہوا یزید کی شخصی زندگی کا ایک ورق۔

یزید بحیثیت حکمران:

اگرچہ یورپ کے ماہرینِ سیاست یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی کی شخصی زندگی سے سروکار نہیں،

Marfat.com

ہم تو اس کو ان کے عمال کی کسوٹی پر پرکھیں گے جن کا تعلق قوم اور ملک سے ہے۔ اسلام اس تفریق کا قائل نہیں۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہے، دونوں ایک دوسرے سے متاثر بھی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے میں اثر بھی کرتی ہیں لیکن آیئے ان صاحبان کے ممدوح ''یزید'' کے ان کارناموں پر بھی سرسری نظر ڈالیں، جو بحیثیت حکمران اس نے انجام دیئے اور یہ دیکھیں کہ اس مجاہد اور بطلِ جلیل نے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی کون کونسی سنہری خدمات انجام دی ہیں۔ جن کے صلہ پر یہ حضرات اسے خلیفہ راشد کہنے پر مُصر ہیں۔ سب سے پہلے سانحہ کربلا کو لیجئے، کیونکہ یزید کی حکومت کا آغاز اسی خونیں حادثہ سے ہوا۔

مجھے اس وقت ابن زیاد اور اس کے لشکر کے ستم کیشوں اور جفا کاریوں سے بحث مطلوب نہیں، اس سانحہ سے یزید کا جہاں تک براہِ راست تعلق ہے اس پر بحث کرنا ہے۔ آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یزید پر اس واقعہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں۔

یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ مسلم بن عقیل ؓ کو جہاں پاؤ قتل کردو۔ (تاریخ طبری۔۱۹۴ ج:۶)

امام مسلم کو عبدالرحمٰن نامی ایک کوفی دھوکہ سے پکڑ کر لے آیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے انہیں حکم دیا کہ انہیں محل کی سب سے اونچی چھت پر لے جاؤ، وہاں ان کا سر قلم کردو، اور ان کے دھڑ کو اتنی بلندی سے گلی میں پھینک دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اَمَرَ یزید بقتل مسلم فکتب الیه اَن یَطلب مسلم بن عقیل فیقتله اِنْ وجدهُ فجاء بِمُسْلِم الی عبید الله واَمربه فاُ صعد اَلی علی القصر فضُرِ بَتُ عنقه واُلقِیَ جُثتُهُ اِلی الناس واُمر بهانی فَسُحِب الی الکنا سته فصُلبِ هنا.

(طبری ص۱۹۶۔ج۶)

ابن زیاد کے حکم سے ہانی کو بھی گھسیٹ کر لے گئے جہاں غلاظت کا ڈھیر تھا وہاں لے جا کر انہیں سُولی دے دی گئی۔

Marfat.com

تاریخ کامل میں ہے: بَعثَ ابن زیاد براسی مسلم وهانی الی یزید و کتب الیه یزید یشکرهٗ. (ص۳۶۔ج۶)

پھر ابن زیاد نے ان دونوں شہیدانِ وفا کے سروں کو کوفہ سے دمشق یزید کے پاس بھیجا۔ (یزید کو اس سانحہ فاجعہ پر ذرا دکھ نہ ہوا) بلکہ اس نے ابنِ زیاد کو خط لکھا جس میں اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ (گویا دو غیر مسلح افراد کو قتل کر کے اس نے شجاعت و بہادری کا ایک نادر نمونہ پیش کیا ہے)

یہ حضرات کہتے ہیں کہ خاندانِ نبوت کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کی ساری ذمہ داری ابن زیاد پر عائد ہوتی ہے۔ یزید تو وہاں سے صدہا میل دور دمشق میں تھا۔ جو کچھ ہوا اس کے حکم کے بغیر ہوا اور اس کے علم کے بغیر ہوا۔ یزید کو جب اس حادثہ کا علم ہوا تو وہ بہت آزردہ ہوا اور رویا، اس کے محل میں مجلسِ ماتم برپا ہوئی۔ جو تین دن تک جاری رہی۔ جس سے اس کے رنج واندوہ کا پتہ چلتا ہے، جو اس المناک واقعہ پر یزید کو ہوا۔ کاش ایسا ہی ہوتا! لیکن تاریخ کے صفحات اس کے بالکل برعکس کہانی بیان کرتے ہیں۔ میدانِ کربلا میں جو لرزہ خیز اور شرمناک واقعات رونما ہوئے انہیں وہیں رہنے دیجئے۔ چلئے نیزوں کی انیوں پر آویختہ شہدائے گرامی کے سروں کے جلوس کے ساتھ، چلئے اہلِ بیت کی غمزدہ خواتین کے کارواں کے ساتھ، ہم آپ کو شام لے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس سانحہ پر یزید کا پہلا اور حقیقی ردِعمل کیا تھا۔ علامہ ابنِ جریر کی عبارت ملاحظہ ہو۔

واوفدهٗ الی یزید بن معاریة ومعد الراس فوَضَع راسَهٗ بین یَدیهَ وعنده ابو برزة الاسلمی و جعل ینکت با لقضیب علے فیه ویقول: یُفلِقْنَ هامًا من رجال اعزّة علینا وهم کانوا اعقّ واظلَمَا. وقال له ابو برزة ارفع قضیبکَ فوالله لربما رایتُ فارسُولِ الله علے فیه یلثمهٗ. (تاریخ طبری۔ص۲۲۰۔ج۶)

ابن زیاد نے قاتلِ حسینؓ کے ہاتھ آپ کے سرمبارک کو یزید کے پاس بھیجا۔ اس نے وہ سرمبارک یزید کے سامنے رکھ دیا۔ ایک صحابی ابو برزہ اسلمی وہاں موجود تھے۔ یزید ایک چھڑی سے آپ کے لب ہائے لعلین پہ کچوکے دینے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ انہوں نے ایسے آدمیوں

Marfat.com

کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے، لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے۔ ابو برزہ پیرانہ سالی کے باوجود اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور فرمایا: اے یزید! اپنی چھڑی کو پرے ہٹالو۔ بخدا میں نے بکثرت حضور ﷺ کو اس منہ کو چومتے دیکھا۔

علامہ ابن کثیر نے اس واقع کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے:

ثم اذن للناس فدخلوا عليه والراس بين يديه ومعه قضيبٌ وهو ينكت به شعرهٗ ثم قال ان هذا وايانا كما قال الحصين بن همام . ابى قومنا ان ينصفونا فانصفت قواضب في ايما لنا تنظر الدما يفلقن هاما من رجال اعزة.عينا وهم كانوا اعقّ واظلما.

''جب اس کے پاس سر مبارک رکھا گیا تو اس نے لوگوں کو دربار میں آنے کا اذنِ عام دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے ایک چھڑی سے آپ کے دندانِ مبارک پر ضربیں لگانا شروع کیں اور ساتھ ہی کہنے لگا۔ بے شک ان کی اور ہماری حالت ایسی ہی ہے جیسے ایک شاعر نے کہا تھا۔ ہماری قوم نے انکار کیا کہ ہمارے ساتھ انصاف کریں تو ہماری تلواروں نے انصاف کیا جو دائیں ہاتھ میں تھیں، اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ ان تلواروں نے ان لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے، لیکن وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔''

اب آپ غور فرمایئے کہ جو شخص نواسہ رسول ﷺ کے کٹے ہوئے سر مبارک کو یوں اپنے سامنے رکھنے کی جسارت کرتا ہے۔ اور لوگوں پر اپنی قوت کی دھاک بٹھانے کے لئے انہیں یہ رُوح فرسا منظر دیکھنے کی عام اجازت دیتا ہے، پھر وہ گستاخ چھڑی سے ان ہونٹوں اور دانتوں پر چوٹیں لگاتا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بکثرت سے چوما کرتے تھے۔ اور پھر وہ اپنی شوکت کو نمایاں کرنے کے لئے ایسے متکبرانہ شعر پڑھتا ہے کیا اس شخص کے بارے میں یہ خیال کرنا انتہائی سادگی بلکہ انتہائی بیہودگی نہیں کہ اسے اس سانحہ پر رنج تھا۔ اور وہ بڑا افسردہ اور پژمردہ ہوا۔

Marfat.com

حضرت ابو برزہ اسلمی وہاں بیٹھے تھے، اس گستاخانہ منظر کی تاب نہ لا سکے اور فوراً جھڑک دیا۔ آخر میں فرمایا یہ وہ ہونٹ ہیں جو نبی کریم ﷺ کی بوسہ گاہ تھے۔ اے یزید! جب تو قیامت کے دن آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور جب یہ تشریف لائیں گے تو ان کے جد کریم مصطفےٰ ﷺ ان کے شفیع ہوں گے۔ پھر آپ اس محفل سے نکل گئے۔

مورخین نے اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے یہ تصریح کی ہے:

وجهزهم (ابن زياد) و حملهم الى يزيد فلما قدموا عليه جمع من كان بحضرته من اهل الشام ثم ادخلوهم نهنئوا بالفتح .

(تاریخ طبری ص ۲۲۰، ج ۲۔ البدایہ ص ۱۹۷ ج ۸)

''ابن زیاد نے اس لٹے پٹے قافلہ کو تیار کیا اور یزید کی طرف بھیجا جب وہ دمشق پہنچے تو یزید نے ملک شام کے رؤسا کو اپنے دربار میں اکٹھا کیا پھر اس بھری محفل میں خاندانِ نبوت کی مستورات اس کے سامنے پیش کی گئیں۔ اور اس کے درباریوں نے یزید کو اس فتح پر مبارکباد پیش کی۔

خود ہی سوچئے جو شخص دربار عام لگاتا ہے ملک شام کے ہر قابلِ ذکر آدمی کو وہاں جمع کرتا ہے اور وہ اس کی خدمت میں اس فتح پر اسے مبارکیں پیش کرتے ہیں اور وہ ظالم اس بھرے دربار میں پردہ دار خواتین کو پیش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کیا ہم اس کے باوجود ان دوستوں کی بات مان لیں کہ یزید کو اس واقعہ پر بہت صدمہ ہوا۔ بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ یزید نے بڑے افسوس کا اظہار کیا اور آنسو بھی بہائے اور ابنِ زیاد کو بُرا بھلا بھی کہا۔ لیکن اس ڈرامے سے علامہ ابنِ کثیر نے یہ کہہ کر پردہ اٹھا دیا۔

لما وصل راس الحسين الى يزيد حسنت حال ابن زياد . عندهٗ وزاده ووصله وسده' مافعل ثم لم يَلْبث الا يسيراً حتى بلغهٗ بغض الناس لهٗ ولعنهم وسبُّهم فندم على قتل الحسين . (تاریخ کامل ص ۸۷ ۔ ج ۴)

Marfat.com

جب شہیدِ کربلا کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا تو یزید کے دل میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ اس کی عزت میں اضافہ ہو گیا۔ جو کچھ اس نے کیا تھا یزید اس پر بڑا خوش ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اسے یہ اطلاعیں ملنے لگیں کہ لوگ اس وجہ سے اس کے خلاف بغض رکھنے لگے۔ اس پر لعنتیں بھیجتے ہیں اور اسے سب و شتم کرتے ہیں۔ تو پھر امام حسین کے قتل پر اس کو ندامت ہوئی۔

پھر اس نے کہا: فبغضنی بقتله الی المسلمین وزرع فی قلوبھم العداوۃ فأبغضنی البرّ والفاجر بما استعظموہ من قتل الحسینؓ مالی ولا بن مرجانۃ لعنہ اللہ و غضب علیہ۔

یعنی ابن زیاد نے آپ کو شہید کر کے مجھے مسلمان کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیا ہے ان کے دلوں میں میری عداوت بھر دی ہے اور ہر نیک و بُرا شخص میرے ساتھ بغض کرنے لگا ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے امام حسینؓ کو قتل کر کے بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اور اس پر اپنا غضب نازل کرے۔ اس نے مجھے برباد کر دیا۔"

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ یزید ابتدا میں بڑا خوش ہوا کہ اس کے مدِ مقابل قتل کر دیا گیا ہے، لیکن جب اسے اپنی رسوائی اور بدنامی کا احساس ہوا، تو پھر اسے خجالت و ندامت ہوئی اور لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کے لئے اس نے آنسو بہائے، لیکن وہ آنسو مگرمچھ کے تھے۔

اس دربارِ عام میں ایک اور المناک سانحہ پیش آیا جو یزید کی بدباطنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی دربار میں ایک شامی کھڑا ہوا اور حضرت سیدہ فاطمہ ہمشیرہ حضرت زینب کی طرف اشارہ کر کے یزید کو کہنے لگا یہ مجھے بخش دو۔ معصوم سیدہ یہ بات سن کر کانپ گئیں، اور اپنی بڑی ہمشیرہ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ حضرت زینبؓ شیرنی کی طرح گرجیں اور فرمایا: اے شامی! تو جھوٹ بکتا ہے۔ تو لعین اور کمینہ ہے۔ یہ پاک شہزادی نہ تجھے مل سکتی ہے اور نہ اس

Marfat.com

تیرے یزید کو۔

فغضب یزید وقال کذبتِ واللہ اِن ذلک لی ولو شئتُ ان افعله لَفَعَلْتُهٗ.

''یزید حضرت زینبؓ کی بات سن کر غصے سے بے قابو ہو گیا اور کہنے لگا۔ زینب تم جھوٹ کہتی ہو۔ بخدا یہ میرے قبضہ میں ہے، اگر میں اسے شامی کو دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔''

قالت کلّا واللہ ماجعل لک ذلک الا ان تخرج من ملتنا وبتدین بغیر دیننا.

''حضرت زینب نے جوش سے فرمایا ہرگز نہیں۔ بخدا تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں دیا بجز اس کے کہ تم اعلانیہ ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارے دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو قبول کرنے کا اعلان کر دو۔''

ان واقعات کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ یزید کے دل میں خانوادہ نبوت کی قدر و منزلت تھی تو اسے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ دربار عام میں خاندانِ نبوت کی شہزادیوں کو عام لوگوں کے روبرو پیش کرنا ہی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یزید کے دل میں خاندانِ نبوت کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ وہ نبی رحمت ﷺ جو اپنے دشمن کی بیٹی کو بھی ننگے سر دیکھتے تو اپنی چادر مبارک اتار کر اس پر ڈال دیتے۔ یزید کو شرم نہ آئی کہ حضور ﷺ کی نواسیوں کو یوں بھرے دربار میں پیش کرنے کی جرات کی۔ اگر یہ خلیفہ راشد ہے تو ظالم اور جابر کس کو کہتے ہیں۔

اگر ایک لحہ کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید کے حکم اور اس کے علم کے بغیر ابن زیاد نے یہ قیامتِ صغریٰ برپا کی تو جب یزید کو اس قتل عام کا علم ہوا تو اس کے بعد اس نے ابن زیاد، ابن سعد، شمر وغیرہم کے خلاف کیا کاروائی کی؟ کیا اس نے قصاص لیا؟ اگر ایک غریب مسلمان بھی قتل کر دیا جائے تو حاکم کا فرض ہے کہ قاتل سے قصاص لے۔ یہاں تو معاملہ خاندانِ نبوت کا ہے۔ خاندانِ نبوت کے صرف ایک فرد کا نہیں بلکہ ایک ایک فرد کا ہے۔ جو یزید کے تیغ جفا کا شکار ہوئے۔ اگر قصاص نہیں لیا تھا تو کم از کم ان کو بطور سزا ان کے عہدوں

Marfat.com

سے برطرف کردیا ہوتا۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان سے کوئی قصاص لیا گیا، نہ ان ظالموں کو ان کے عہدوں سے برطرف کیا گیا اور نہ ہی ان کی سرزنش اور ملامت کا کوئی خط تک لکھا۔ ان حالات میں ایک بچہ بھی بآسانی یہ نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ جو کچھ ہوا یزید کی اجازت اور حکم سے ہوا۔ اور وہ اس پر مطمئن تھا۔

یزید کے عہد حکومت کا یہ پہلا کارنامہ ہے جس نے اسلام کی تاریخ کو خون میں ڈبو دیا اور کئی ہولناک فتنوں کے لئے راہ ہموار کردی۔ اس خلیفہ راشد کا دوسرا کارنامہ ملاحظہ ہو:

آپ پہلے ان حالات کو پڑھ آئے ہیں جن کی وجہ سے اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کو فسخ کیا اور تمام عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر میدانِ جہاد میں کود پڑے۔ اب ذرا وہ المیہ ملاحظہ ہو۔ جو اس نے رحمۃ للعالمین ﷺ کے شہر اور اس میں بسنے والوں کے ساتھ روا رکھا، وہ مدینہ اور اہلِ مدینہ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

لایکید اَھل المدینہ احد الاّ انماع کما ینماع المِلُح فی الماء

(بخاری شریف)

"حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کرے گا۔ وہ یوں گل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گلتا ہے۔"

امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث روایت کی:

قال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یُرید ا حد المدینہ بسُوءٍ الا اذابہُ اللّٰہ فی النار ذوبَ الرصاص، او ذوبَ الملح فی الماء.

"جو شخص مدینہ کے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اس طرح پگھلا دے گا جس طرح قلعی پگھلتی ہے یا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔"

امام احمد بن حنبل کی روایت کردہ ایک حدیث چشمِ ہوش کو کھولنے کے لئے کافی ہوگی۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام مَن اخاف اھل المدینۃ ظلما اخافہُ اللّٰہ ت

Marfat.com

عالی و علیہ لعنتہ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللّٰہ منہ یوم القیٰمۃ صرفاً ولا عدلا.

"جو شخص از راہِ ظلم اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس سے کوئی بدل یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔"

اس مدینہ اور اہلِ مدینہ کے ساتھ یزید نے جو سلوک کیا اسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے ایک ظالم اور جابر فوجی مسلم بن عقبہ کو اس لشکر کا سپہ سالار بنایا جو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یزید نے اس مسلم کو رخصت کرتے وقت یہ حکم دیا کہ پہلے قوم کو اس بات کی دعوت دو کہ وہ اطاعت قبول کر لے۔ اور اگر ایسا کرے تو ان سے باز رہو اور اگر تین دن تک وہ اطاعت قبول نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرو۔ اگر یزید نے اتنا ہی کہا ہوتا، تو اس کی توجیہہ کی جا سکتی تھی۔ کہ اہل مدینہ نے بغاوت کی تھی اور یزید کیونکہ وقت کا حاکم تھا۔ ملک میں امن وامان برقرار رکھنا اس کی ذمہ داری تھی۔ بغاوت کو فرو کرنے کے لئے اس نے جو قدم اٹھایا وہ ناگزیر بھی تھا اور جائز بھی، لیکن یزید نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے جرنیل کو یہ حکم دیا کہ "فاذا اظھرت علیھم فَابِحْ المدینہ ثلاثاً۔" کہ جب تم غالب آجاؤ تو تین دن تک مدینے کے شہر کو اپنے لشکر کے لئے مباح کر دو، جو ان کا جی چاہے کریں، کسی کو قتل کریں، کسی کا مال لوٹیں، کسی کی آبروریزی کریں۔ کوئی باز پرس نہیں ہوگی، کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ خود سوچئے کہ جو شخص مسلمانوں کی جان، مال اور آبرو کو اپنے فوجیوں کے لئے خوانِ یغما سمجھتا ہے کیا اس کے دل میں خدا کا خوف ہے؟ کیا اس کے دل میں خدا کے رسول ﷺ کا احترام ہے؟ کیا اس کا قیامت پر ایمان ہے؟ کہ اسے اس روز بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا اور اس سے اس کی بدکاریوں کی باز پرس ہوگی۔

یزید کا یہ چنگیزی حکم لے کر مسلم مدینہ طیبہ پر دھاوا بولتا ہے۔ اس جہاد میں اہلِ مدینہ نے اپنی

Marfat.com

جاں نثاری کے بے نظیر کارنامے انجام دیئے۔ ان کی ایک جھلک آپ پہلے پڑھ آئیں ہیں جب اہلِ مدینہ کے اکابر ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ اپنے سات جوان بچوں کو ناموسِ اسلام پر قربان کر کے خود بھی اپنے سر پر شہادت کا تاج سجائے دارالبقا کو سدھار گئے اور اہلِ مدینہ اپنی اس مہم میں کامیاب نہ ہوئے۔ تو پھر خونخوار بھیڑیوں کی طرح یزیدی لشکر کے سپاہی اور افسر اس شہرِ گرامی میں داخل ہو گئے۔ اور تین دنوں تک جو اودھم انہوں نے مچایا، نہ قلم میں اتنی قوت ہے کہ وہ اسے کما حقہ بیان کر سکے اور نہ دل میں یہ تاب ہے کہ اسے سن سکے۔ ابنِ کثیر کی چند سطریں دل پر ہاتھ رکھ کر آپ بھی سن لیجئے۔

ثم اباح مسلم بن عقبه الذی یقول فیه السلف مُسرف بن عقبه قبحه الله من شیخ سوءٍ ماجهلهٔ المدینة ثلاثة ایام کما امرهٔ یزید لا جزاه الله خیرا. قتل خلقا من اشرافها و قرّائها وانتهب اموالا کثیرة منها ووقع شر عظیم و فساد عریض علی ماذکرهٔ غیر واحد. (البدایہ ص ۲۲۰۔ ج ۸)

"پھر مسلم بن عقبہ جسے اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں۔ خدا اس کو ذلیل و رسوا کرے، وہ بڑا اجڈ اور جاہل بوڑھا تھا۔ اس نے مدینہ طیبہ کو تین دن کے لئے مباح کر دیا۔ جس طرح یزید نے اسے حکم دیا تھا۔ اللہ یزید کو کبھی جزائے خیر نہ دے۔ اس نے جنگ کے اختتام کے بعد وہاں کے بے شمار بزرگوں اور قاریوں کو تہ تیغ کیا۔ اہلِ مدینہ کے اموال کو بے دردی سے لوٹا اور جس طرح متعدد مورخین نے بیان کیا ہے اس کی اس حرکت سے وہاں شر عظیم اور فساد کبیر برپا ہوا۔ سید الانبیاء، محمد مصطفےٰ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے تاریخ ساز خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: کل المسلم علی المسلم حرام ، دمه وماله وعرضه۔"

"ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔"

اب یزید کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور مباح کرے۔ اور اپنے لشکر کو مدینہ طیبہ کے شہر پر یوں قیامت توڑنے کی اجازت دے۔ اگر آپ

Marfat.com

یزید کو خلافت راشدہ کے مسند پر بٹھانے کے لئے مُصر ہوں گے تو اس داغ دار شخصیت کو دیکھ کر لوگ اسلام سے بھی متنفر ہو جائیں گے۔ اور یہ تصور کہ یہ دین، دینِ عدل و انصاف اور فضل و احسان ہے، ہمیشہ کے لئے درہم برہم ہو جائے گا۔ یزید نے جو ستم ڈھائے وہی ہمارے لئے کافی ہیں۔ اب اس کے یہ بہی خواہ اگر مزید کرم فرماؤں سے باز آ جائیں تو ان کی عنایت ہوگی۔

اس سانحہ کے بارے میں علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں جسے یہاں لکھتے ہوئے قلم خجالت سے سرنگوں ہے:

ووَقعوا علے النساء حتی قیل انه حُبلت الف امراة فی تلک الایّام من غیر زوج واللہ اعلم . قال المدائنی من ابی کرة قال قال هشام بن حسان ولدت الف امراہ من اهل المدینة بعد وقعة الحَراة من غیر زوج .

(البدایہ ص ۲۲۱۔ ج ۸)

''یزید کے لشکری تین دن تک اہلِ مدینہ کی عصمتوں کو پامال کرتے رہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ہزار عورتیں ان کی اس بدمعاشی سے حاملہ ہوئیں۔ لاحول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم ۔''

محتاط مؤرخ یہ دردانگیز حادثہ بیان کرنے کے بعد لکھنے پر مجبور ہو گیا:

فقد اخطاء یزید خطاء فاحشا فی قوله المسلم بن عقبة ان یبیح المدینة ثلاثة ایام وهذا خطاء کبیرٌ فاحش مع ما انضمّ الی ذلک من قتل خلقاً من الصحابة وابناء هم فقد تقدم انه قتل الحسین واصحابهٗ علی یدی عبیداللہ بن زیاد وقد وقع فی هذا الثلاثة ایام من المفاسد العظیمة فی المدینة النبویة مالا یُحدُّ ولا یُوصف و مما لا یعلمهٗ الا اللہ عزّوجل .

''یزید نے مسلم بن عقبہ کو تین دن تک مدینہ طیبہ کو مباح کرنے کا حکم دے کر بہت بڑی اور فحش غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ بے شک یہ بہت بڑی اور سنگین غلطی کی ہے۔ مزید برآں بہت

Marfat.com

سے صحابہ کرام اور ان کے کثیر تعداد فرزند اس حادثہ میں شہید ہوئے۔اس سے پہلے اس نے امام حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کا جرم کیا۔اللہ تعالیٰ کے نبی کے شہر میں ان تین دنوں وہ عظیم تباہی اور بربادی ہوئی جس کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ ہی اس کی تفصیل بیان کی جاسکتی ہے۔ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔"

تاریخ میں اس واقعہ کو واقعہ حرۃ کہا جاتا ہے۔علامہ ابن کثیر اس کے ذکر کے بعد کہتے ہیں یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اس کے مخالفت کا قلع قمع کردے گا۔اس کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں گی۔اس کے عہد حکومت میں اس کا کوئی مدِ مقابل نہ رہے۔

فعاقبه الله بنقيض قصده وحال بينهٔ وبين ما يشتهيه وقصمهٔ الله قاصم الجبابرة واخذهٔ اخذ عزيز مقتدر. (البدایہ ص۲۲۲۔ج۸)

"لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادہ کے برعکس اس کو سزا دی اور جو اس نے چاہا تھا، اسے پورا نہ ہونے دیا۔جابروں اور فرعونوں کی کمر توڑنے والے خدا نے اس کی کمر کو توڑ دیا۔اور اس کو یوں پکڑا جس طرح عزت والا اور قدرت والا پکڑا کرتا ہے۔"

اب ہم اس المناک بحث کو چھوڑ کر آگے چلتے ہیں۔اور اس کے تیسرے سنہری کارنامے کی طرف اس کے مداحوں کی توجہ مبذول کرتے ہیں۔

ممکن ہے اہل بیت اطہار کے متعلق ان کے دلوں میں کوئی نرم گوشہ نہ ہو اور اس مقدس خاندان پر جو قیامت ٹوٹی اس سے ان کے دلوں پر کوئی چوٹ نہ لگی ہو۔ممکن ہے حضور نبی رحمت ﷺ کے پاک شہر اور اہل شہر کی عزت وحرمت کی ان کی نگاہوں میں کوئی زیادہ اہمیت نہ ہو، لیکن کعبہ مقدسہ کے بارے میں بھی تو شاید ان کے دلوں میں عقیدت واحترام کے جذبات موجود ہوں۔

مدینہ طیبہ کو کھنڈرات کا ڈھیر بنانے کے بعد مسلم کو حکم ملا کہ وہ مکہ مکرمہ پر حملہ کرے اور وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔چنانچہ یہ جفا کار اپنے درندہ صفت فوجیوں کو لے کر مکہ مکرمہ پر دھاوا بولنے کے لئے روانہ ہوا۔موت کے فرشتہ نے راستہ ہی میں اس کی گردن

Marfat.com

مروڑ دی، اور جہاں اس نے پہنچنا تھا وہاں پہنچا دیا۔ اس کے ہلاک ہونے کے بعد حصین بن نمیر الکوفی نے لشکر کی قیادت سنبھالی اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ پہنچ کر باہر کھلے میدان میں قیام کیا اور جنگ شروع ہوئی۔ فریقین میں کئی مرتبہ شدید جھڑپیں ہوئیں۔ کئی ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ ربیع الاول ۶۴ھ میں اس نے کعبہ مقدسہ کے بالمقابل اپنی منجنیقیں نصب کیں اور بیت اللہ شریف پر پتھر برسانے شروع کیے۔ صرف پتھر ہی نہیں پھینکے گئے بلکہ آگ لگانے والا مادہ بھی پھینکا گیا۔ یہاں تک کہ کعبہ شریف کا غلاف بھی جل گیا۔ اور ایک دیوار بھی جل کر گر گئی۔ اس حالت میں جب کہ یزید کا جرنیل حصین، کعبہ مقدسہ پر سنگباری کر رہا تھا، اور آتش گیر مادہ پھینک رہا تھا، یزید کو موت کے فرشتے نے آ دبوچا۔ اور جب اس کے مرنے کی اطلاع اس لشکر کو پہنچی تو اپنا محاصرہ اٹھا کر بے نیلِ ومرام اور خائب وخاسر شام کو لوٹ گیا۔

تین سال ساڑھے سات ماہ کی اس مختصر مدت میں تاریخ نے یزید کے جن کارناموں کو بطور یادگار محفوظ کر رکھا ہے، وہ یہی واقعات ہیں۔ ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ یزید نے کوئی نیا ملک فتح کیا ہو، کسی دشمن کے قلعہ پر قبضہ کیا ہو۔ اندرونِ ملک رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے اہم اقدامات کئے ہوں۔ جس شخص کی ساری زندگی کا سرمایہ گلشنِ خانوادہ نبوت کی بربادی ہجرت گاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی بربادی اور کعبہ مشرفہ پر سنگ باری ہو اس کی تعریف وتوصیف میں لوگ زمین وآسمان کے قلابے ملاتے رہیں، دفتروں کے دفتر سیاہ کرتے رہیں، وہ یزید کے دامن کے بدنما داغوں میں سے ایک داغ بھی نہیں دھو سکتے۔ اور جن رفعتوں اور بلندیوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے نواسے حضرت امام حسین ؓ کو فائز کیا ہے، وہاں سے انہیں ہٹایا نہیں جا سکتا۔

یزید کے محامد کا جائزہ:

جب یزید کے متوالوں کو اپنے ممدوح کی سیرت میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس کی بنیاد پر وہ

Marfat.com

اس کی عظمت کا قصر تعمیر کر سکیں۔ تو پھر وہ اس حدیث پاک کا سہارا لیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اوّل جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور" لھم .

"یعنی میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔"

وہ کہتے ہیں یزید بھی اس پہلے لشکر میں شامل تھا، اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق وہ بھی مرحوم و مغفور ہے، اور جنتی ہے۔

آیئے تاریخ کے آئینے میں پہلے یہ تحقیق کر لیں کہ کیا وہی لشکر پہلا لشکر تھا، جس میں یزید شامل ہوا، یا اس سے پہلے بھی اسلامی مجاہدین نے قسطنطنیہ پر حملے کا شرف حاصل کیا۔

علامہ ابن کثیر کی یہ عبارت ملاحظہ فرمایئے: وفیھا (۳۲ھ) غزا معاویہ بلادالروم حتی بلغ المضیق مضیق القسطنطنیہ.

(البدایہ ص۱۵۹، ج۷)

"یعنی ۳۲ھ میں حضرت امیر معاویہ نے مملکت روم کے شہریوں پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی تنگ نائے تک پہنچ گیا۔"

اس سے پتہ چلتا ہے پہلا لشکر یہ تھا اور اس میں یزید شامل نہیں تھا، اس کی عمر اس وقت چار پانچ سال کے لگ بھگ تھی۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

ودخلَ المسلمون سنة اثنتین واربعین الی بلاد الروم فھز موھم وقتلوا جماعة من البطار قة والتخنو افیھا ثم دخل بُسربن ارطاط ارضھم سنتہ ثلاث و اربعین و مشٰی بھاو بلغ القسطنطنیہ . (ابن خلدون ص۱۹۔ ج۳)

"۴۲ھ میں مسلمان بلاد روم میں داخل ہوئے اور انہیں شکست دی اور بہت سے بطریقوں کو تہہ تیغ کیا۔ پھر ۴۳ھ میں بُسر بن ارطاط بلاد روم میں داخل ہوئے اور آگے بڑھتے چلے گئے۔

Marfat.com

یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔"

ابن جریر اور ابنِ کثیر نے بھی یہ قول نقل کیا ہے اور اسے واقدی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ چند مؤرخین نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ بُسر نے بلادِ روم پر حملہ کیا ہو۔ لیکن ابن خلدون جیسے نقاد مؤرخ کا اس قول کو نقل کرنے پر اکتفا کرنا اس بات کی شہادت ہے کہ ابن خلدون کو اس قول کی صحت پر اعتماد ہے۔ لیکن اگر ان روایات کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا جائے بلکہ اس پر اصرار ہو کہ پہلا لشکر وہی تھا جس میں یزید شامل تھا۔ تو آیئے! آپ کو ایک عجیب وغریب بات بتائیں۔ جس سے جہاد کے بارے میں یزید کے ذوق وشوق کا آپ بآسانی اندازہ لگا سکیں گے۔

علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

ثم بعث معاوية سنة خمسين جيشا كثيفًا الى بلا دالروم مع سفيان بن عوف و ندب يزيد ابنهٗ مَعَهُمَ فتثاقل فتركهٗ.

(ابن خلدون ص ۱۹۔ج ۳) ۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لشکرِ جرار سفیان بن عوف کی قیادت میں بلادِ روم پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو بھی کہا کہ وہ اُس میں شریک ہو، لیکن اس نے بڑی گرانی کا اظہار کیا، چنانچہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں: ثُمّ بلغ الناس ان الغُزاه اصابهُمْ جوع و مرض" و بَلَغَ معاوية ان يزيد انشد فِیْ ذَالِک۔

ما ان اُبالی بما لاقت جموعهم
بالقدالبيد من حمّٰی ومن شوم
اذا اتطأتُ على الانماط مرتفقا
بدير مُرّان عندی ام كلثوم

هى امراتهٗ فخلف ليلحقنّ بهم فسار فى جمع كثير. (ص ۲۰ ج ۳ ابنِ خلدون)

"پھر لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ اس لشکر میں جو مجاہدین شریک ہوئے تھے انہیں بھوک اور

Marfat.com

بیماری نے ہلکان کر دیا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کو یہ بھی بتایا گیا کہ جب اس لشکر کی خستہ حالی کی اطلاع یزید کو پہنچی تو اس نے یہ رباعی پڑھی:

مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں ہے کہ بخار اور بدقسمتی کی وجہ سے اس پر کھلے صحرا میں ان کے لشکروں پر کیا گزری۔

جب کہ میں نرم و گداز قالینوں پر دیر مرّان میں بیٹھا ہوا ہوں اور میرے پہلو میں اُم کلثوم موجود ہے۔ یہ یزید کی بیوی تھی۔

تو امیر معاویہ نے اس کو قسم دے کر اسے مجبور کیا وہ ہر قیمت پر لشکر میں شریک ہو۔ یہی واقعہ بعینہٖ کامل ابن اثیر میں بھی موجود ہے۔ (تاریخ کامل ص ۴۵۸۔ ج ۳) •

یہ پڑھنے کے بعد روزِ روشن کی طرح آپ پر عیاں ہو گیا ہوگا کہ یزید کے دل میں جہاد کا کتنا جذبہ تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے مجبور کرنے کے باوجود بھی اس نے جانا گوارا نہ کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان مجاہدین کی بھی اس کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ قدر و منزلت تو رہی اپنی جگہ اس کے ان شعروں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے دل میں ان غازیوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ بھی مفقود تھا، بلکہ وہ ان کا مذاق اڑاتا تھا، اور اپنی بزمِ طرب کو اس جہاد پر ترجیح دیتا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ اس کی رباعی کو سن کر بیتاب ہو جاتے ہیں اور اس کو قسم دے کر مجبور کرتے ہیں کہ وہ ضرور اس مہم میں شریک ہو۔ مجاہد وہ نہیں ہوتا جسے زنجیروں میں باندھ کر میدانِ جہاد میں ڈال دیا جائے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے حضور میں جس قسم کے اجر کا مستحق ہوتا ہے اس کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس غزوہ میں یزید کی شرکت طوعاً نہ تھی بلکہ کرہاً تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کی نیت سے گھر سے نہیں نکلا تھا بلکہ اپنے والد بزرگوار کے اصرار نے اس کے لئے فرار کی ساری راہیں بند کر دی تھیں۔ اگر اس قسم کے آدمی کو آپ اس زمرہ میں شمار کرتے ہیں جن کے لئے زبانِ نبوت نے مغفور لہم کا مژدہ سنایا ہے۔ تو ہم آپ کی فراخ دلی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

Marfat.com

نیز حضور کا یہ ارشاد "مغفور لهم" عام ہے، لیکن اگر کوئی خاص دلیل پائی جائے تو اس عموم میں داخل افراد کو اس خاص دلیل سے نکالا جا سکتا ہے۔ جیسے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ من قال لا اله الاّاللّٰه دخل الجنة ۔ کہ جس شخص نے بھی لا اِلٰه الا الله کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ لیکن اگر وہ صرف زبان سے کہتا ہے اور دل سے نہیں کہتا تو وہ اس بشارت کا مستحق نہیں ہوگا اور اگر وہ ایک مرتبہ بھی دل سے کہے، لیکن بعد میں مرتد ہو جائے، تو وہ بھی اس بشارت سے خارج ہو جائے گا۔ یہاں بھی اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یزید اس سے پہلے لشکر میں جہاد کی نیت سے شریک ہوا تب بھی اس کے بعد جو سیاہ کاریاں اپنے عہدِ حکومت میں اس سے سرزد ہوئیں ان میں ہر ایک اس کو اس بشارت سے خارج کرنے کے لئے کافی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مہلب اور اس کے دوسرے ہم مشرب لوگوں نے اس حدیث کو یزید کے لئے بطور منقبت ذکر کیا ہے۔

قلت ای منقبة کانت لیزید واحاله مشهور"۔

یزید کے لئے اس حدیث میں تعریف کا کون سا پہلو ہے جب کہ اس کی کارستانیاں اظہر من الشمس ہیں۔ علامہ موصوف اس کے بعد لکھتے ہیں:

لا یختلف اهل العلم اَن قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم مغفورٌ لهمْ مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتدّ واحد ممن غزاهٗ بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم فدلّ علٰے اَن المراد مغفور لَمن وُجد شرط المغفرة فیه.

"یعنی اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور کا یہ ارشاد "مغفور لهم" اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ مغفرت کے مستحق ہوں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان میں سے مرتد ہو جاتا ہے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ مغفور وہی ہوگا جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے گی۔" (عمدۃ القاری۔ کتاب الجہاد)

Marfat.com

علامہ قسطلانی نے بھی اپنی "ارشادالساری" شرح بخاری میں یہی عبارت نقل کی ہے۔ اورانہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔(ارشادالساری۔ج ۵۔ص ۱۲۴)

کیا یزید لعنت کا مستحق ہے؟ یزید کے طرفدار اس سلسلہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں کہ آپ نے یزید پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔

گزارش ہے کہ امام غزالی اپنی رفعت شان اور علو مقام کے باوجود امام مجتہد نہیں بلکہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب امام اور اس کے مقلد کے اقوال میں تعارض آجائے تو ترجیح امام کے قول کو دی جائے گی۔علامہ ابنِ خلکان نے اپنی مشہور کتاب وفیات الاعیان جلد دوم ص ۴۴۹ میں ابوالحسن علی بن محمد المعروف بالکیا الھراسی الفقیہ الشافعی جو عمادالدین کے لقب سے ملقب تھے، کا فتویٰ نقل کیا ہے، جو درج ذیل ہے:

وسئل الکیا الھراسی ایضا عن یزید بن معاویۃ قال انه لم یکن من الصحابة لانه وُلد فی ایام عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنهٗ وَاَمّا قول السلف فی لعنة ففیه لاحمد قولان تلویح وتصریح ولمالک قولان تلویح وتصریح ولابی حنیفة قولان تلویح و تصریح ولنا قول واحد التصریح دون التلویح وکیف لا یکون کذلک وهوا للاعب بالنرد والمتصید بالفهود ومُدْ من الخمر و شعرهٗ فی الخمر معلوم الخ

الکیاالہراسی سے یزید کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ صحابہ ؓ میں سے نہیں تھا، کیونکہ اس کی ولادت عہدِ فاروقی میں ہوئی اور اس پر لعنت بھیجنے میں سلف صالحین سے یہ منقول ہے۔اس بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کے دو قول ہیں کہ تلویح اور تصریح۔یعنی کنایۃً لعنت یا صراحتہً لعنت۔امام مالک کے بھی دو قول ہیں۔تلویح اور تصریح۔امام ابوحنیفہؒ کے بھی دو قول ہیں تلویح اور تصریح۔اور ہمارا (یعنی امام شافعی کا) ایک ہی قول ہے، یعنی تصریح، اس پر صراحتاً لعنت بھیجی جائے اور ایسے کیوں نہ کیا جائے جب کہ وہ شطرنج کھیلتا تھا، لومڑیوں کے لئے شکار کرتا

Marfat.com

تھا، ہمیشہ شراب پیتا تھا اور شراب کی تعریف میں اس کے اشعار مشہور و معروف ہیں۔"

چنانچہ انہوں نے چند اشعار بھی لکھے ہیں۔

گویا ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی یزید پر لعنت نہ بھیجنے کا قائل نہیں ہوتا۔

فرق صرف صراحۃ اور کنایہ کا تھا۔ اس کے قول کے مطابق امام شافعی تصریح کے قائل ہیں۔

جب امام غزالی شافعی کے مقلد ہیں تو ترجیح امام شافعی کے قول ہی کو دی جائے گی۔ ابنِ جوزی نے قاضی ابویعلیٰ سے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے "صالح" نے ان سے عرض کی:

اِنَّ قوما ینسبو ننا الی تولّی یزید فقال یا بُنَی هَلْ یتولّی یزید احد یُومن باللّٰہ ولم لاالعن مَنْ لعنہُ اللّٰہ فی کتابہٖ فقلت واین لعن اللّٰہ یزید فی کتابہ فقال فی قولہ تعالیٰ. فھلْ عسیتم اِنْ تولّیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحا مکم اولئک الذین لعنھم اللّٰہ فا صمھم واعمی ابصار ھم فھل یکون فساد اعظم من ھذا القتل . (الصواعق المحرقۃ. ص۱۳۲)

"ایک قوم ہماری طرف اس بات کو منسوب کرتی ہے کہ ہم یزید کے دوست اور حمایتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے بیٹا! جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، کیا وہ یزید کی دوستی کا دم بھر سکتا ہے؟ اور میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس جگہ اپنی کتاب میں یزید پر لعنت بھیجی ہے۔ فرمایا: اپنے اس ارشاد میں فھل عسیتم الایۃ پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم حکمران بنا دیئے جاؤ تو زمین میں فساد برپا کرو اور قطع رحمی کرو، ایسا کرنے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔ پس بہرہ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں، اور اندھا کر دیا ہے ان کی آنکھوں کو۔ اب بتاؤ کیا قتلِ حسینؓ سے بھی کوئی فساد بڑا ہے۔" احناف کے عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی کے محشی نے

Marfat.com

''النبراس'' میں تصریح کی ہے۔

وبعضهم اَطْلَق اللعن عليه منهم ابن الجوزی المحدث وصنّف كتاباً سمّاهُ الردّ على المتعصب العنيد المانع عن ذمّ يزيد، ومنهم الامام احمد بن حنبل و منهم القاضی ابو يعلى . (نبراس شرح شرح عقائد ص ۵۵۴)

''بعض نے یزید پر مطلقاً لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ان میں سے محدث ابنِ جوزی ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام الرد علی المتعصب العنيد مانع عن ذم يزيد . انہی میں سے امام احمد بن حنبلؒ اور قاضی ابویعلی وغیرہ حضرات ہیں''

علامہ قسطلانی اپنے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں: وقد اطلق بعضهم فيما نقله المولى سعد الدين اللعن على يزيد لما انهٔ كفر بقتل حُسين واتفقوا على جواز اللعن على مَنْ قتله اوامَرَبه اوا جازهٔ ورضى به والحق إن رضا يزيد بقتل الحسين واستبشارهٔ بذلك واهانةٔ اهل بيت النبی ﷺ لما تواتر معنا وان كان تفاصيلها احارا ونحن لا نتوقف فی شانه بل ايمانه لعنة الله عليه وعلى انصاره واعوانه. (ارشاد الساری ص ۱۴۴۔ج ۵)

''جس طرح علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل کیا ہے۔ بہت سے علماء نے یزید پر لعنت بھیجنے کا قول کیا ہے۔ کیونکہ وہ سیدنا حسین کے قتل سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اور سب علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس نے آپ کو قتل کیا، جس نے آپ کے قتل کا حکم دیا، جس نے آپ کو قتل کرنے کی اجازت دی اور جو اس قتل پر راضی ہوا، اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے اور حق یہ ہے کہ یزید امام حسین کے قتل سے راضی ہوا، اور اس پر وہ بہت خوش ہوا۔ اور اہلِ بیت کی اس نے اہانت کی۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو معناً متواتر ہیں۔ اگرچہ ان کی تفاصیل احادیث میں ہیں اور ہم اس کے بارے میں اور اس کے کفر کے بارے میں ذرا شک نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ اس

Marfat.com

پر، اس کے دوستوں پر اور اس کے مددگاروں پر لعنت بھیجے۔" سر دست ان چند حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ یزید لعنت کا مستحق ہے۔ البتہ اس کا مستحق لعنت ہونا اور بات ہے اور سارے کام چھوڑ کر اس پر لعنت بھیجنے کو اپنا معمول اور وظیفہ بنا لینا اور بات ہے۔ ہم اس کام میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کے رسول کریم ﷺ اور آپ کی آل اطہار پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ اجمعین

Marfat.com

ضیاء الامت ایک پیکر وفا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسی بھی مملکت کی بقاء کسی بھی معاشرہ کا حسن اور کسی بھی تمدن کا جمال ہمیشہ تین قسم کے افراد کے مرہون منت ہوتا ہے یعنی شہید، محسن، اور اہل جمال۔ اپنے جسم خاکی سے ٹپکنے والے خون کے قطرہ قطرہ سے توحید ورسالت کی شہادت اہل شہادت کا نصیبہ ہے یہی وجہ ہے کہ

جب تک نہ جلے دیپ شہیدوں کے لہو سے
کہتے ہیں کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا

اہل احسان کی حیات مستعار کے لمحہ لمحہ سے حسن ہی حسن کے جلوے چشم وخرد کو خیرہ کرتے نظر آتے ہیں کبھی کردار کا حسن تو کبھی پیار کا حسن، کبھی علم کا حسن تو کبھی عمل کا حسن کبھی قرابت کا حسن تو کبھی معرفت کا حسن ان کی زندگی کا MOTO یہی ہوتا ہے۔

جو شخص افراد میں نفرت کرے تقسیم
اس شخص کو اخلاص و محبت کی سزا دو

جب کہ تمدن میں جمال کی پہچان اہل جمال کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ

حسن جس رنگ میں ہوتا ہے جہاں ہوتا ہے
اہل دل کے لئے سرمایہ جاں ہوتا ہے

اگر اہلِ شہادت میسر نہ آئیں تو سرحدیں غیر محفوظ، اہل احسان کا وجود ناپید ہو جائے تو معاشرہ خانہ جنگی کا شکار اور اگر اہل جمال اٹھ جائیں تو تمدن کی خوبصورتی کا خدا حافظ جس مملکت معاشرہ اور تمدن کو یہ تینوں کردار مل جائیں تو اسکی خوش قسمتی کے کیا کہنے کبھی جب قدرت فیاضی پر آتی ہے تو یہ ہر سہ خصائص ایک ہی پیکر میں سجا دیتی ہے اور زمانہ دیکھتا رہ جاتا ہے کچھ ایسی ہی کیفیت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کے پیکر دلربا کی ہے۔

Marfat.com

آپ شہید میدان کارزار نہ سہی کشتہ عشق سرکار تو ہیں میدان جنگ میں جانے والے مجاہد اپنی زندگی قربان کر کے حیات سرمدی سے سرفراز ہوتا ہے تو جہاد اکبر کرنے والے مجاہد کو بھی حیات طیبہ کی بشارت ملتی ہے۔ عشق سرور کونین ﷺ میں حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی آنکھ ہر وقت نم رہتی اور جب بھی محبوب حجازی کا مبارک ذکر ہوتا، تو آنسو کے موتی آنکھوں کی سیپوں سے چمکتے نظر آتے اور یوں زبان حال سے اعلان کرتے محسوس ہوتے کہ

جن آنکھوں میں ہوں آنسو انہیں زندہ سمجھو
پانی مرتا ہے تو دریا بھی اتر جاتے ہیں

علامہ اقبال نے امت مسلمہ کی موت کا سبب بے حضوری کو قرار دیا ہے جب کہ حضور ضیاء الامت کی پاکیزہ زندگی کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرنے والے یہ شہادت دیں گے کہ آپ کو دائمی حضوری کا شرف حاصل تھا اور آپ علیہ الرحمۃ کا عشق نہ شریعت مخالف تھا نہ طریقت دشمن بلکہ اس سے عقل و دانش اور آگہی کے چشمے پھوٹتے نظر آتے تھے آپ غیاب و جستجو کی حامل عقل بھی رکھتے تھے اور حضور و اضطراب سے بہرہ ور عشق بھی۔

جہاں تک مرتبہ احسان کا تعلق ہے تو ضیاء الامت کی ساری زندگی سراپا احسان نظر آتی ہے۔ کبھی زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا جا رہا ہے تو کبھی امت کے بکھرے ہوئے دانوں کو افراط و تفریط سے محفوظ رکھنے اور ہدایت ربانی سے کما حقہ فیض یاب ہونے کے لئے تفسیر ضیاء القرآن کا نسخہ پیش کیا جا رہا ہے۔ کہیں منکرین سنت کو لگام دینے کے لئے سنت خیر الانام کا تازیانہ استعمال کیا جا رہا ہے۔

تو کہیں ملک کو نام نہاد جمہوریت اور غیروں کی کاسہ لیسی کی ذلت سے محفوظ رکھنے کے لئے ضیائے حرم میں سر دلبراں کی مومنانہ فراست کا اظہار کیا جا رہا ہے کہیں روح محمد ﷺ ان کے بدن سے نکال دو کی عالمی سازش کا جواب عشق افزاء اور جنوں پرور ضیاء النبی ﷺ کی تصنیف لطیف سے دیا جا رہا ہے تو کہیں ان کی طباعت و اشاعت کے لئے ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا وجود

Marfat.com

عمل میں لایا جارہا ہے کہیں نبوت کے محل کو مسمار کرنے کی عالمی قادیانی سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے عالمی عدالت میں دلائل و براہین پیش کر کے ختم نبوت کے بے مثال محل پر ختم نبوت کا جھنڈا گاڑا جارہا ہے تو کہیں ملکی عدالت میں بے مثال تاریخی فیصلے رقم کر کے اپنی فقاہت و بصیرت کا لوہا منوایا جارہا ہے کہیں سود کی لعنت سے پاک بینک المال الاسلامی کو قیمتی آراء سے نوازا جارہا ہے تو کہیں اتحاد بین المسلمین کے لئے کامیاب کوشش کی جارہی ہے۔

جہاں جہاں سے گزرے جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

اہل جمال کے طبقہ سے وابستہ شخصیات تمدن کو جمال آشنا کر کے خوشنما اور دلرُبا بنا دیتی ہیں اور رہتی دنیا تک ان کے تجدیدی کارنامے ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما کا راگ الاپتے نظر آتے ہیں۔ جدید و قدیم کی خصوصیات سے مزین نصاب تعلیم اور جامعہ کی نظر افروز بلڈنگ آپ کے ذوق کی غماز ہے جامعہ الازہر میں آپ کے مشہور استاد امام ابو زہرہ نے آپ سے ملاقات کے بعد اپنی مومنانہ فراست سے کیا خوب فرمایا تھا مجھے جب بھی تجھ سے ملاقات کا موقع ملا تو مجھے تیری ذات میں اسلام ایک آفتاب کی طرح درخشاں نظر آیا اور میں نے تجھ میں اسلام دیکھا جو بکھرے دلوں کی شیرازہ بندی کرنے والا ہے ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی مبارک حیات کا لمحہ لمحہ اپنے ارادتمندوں کو یہ پیغام دے رہا ہے۔ کہ

بس ایک منزل ہے بوالہوس کی ہزار رستے ہیں اہل دل کے
یہی تو فرق مجھ میں اس میں، گزر گیا میں ٹھہر گیا وہ

بحمدہ تعالیٰ میں نے اس کتاب کو حرف بحرف پڑھا اور حتی المقدور غلطی کے ازالہ کی کوشش کی ہے پھر بھی بشری تقاضا کی وجہ سے میری قاری سے گزارش ہے کہ جو غلطی ہو اس پر ہمیں مطلع کریں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کا ازالہ کیا جائے۔

سگِ ضیاء الامت ملک مختار احمد مجاہد

Marfat.com

خطبہ وعظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور رحمت والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ. حَمۡدَ الشَّاکِرِیۡنَ وَاَفۡضَلُ

تمام تعریفیں اللہ کو جو تمام عالم کا پالنے والا ہے (ہم اسکی تعریف کریں، تعریف شکر کرنیوالوں کی فاضل تر

الصَّلٰوۃِ وَاَکۡمَلُ السَّلَامِ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ

درود اور کامل تر سلام رسولوں کے سردار پر

خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ. اَکۡرَمِ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ. قَائِدِ الۡغُرِّ

انبیاء کے خاتم پر جو پہلے اور پچھلے سب میں زیادہ بزرگ جنکی پیشانی چمکتے

الۡمُحَجَّلِیۡنَ. نَبِیِّ الۡحَرَمَیۡنِ. اِمَامِ الۡقِبۡلَتَیۡنِ ہ سَیِّدِ

ہاتھ پاؤں والوں کے پیشوا دونوں حرم کے نبی دونوں قبلے کے امام دونوں

الۡکَوۡنَیۡنِ وَسِیۡلَتِنَا فِی الدَّارَیۡنِ صَاحِبِ قَابَ

وجود کے سردار دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ قاب قوسین کے

قَوۡسَیۡنِ ہ الۡمُزَیَّنِ بِکُلِّ زَیۡنٍ اَلۡمُبَرَّۃِ مِنۡ کُلِّ

صاحب ہر آرائش سے آراستہ ہر عیب سے

شَیۡنٍ جَدِّ الۡحَسَنِ وَالۡحُسَیۡنِ ہ نَبِیِّ الۡاَنۡبِیَاءِ عَظِیۡمِ

پاک حسن اور حسین کے پدر تمام انبیاء کے پیغمبر

الرَّجَاءِ عَمِیۡمِ الۡجُوۡدِ وَالۡعَطَاءِ مَاحِی الذُّنُوۡبِ وَ

امید کے بڑے سخاوت و بخشش میں پورے گناہوں اور معصیت کے

Marfat.com

الْخَطَاءِ شَفِيْعِنَا يَوْمَ الْجَزَاءِ سِرِّ اللهِ الْمَخْزُوْنِ دُرِّ

مٹانے والے فیصلے کے دن ہماری شفاعت کرنے والے اللہ کے پوشیدہ راز خدا کے

اللهِ الْمَكْنُوْنِ عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ . نُوْرِ الْاَفْئِدَةِ

مخفی روشن موتی جو ہوا اور جو ہوگا سب کچھ جاننے والے دلوں اور

وَالْعُيُوْنِ سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ - سَيِّدِنَا وَ

آنکھوں کے نور غمگین دل کے سرور ہمارے سردار اور

مَوْلٰنَا وَحَبِيْبِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَوَكِيْلِنَا

ہمارے آقا اور ہمارے محبوب اور ہمارے رسول اور ہمیں چاہنے والے اور ہمارے کام آنے

وَكَفِيْلِنَا وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا وَغَوْثِنَا وَ

والے اور ہماری ضمانت فرمانے والے اور ہمارے بڑے مددگار اور اعانت فرمانے والے اور ہمارے بڑے فریادرس

مُغِيْثِنَا وَغِيْثِنَا وَغِيَاثِنَا سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا

اور فریاد کے سننے والے اور ہم پر (رحمت) برسانے والے اور ہمارے لیے فریاد چاہنے والے ہمارے سردار اور ہمارے

مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَعَلٰى

آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو نبی بھیجے ہوئے تمام عالم والوں کے حق میں رحمت ہیں اور آپ کی

اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ - وَاَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ

تمام اولاد پر جو پاک اور ستھری ہیں اور آپ کی پاکیزہ بیویوں پر

اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ الْمُعَظَّمِيْنَ

جو تمام ایمان والوں کی ماں ہیں اور آپکے اصحاب پر جو بزرگ اور عظمت والے ہیں

وَابْنِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ الْمَكِيْنِ مُحْيِي الْاِسْلَامِ وَ

اور آپکے فرزند پر جو کرامت و امانت والے صاحب مرتبہ جلانے والے اسلام اور

Marfat.com

الْحَقِّ وَالشَّرْعِ وَالْمِلَّةِ وَالْقُلُوْبِ وَالسُّنَّةِ وَالطَّرِيْقَةِ

حق اور شریعت اور مذہب اور دلوں اور سنت اور طریقت

وَالدِّيْنِ وَاهِبِ الْمُرَادِ قُطْبِ الْإِرْشَادِ فَرْدِ الْأَفْرَادِ

اور دین کے ہیں جو مراد پوری کرنے والے ہدایت کے قطب یکتاؤں کے یکتا

سَيِّدِ الْأَسْيَادِ مُصْلِحِ الْبِلَادِ نَافِعِ الْعِبَادِ

سرداروں کے سردار۔ آبادیوں میں اصلاح فرمانے والے بندوں کو نفع پہنچانے والے

دَافِعِ الْفَسَادِ مَرْجِعِ الْأَوْتَادِ غَوْثِ الثَّقَلَيْنِ

فساد کو دور فرمانیوالے اولیائے صابرین کے مرجع انس وجن کے فریادرس

وَغَيْثِ الْكَوْنَيْنِ وَغِيَاثِ الدَّارَيْنِ وَمُغِيْثِ الْمَلَوَيْنِ

دونوں وجود میں باران (رحمت) دنیا وآخرت میں مدد فرمانے والے دن رات فریاد کو پہنچنے والے

إِمَامِ الْفَرِيْقَيْنِ[1] سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْإِمَامِ أَبِيْ مُحَمَّدٍ

دونوں گروہ کے امام، ہمارے سردار اور ہمارے آقا امام ابو محمد ہیں

عَبْدِ الْقَادِرِ الْحَسَنِيِّ الْحُسَيْنِيِّ الْجِيْلَانِيِّ الْكَرِيْمِ

(جن کا اسم پاک) عبد القادر (اور نسب طاق) حسنی حسینی ہے (جو از روئے وطن) گیلانی صاحب کرامت

وَعَلٰى سَائِرِ أَوْلِيَاءِ أُمَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْنَ وَعُلَمَاءِ

ہیں اور درود نازل ہو آپ کی امت کے باقی اولیائے کاملین اہل معرفت پر اور آپ کے علماء

مِلَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ أَجْمَعِيْنَ

ملت پر جو ہدایت یافتہ ہدایت کرنے والے ہیں اور ہم سب پر (ان حضرات کے طفیل)

يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان

[1] فریقین: علم ظاہری (یعنی شریعت) اور علم باطنی (یعنی طریقت) کے حاملین ہیں

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور رحمت والا ہے

خُطْبَۂ اُوْلٰے جُمُعَہ

جمعہ کا پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدًا

تمام تعریفیں اللہ کو جس نے تمام عالم پر ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلی

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ جَمِیْعًا وَ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فضیلت بخشی۔ اللہ تعالیٰ ان پر درود و سلام نازل فرمائے

اَقَامَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِلْمُذْنِبِیْنَ الْمُتَلَوِّثِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ

اور انہیں روز قیامت استقامت بخشے در آں حالیکہ گنہگاروں (برائیوں سے) آلودہ ہونیوالوں

الْهَالِکِیْنَ شَفِیْعًا فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ

سخت خطا کاروں ہلاک ہونے والوں کے لیے شفاعت فرمانے والے ہیں پس ہماری

عَلَیْهِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ هُوَ مَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِیٌّ لَدَیْهِ صَلٰوةً

درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر درود و سلام و برکت نازل فرمائے اور ان سب پر جو آپکے نزدیک

تَلِیْقُ وَتَدُوْمُ بِدَوَامِ الْمَلِکِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَ اَشْهَدُ

اچھے اور پسندیدہ ہیں۔ وہ درود کہ باقی رہے اور بادشاہ حی وقیوم کے دوام کیساتھ دائم

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ

رہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسکی یگانگی کا اقرار کرتا ہوں اسکا کوئی ساجھی نہیں

ف: بسم اللہ شریف کو آہستہ پڑھے۔

لہ وحدہ کا معنی یگانگی ہے۔ بولا جاتا ہے۔ رَأَیْتُهٗ وَحْدَهٗ یعنی میں نے اس کو یگانہ دیکھا وحدہ کا لفظ اہل کوفہ کے نزدیک ظرفیت کی بنا پر منصوب ہے اور اہل بصرہ کے نزدیک مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے ۱۲ صراح

Marfat.com

اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بِالْہُدٰی

اور شہادت دیتا ہوں کہ بیشک ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس کے

وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ

بندے اور اسکے رسول ہیں۔ اس نے ان کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ ان پر اور انکے جملہ اولاد

وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَیٰٓاَیُّہَا

واصحاب پر اللہ تعالٰی درود وبرکت اور سلام نازل فرمائے لیکن بعد اسکے پس اے

الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اُوْصِیْكُمْ وَنَفْسِیْ

ایمان والو ہم پر اور تم پر اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔ تم کو اپنے نفس کو اللہ عزوجل

بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِی السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ فَاِنَّ

کے لیے تنہائی اور لوگوں کے سامنے (بہر حال) پرہیز گاری کی وصیت کرتا ہوں اس

التَّقْوٰی سَنَامُ ذُرَی الْاِیْمَانِ وَاذْكُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ

لیے کہ پرہیز ایمان کی انتہائے بلندی ہے اور اللہ کو ہر درخت اور ہر پتھر

كُلِّ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

کے نزدیک یاد کرو۔ اور جانو بیشک اللہ تعالٰی جو کچھ تم عمل کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اور

وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ وَاقْتَفُوْٓا اٰثَارَ[له]

اللہ تعالٰی غافل نہیں ہے اس سے کہ تم عمل کرتے ہو اور سید المرسلین (علیہ الصلوٰۃ

سُنَنِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہٗ

والتسلیم) کی سنتوں کی پیروی کرو۔ اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور اس کا سلام ان پر

له بولتے ہیں اقتفی اثرہ اور مراد لیتے ہیں کہ میں نے اس کی پیروی کی ۱۲ صراح

Marfat.com

عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ فَاِنَّ السُّنَنَ هِيَ الْاَنْوَارُ وَزَيِّنُوْا

اور ان سب پر (یعنی جملہ آل واصحاب پر) اس لیے کہ سنتیں ہی انوار ہیں اور مزین

قُلُوْبَكُمْ بِحُبِّ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ

کرو اپنے دلوں کو اس بزرگ نبی کی محبت سے آپ پر اور آپ کی اولاد پر

اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ فَاِنَّ الْحُبَّ هُوَ الْاِيْمَانُ

فاضل تر درود وسلام اس لیے کہ محبت ہی پورا ایمان ہے۔

كُلُّهٗ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهٗ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ

آگاہ ہو جس کو محبت نہیں اس کا ایمان نہیں خبردار ہو جس کو محبت نہیں

لَا مَحَبَّةَ لَهٗ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهٗ رَزَقَنَا اللّٰهُ

اس کا ایمان نہیں۔ سن لو جس کو محبت نہیں اس کا ایمان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے

تَعَالٰى وَاِيَّاكُمْ حُبَّ حَبِيْبِهٖ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ

اس حبیب نبی کریم کی محبت ہمیں اور تمہیں نصیب فرمائے ان پر اور

وَعَلٰى اٰلِهٖ اَكْرَمُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ

ان کی اولاد پر بزرگ ترین درود وسلام جیسا کہ محبوب رکھتا ہے ہمارا رب

يَرْضٰى وَاسْتَعْمَلَنَا وَاِيَّاكُمْ بِسُنَّتِهٖ وَحَيَّانَا وَاِيَّاكُمْ

اور راضی ہوتا ہے اور ان کی سنت کے مطابق ہم سے اور تم سے عمل لے اور ان

عَلٰى مَحَبَّتِهٖ وَتَوَفَّانَا وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مِلَّتِهٖ ○ وَحَشَرَنَا وَ

کی محبت پر ہمیں اور تمہیں زندہ رکھے اور ان کے مذہب پر ہم کو اور تم کو وفات دے اور

اِيَّاكُمْ فِيْ زُمْرَتِهٖ وَسَقَانَا وَاِيَّاكُمْ مِنْ شَرْبَتِهٖ ○ شَرَابًا

ان کے گروہ میں ہمیں اور تمہیں اٹھائے اور پلائے ہم کو اور تم کو ان کے شربت سے وہ شربت کہ

Marfat.com

هَنِيْئًا مَّرِيْئًا سَائِغًا لَا نَظْمَأُ بَعْدَهٗ أَبَدًا ۝ وَأَدْخَلَنَا وَ

پسند اور گوارا اور بآسانی گلے سے فرو ہونے والا ہے نہیں پیاسے ہونگے (اسکے بعد کبھی اور داخل

إِيَّاكُمْ فِيْ جَنَّتِهٖ بِمَنِّهٖ وَرَحْمَتِهٖ وَكَرَمِهٖ وَرَأْفَتِهٖ

کرے ہم کو اور تم کو ان کی جنتوں میں اپنے احسان اور اپنی رحمت سے اور اپنے کرم

إِنَّهٗ هُوَ الرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

سے اور اپنی مہربانی سے بیشک وہی مہربان اور رحمت والا ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرُّ لَا يَبْلٰى وَالذَّنْبُ لَا يُنْسٰى وَالدَّيَّانُ

(مروی ہے) نیکی پرانی نہ ہوگی اور گناہ بھلایا نہ جائے گا اور بدلہ دینے والا نہ مرے

لَا يَمُوْتُ اِعْمَلْ مَا شِئْتَ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ ۝ اَعُوْذُ

گا کہ جو کچھ چاہے تو جیسا کرے گا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ کے ذریعے پناہ

بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

چاہتا ہوں شیطان سنگسار کیے ہوئے سے پس جو شخص ایک ذرہ کے وزن برابر

خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ بَارَكَ

اچھا عمل کرے گا اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ کے وزن برابر برا عمل کریگا وہ

اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَفَعَنَا وَ

اس کو دیکھے گا۔ برکت دے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اور تمہارے لیے عظمت والے قرآن میں اور

إِيَّاكُمْ بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ إِنَّهٗ تَعَالٰى

نفع دے ہم کو اور تم کو آیتوں اور حکمت والے ذکر کے ذریعہ بیشک اللہ

مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَقُوْلُ قَوْلِيْ

تعالیٰ عالی ذات والا بادشاہ غالب سخی قبول کرنے والا بڑا مہربان رحمت والا کہتا ہوں اپنا

Marfat.com

هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِیْ وَلَکُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ

بر وقتی اور طلب مغفرت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے اور باقی مومن مرد

الْمُؤْمِنَاتِ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

اور مومن عورتوں کے لیے: بیشک وہی ہے بخشنے والا، رحم فرمانے والا

خُطْبَۃٌ ثَانِیَہ جمعہ کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ

تمام تعریفیں اللہ کو ہم اسکی ثنا کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے بخشش چاہتے ہیں

نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ

اور اس کے ساتھ گرویدہ ہوتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور پناہ چاہتے ہیں اللہ کے

اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا

ذریعہ اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی قباحتوں سے جس کو ہدایت دے اللہ تو اس

مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ

کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو راستہ سے ہٹا دے تو اسکا کوئی ہادی نہیں اور ہم شہادت

لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ

دیتے ہیں اس بات کی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا اس کا کوئی ساجھی

سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۝

نہیں اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے سردار ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکے بندہ اور رسول

بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ

ہیں۔ اس نے ہدایت اور سچے دین کے ساتھ آپ کو بھیجا۔ اللہ

Marfat.com

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تعالیٰ آپ پر اور آپ کے جملہ آل و اصحاب پر ہمیشہ درود و برکت و

وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۝ لَاسِیَّمَا عَلٰی اَوَّلِھِمْ

سلام نازل فرمائے۔ خاص کر ان پر جو ایمان لانے میں سب سے اول

بِالتَّصْدِیْقِ وَاَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْقِ ۝ اَلْمَوْلَی الْاِمَامِ

اور عند التحقیق سب سے افضل آقا پیشوا

الصِّدِّیْقِ ۝ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْمُشَاھِدِیْنَ

ہمیشہ سچ بولنے والے ایمان والوں کے امیر اور رب العالمین کا دیدار

لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا الْاِمَامِ اَبِیْ بَکْرِ نِ

کرنے والے (حضرات) کے قائد۔ ہمارے سردار اور ہمارے آقا مقتدے حضرت

الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی اَعْدَلِ الْاَ

ابوبکر صدیق ہیں۔ اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان سے (ف ۱) اور (خاص کر) ان پر

صْحَابِ ۝ مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ ۝ اَلْمُوَافِقِ

جو اصحاب میں عادل تر منبر و محراب کے زینت بخش جن کی

رَاْیُہٗ لِلْوَحْیِ وَالْکِتَابِ ۝ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا

رائے وحی و کتاب کے موافق ہمارے سردار اور ہمارے آقا

ف ۱ : رضی اللہ تعالیٰ عنہ جملہ دعائیہ ہے لیکن ہم نے یہاں ماضی کا ترجمہ اس لیے کیا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی۔ اس کا ثبوت نص قطعی سے ظاہر خیال ہوا کہ حضرت خطیب نے اس مقام پر شاید حکایت رضائے الٰہی کا ارادہ کیا ہے کیونکہ تبرائی کے حق میں پر اغیظ ہے۔ ۱۲

Marfat.com

الْاِمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَغَيْظِ الْمُنَافِقِيْنَ ○ اِمَامِ

پیشوا مومنین کے امیر اور منافقین کے لیے باعث غیظ

الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ

رب العالمین کی رضا جوئی میں جہاد کرنے والے (حضرات) کے قائد ابو حفص عمر

بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَلٰى جَامِعِ

بن خطاب ہیں اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان سے اور (خاص کر) جامع

الْقُرْاٰنِ كَامِلِ الْحَيَاۗءِ وَالْاِيْمَانِ مُجَهِّزِ جَيْشِ

قرآن پر جو حیا اور ایمان میں پورے خدا کی خوشنودی میں

الْعُسْرَةِ فِيْ رِضَى الرَّحْمٰنِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا

تنگی کے وقت لشکر کا سامان کرنے والے ہمارے سردار اور ہمارے آقا

الْاِمَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَصَدِّقِيْنَ

رہبر ایمان والوں کے امیر اور رب العالمین کے لیے خیرات

لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَبِيْ عَمْرٍو عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ

کرنے والوں کے مقتدیٰ ابو عمر عثمان بن عفان ہیں،

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ○ وَعَلٰى اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ

اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان سے اور (خاص کر) اللہ کے غالب شیر پر

اِمَامِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ حَلَّالِ الْمُشْكِلَاتِ

جو سارے مشرق اور مغرب کے امام مشکلوں اور مصیبتوں کے حل

وَالنَّوَائِبِ ○ دَفَّاعِ الْمُعْضِلَاتِ وَالْمَصَائِبِ ○

فرمانے والے۔ سختیوں اور پریشانیوں کے دفع فرمانے والے

Marfat.com

اَخِی الرَّسُوْلِ وَزَوْجِ الْبَتُوْلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا الْاِمَامِ

برادر رسول. اور شوہر بتول ہمارے سردار اور ہمارے آقا رہبر

اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان والوں کے امیر اور رب العالمین تک پہنچنے والوں کے مقتدی

اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ

ابوالحسن علی بن ابی طالب ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بزرگ، چہرے

الْکَرِیْمَ وَعَلٰی ابْنَیْہِ الْکَرِیْمَیْنِ السَّعِیْدَیْنِ

کو (مزید) بزرگی اور (خاص کر) آپ کے ہر دو پسر پر جو سخی نیک بخت فائز

الشَّھِیْدَیْنِ الْقَمَرَیْنِ الْمُنِیْرَیْنِ النَّیِّرَیْنِ الطَّاھِرَیْنِ

برمرتبہ شہادت چمکتے چاند روشن سورج کھلے ہوئے دو پھول

الْبَاھِرَیْنِ الطَّیِّبَیْنِ الطَّاھِرَیْنِ سَیِّدَیْنَا اَبِیْ مُحَمَّدٍ

صاف ذات پاکیزہ صفات ہمارے سردار ابو محمد

الْحَسَنِ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنِ رضی اللہ عنہما وَعَلٰی اُمِّھِمَا سَیِّدَۃِ

(امام) حسن و ابو عبداللہ (امام) حسین ہیں۔ اور (خاص کر) انکی مادر پاک

النِّسَآءِ الْبَتُوْلِ الزَّھْرَآءِ فِلْذَۃِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَاءِ

پر جو جنت کی عورتوں کے سیدہ زاہدہ کریمہ. افضل الانبیاء کی جگر پارہ ہیں

صَلَوٰاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہٗ عَلٰی اَبِیْھَا الْکَرِیْمِ

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ان کے پدر کریم پر اور

وَعَلَیْھَا وَعَلٰی بَعْلِھَا وَابْنَیْھَا وَعَلٰی عَمَّیْہِ الشَّرِیْفَیْنِ

ان پر اور ان کے شوہر پر اور دونوں پسر پر اور (خاص کر) آپکے دو شریف چچا

Marfat.com

الْمُطَهَّرِيْنَ مِنَ الْأَدْنَاسِ ۝ سَيِّدِيْنَا اَبِیْ عُمَارَةَ حَمْزَةَ

پر جو ہر میل سے پاک ہمارے سردار ابو عمارہ (حضرت) حمزہ

وَاَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ ۝ وَعَلٰی سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ

اور ابو الفضل (حضرت) عباس ہیں۔ اور (خاص کر) انصار و مہاجرین کے

وَالْمُهَاجِرَةِ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا اَهْلَ التَّقْوٰى وَاَهْلَ

تمام گروہوں پر اور ہم پر ان کے ساتھ اے صاحب پرہیز و صاحب

الْمَغْفِرَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَ

مغفرت اے اللہ اس کی مدد کر جو ہمارے سردار اور

مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ

ہمارے آقا محمد (علیہ السلام) کے دین کی مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ ان پر ان کی آل

اَجْمَعِيْنَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝ رَبَّنَا يَا مَوْلٰنَا وَاجْعَلْنَا

پر اصحاب پر درود و برکت نازل فرمائے۔ اے ہمارے رب ہمارے مولیٰ

مِنْهُمْ ۝ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا

ہمیں انہیں میں شامل کر اور اس کو غارت کر جو ہمارے سردار اور ہمارے

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ

آقا محمد (علیہ السلام) کے دین کو فراموش کرے! اللہ تعالیٰ ان پر اور انکے تمام آل

اَجْمَعِيْنَ ۝ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝ رَبَّنَا يَا مَوْلٰنَا وَلَا تَجْعَلْنَا

اور اصحاب پر۔ درود و برکت و سلام نازل فرمائے اے ہمارے رب اے ہمارے مولیٰ اور نہ

مِنْهُمْ ۝ عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ

کر ہم کو ان سے۔ اللہ کے بندو تم پر اللہ رحم فرمائے بیشک اللہ تعالیٰ

Marfat.com

بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَيَنْهٰی

انصاف اور احسان اور قرابت والوں کی امداد کا حکم فرماتا ہے اور منع کرتا

عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

ہے بدکاری اور ممنوع اور ستم سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَجَلُّ

تم نصیحت پکڑو اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند اور بہتر اور جلیل تر

وَاَعَزُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ ۝

اور غالب تر اور زیادہ تام اور زیادہ اہمیت اور عظمت رکھنے والا اور بڑا اور برتر ہے

خطبۂ اولیٰ کے شروع کرنے سے پہلے امام منبر پر کھڑا ہو کر پانچ بار آہستہ اللہ اکبر کہے کہ یہی سنت ہے

Marfat.com

دعائے عقیقہ

اگر لڑکا ہے تو یہ کہے

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ فُلَانٍ دَمُھَا
بِدَمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَعَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ
وَجِلْدُھَا بِجِلْدِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ ط

اگر لڑکی ہے تو یہ کہے

بِدَمِھَا ط بِلَحْمِھَا بِعَظْمِھَا بِجِلْدِھَا بِشَعْرِھَا
اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ط
اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ
بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط

Marfat.com

Marfat.com

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی
یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کیلئے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن
قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن جھلکتا

ضیاء النبی ۷ جلد
سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عظیم کتاب
درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

سنت خیر الانام
فتنۂ انکار سنت پر تحقیقی اور تنقیدی کتاب

مقالات ۲ جلد

قصیدہ اطیب النغم
خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف
مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

مکتبۃ المجاہد
دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف ضلع سرگودھا فون 04521-691763

Marfat.com